مقالہ

حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمتہ کی زندگی اور آپ کی دینی اور علمی خدمات

زیرِ ہدایت

جناب پروفیسر علامہ علاؤالدین صدیقی صاحب سابق وائس چانسلر

پنجاب یونیورسٹی لاہور

پیش کردہ: لال دین اخگر ایم اے (اردو۔ اسلامیات۔ عربی)

امیدوار امتحان پی ایچ ڈی (اسلامیات)

پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۷۷ء

16/6/63

فهرست مشمولات

فہرست عنوانات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

خدائے قدوس کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے اپنی الطاف خصوصی سے مجھ ناچیز کو علمی ذوق عطا کرکے اس کی تکمیل کی راہوں کو آسان فرمایا ۔ ایم ۔ اے (اُردو) اور ایم ۔ اے (اسلامیات) کی کامیابی کے بعد ایم ۔ اے (عربی) میں فرسٹ ڈویژن کے شرف و امتیاز نے میری طبیعت کا رُخ پی ایچ ڈی کے مقالے کی طرف پھیرا ۔ مقالہ نویسی کی قدرے مشق ایم ۔ اے (عربی) میں کی گئی تھی جو اس موقعہ پر ہر لحاظ سے مد و معاون ثابت ہوئی ۔

اسلامیات کے قدسی اور وسیع و عریض چمنستان میں گلہائے سدا بہار کی کمی نہ تھی لیکن میں نے اپنی ہمّت کے مطابق حضرت مولانا احمد علی لاہوری علیہ الرحمۃ کی سیرت مبارکہ اور آپ کی علمی و دینی خدمات کو موضوع تحقیق بنانے کو ترجیح دی کیونکہ ۱۹۲۷ء (سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور کے داخلے کے ایّام) سے لے کر مولانا موصوف کی وفات (۱۹۶۲ء) تک مجھ احقر الانام کو آپ کی خدمت اقدس میں بار بار حاضری کے سنہری مواقع میسّر آتے رہے ۔ دروس قرآن میں روزانہ بیٹھنا ، تنہائی کی صحبتوں میں شمولیت ۔ علمی ارشادات کی ہر موقعہ پر خوشہ چینی ، جمعہ کے خطبات کی سماعت ، پبلک جلسوں میں مولانا کی

تقاریر سے استفادہ ، مجالس ذکر (ہر جمعرات کو مغرب کے بعد مجلس ذکر کا انعقاد ہوتا ہے اور مختصر تقریر بھی ہوتی ہے) کے ایمان افروز فرمودات کا تاثر اور اس پر طرہ یہ کہ آپ کے موقر جریدہ ہفت روزہ "خدام الدین" میں آپ کی تحریرات اور علمی اور تحقیقی تعبیرات کا رات دن مطالعہ مذکورہ بالا عنوان کے انتخاب کا باعث و محرک بنا ۔

میں نے حضرت مولانا لاہوری علیہ الرحمۃ کو ہر جہت سے قریب ہو کر دیکھنے کی کوشش کو لگاتار چودہ برس تک جاری رکھا ۔ آپ کے ملفوظات کو ہر مجلس وعظ میں بیٹھ کر نقل کرتا رہا ۔ جن کے افادات علمیہ و روحانیہ کی بدولت آج میں زیر بحث مقالے کے حسن خاتمہ کی سطور سپرد قلم کر رہا ہوں ! الحمد للہ علی ذالک !

میں اس تاریخی سعادت کو بھی خدائے ذوالمنن کا خاص فضل یقین کرتا ہوں کہ حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ نے مجھ ناکارہ کو پدرانہ شفقت سے اپنا نواسہ داماد بنایا جس سے مجھ کو آپ کے اعزّہ و اقرباء کی ہر طرح کی صحبتوں میں بار یابی کا موقعہ ملتا رہا ۔ لہذا میں نے آپ کی زندگی کے واقعات اور آپ کے فضائل و شمائل کو آپ کے خویش و اقارب سے بالمشافہ معلوم کرکے ترتیب دینے میں بڑی آسانی محسوس کی ۔

چونکہ مولانا لاہوری علیہ الرحمۃ تقریباً نصف صدی تک درس قرآن حکیم میں شبانہ روز منہمک رہے اس لئے تمام دینی حلقوں میں آپ کو شیخ التفسیر کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا ۔ آپ کے عہد آفرین دور کو قرآنی تفسیر کا دور سمجھا جاتا تھا ۔ آپ کا تقوی ، تمسّک بالقرآن و السنت اور آپ کی للہیت تمام مکاتیب فکر میں مسلّم تھی ۔ علماء معصر آپ کو علامہ کے نام سے مخاطب کرتے تھے اور صوفیاء و مشائخ بلکہ عامۃ الناس آپ کو پیر طریقت مانتے تھے ۔ لہذا مقالہ کے موضوع کے انتخاب میں میرا احساس و وجدان مجھ کو یہ کہنے پر آمادہ کر رہا ہے ۔

شادم از زندگیٔ خویش کہ کارے کردم !

باوجود معمولہ نسبتی اور روحانی رشتہ و پیوند کے میں نے حضرت شیخ التفسیر کی سیرت نگاری میں نہایت حزم و احتیاط سے خفیف سا انحراف بھی روا نہیں رکھا انہی وقائع و حقائق کو حوالۂ قلم کیا گیا ہے جن کے مستند اور ثقہ ماخذ مجھ کو دستیاب ہو سکے ہیں ۔ اس سلسلے میں مجھ کو اپنے واجب الاحترام نگران اعلی جناب پروفیسر علّامہ علاؤالدین صدیقی سابق وائس چانسلر ، پنجاب یونیورسٹی لاہور کی ناقدانہ ہدایات کا ممنون ہونا از بسکہ ضروری ہے جنہوں نے اپنی علالت طبع کے باوجود اس پانچ سالہ طویل عرصے کے دوران مقالہ کی تصحیح و تکمیل میں میری رہنمائی اور حوصلہ افزائی فرمائی ہے ۔ اللہ تعالی میرے اس مربّی و محسن کو دارین کی سرخروئی ارزاں فرمائے ۔ !

ناسپاسی ہوگی ! اگر میں اس موقعہ پر علّامہ موصوف مدّظلہ العالی
کے معزّز رفقاء کار اور اپنے محسنین کو بھول جاؤں - جن کے مفید مشوروں سے
میں منزل مقصود کی طرف رواں دواں گامزن رہا - پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صاحب
صدیقی ، ڈاکٹر امان اللہ خان صاحب اور حافظ احمد یار صاحب سے تیاری کے
تمام ایّام و شہور میں میری ملاقاتیں امید کامرانی کا ذریعہ بنی رہیں - یونیورسٹی
کے علمی ماحول میں ان لوگوں کی شفقت نے میرے اجنبیت کے احساس کو خانۂ تست
خانۂ تست کہہ کر دور فرمایا اور میرے لئے علمی استفادہ کی راہوں کو ہموار کیا -

انجام کار میں اپنے محسن سابق صدر شعبۂ اسلامیات پروفیسر محمد اسلم
مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے بارگاہ ایزد متعال میں ہاتھ اٹھاتا ہوں کہ میں نے
جب بھی شعبۂ اسلامیات کی طرف رُخ کیا اور مرحوم سے ملاقات ہوئی تو ان کو
عالمانہ متانت اور مدبرانہ وقار کا مجسّمہ پایا - نہایت اختصار سے میرے سوالات
کا جواب دیتے جس سے مجھ کو قلبی سکون حاصل ہو جاتا تھا -

المختصر ! آج میں حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری علیہ الرحمۃ
کی سیرت کے دو حصّے پنجاب یونیورسٹی لاہور کے ارباب علم و فضل کے سامنے
پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں - پہلا حصہ آپ کی ولادت سے وفات
تک کے حالات پر مبنی ہے اور دوسرا حصّہ آپ کی علمی اور دینی خدمات کا تذکرہ
ہے - اللہ تعالی عزّ اسمہ کی بارگاہ قدس میں بصد عجز و نیاز ملتجی ہوں

کہ وہ مجھ بے بضاعت کی اس ناچیز علمی متاع کو ٹھکانے لگائے ۔

وما توفیقی الّا باللّٰہ علیہ توکّلت و الیہ أنیب

لال دین اختر

۲۸ مارچ ۱۹۷۷ء

* منیر *

" ہندوستان کا مذہبی ـــ سیاسی اور معاشرتی ماحول "

سولہویں اور سترہویں صدی میں یورپین اقوام (پرتگیز ۔ فرنچ ۔ ڈچ اور انگریز) تجارت کی غرض سے ہندوستان میں آئیں ۔ ان میں رقیبانہ کشمکش کا ہونا ایک نفسیاتی امر تھا ۔ آخر کار برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کو بالا دستی حاصل ہوئی اور اس نے اب ہندوستانی حکمرانوں کے داخلی افتراق و انتشار سے فائدہ اٹھا کر آہستہ آہستہ ہر طرح کے ملکی اقتدار پر قبضہ کر لیا ۔ ۱۸۵۷ء (جنگ آزادی) میں ہندوستانیوں نے باہمی اتحاد کرکے بدیشی ظالم حکمرانوں سے نجات حاصل کرنے کی آخری کوشش کی ۔ لیکن شومئ قسمت سے ناکام رہے اور تقریباً پوری ایک صدی (۱۹۴۷ء) تک غلامی و ذلّت کے جہنم زار میں جا پڑے ۔ ۱۸۸۵ء کو انڈین نیشنل کانگرس ایک آئینی انقلاب پیدا کرنے کے لئے وجود میں آئی اور انہی ایام میں حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی نوراللہ مرقدہ کی ولادت با سعادت ہوئی ۔ فرنگی غلبہ و تسلّط کا آفتاب اس وقت نصف النہار پر تھا ۔ وہ اپنی سطوت و جبروت کے نشے میں بدمست ہوکر کہتا تھا کہ " میں سمندروں کا خدا ہوں ۔ میری حدود مملکت میں کبھی آفتاب غروب نہیں ہوتا ۔ مجھ پر اگر آسمان ٹوٹ پڑے گا تو میں سنگینوں پر اٹھا لوں گا " ۔

ہندوستانیوں کی مذہبی ، سیاسی اور معاشرتی زبوں حالی کا اندازہ درج ذیل عبارت سے کیا جا سکتا ہے ۔

سر میلکم لوئیس جج عدالت عالیہ (ہائی کورٹ) مدراس و ممبر کونسل نے اپنے ایک رسالے میں لندن سے لکھا :

" ہم نے ہندوستانیوں کی ذاتوں کو ذلیل کیا ۔ ان کے قانون وراثت کو منسوخ کیا ۔ بیاہ شادی کے قاعدوں کو بدلا مذہبی رسم و رواج کی توہین کی ۔ عبادت خانوں کی جاگیریں ضبط کرلیں ۔ سرکاری کاغذات میں انہیں کافر لکھا ۔ امراء کی ریاستیں ضبط کر لیں ۔ لوٹ کھسوٹ سے ملک تباہ کیا ۔ انہیں تکلیف دے کر مالگذاری وصول کی ۔ سب سے اونچے خاندانوں کو برباد کرنے کے لئے انہیں آوارہ بنا دینے والے بندوبست کئے ۔" [1]

مذکورہ بالا ریشہ دوانیوں کے علاوہ تقسیم بنگال ، ترکی پر مظالم ، جنگ طرابلس اور بلقان میں انگریزوں کی سفاکیاں مسلمانان اسلام کے دینی وقار پر ضرب لگانے اور ان کے قلوب کو مجروح کرنے کے لئے کافی تھیں ۔

---

[1] رسالہ ہندوستان کی سیاسی ترقی ص ۳ سر میلکم لوئیس جج عدالت ہائی کورٹ روشن مستقبل ص ۴۷ منقول از بیس بڑے مسلمان ص ۱۵۴ مرتبہ عبدالرشید ارشد ، لاہور ۔

اندریں حالات حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن نور اللہ روحہ اور آپ کے جانباز سپاہی مولانا عبیداللہ سندھی علیہ الرحمۃ پر ان اندوہناک سانحات نے دن کا چین اور راتوں کی نیند حرام کر رکھی تھی ۔ وہ مسلم ممالک کی مدد کرنا اور ہندوستان کو فرنگی لعنت سے آزاد کرانا چاہتے تھے ۔ لہٰذا وہ نتائج و عواقب سے بے نیاز ہو کر میدان جہاد میں کود پڑے ۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

" منیر "

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ولادت با سعادت

ضلع[1] گوجرانوالہ کے قصبہ جلال نامی میں ۲ رمضان المبارک کو ۱۳۰۲ھ جمعۃ الاولیٰ کے دن ایک خوش نصیب گھرانے میں ایک بچے کی ولادت با سعادت کا ظہور ہوا جس کے والدین ماجدین نے اس کا نام احمد علی رکھا۔ ریلوے اسٹیشن گکھڑ سے یہ قصبہ چار میل مشرق میں واقع ہے۔ خداوند عالم ہی جانتا تھا کہ اس غیر معروف [قریہ میں]

۱؎ بابو منظور سعید صاحب حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ کے مخلص خدام میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ شرف و مجد عطا فرمایا کہ وہ حضرت شیخ التفسیر نور اللہ مرقدہ کے سوانح حیات خود حضرت موصوف کی زبان مبارک سے سن کر ضبط تحریر میں لائیں۔ وہ اپنے الفاظ میں یوں رقم طراز ہیں:

"میں نے مولانا کی زندگی کے مبارک حالات قلم بند کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور خدا تعالیٰ سے اس امر مہمہ کی تکمیل اور اس فریضۂ مقدسہ کی حسن ادائیگی کی توفیق طلب کرنے کے لئے سر بسجود ہو کر دعا مانگی چنانچہ مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۲۷ء کو اس کار خیر کی ابتداء مولانا کے حجرے میں بیٹھ کر صبح کے آٹھ بجے کی گئی۔ مختلف نشستوں میں کام جاری رہا۔ ایک دن مولانا نے فرمایا کہ اس سے پیشتر بھی بعض احباب نے میرے سوانح حیات لکھنے کا ارادہ

پیدا ہونے والا بچہ اس کے فضل و کرم سے ایک دن علوم قرآنیہ اور معارف قدسیہ کا مفسّر بنے گا ۔ اس کے فیوض و سعادات کی موجیں زمزم و کوثر کی آئینہ دار ہوں گی اور مشرق سے طلوع ہونے والا یہ نیّر علم و عرفان مغرب[۱] کی وادیوں میں بھی ضیا پاشیاں کرے گا ۔

مولانا کے والدین

حضرت مولانا کے والدین حسن صورت سے مزیّن اور بفضل ایزد تعالیٰ شریعت طاہرہ کے پابند تھے ۔ والد مکرم کا اسم گرامی شیخ حبیب اللہ[۲] تھا ۔ آپ طریقت میں چشتیہ خاندان سے متوسّل تھے ۔ یہ حقیقۃ الحقائق ہے کہ نیک مائیں اور نیکو فطرت باپ جن بچوں کی پرورش اپنی عارفانہ نگاہوں میں کرتے ہیں آن کی زندگی اپنے گرد و پیش میں ایک روحانی انقلاب بپا کر سکتی ہے ۔ آن کے حسن عمل میں قوموں کے لیے درس حیات ہوتا ہے اور مادر گیتی بجا طور پر آن کی عظمت کردار پر فخر کرتی ہے ۔

حاشیہ صفحۂ سابق :

کیا ہے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے ۔

یاد رہے کہ مولانا کے سوانح حیات مسمّٰی بانوار ولایت مصنفہ ماسٹر لال دین اور مرد مومن مصنفہ عبدالمجید خاں صاحب فیروز سنز کا ماخذ یہی مصدقہ تحریر ہے جو بابو منظور سعید صاحب نے مولانا مرحوم کی زبان مبارک سے سماعت کی اور احاطۂ تحریر میں لائی گئی ۔

(کاپی بابو منظور سعید خادم خاص حضرت مولانا احمد علی مرحوم)

آگ اس کی پھونک دیتی ہے برنا و پیر کو
لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحب یقیں
ہوتا ہے کوہ و دشت میں پیدا کبھی کبھی
وہ مرد جس کا فقر خزف کو کرے نگیں

حاشیہ صفحہ سابق :

[1] محترم المقام پروفیسر علاؤالدین صدیقی سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور کی شہادت ہے کہ

" میں نے مغربی ممالک کی سیر و سیاحت کے دوران اس حقیقت کا مشاہدہ کرکے انتہائی مسرت محسوس کی کہ عالم ربانی حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ کے ارجمند شاگردوں میں سے کسی نہ کسی مرد حق نے قرآن پاک کی درس و تدریس اور نشر و اشاعت کو اپنا لائحہ عمل بنا رکھا ہے ۔

(انوار ولایت مصنفہ ماسٹر تاج دین ، مطبوعہ پنجاب پریس لاہور ص ۱۰)

[2] اللہ تعالیٰ نے پنجاب جیسے انگریز پرست صوبے کے دو ملحقہ اضلاع (گوجرانوالہ اور سیالکوٹ) کے ایک ہی خاندان کے دو غیر مسلم (سکھ) گھرانوں کو دولت اسلام سے نواز کر اپنے دین کی خدمت ان کی اولاد سے لی ۔ میری مراد امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز کے والد ماجد شیخ حبیب اللہ (ساکن قصبہ جلال ضلع گوجرانوالہ) اور حضرت مولانا عبیداللہ سندھی (ساکن قصبہ چیانوالی ضلع سیالکوٹ) رحمۃ اللہ علیہما سے ہے ۔

عبدالمجید خاں فیروز سنز لاہور مولف مرد مومن ص ۸

مولانا احمد دین صاحب خطیب میاں علی ضلع شیخوپورہ راوی ہیں کہ میں سید عطاءاللہ شاہ بخاری مرحوم کی خدمت اقدس میں ملتان حاضر ہوا ۔ حضرت

حضرت لاہوری کے والدین کی للّٰہیت اور حق تعالیٰ کی رضا جوئی کا جذبہ آپ کی پیدائش[1] سے پہلے اس امر کا مقتضی ہوا کہ انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کے والدین کی طرح آپ کو دین اسلام کی خدمت کے لیے وقف (محرّر[2]) کرنے کی نذر مانی ہوئی تھی ۔ اُن کی دلی تمناؤں نے جب بچے کی صورت میں ظہور کیا تو انہوں نے اپنے نومولود کی دینی تربیت کے کام کو نہایت صدق و اخلاص سے سرانجام دیا ۔ شبانہ روز تسبیح و تہلیل کا استغراق اور رزق حلال کی مساعیٔ جمیلہ بچے کی پرورش کے ایّام میں خصوصیت سے ایک دوسرے سے ہمکنار رہیں ۔ تب کہیں جاکر سید العارفین حضرت لاہوری کے والدین کے والدین اپنے مہتمانہ مقدّس فریضہ کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہوئے ۔

حضرت مولانا احمد علی کے علاوہ اللّٰہ تعالیٰ نے شیخ حبیب اللّٰہ کو تین[3] اور بچوں کی ولادت سے نوازا ۔ حافظ محمد علی مرحوم مولانا احمد علی سے چھوٹے تھے ۔ بقیہ

حاشیہ صفحۂ سابق

حضرت لاہوری کا ذکر خیر آیا تو میں نے عرض کیا کہ مولانا باوجود فالج اور وجع المفاصل شبانہ روز اپنے دینی مشاغل میں نہایت شدومد سے منہمک رہتے ہیں ۔ یہ سن کر شاہ جی مرحوم رو پڑے اور اپنے مخصوص انداز میں فرمانے لگے " واہ اوئے سکھ دا پتّا ۔ ہماری جیسے لکھّاں سیّد تیرے قدموں توں وار دیواں " (مقامات ولایت ص ۲۲۳ مصنفہ ماسٹر تاج دین ۔

---

[1] ضرب کلیم ص ۱۷۹ لاہور علّامہ اقبال علیہ الرحمہ

---

[3] کاپی بابو منظور سعید صاحب

[2] اذ قالت امرأت عمران ربّ انّی نذرت لک ما فی بطنی محررا فتقبّل منّی انّک انت السمیع العلیم ۔ سورہ آل عمران ۳ آیت ۳۵

پاکستان میں قیام پذیر رہے ۔ عزیز احمد ہمیشہ کراچی میں رہے اور کچھ عرصہ ہوا کہ وہیں فوت ہوئے ۔ سب سے چھوٹے زبدۃ الحکماء حکیم عبدالرشید صاحب ہیں اور لاہور میں رہتے ہیں ۔ اور کافی عرصہ تک طبیہ کالج لاہور میں پروفیسری کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں ۔

" ابتدائی حالات زندگی "

مولانا احمد علی کے والدین کے خلوص میں ایک الہامی جھلک اور ایک قدسی الاصل ولولہ موجود تھا ۔ وہ آپ کی پرورش میں مصروف عمل رہے لیکن ان کو کیا خبر تھی کہ ہمارا یہ نونہال ایک دن مخدوم جہانیاں بنے گا ۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ صالحین کی پیدائش و رحلت عام انسانوں سے جداگانہ ہوتی ہے ۔ اور پاکباز حضرات کی زندگی کا ہر لمحہ حیات سعادات سے معمور ہوتا ہے ۔ شیر خوارگی کے ملکوتی ایام ہوں ۔ یا جوانی کی مبارک ساعتیں ہوں ۔ یہ لوگ دنیا میں سعادتوں کے ساتھ آتے ہیں اور سعادتوں کے جلو میں ہی عالم جاودانی کی راہ لیتے ہیں ۔ ۔ قرآن حکیم نے سیدنا عیسے علیہ السلام کی زبان مبارک سے مریم صدیقہ کی آغوش عاطفت میں پہلے دن ہی کہلوایا تھا [1]

والسلام علی یوم ولدت و یوم اموت و یوم ابعث حیا ۔

المختصر ! جب آپ پانچ برس کے ہوئے تو آپ کی والدہ محترمہ نے گھر پر ہی آپ کو قرآن حکیم پڑھانا شروع کر دیا ۔ فی الواقع مائیں ہی انبیاء اور اولیاء کو جنم دیتی ہیں اور ان کی دینی تربیت کا ابتدائی دور بھی ماؤں کی ہی پاکیزہ فطرت

---

[1] سورہ مریم ۱۹ آیۃ ۳۳

کا موجوں منت ہوتا ہے ۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ اگر فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود نہ ہوتی تو حضرت حسنؓ حسینؓ نہ ہوتے ۔ بابا فریدالدین کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے فرید کو دو سال دودھ پلایا لیکن باوضو رہ کر پلایا ۔ اللہ تعالیٰ نے بچے کو بلوغت کے بعد ولیٔ زماں بنا دیا ۔

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ " خطاب بہ جاوید " نظم کے ابتدائی اشعار میں اس حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں ؎

مادرت درس نخستیں با تو داد
غنچہٴ تو از نسیم او کشاد
از نسیم او ترا ایں رنگ و بو
اے متاع ما بہائے تو ازو
دولت جاوید ازو اندوختی
از لب او لا الہ آموختی [1]

آپ کو اب سکول میں داخل کرایا گیا [2] ۔ یہ مدرسہ کوٹ سعد اللہ میں تھا ۔ جو کہ قصبہ جلالی سے ایک میل دور ہے ۔ تیسری جماعت تک آپ وہاں تعلیم حاصل کرتے رہے ۔ آپ کے والد محترم کا کاروبار چک باہو میں تھا لہٰذا وہ بھی قصبہ جلالی کو چھوڑ کر چک باہو میں رہائش پذیر ہوگئے ۔ پھر مولانا کو قریب کے ایک قصبہ [3] تلونڈی کھجوروالی کے ایک سکول میں داخل کرا دیا گیا ۔ آپ نے اس مدرسے میں پانچویں جماعت تک

---

[1] جاوید نامہ فارسی لاہور ص ۲۲۳ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ

[2] مرد مومن ص ۱۰ مولف عبدالحمید خاں فیروز سنز لمیٹڈ لاہور

[3] ماخوذ از کاپی باہو منظور سعید صاحب ۱ انوار ولایت ص ۱۹

تعلیم حاصل کی ۔ بعد ازاں آپ کے والد مکرم نے آپ کو شہر گوجرانوالہ کی ایک جامع مسجد میں مولانا عبدالحق مرحوم کے پاس فارسی پڑھنے کے لیے بھیج دیا ۔

مولانا عبدالحق مرحوم کی پدرانہ شفقت

مولانا عبدالحق مرحوم[۱] مولانا احمد علی کے والد محترم کے مخلص ترین احباب میں سے تھے ۔ مولانا احمد علی صغیر سنی کے باوجود خداداد فرزندانہ تسلیم و انقیاد کے ایک مجسم پیکر تھے ۔ آپ کو اپنے استاد سے بڑی محبت اور عقیدت تھی اور ادھر مولانا عبدالحق بھی آپ کو اپنے صاحبزادے مولوی محمد اسماعیل اور مولوی محمد ابراہیم کی طرح عزیز خیال فرماتے تھے ۔ مولانا لاہوری کا اپنا بیان ہے :

> " میرے شفیق استاد مجھ کو اپنے بچوں کی طرح اپنے گھر میں رکھا کرتے تھے ۔"

آپ اپنے والدین کو ملنے کے لیے آٹھ دن کے بعد اپنے گاؤں واپس جاتے تھے ۔ یہ مولانا احمد علی مرحوم کے عہد طفولیت کا ایک معصوم باب ہے ۔ آپ ایک عالم ربانی کی درسگاہ میں شاگردانہ حاضر ہوتے تھے ۔ ان دنوں آپ کے دل و دماغ کی وہبی قوتوں کو دینی تربیت کی جلا دی جا رہی تھی ۔

" دس سالہ مولانا احمد علی امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کے حضور میں "

حضرت مولانا احمد علی نے ابھی چند ماہ ہی مولانا عبدالحق کی شاگردی میں گزارے تھے کہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم آپ کے والد محترم شیخ حبیب اللہ

---

[۱] کاپی بابو منظور سعید صاحب ، مرد مومن ص ۱۰ ، ابتدائی تعلیم مولف عبدالحمید خان فیروز سنز ، لاہور

(آپ کے قریبی رشتہ دار)[1] کو ملنے کے لیے تشریف لائے ۔ آپ کے والد مرحوم نے آپ کو مولینا عبیداللہ سندھی[2] کے حضور پیش کرتے ہوئے فرمایا " ہم نے یہ بچہ دین اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا ہے " ۔

---

[1] مرد مومن ص ۸ مسولہ عبدالحمید خان صاحب ، فیروز سنز ، لاہور

[2] حضرت مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں چیانوالی میں پیدا ہوئے ۔ والدین کا پیشہ زرگری اور بعض افراد کنبہ ملازم اور بعض ساہوکارہ بھی کرتے تھے ۔ آپ کی خود نوشت داستان حیات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بہ شب جمعہ قبل صبح ۱۲ محرم ۱۲۸۹ھ / ۱۰ مارچ ۱۸۷۲ء پیدا ہوئے ۔ آپ کے آباؤ اجداد سکھ تھے ۔ ۱۸۸۷ء میں آپ تیسری جماعت میں پڑھتے تھے کہ آپ نے اظہار اسلام کے لیے گھر چھوڑ دیا ۔ کتاب تحفۃ الہند کے مطالعے سے بالتدریج اسلام کی صداقت پر آپ کا یقین بڑھتا گیا ۔ تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے اسلامی توحید اور پرانک شرک اچھی طرح سمجھ میں آ گیا ۔ ۹ ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ آپ مشرف بہ اسلام ہوئے ۔ اس کے بعد آپ حضرت حافظ محمد صدیق صاحب (بھر چونڈی) جو اپنے وقت کے سید العارفین تھے کی صحبت میں پہنچ گئے ۔ خود حضرت سندھی کا ارشاد ہے :

" میں نے قادری راشدی طریقہ میں حضرت حافظ سے بیعت
کر لی ۔ اس کا نتیجہ یہ محسوس ہوا کہ بڑے سے بڑے انسان
سے میں بہت کم مرعوب ہوتا تھا "

مولانا سندھی کی مذہبی ، سیاسی زندگی کے اشارات مولانا احمد علی مرحوم کے سوانح حیات میں مختلف مقامات پر نظر آئیں گے کیونکہ مولانا احمد علی مرحوم کی زندگی کا ہر پہلو مولانا سندھی کی تعلیم و تربیت کا مرہون منت ہے ۔

" بیس بڑے مسلمان " ص ۲۹۸ ۳۰۲ مکتبہ رشیدیہ شاہ عالم مارکیٹ لاہور ترتیب عبدالرشید ارشد ۔

چنانچہ حضرت سندھی نے آپ کو نہایت پدرانہ شفقت سے اپنی صحبت میں رکھنا قبول فرمالیا یا یوں سمجھیے کہ پروردگار عالم کی مشیت کا یہ اقتضا تھا کہ حضرت لاہوری زمانے کے امام انقلاب کی صحبت میں رہ کر ضرب یضرب ضربا کے ساتھ ساتھ درس حریت بھی حاصل کریں ۔ لہٰذا ایسا ہی ہوا کیونکہ حضرت لاہوری کی صورت حریت نوازی یہاں صداقت اور للہیت کا ایک حسین موقع تھی اور ہمیں اس امتزاج حقیقت میں نظر محسوس کرنا چاہئیے ۔ کہ مولانا کے کردار میں مجاہدانہ صفات حضرت سندھی کی خطر پسند فطرت کا عکس لیے ہوئے تھیں ۔

صحبت از علم کتابی خوشتر است
صحبت مردان حر آدم گر است
مرد حر دریائے ژرف و بیکراں
آب گیر از بحر و نے از ناوداں [1]

مولانا سندھی کی انگریز دشمنی نے مولانا لاہوری کو ایام تربیت سے لے کر تا دم واپسیں فرنگی تہذیب سے اس قدر نفور کردیا تھا کہ جس کی مثال ڈھونڈھے سے بھی نہیں ملتی ۔ آپ مسند رشد و ہدایت پر بیٹھے ہوئے جس پیرانہ سالی میں جب برطانوی انسانیت سوز تمدن کے خلاف زبان کھولتے تھے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی خالد وقت یا فاروق دوراں تمام دنیا کی ابلیسی طاقتوں کو للکار رہا ہے الغرض امام انقلاب کے مکتب کا درس حریت مولانا لاہوری کی زندگی کا ایک ہمہ گیر جذبہ بن چکا تھا ۔

---

[1] مثنوی (پس چہ باید کرد اے اقوام شرق) ص ۳۲ ، علامہ اقبال علیہ الرحمہ

"مولانا لاہوری حضرت مولانا غلام محمد دین پوری کی خدمت اقدس میں"

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ !

مولانا سندھی ان دنوں امروٹ شریف ضلع سکھر میں قیام پذیر تھے ۔ وہ حضرت لاہوری کو لے کر سندھ روانہ ہوگئے ۔ راستے میں بہاول پور سے گزرنا ضروری تھا ۔ ریلوے اسٹیشن خان پور سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی تھی اس بستی میں حضرت سندھی کے خضر طریقت[1] حضرت اعلیٰ مولانا غلام محمد مرحوم رہائش پذیر تھے جن کے متعلق ان کے معاصر علماء ربانی[2] اور صوفیان پاک باطن بڑی عقیدت مندانہ آراء رکھتے تھے ۔ مولانا سندھی ان کی قدم بوسی کے لیے دین پور شریف حاضر ہوئے ۔ دو دن وہاں ٹھہرے ۔ حضرت لاہوری خود فرمایا کرتے تھے

---

[1] مولانا سندھی پہلے حافظ محمد صدیق علیہ الرحمہ کے ہاتھ پر بیعت تھے ۔ اُن کی وفات کے بعد آپ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا غلام محمد مرحوم کے حلقۂ ارشاد میں شامل ہوگئے ۔ اب حضرت سندھی کی روحانی تربیت حضرت دین پوری کے حصّہ میں آئی ۔ (مرد مومن مطبوعہ لاہور ص ۱۲ مولف عبدالحمید خاں ، فیروز سنز لاہور)

[2] "حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم مولانا سندھی کے ہمراہ دین پور تشریف لے گئے ۔ آپ خان پور اسٹیشن سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوئے ۔ دین پور شریف کے قریب شیخ المشائخ حضرت دین پوری پیشوائی کے لیے آئے ہوئے تھے حضرت تھانوی مرحوم ابھی کئی سو گز کے فاصلے پر تھے کہ آپ نے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کیا ۔ فوراً گھوڑے پر سے چھلانگ لگائی اور فرمایا ، ارے عبداللہ ! تونے مجھے مار ڈالا ۔ ارے عبداللہ ! تو نے مجھے ہلاک کر دیا ۔ یہ نہ بتایا کہ یہاں اس درجہ کا ولی رہتا ہے اور مجھے گھوڑے پر سوار کر دیا ۔ اسی طرح آپ کے معاصر اولیا کرام جن میں حضرت شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد شرق پوری نور اللہ روحہ بھی شامل تھے

"مولانا سندھی نے مجھ کو حضرت دین پوری
نوراللہ مرقدہ کے حضور میں بیعت کے لیے پیش کیا
لیکن میں اُس وقت بیعت کی حقیقت سے بالکل نا بلد
تھا ۔ زبدۃ الصالحین حضرت دین پوری نے مجھ کو
نہایت پدرانہ عاطفت سے اپنے حلقۂ رشد میں شامل فرمالیا
مجھ کو ان کی آقائی اور اپنی غلامی پر اب تک ناز
ہے ۔ یہ واقعہ تقریباً ۱۸۹۵ء کا ہے جب حضرت موصوف
نے مجھ کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی تلقین کی ۔"

؎ تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی !

امروٹ شریف میں حضرت سندھی کا قیام

امروٹ شریف ضلع سکھر صوبہ سندھ میں اُن دنوں عالم اجل عارف اکمل مجاہد کبیر مستجاب الدعوات حضرت مولانا ابوالحسن سیّد تاج محمود[1] المعروف حضرت

حاشیہ صفحہ سابق :-

وہ حضرت دین پوری کا بے حد احترام کرتے تھے ۔"

(مرد مومن مطبوعہ لاہور ص ۱۲ مولف عبدالمجید خاں فیروز سنز)

راوی مولانا عبداللہ درخواستی مدّ ظلّہ ۔

دوسرا حوالہ : شمارہ خدام الدین ۱۲ جون ۱۹۶۲ء از مولانا جمیل احمد صاحب بعنوان "کچھ باتیں عشق و عرفان کی"

[1] حضرت مولانا سیّد تاج محمود قدس سرہ امروٹ ضلع سکھر کے باشندے تھے ۔ اور سیّد العارفین حافظ محمد صدیق بھرچونڈی کے دوسرے خلیفہ تھے ۔ مولانا عبیداللہ سندھی کو ان سے بڑی وابستگی تھی ۔ انھوں نے ہی مولانا سندھی کا نکاح

امروٹ علیہ الرحمۃ جلوہ افروز تھے ۔ آپ معروف جذبۂ جہاد سے سرشار رہتے تھے ۔ آپ امام الاولیاء بھی تھے ۔ اور غازی جانباز بھی ۔ آپ کا تعارف گویا کہ علامہ اقبال کے ان اشعار میں موجود ہے ۔

آنکہ بخشد بے یقیناں را یقیں
آنکہ لرزد از سجود او زمیں
آنکہ زیر تیغ گوید لا الٰہ
آنکہ از خونش بروید لا الٰہ
خاکی و از نوریاں پاکیزہ تر
از مقام فقر و شاہی با خبر
بندۂ حق وارث پیغمبراں
او نگنجد در جہان دیگراں [1]

حاشیہ صفحۂ سابق :

ماسٹر محمد عظیم خان یوسف زئی کی لڑکی سے کرایا تھا ۔ موصوف نہایت جوشیلے خدا رسیدہ اور متقی بزرگ تھے ۔ لاکھوں مرید تھے ۔ ان کی کرامات کا ان اطراف میں بڑا چرچا تھا ۔ مولانا سندھی نے ان کا تعارف حضرت شیخ الہند سے کرایا ۔ متعدد دفعہ دیوبند تشریف لائے اور حضرت شیخ بھی ان کی ملاقات کے لیے امروٹ شریف جاتے ۔ ان کا مقام سندھ کے اس علاقے میں حریت کی مشن کا مرکز تھا ۔ گرفتار ہوئے اور چند دن بعد رہا کر دئیے گئے ۔ ایام تحریک خلافت میں انتقال فرمایا ۔ (" بیس بڑے مسلمان " مطبوعہ مکتبۂ رشیدیہ ص ۲۲۲ عبدالرشید ارشد)

[1] مثنوی " پس چہ باید کرد اے اقوام شرق " ص ۲۸ و ۷ و ۱۳ از علامہ اقبال علیہ الرحمہ

حضرت امروٹی علیہ الرحمہ کے شیخ طریقت حضرت حافظ محمد صدیق [1] مرحوم و مغفور تھے۔ جو بھرچونڈی (کراچی لائن ریلوے اسٹیشن خیرپور ڈہرکی سے تقریباً دو میل) سے متصل تھے۔ حضرت سندھی نے بچپن (لڑکپن) میں ان کے دست اقدس پر بیعت کی تھی اور انہی کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا تھا۔

مولانا سندھی دین پور شریف میں مختصر قیام کے بعد مولانا احمد علی کو لے کر امروٹ شریف چلے گئے۔ اور یہاں آکر انہیں عربی فارسی کی ابتدائی (صرف و نحو) کتابیں پڑھانا شروع کر دیں۔ سید تاج محمود مرحوم نے مولانا سندھی کی علمی قابلیت اتقاء اور خدمت اسلام کے مخلصانہ جذبہ کو دیکھا تو آپ کو امروٹ شریف میں ہی رہنے کی دعوت دی۔ آپ نے اس پیشکش کو بسر و چشم قبول کیا اور وہاں مستقل رہائش اختیار کر لی۔

مولانا تاج محمود علیہ الرحمہ کی مربیانہ توجہات نے مولانا سندھی کو اپنی دامادی کا شرف عطا فرمایا اور آپ کی زندگی کے تمام مصارف کی کفالت بھی اپنے ذمہ لے لی۔ اور ادھر حضرت امروٹی نے لنگر کے منتظم اور حرم سرا کی خادمہ کو تاکیداً فرما دیا کہ ہمارے عزیز احمد علی کو جس چیز کی ضرورت ہو مطالبہ پر فوراً پیش کی جائے۔

---

[1] امام الاولیاء پیشوائے مشائخ حافظ محمد صدیق مرحوم اپنے وقت کے قطب الاقطاب تھے۔ آپ کے محبوب ترین خلفاء حضرت دین پوری اور حضرت امروٹی تھے۔ اپنے ان دونوں خلفاء کی موجودگی میں حافظ مرحوم نے فرمایا

"عبداللہ نے چونکہ خدا کے لیے والدین کو چھوڑا ہے اب اس کے والدین کے تمام فرائض میں ادا کروں گا"

(مرد مومن ص ۱۲ مولف عبدالحمید خاں فیروز سنز ، لاہور)

شاہا نظر کرم کی جس ذرہ پر ذری ہو
وہ آسماں پہ جا کر خورشید خــــــاوری ہو (ذوق)

مدرسہ دارالارشاد کا اجــراء

حضرت مولانا سید امروٹیؒ[1] بڑے متوکل اور فنا فی اللہ بزرگ تھے ۔ اگر رزق کا کوئی سبب خود ہی بن جاتا تو بہتر ۔ ورنہ دو دو وقت فاقہ کی نوبت آ جاتی ۔ آپ کی خانقاہ صفہ[2] کا نمونہ تھی ۔ روحانی فیض کے متلاشیوں کے لیے تو یہ ایک بہت بڑا دارالعلوم تھا مگر ظاہری علوم کی تدریس و تکمیل کے لیے جن اسباب کی ضرورت تھی وہ وہاں موجود نہ تھے کیونکہ ان کا مسلک استغناء اس کی اجازت نہیں دیتا تھا ۔

---

[1] سرود مومن ص ۱۷ مطبوعہ لاہور فیروز سنز مولف عبدالمجید خان

[2] اس امر پر ساری امت متفق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک جماعت ایسی تھی جو ہمیشہ مسجد نبوی میں رہ کر عبادت کیا کرتی تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خود (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے حق میں مخاطب ہو کر فرمایا ــ لا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ ۔ بہت آیات اور احادیث ان کی فضیلتیں میں ہیں ۔ حضرت ابن عباس رسول خدا سے روایت کرتے ہیں ۔ وقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اصحاب الصفہ فرای وجہدہم و طیب قلوبہم فقال ابشروا یا اصحاب الصفہ فمن بقی من امتی علی النعت الذی انتم علیہ راضیا بما فیہ فانہ من رفقائی فی الجنۃ ــــ صفہ ایک چبوترہ تھا جو مسجد نبوی میں تھا اور اب بھی اس کا نشان موجود ہے ۔

کشف المحجوب ص ۸۶ ؛ داتا گنج بخش علی ہجویریؒ

کہ لوگوں سے چندہ مانگیں ۔ حضرت سندھی ایک انقلابی فطرت کے حامل تھے۔ آن کے قلب اطہر میں سمائی انوار تھے ۔ جوان کو نت نئے حسن عمل[1] پر مستعد کرتے رہتے تھے ۔ ان کے ذہن کی براقی اور عزیمت کی بلندی دیکھ کر بڑے سے بڑا شخص بھی محو حیرت ہو جاتا تھا ۔ اب آپ ایک مدرسہ کے قیام کے لیے بے قرار تھے ۔ لہذا آپ ضلع نواب شاہ واقع گوٹھ پیر جھنڈا تشریف لائے ۔ وہاں کے سجادہ نشین پیر پگاڑو کے چچا زاد بھائی تھے ۔ ان کا اسم گرامی پیر رشد اللہ تھا ۔ حضرت سندھی نے اپنی تجویز پیر صاحب کے سامنے پیش کی ۔انھوں نے اس تجویز کو نہ صرف منظور کیا بلکہ ہر طرح کے تعاون کا یقین بھی دلایا ۔ چنانچہ ۱۳۱۹ھ گوٹھ پیر جھنڈا[2] میں مولانا سندھی نے مدرسہ دارالارشاد کی بنیاد رکھی اور کچھ عرصے کے بعد مولانا احمد علی کو بھی امروٹ شریف سے وہاں میں بلا لیا ۔ مولانا احمد علی نے اس مدرسے میں چھ سال کے اندر علوم متداولہ اور فنون مروّجہ کی تکمیل کر لی ۔

---

[1] چو نظر قرار گیرد بنگار خوبروئے
تپد آں زماں دل من پئے خوبتر نگارے ؛ علامہ اقبال علیہ الرحمہ
پیام مشرق طبع ... صفحہ ۱۴۷

[2] " امروٹ واپس آکر میں نے مطبع قائم کیا اور دو سال تک چلایا ۔ بعض عربی اور سندھی نایاب کتب کو طبع کرایا اور ایک ماہوار رسالہ الاخوان چھپتا رہا ۔ اس کے بعد مدرسہ بنانے کی کوشش جاری کی مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی ۔ ہمارا کام مدرسہ کے بغیر نہیں چل سکتا تھا ۔ اس لیے میں دوسری جگہ کی تلاش میں تھا ۔ کہ حضرت مولانا رشد اللہ صاحب العلم الرابع نے ۱۳۱۹ھ میری تجویز کے موافق مدرسہ بنانے کا ارادہ کیا ۔ نام بھی میری تجویز سے مقرر ہوا ۔ میں اس میں شریک ہو گیا ۔ سات سال تک علمی اور انتظامی کامل اختیارات کے ساتھ کام کرتا رہا ۔ اکابر علماء

"مولانا لاہوری کے والد محترم کا انتقال"

حضرت مولانا ابھی مدرسہ دارالارشاد میں زیر تعلیم ہی تھے۔ جب آپ کے والد محترم شیخ حبیب اللہ کا انتقال ہو گیا ۔ جناب شیخ علیہ الرحمہ جیسا کہ سابقہ حالات سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں چک باہو ۔ ضلع گوجرانوالہ میں قیام پذیر تھے ۔ شیخ مرحوم نے اپنے انتقال سے پہلے حضرت مولانا احمد علی کے چھوٹے بھائی مولانا محمد علی کو بھی گوٹھ پیر جھنڈا مدرسہ دارالارشاد میں پڑھنے کے لیے بھیج دیا تھا ۔ مولانا سندھی نے اپنی چھوٹی لڑکی کی نسبت مولانا محمد علی سے کر دی ۔ مولانا محمد علی کو مولانا سندھی نے پہلے قرآن مجید حفظ کرایا اور پھر دینی تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا ۔ مولانا کے والد محترم کے انتقال کے بعد آپ کے دو اور چھوٹے بھائی عزیز احمد اور رشید احمد اور آپ کی والدہ محترمہ چک باہو میں رہ گئے تھے ۔ اب مولانا سندھی نے ان سب کو سندھ میں اپنے پاس بلا لیا ۔ اس وقت عزیز احمد کی عمر تقریباً چار سال اور رشید احمد کی عمر دو اڑھائی سال کی تھی ۔

حاشیہ صفحۂ سابق :

میں سے حضرت مولانا شیخ الہند اور حضرت شیخ حسین بن محسن یمانی امتحان کے لیے تشریف لائے ۔ اس مدرسہ میں بھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو بھی خواب میں دیکھا ۔

(خود نوشت حالات زندگی مولانا سندھی : بعض بڑے مسلمان ، ص ۲۰۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ ۔ مولف عبدالرشید ارشد) ۔

"دستار بندی کا عظیم الشان جلسہ"

مدرسہ[1] دارالارشاد سے فارغ ہونے والی پہلی جماعت میں صرف پانچ علماء شامل تھے اور ان میں ایک کھدر پوش جلال و جمال کا جامع بلکہ بقول سید عطاء اللّٰہ شاہ بخاری علیہ الرحمہ صحابہ کرام کے قافلے میں سے ایک پیچھے رہ جانے والا اسوۂ نبوی کا علمبردار بھی موجود تھا ۔ جس کو مستقبل قریب میں شیخ التفسیر ہونے کے علاوہ خطیبت کے فرائض بھی انجام دینے تھے ۔

دوسرے حضرت مولانا ضیاءالدین تھے جو کہ اپنے والد محترم کے بعد گوٹھ پیر جھنڈا میں مسند رشد پر جلوہ فرما ہوئے ۔ ان کے علاوہ تین اور خوش نصیب علماء کرام تھے (کیونکہ یہ پانچوں علماء کرام نے امام انقلاب حضرت سندھی جیسے یکتائے روزگار مجاہد کی نگرانی میں تعلیم و تربیت حاصل کی تھی) ۔

چونکہ حضرت پیر رشد اللّٰہ اس وقت گوٹھ پیر جھنڈا میں گدی نشین تھے اور ان کے صاحبزادہ مولانا ضیاءالدین اس فارغ ہونے والی جماعت میں شامل تھے لہذا ایک عظیم الشان جلسے کا انتظام کیا گیا ۔ مقصد یہ تھا کہ اصحاب خیر و بر کی شمولیت اور باقی سعید روحوں کے ورود و اجتماع سے دستار بندی کی تقریب کو ہر لحاظ سے با برکت بنایا جائے ۔ لہذا جلسے کی صدارت کے لیے ریاست بھوپال سے حضرت سید الشائخ حسین ابن محسن انصاری یمنی مرحوم کو بلایا گیا ۔ آپ نہایت

---

[1] انوار ولایت ص ٢٠ مطبوعہ پنجاب پریس لاہور — ناشر لال دین (بپاس بابو منظور سعید صاحب)

ہو رسیدہ تھے اس لیے آپ کو پالکی میں بٹھا کر کوٹھ پیر جھنڈا میں لایا گیا ۔ حضرت لاہوری کی جاری یاد داشت کے مطابق یہ تقریب سعید ۱۳۲۷ھ کے آخر میں یا اس سن کے شروع میں وقوع پذیر ہوئی ۔

"معلمی کے فرائض"

حضرت لاہوری کی زندگی کے واقعات پر اگر بتدریج نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ قدرت کا دست کرم آپ کے فرق اقدس پر ہر وقت سایہ افگن رہا ۔ اب آپ مولانا حضرت سندھی کے ارشاد کے مطابق مدرسہ دارالارشاد میں معلمی کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے ۔ آپ نے جس انہماک اور قلبی طمانیت سے طالب علمی کے ایام و شہور بسر کئے تھے اسی استغراق و محنت پژوہی سے معلمی کے اوقات گزارنے شروع کر دئیے کیونکہ آپ کے قلب و نظر پر امام انقلاب کی حریت نوازی کی چھاپ حضرت مولانا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ ایسے ملک صورت مقتداء کی صحبت کے انوار اور مجاہد اکبر مولانا سید امروٹی کی صادقانہ حیات طیبہ کے اثرات و نقوش موجود تھے ۔ ہم اُن طالب علموں کو مدینہ تبریک پیش کرتے ہیں جن کو عنایت الٰہی سے حضرت شیخ التفسیر جیسے نفس شناس ، خدا پرست ، محب رسول اور تہذیب نوی کے مصلح معلم میسر آئیں اور اپنی صحبت میں رکھ کر متعلمین کو آداب زندگی سکھائیں ۔

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

دے کے احساس زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے [1]

در اصل اب مشایخ و اساتذہ کرام سے حاصل کردہ فیوض و برکات قدسیہ کو خلق خدا میں تقسیم کرنے کے دن شروع ہوگئے تھے ۔ آپ وہاں تین سال تک درس نظامیہ کے مطابق پڑھاتے رہے ۔

حقائق ابدی پر اساس ہے اس کی
یہ زندگی ہے نہیں ہے طلسم افلاطوں
عناصر اس کے ہیں روح القدس کا ذوق جمال
عجم کا حسن طبیعت عرب کا سوز دروں [2]

" حضرت سندھی کی دامادی کا شرف "

جب آپ مدرسہ میں معلّمی کے فرائض سرانجام دے رہے تو حضرت سندھی نے آپ کو شرف دامادی بخشا گویا اپنی صاحبزادی مریم بیبی کا عقد آپ سے کردیا ۔ سال کے بعد پروردگار عالم نے آپ کو ایک بچہ عطا فرمایا ۔ اس کا نام حسن رکھا گیا ۔ اس بچّے کے نام کی وجہ سے آپ کی کنّیت ابوالحسن ہے مگر مشیت ایزدی کا یہی فیصلہ تھا کہ نومولود حسن صرف سات دن آغوش مادر میں جئے اور پھر اپنی ناشگفتگی (ناشگفتگی) کے دامن میں زندگی کی تمام معصومانہ بہاروں کو لپیٹے ہوئے راہی ملک عدم ہوئے اور اگلے دن ننّھے حسن کی مغمومہ و مہجورہ والدہ اپنے لخت جگر

---

[1] علامہ اقبال — ضرب کلیم ص ٢٦ مطبوعہ لاہور

[2] علامہ اقبال — ضرب کلیم ص ٢٥ ، مطبوعہ لاہور

کی تلاش میں وادیٔ فردوس میں جا پہنچیں ۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون

ننھے حسن اور اس کی والدہ کو حضرت لاہوری کی والدہ ماجدہ کی قبر کی آغوش میں دفن کیا گیا ۔

"جمعیۃ الانصار کا قیام"

مولانا سندھی گوٹھ پیر جھنڈا سے دوبارہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر آپ نے جمعیۃ الانصار کی بنیاد ڈالی ۔ مقصد یہ تھا کہ دارالعلوم کے فارغ التحصیل علماء کی ہمہ گیر تنظیم کی جائے اور ان میں "مجاہدانہ ناموس وحدت فکری" پیدا کی جائے ۔ وہ جہاں بھی ہوں مرکز کی آواز کے مطابق اپنی زندگی کا رُخ بدلتے رہیں ۔ علماء خیر کا یہ سواد اعظم کتاب و سنّت کی اقامت کے ساتھ ساتھ مغربی سامراج کی بیخ کنی میں ہمہ وقت کوشاں رہے ۔ اس عالمگیر تحریک کی وسعت سر زمین ہند سے آگے کشمیر ، افغانستان ، ایران ، ترکستان بخارا ، عرب اور قسطنطنیہ کی حدود تک پہنچی ہوئی تھی ۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

بانگ درا نظم ... علامہ اقبال

یہی وہ مہتم بالشان اور عہد آفریں اسکیم تھی جس کی تکمیل کے لیے حضرت سندھی ہر وقت بیقرار رہتے تھے[1] ۔ آپ نے مدرسہ دیوبند میں قدم رکھتے

---

[1] "امام انقلاب حضرت سندھی اپنے وقت کے منصور حلّاج تھے ۔ جن کی زبان پر ہمیں تختۂ دار پر بھی اناالحق کی پکار تا دمِ واپسیں گونجتی رہی ۔ آن کی فکر میں انقلاب تھا ۔ آن کی نظر میں انقلاب تھا ۔ آن کی زندگی لاکھوں انقلاب کی آئینہ دار

میں اس تجویز کو بروئے کار لانے کی سعی جمیلہ شروع کر دی مگر مدرسہ دیوبند کے بعض ذمہ دار حضرات کو آپ کی تجویز کے بعض پہلوؤں سے اختلاف تھا اس لیے آخر کار آپ کو دیوبند کو خیرباد کہنا پڑا ۔ اس موقعہ پر یہ حقیقت ناقابل فراموش ہے کہ انوار جامعیت کے مظہر اتم مولانا محمود حسن حضرت سندھی کے ہر طرح ہمنوا تھے ۔ حضرت سندھی کے اپنے الفاظ ملاحظہ ہوں :

" ۱۳۲۷ھ میں حضرت شیخ الہند[1] نے مجھ کو دیوبند طلب فرمایا اور مفصل حالات سن کر دیوبند رہ کر کام کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس کے ساتھ سندھ کا بھی تعلق قائم رہے گا ۔ میں چار سال تک جمعیۃ الانصار میں کام کرتا رہا ۔ اس جمعیۃ کی تاسیس رکھنے میں مولانا محمد صادق صاحب سندھی مولانا ابو محمد[2] لاہوری اور عزیزی احمد علی میرے ساتھ شریک تھے ۔ "[3]

حاشیہ صفحہ سابق :

تھی ۔ وہ انقلاب آفریں فطرت کی جولانیوں کے لیے چنداں سازگار ماحول کی محتاج نہ تھی ۔ وہ ہر میدان عمل میں داد شجاعت دیتے رہتے تھے ۔

مرد کی تخلیق ہے زور آزمائی کیلئے ۔۔۔ گردنیں سرکش حوادث کی جھکانے کے لیے
مرد ہے سیلاب کے اندر اکڑنے کیلئے ۔۔۔ بحر کی بپھری ہوئی موجوں سے لڑنے کے لیے
روندتا ہو شعلہ خو بجلی کا دامن تھامتے ۔۔۔ مسکراتا ہو گرجتے بادلوں کے سامنے "

(انوار ولایت ـــ ص ۸۲ ، پنجاب پریس لاہور ـــ ماسٹر لال دین)

---

[1] شیخ الہند مولانا محمود حسن مرحوم دارالعلوم دیوبند کے طالب علم تھے ۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کی شاگردی میں صحاح ستہ اور دیگر کتب پڑھیں ۔ ۱۲۹۰ھ میں

" نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی " [1]

چہ شور است این کہ در آب و گل افتاد
ز یک دل عشق را صد مشکل افتاد
قرار یک نفس بر من حرام است
بمن رحمی - کہ کارم با دل افتاد [2]

حضرت سندھی کی زندگی ہزاروں انقلابات کی حامل تھی - ہجرت کرنا آپ کا مشغلہ بن چکا تھا - خود فرماتے ہیں :

حواشی صفحۂ سابق :

دستار بندی کا شرف حاصل ہوا - پھر دارالعلوم میں بطور مدرس کام کرنے لگے - ۱۲۹۴ھ میں اکابر کی معیت میں حج کیا - شاہ عبدالغنی دہلوی سے اجازت حدیث اور سیدالاولیاء حاجی امداداللہ مرحوم سے بیعت ہوئے - ۱۳۰۵ھ سے لے کر ۱۳۳۹ھ تک صدر مدرس کے فرائض ادا کئے - آزادئ ہند تحریک میں پیشوائی کے اقدامات مصائب - ریشمی خطوط کی سازش - گرفتاریاں - عام مقبولیت - شیخ الہند کا لقب -

(بیس بڑے مسلمان ص ۲۲۸ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ ، عبدالرشید ارشد)

۲ حضرت مولانا ابو محمد احمد لاہوری مرحوم : مولانا چکوال ضلع جہلم کے باشندے تھے - دیوبند کے فارغ التحصیل فاضل اور حضرت گنگوہی مرحوم اور حضرت شیخ الہند کے شاگرد ارجمند تھے - حضرت سندھی کی جمعیۃ الانصار کے سرگرم رکن تھے اور حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے سسر تھے (انوار ولایت ص ۵۲ — مطبوعہ پنجاب پریس ، لاہور)

۳ بیس بڑے مسلمان مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ لاہور ص — عبدالرشید ارشد

"حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے میرا کام دیوبند سے دہلی منتقل ہوا ۔ وہاں جاکر میں نے مسجد فتح پوری کے شمالی کمروں میں سے شمالی دروازے کے متصل بالائی منزل کا پہلا کمرہ کرایہ پر لیا اور نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کی بنیاد رکھی ۔"

اب مولانا سندھی نے پانچ عربی داں نوجوان (علماء کرام) اور پانچ گریجویٹ ملا کر ایک مشترکہ جماعت بنائی اور اس جماعت کو دور حاضرہ کے تقاضوں کے مطابق تبلیغی مشن چلانے کی تربیت دی جانے لگی ۔ اس وقت مولانا سندھی نے حضرت لاہوری کو بھی مدرسہ دار الارشاد سے دہلی میں بلا لیا اور اس نادرۂ روزگار جماعت میں شامل کر لیا ۔ در حقیقت حضرت لاہوری کی زندگی کو مصائب و نوائب کی کٹھالی میں رکھ کر کندن بنایا جا رہا تھا اور یہ ساری تیاریاں لاہور کے ام القریٰ میں بیٹھ کر نصف صدی تک رشد و ہدایت کی مسند آرائی کے لیے ہو رہی تھیں ۔

حواشی صفحۂ سابق :

۱؎ مدرسہ نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی انگریز کی نظر میں کھٹکتا تھا ۔ اس لیے رولٹ کمیشن کی رپورٹ کے مطابق اس مدرسے کے قیام کا مقصد ہندوستانی مسلمانوں میں مذہبی ولولہ اور جنگی جوش پیدا کرنا تھا ۔ اس رپورٹ کے مطابق حضرت محمود حسن علیہ الرحمہ کا اصلی پروگرام یہ تھا کہ اسلامی طاقتیں کا ہندوستان پر زبردست حملہ ہو اور ہندوستانی مسلمان اندرونی بغاوت سے اسے تقویت دیں"

(مرد مومن ص ۲۱ مطبوعہ عزیز سنز ۔ شیخ عبدالحمید خاں)

۲؎ علامہ اقبال : ارمغان حجاز ، ص ۵ مطبوعہ پاکستان ٹائمز پریس لاہور

غافل مرو کہ تا در بیت الحرام عشق
صد منزل است منزل اوّل قیامت است

حضرت مولانا سندھی کے ارشاد کے مطابق

" نظارة المعارف القرآنیہ دہلی کی سرپرستی میں حضرت مولانا محمود حسن شیخ الہند مرحوم کے ساتھ حکیم اجمل خاں[1] اور نواب وقارالملک[2] ایک ہی طرح شریک تھے ۔ حضرت شیخ الہند نے جس طرح چار سال دیوبند میں رکھ کر میرا تعارف اپنی جماعت سے کرایا اسی طرح دہلی پہنچ کر مجھے نوجوان طاقت سے ملانا چاہتے تھے لہذا اس غرض کی تکمیل کے لیے دہلی تشریف لائے ۔ ڈاکٹر انصاری[3] سے میرا تعارف کرایا ۔ ڈاکٹر انصاری نے مجھے مولانا ابوالکلام آزاد[4] اور مولانا محمد علی جوہر[5] سے ملایا ۔ اس طرح میں تخمیناً دو سال مسلمانان ہند کی اصلی سیاسی طاقت سے واقف رہا " ـــ

---

[1] حکیم اجمل خاں مرحوم ؛ حکمت یونانی کے محیّ اور ناہر علمبردار تھے ۔ آزادی ہند کے مجاہدین میں ان کا ممتاز مقام تھا ۔

[2] " نواب وقارالملک نے ہماری زندگیوں میں انقلاب پیدا کیا ۔ ان کی زندگی نے اسلامی عظمت کا سکّہ ہمارے دلوں میں بٹھا دیا ۔"
(موج کوثر ص ۱۳۸ ـ شیخ محمد اکرام ، مولانا شوکت علی کے خط کا اقتباس)
~~نواب وقارالملک مرحوم~~ نواب محسن الملک اور نواب وقارالملک سرسیّد کے معتمد تھے ۔ انھوں نے نواب سلیم اللہ (نواب آف ڈھاکہ) سے مسلم لیگ کے سلسلے میں پورا پورا تعاون کیا ۔ ان لوگوں کی کوششوں سے لارڈ منٹو کے عہد میں مسلمانوں کو جداگانہ انتخاب کا

"حضرت لاہوری کی دوسری شادی"[1]

پہلی اہلیہ محترمہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا احمد علی مرحوم نواب شاہ تشریف لے گئے تھے اور مولانا سندھی دارالعلوم دیوبند میں جمعیت الانصار کی تشکیل میں مصروف عمل تھے ۔ لیکن حضرت سندھی کو اپنے شاگرد ارجمند کے نکاح ثانی کی فکر ہر وقت دامنگیر رہتی تھی ۔ بالآخر تین سال کے عرصے کے بعد حضرت مولانا ابو محمد احمد علیہ الرحمۃ نے حضرت سندھی کو تحریر فرمایا :

حواشی صفحہ سابق :

حق ملا ۔

[3] ڈاکٹر انصاری مرحوم : آپ کو حضرت شیخ الہند سے گہرا تعلق تھا ۔ آپ حضرت شیخ الہند مرحوم کی تحریک آزادی کے مالی معاون اور سرپرست رہے ۔ آپ تحریک خلافت اور کانگریس کے ممبر تھے ۔ ۱۹۲۷ھ میں کانگریس کے صدر بنائے گئے کئی دفعہ جیل گئے ۔ ۱۹۳۶ھ میں ریل میں انتقال ہوا ۔ دہلی میں مدفون ہوئے ۔ (بیس بڑے مسلمان ص ۲۴۸ عبدالرشید ارشد)

[4] مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم : ۱۱ نومبر ۱۸۸۸ھ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے ۔ اوائل عمر ہی میں تعلیم سے فارغ ہوئے ۔ ۱۹۰۲ھ میں رسالہ " لسان الصدق " ۱۹۱۲ھ میں اجرار الہلال ۱۹۱۵ھ میں بنگال سے جلا وطن ۔ تحریک عدم تعاون میں حصہ ۔ گرفتاری ۱۹۲۳ھ میں نیشنل کانگریس کے خصوصی اجلاس کے صدر ۔ ۱۹۴۰ھ میں کانگریس کے صدر کئی سال قید و بند ۔ ملک کی آزادی کے بعد حکومت ہند کے وزیر تعلیم ۔ اپنے وقت کے عدیم المثال ادیب ۔ بے بدل علامہ ۔ عظیم مصلح ۔ سرفروش مجاہد ۔ سحرالبیان خطیب ۔ امام الہند ۔ علم و ادب (عربی ، فارسی ، اردو) کے شہنشاہ ، مفسر اعظم ۔ (بیس بڑے مسلمان ص ۸۰ ، عبدالرشید ارشد مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ لاہور)

"آپ اگر پسند فرمائیں تو میں مولوی احمد علی صاحب سے
اپنی لڑکی کا نکاح کرنا چاہتا ہوں"

یہ پیشکش حضرت سندھی نے بہ ہزار بہجت و مسرّت قبول فرمائی کیونکہ اس میں علمی اور روحانی مناسبت کا پہلو بہت نمایاں تھا۔ لہذا محرم الحرام ۱۳۳۰ھ کو دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں حضرت شیخ الہند نے حضرت لاہوری کا خطبہ نکاح پڑھا اور یہ تاریخی سعادت ایزد منان کا خصوصی عطیّہ تھا۔

حواشی صفحۂ سابق

ے حضرت مولانا محمد علی جوہر نوراللہ مرقدہ :۔ حضرت مولانا شوکت علی مرحوم سے چھوٹے تھے۔ آتش بیان خطیب اور تحریک خلافت کے جاں فروش سپاہی تھے۔ "کامریڈ کے ایڈیٹر کے لیے دنیوی ترقی کے بہتر سے بہتر مواقع تھے۔ ہندوستان کا ذکر نہیں۔ انگلستانی صحافت میں عزّت، ثروت، اقتدار وجاہت کے اصنام کیرہ نے قدم قدم پر اسے لبھایا لیکن اس کشتۂ عشق نے ماسوی کی طرف نظر اٹھانا بھی گناہ سمجھا اور سارے رشتے چھوڑ کر صرف ایک کا ہو رہا"
بقول مولانا عبدالماجد دریا آبادی منقول از "بیس بڑے مسلمان" ص ۹۰ ۔

لے مصنّف کتاب "مرد مومن" کی ایک تاریخی غلطی ا حضرت مولانا احمد علی مرحوم کی زندگی پر پہلی کتاب انوار ولایت لکھی گئی۔ اس کے ایک عرصہ بعد شیخ عبدالحمید خاں صاحب فیروز سنز نے مرد مومن کے نام سے حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے سوانح حیات لکھے۔ انھوں نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۹ پر حضرت مولانا کی پہلی اور دوسری شادی کا ذکر یکے بعد دیگرے کیا ہے۔ حالانکہ مولانا کی پہلی اہلیہ کی وفات کے بعد مولانا سندھی نے جمعیۃ الانصار کی تحریک دیوبند میں شروع

آپ کی تمام اولاد (اناث و ذکور) آپ کی دوسری اہلیہ محترمہ (صفیہ بی بی) کے بطن مبارک سے ہے۔

علی گڑھ کا قیام[1]

نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کی جماعت میں ایک مولوی انیس احمد بی اے بھی تھے۔ وہ باقی اسباق کے علاوہ حضرت لاہوری سے صرف و نحو بھی پڑھا کرتے تھے۔ مولوی انیس احمد صاحب کے والد علیگڑھ کالج میں ایک ممتاز عہدہ پر فائز تھے۔ حضرت سندھی سے مولوی انیس احمد صاحب نے خواہش ظاہر کی کہ وہ مولانا احمد علی صاحب کو ان کے ہمراہ علی گڑھ بھیج دیں۔ آپ ایک ماہ علی گڑھ رہ کر دہلی واپس آگئے۔ دہلی میں بھی مولانا مدرسہ کی بجائے ایک علیحدہ مکان میں رہتے تھے۔

" تحدیث نعمت "[1]

نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کی جماعت میں حضرت لاہوری بھی شامل تھے۔ باقی گریجویٹ اور علماء کرام سے علاوہ آپ میں دو خصوصی امتیازات پائے جاتے تھے۔ آپ نے ابتدا میں ہی حضرت سندھی کی خدمت اقدس میں عرض کیا تھا کہ وہ ان کو

حاشیہ صفحہ سابق :

کی۔ بعد ازاں نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کا انتظام فرمایا اور پھر مولانا احمد علی مرحوم کا نواب شاہ میں رہنا واقعات سے ثابت ہے۔ " مرد مومن " کے مولف کی بے احتیاطی کی تصدیق بابو منظور سعید صاحب کی بیاض کی روشنی میں بھی کی گئی اور اسی طرح

درس قرآن کے تفسیری نکات و رموز نقل کرنے کی اجازت دیں ۔ لہذا حضرت لاہوری درس قرآن کے موقعہ پر نہایت بیدار مغزی اور سُرعت سے روزانہ تیس تیس اور بعض اوقات چالیس چالیس صفحات بھی احاطۂ تحریر میں لاتے جن کی تصحیح بعد میں حضرت سندھی کے حضور میں بحث کر کی جاتی تھی ۔ اس وقت حضرت سندھی فرمایا کرتے تھے کہ آپ میری تقریر کا اٹھانوے فی صد حصّہ نقل کرنے میں کامیاب ہیں ۔ یہ کاپیاں تعداد میں سولہ تھیں ۔ مولانا عبیداللہ سندھی جب ہندوستان سے ہجرت کرکے (جس کا ذکر آئندہ اوراق میں کیا جائے گا) افغانستان جانے لگے تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ مذکورہ مسودّات تفسیر کو اپنے ہمراہ لے جائیں ۔ اب حضرت مولانا لاہوری نے نہایت فرزندانہ حسن طلب اور منکسرانہ تواضع سے عرض کیا کہ حضور !

" یہ تحریرات آپ کے دل و دماغ کا حاصل تھیں ، آپ جب چاہیں گے بفضل خدا تعالیٰ اس سے بہتر عبارات تیار کرلیں گے مگر مجھ بے بضاعت کے پاس تو ان کے سوا کوئی بھی علمی اور تفسیری سرمایہ نہیں ہے " ۔

حواشی صفحہ سابق :

انوار ولایت میں بھی بابو منظور سعید صاحب کی تحریر کی ہی نقل ہے جو ہر لحاظ سے درجۂ ثقاہت تک پہنچی ہوئی ہے کیونکہ وہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم کی اپنی زبان مبارک سے لکھوائی گئی ہے ۔

۱ ؎ کاپی بابو منظور سعید صاحب

۲ ؎ انوار ولایت مطبوعہ پنجاب پریس ، لاہور ص ۵۵ ، ۵۲

یہ سن کر حضرت سندھی نے ازراہ تلطف ان کاپیوں کو حضرت لاہوری کے پاس ہی رہنے دیا ۔ یہ قرآن حکیم کے نو پاروں کے تفسیری و توضیحی نکات کا مجموعہ تھا ان دنوں مولانا لاہوری کا معمول تھا کہ آپ نماز عصر کے بعد حضرت باقی باللہ والے قبرستان میں تشریف لے جاتے جبکہ باقی طلبہ شہر میں گھومنے چلے جاتے تھے ۔ آپ کسی غیر آباد مسجد کے منبر پر بیٹھ جاتے اور حضرت سندھی کے درس سے حاصل کردہ اسباق کو اس طرح ازبر کرتے تھے گویا حاضرین آپ کے ارشادات کی سماعت کر رہے ہیں ۔ زمانہ تعلیم میں یہ سلسلہ متواتر جاری رہا ۔

" امام الاتقیاء[1] کو فطرت کے پُر ذوق رجحانات ایک نئی راہ پر لے جا رہے تھے ۔ خداوند عالم کو منظور تھا کہ جس شخص کو لاہور جیسے تہذیب نوی کے مرکز میں بیٹھ کر دین مصطفی کی اشاعت کا کام کرنا تھا وہ اپنی زندگی کے لمحات کسی تنہا گوشے میں جا کر ذکر و فکر سے آراستہ کرے تاکہ جب وہ روحانیت کا علمبردار بن کر مسند ارشاد پر جلوہ گری کرے ۔ تو اس کی چتون میں ماہیانہ انوار کی تابانی ہو ۔ اس کی زبان کے الفاظ دلوں میں رہ جائیں ۔ اس کی صحبت کے فیوض و برکات کا دائرہ عرب و عجم تک وسیع ہو ۔ الغرض ! اس مبارک زندگی میں دماغی کاوش ، سنت پروری ، ذکر و فکر کی ہمیشگی ، تقوی و ورع کی تمام صورتوں کی پاسداری اور ضبط نفس کے مجاہدانہ اصول و آئین کی حفاظت رات دن کا معمول بن چکا تھا مبارک اللہ ! ایک روح تھی جو قرآن مجید کی الہامی اقدار سے مالا مال ہو رہی

---

[1] انوار ولایت ص ۵۶ ، ۵۵ مطبوعہ پنجاب پریس لاہور ۔ واقعات زندگی مولانا احمد علی مرحوم ۔

تھی ۔ ایک دل تھا جو کلام الٰہی کے قدسی انوار سے کسب ضیا کر رہا تھا ۔ ایک دماغ تھا جو محققانہ تدبّر و تفکّر کے ابواب میں محو تھا ۔ یقیناً مسلمانہ زندگی کی تعمیر فطرت کے اصولوں کے مطابق ہو رہی تھی ۔ انّا سنلقی علیک قولاً ثقیلا (تحقیق ہم مستقبل قریب میں آپ پر اشاعت قرآن اور تزکیۂ قلوب کا اہم فریضہ عائد کرنے والے ہیں) (سورۂ مزمّل شروع) ۔

اب نظارۃ المعارف القرآنیہ کی جماعت کے امتحان کا وقت آیا ۔ لہٰذا حضرت سندھی مرحوم نے اپنی مدد کے لیے قاضی ضیاءالدین[1] ایم-اے کو بلایا ۔ امتحان کا نتیجہ نکلا تو حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی نوراللہ روحہ تمام ہم سبقوں میں اوّل نمبر پر آئے ۔

" آگرہ کا تبلیغی دورہ "[2]

فیصلہ کیا گیا کہ نظارۃ المعارف القرآنیہ کے طلبہ باہر دیہاتوں میں تبلیغی مشن پر جایا کریں ۔ حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے علاوہ مولانا علی اسداللہ مرحوم اور حکیم مولانا فضل الرحمان کو مولانا سندھی ساتھ لے کر آگرہ تشریف لے گئے اور وہاں ان حضرات کے علاقوں کا تعیّن فرما کر خود دہلی واپس آگئے ۔

---

[1] قاضی ضیاءالدین ایم-اے نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کے طلبہ کو ہر روز انگریزی پڑھاتے تھے لہٰذا ان کو معاونت کے لیے امتحان کے موقعہ پر بھی حضرت سندھی نے طلب فرمالیا ۔
(انوار ولایت ص ۵۸ پنجاب پریس لاہور ــکاپی بابو منظور سعید صاحب)

[2] مرد مومن کے مصنف کی چند غلطیاں : مولف عبدالحمید خان فیروز سنز نے آگرہ

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی مرحوم نے اپنی شمہنّہ علاقے کے ۲۵ دیہاتوں کا دورہ کیا ۔ اس سفر میں آپ کو صرف ایک بستی میں ایک مسجد نظر آئی ۔ در اصل ان دیہاتوں کے باشندے اسلامی حکومت کے وقت مسلمان تو ہوگئے لیکن اسلام کی تعلیمات ، عقائد اور نبوی اعمال سے بالکل نابلد رہے ۔ اُن کے نام محمد سنگھ اور محمد رام تھے ۔ وہ اسلامی تہواروں سے ناآشنا اور ہندوانہ رسومات میں بڑی شدّ و مدّ سے شریک ہوتے تھے ۔ جب مولانا نے دریافت کیا کہ آپ کے نکاح اور جنازہ وغیرہ کون پڑھاتا ہے تو جواب ملا کہ اچھنیرہ ریلوے اسٹیشن سے ایک قاضی صاحب اس کام کے لیے بلائے جاتے ہیں ۔

حاشیہ صفحۂ سابق : کے تبلیغی دورے کو خلافت کے قیام پر مقدّم کردیا ہے ۔ حالانکہ آثار و قرائن سے خلافت کے قیام کی تقدیم ثابت ہے ۔ بابو منظور سعید صاحب کی تحریر جو لاہوری کی اپنی زبان مبارک کی لکھوائی ہوئی ہے اس میں بھی آگرہ کے تبلیغی دورہ کو مؤخّر کیا گیا ہے ۔

مولف مذکورہ بالا اپنی تالیف کے صفحہ ۲۱ پر رقم طراز ہیں :

" نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی میں حضرت کے ایّام قیام میں مولانا سندھی کو ان کے چند احباب نے مشورہ دیا کہ علماء کی جماعت کو تبلیغی دورے پر بھی بھیجا جائے تاکہ وہ دیہات میں پیدل سفر کریں اور آریہ کی شدھی اور سنگھٹن تحریکات کی مدد کرنے اور دوسری صعوبتیں اٹھانے کے عادی ہوجائیں " آریہ کی شدھی اور سنگھٹن تحریکات کی مدد کرنے میں غلطی ہے اور بالکل واضح ہے ۔ اگر ہم اس غلطی کو کاتب یا پریس کی طرف منسوب کریں ۔ تب بھی مولف کتاب کا فرض ہے کہ اس کا مناسب طریق سے ازالہ کریں ۔

سابقہ عنوان میں جہاں قاضی زادہ کا جواب نقل کرتے ہیں وہاں عبارت ہے

" تو قاضی زادہ نے فیصلہ کی جواب دیتے ہوئے کہا کہ وہ خطوط پڑھنے کے سوا

مولانا ایک دن قاضی صاحب سے ملنے کی غرض سے آن کے گاؤں میں تشریف لے گئے ۔ قاضی صاحب ضعیف و ناتواں شخص تھے ۔ انہوں نے اپنے صاحبزادے کو مولانا کی ملاقات کے لیے بھیجا ۔ آپ نے قاضی زادہ سے عربی فارسی اردو کی تعلیم کے متعلق پوچھا لیکن اس نے بڑی صاف دلی سے ہر سوال کا جواب نفی میں دیتے ہوئے کہا کہ میں سوائے حفظ کے کچھ بھی نہیں جانتا ۔

"مولانا نظارۃ المعارف القرآنیہ میں بطور مدرس"

مدرسہ مذکورہ میں ابھی تیرہ پارے ہی ختم ہوئے تھے جبکہ مدرسہ کو حالات کی ناسازگاری سے دو چار ہونا پڑا ۔ یہ واقعہ ۱۹۱۴ء کا تھا ۔ جبکہ تمام دنیا کے بسنے والے پہلی جنگ عظیم کے شعلوں کی لپیٹ میں آ رہے تھے ۔ اس جنگ میں ترک بھی شامل تھے اور برطانیہ ترکی کے خلاف بر سر پیکار تھا ۔ مولانا سندھی[1] پر ان واقعات نے دن کا چین اور رات کی نیند حرام کر دی تھی ۔ آپ حضرت مولانا

بقیہ حاشیہ صفحہ سابق : کچھ نہیں جانتا " ۔ بابو منظور محمد صاحب کی مصدقہ بیاض اور حضرت کے سوانح حیات انوار ولایت میں یہ الفاظ ہیں " آخر کار آپ نے جواب دیا کہ سوائے حفظ کے میں کچھ بھی نہیں جانتا "

(تبصرہ راقم الحروف) ۔

[1] مولانا سندھی کی زندگی پر سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو یقین آجاتا ہے کہ یہ مرد حق عصر حاضر کے تمام تقاضوں سے بے نیاز ہے ۔ اس کا کردار توکل علی اللہ کی جیتی جاگتی تصویر ہے ۔ اس کو خاموش خطرات خوفزدہ کرنے سے عاجز ہیں ۔ حضرت سندھی اس ماحول میں سانس لینا پسند کرتے ہیں جس میں جری سے جری جوانمرد کا زہرہ بھی گداز ہو جائے ۔

محمود حسن علیہ الرحمہ کے مشورہ سے ہجرت کرکے کابل جاتے ہوئے مدرسہ
مذکورہ کے تمام انتظامات کی ذمہ داری حضرت لاہوری کے کندھوں پر ڈال گئے
آپ نے تقریباً دو سال تک درس و تدریس کا کام نہایت دلجمعی سے نبھایا ۔

حاشیہ صفحۂ سابق : ۔

سہ خطر پسند طبیعت کو سازگار نہیں وہ گلستاں کہ جہاں گھات میں نہ ہو صیاد
(علامہ اقبال علیہ الرحمہ)

جب ہم اُن کو گرجتے ہوئے طوفانوں کی طرف نہایت برق رفتاری سے بڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں تو بے ساختہ یہ شعر یاد آتا ہے :

اے ذوق اذیت مجھے منجدھار میں لے چل
ساحل پہ کچھ اندازۂ طوفاں نہیں ہوتا

مولانا سندھی انگریزوں کے خلاف ترکوں کی مدد کرنا چاہتے تھے ۔ اس سلسلے میں مجاہد کبیر حضرت شیخ الہند نے آپ کو حکماً فرمایا " آپ کابل میں ہجرت کرکے چلے جائیں " چنانچہ آپ بھیس بدل کر صوبہ سندھ سے ہوتے ہوئے کوئٹہ پہنچے مولانا نے تمام سفر ریل کے ذریعے طے کیا ۔ سی آئی ڈی سایہ کی طرح آپ کے تعاقب میں تھی ۔ لیکن اہل اللہ کی عقل دنیا داروں سے تیز ہوتی ہے ۔ القصہ مولانا بفضل خدا کوئٹہ سے کابل پہنچ ہی گئے ۔

عشق کامل ہو تو ناکامی نہ ہو اے دل تجھے
ڈھونڈ لے ساحل تجھے آواز دے منزل تجھے

(انوار ولایت ص ۲۲، ۲۵ مطبوعہ پنجاب پریس — حالات زندگی مولانا احمد علیؒ)

بیگم صاحبہ والیٔ بھوپال کا وظیفہ

حضرت بیگم صاحبہ[1] والیٔ بھوپال نے مولانا سندھی کا دو سو روپے ماہوار وظیفہ مقرر کر رکھا تھا ۔ آپ کی ہجرت کے بعد بیگم موصوفہ نے مولانا شیخ انوارالحق اور حضرت مولانا عبداللہ ٹونکی کو دہلی بھیجا تاکہ وہ حضرت سندھی کے قائم مقام کی علمی حیثیت اور عملی قوت کا پورا پورا جائزہ لیں ۔ یہ دونوں حضرات عین درس کے موقعہ پر تشریف لائے ۔ درس سنتے رہے ۔ لہذا ان کو حضرت لاہوری کی علمی استعداد اور انتظامی قابلیت کا ہر طرح سے اعتراف کرنا پڑا اور اب وہ دو سو روپے ماہانہ وظیفہ حضرت لاہوری کے نام منتقل ہو گیا ۔

روحانی خلافت کا خلعہ

ایک طرف مولانا احمد علی مرحوم کے سامنے امام انقلاب حضرت سندھی اور شیخ الہند علیہ الرحمہ کے شاہانہ وار سرفروشانہ کارنامے تھے جن میں وہ برابر کے شریک تھے تو دوسری طرف حضرت امروٹی اور حضرت دین پوری جیسے نادرۂ روزگار حضرات کی عارفانہ حیات کے انوار تھے ۔ چونکہ آپ کے قلب سلیم و ذہن کو تزکیہ و تصفیہ[2] کے فیوض سے مالا مال کرتے رہتے تھے ۔ کیونکہ آپ ہر قسم کے علمی اور سیاسی

---

[1] کاپی بابو منظور محمد صاحب

[2] صحبت پیر روم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سر بجیب ایک کلیم سر بکف (علامہ اقبال : بال جبریل ص ۴۰

(کیو آرٹ پرنٹنگ ورکس ، ایبٹ روڈ ، لاہور

مشاغل کے باوجود روحانیت کے مذکورہ بالا ہر دو چشموں پر اپنی سالکانہ پیاس بجھانے کے لئے وقتاً فوقتاً حاضری دیتے رہتے تھے ۔ آپ کئی دفعہ درسِ حدیث میں فرمایا کرتے تھے "میں حضرت امروٹی کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتا تو وہ میرے کاسۂ گدائی میں کچھ ڈال دیتے اور جب مجھ کو اپنے آقا دین پوری کی ملکوتی صحبت میں جانے کا سنہری موقعہ میسّر آتا تو وہ بھی میری سالکانہ احتیاج و اشتہاء کا خیال کر کے اپنی فیّاضانہ داد و دہش سے محروم نہیں رکھتے تھے ۔ آپ مسند ارشاد پر بیٹھ کر نہایت عقیدت بھرے الفاظ جھوم جھوم کر اپنے روحانی شیوخ کا ذکر فرمایا کرتے تھے ۔

ع ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

القصّہ ! آپ کو اپنے ہر دو خضرانِ طریقت کی بارگاہِ ولایت سے یکے بعد دیگرے خرقۂ خلافت ملتا ہوا ۔ "حضرت دین پوری[1] قدس سرّہ کی خلافت اس اعتبار سے بہت اونچا مقام رکھتی ہے کہ حضرت دین پوری نے حضرت لاہوری کے سوا کسی کو بھی اپنا خلیفہ مجاز نہیں بنایا" ۔

"سیاسی زندگی کی ایک جھلک"

"جمعیۃ الانصار دیوبند[2] ، نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی اور ریشمی خطوط کی تجویز دراصل اس عظیم انقلابی پروگرام کی تین اہم کڑیاں تھیں جسے حضرت

---

[1] مردِ مومن ص ۲۲ عبدالحمید خاں فیروز سنز ۔ راوی مولانا عبدالہادی صاحبزادہ حضرت دین پوری ۔

[2] مردِ مومن ص ۲۴ مطبوعہ لاہور عبدالحمید خاں فیروز سنز لاہور

شیخ الہند نے اتحاد عالم اسلامی اور آزادی ہند کے لیے تجویز فرمایا تھا "

" اگست ۱۹۱۲ء کو اس تجویز کا انکشاف ہوا جو گورنمنٹ کے کاغذات میں " ریشمی خطوط والی سازش " کہلاتی ہے۔ اسکو رولٹ ایکٹ کے الفاظ میں[۱] اس جگہ درج کرنا ضروری ہے تاکہ ہندوستان کی آزادی کے حقیقی علمبرداروں کی سرفروشیاں اور جان سپاریاں تاریخ عالم کا مطالعہ کرنے والوں پر واضح ہو سکیں۔

---

[۱] رولٹ کمیشن رپورٹ کے پیرا نمبر ۱۴۲ میں درج ہے:

اگست ۱۹۱۲ء میں ریشمی خطوط کے واقعات کا انکشاف ہوا اور حکومت کو اس سازش کا پتہ چلا۔ یہ ایک منصوبہ تھا۔ جو اس خیال سے ہندوستان میں تجویز کیا گیا تھا کہ ایک طرف شمال مغربی سرحدات پر گڑ بڑ پیدا کی جائے اور دوسری طرف ہندوستانی مسلمانوں کی شورش سے اسے تقویت دے کر برطانوی راج کو ختم کر دیا جائے۔

اس منصوبہ کو مضبوط کرنے اور عمل میں لانے کے لیے مولوی عبداللہ نامی ایک شخص نے اپنے ساتھیوں عبداللہ، فتح محمد اور محمد علی کے ساتھ اگست ۱۹۱۵ء میں شمال مغربی سرحد کو پار کیا۔ عبداللہ پہلے سکھ تھا بعد میں مسلمان ہوا۔ اور دیوبند ضلع سہارنپور کے مذہبی مدرسہ میں تعلیم حاصل کرکے مولوی بنا۔ وہاں اس نے اپنے باغیانہ اور برطانیہ کے خلاف خیالات کا زہر چند مدرسوں اور طلبہ میں پھیلا دیا۔ جن لوگوں پر اس نے اثر ڈالا ان میں سب سے بڑی شخصیت مولانا محمود حسن صاحب کی تھی جو مدتوں تک درسگاہ دیوبند کے صدر مدرس رہے۔ عبداللہ چاہتا تھا کہ دیوبند کے مشہور و معروف فارغ التحصیل مولویوں کے ذریعے ہندوستان میں برطانیہ کے خلاف ایک عالمگیر اسلامی (پان اسلامک) تحریک چلائے۔ مگر مہتمم صاحب اور ارباب شوریٰ نے اسکو اور اسکے چند وابستگان کو نکال کر اس تجویز کو درہان

اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ وہ دشمن جو اپنی سطوت و طاقت کے نشے میں بد مست ہو کر کہتا تھا کہ میں سمندروں کا خدا ہوں میری حدود مملکت میں کبھی آفتاب غروب نہیں ہوتا ، مجھ پر اگر آسمان ٹوٹ پڑے تو میں سنگینوں پر اٹھا لوں گا۔

۔ حاشیہ صفحۂ سابق :۔
میں ختم کر دیا ۔ مولانا محمود حسن ہر حال میں دیوبند میں رہے اور عبیداللہ سے اُن کی ملاقاتیں ہوتی رہیں ۔ مولانا کے مکان پر خفیہ مجالس قائم ہوتی اور کہا جاتا ہے کہ سرحد کے کچھ آدمی بھی ان میں شریک ہوا کرتے ۔ ۱۸ ستمبر ۱۹۱۵ء کو مولانا محمود حسن نے بھی ایک شخص محمد میاں اور دوسرے دوستوں کے ساتھ عبیداللہ کی مثال کی پیروی کی اور شمال کی طرف جانے کے لیے نہیں بلکہ عرب کے صوبہ حجاز میں مقیم ہونے کے لیے ہندوستان چھوڑ دیا ۔

روانہ ہونے سے پہلے عبیداللہ نے دہلی میں ایک مدرسہ قائم کیا اور دو ایسی کتابیں معرض اشاعت میں لایا جن میں ہندوستانی مسلمانوں کو جنگی اور مذہبی جوش کی ترغیب دی گئی اور ان کو جہاد کے فرض اولین کے ادا کرنے پر آمادہ کیا گیا تھا ۔ اُس شخص کا اور اس کے دوستوں کا جن میں مولانا محمود حسن صاحب بھی شامل ہیں ، عام مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا حملہ ہندوستان پر ہو اور ہندی مسلمانوں کی بغاوت سے اس کو تقویت پہنچے ۔ اب ہم ذیل میں ان کوششوں کا ذکر کریں گے جو ان لوگوں نے اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے کے لیے کیں ۔

عبیداللہ اور اس کے دوست پہلے ہندوستانی مجنونان مذہب کے پاس گئے ۔ اور اس کے بعد کابل پہنچے ۔ وہاں وہ ترکی جرمن کے ممبروں سے ملے اور ان سے تبادلۂ خیالات کیا اور تھوڑے عرصے کے بعد ان کا دیوبندی دوست مولوی محمد میاں انصاری بھی ان سے آن ملا ۔ یہ آدمی مولانا محمود حسن کے ساتھ عرب گیا تھا ۔ اور ۱۹۱۶ء میں وہ اعلان جہاد ساتھ لے کر آیا تھا جو حجاز کے ترکی فوجی حاکم

اُس مغرور اور جابر طاقت نے اس تحریک سے کیا اثر لیا - اس کی نظر میں اس تحریک کی کیا حیثیت تھی ؟ اس کی بنیادیں کتنی مضبوط تھیں ؟ اور اس تحریک نے ملک کی کیا خدمت سرانجام دی ؟ اور اس کے کارکنوں نے کس طرح جان ہتھیلی پر رکھ

حاشیہ صفحۂ سابق :

غالب پاشا نے مولانا محمود حسن کو دیا تھا - اثنائے راہ میں محمد میاں اس تحریر (غالب نامہ) کی نقلیں ہندوستان اور سرحدی قوموں میں تقسیم کرتا ہوا آیا -

عبیداللہ اور اس کے سازشی ساتھیوں نے ایک تجویز تیار کی تھی کہ جب سلطنت کو ہٹایا جائے تو ہندوستان میں ایک عارضی حکومت قائم کی جائے -

ایک شخص مہندرا پرتاپ اس کا پریذیڈنٹ ہونے والا تھا - یہ شخص ایک اچھے خاندان کا ہندو اور خود رائے وہمی سیرت کا آدمی تھا - ۱۹۱۴ء میں اسے اٹلی ، سوئٹزرلینڈ اور فرانس میں سفر کرنے کا پروانہ راہداری دیا گیا - وہ سیدھا جنیوا گیا - وہاں ہر دیال سے ملا اور ہر دیال نے اُس کا جرمن قونصل سے تعارف کرایا - اس کے بعد وہ جرمن چلا گیا -

ایک شخص عبیداللہ کو اچھی طرح جانتا تھا - اس کی نسبت لکھتا ہے :

" وہ شخص تجویزیں تیار کرنے میں بہت عجیب و غریب اور غیر معمولی آدمی تھا - اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی بڑی سلطنت کا حکمران ہے - وہ وہاں سے کسی خاص مشن کے لیے بھیج دیا گیا کیونکہ اس نے جرمنوں پر اپنی اہمیت کا اثر مبالغہ آمیز طریقے سے ڈالا -

خود عبیداللہ ہندوستان کا وزیر ہونے والا تھا اور کرشنا ورما کا دوست اور امریکن غدر پارٹی کا ممبر برکت اللہ جس نے برلن کے راستے کابل کا سفر کیا تھا - وزیراعظم ہونے والا تھا - یہ شخص ریاست بھوپال کے ایک ملازم کا بیٹا تھا اور انگلستان

کر کام کیا۔ الفضل ما شہدت بہ الاعداء

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی مرحوم کی حیات ولایت آثار کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ حقیقت تاریخی شواہد سے واضح ہو جاتی ہے کہ آپ مجاہدین کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ رولٹ ایکٹ کمیٹی کی رپورٹ میں مولانا سندھی کی سرفروشانہ

حاشیہ صفحہ سابق:

امریکہ اور جاپان ہو آیا تھا۔ یہ شخص ٹوکیو میں ہندوستانی کا پروفیسر مقرر ہوا تھا۔ اور اس نے برطانیہ کے خلاف ایک اخبار (Islamio Fraternity) کے نام سے جاری کیا تھا۔ اس اخبار کو بعد میں جاپانی حکام نے بند کر دیا۔ اس کے بعد وہ اپنے عہدے سے موقوف کر دیا گیا اور پھر وہ امریکہ جا کر اپنے غدری دوستوں سے مل گیا۔

وہ جرمن جو اپنے مقاصد کے لئے افغانستان میں آئے تھے۔ جب ناکام رہے تو ۱۹۱۶ء میں واپس چلے گئے مگر ہندوستانی وہیں رہے۔ اور Provisional Government عارضی حکومت والوں نے روسی ترکستان کے حاکم اور زار روس کو اس مضمون کے خط لکھے کہ روس کو چاہئیے کہ برطانیہ کے اتحاد کو خیرباد کہہ کر ہندوستان سے سلطنت برطانیہ کے مٹا دینے کی کوشش میں امداد دے۔ ان خطوط پر مہندرا پرتاپ کے دستخط تھے۔ آخر وہ برطانیہ کے ہاتھ آگئے۔ شہنشاہ روس کے نام جو خط تھا وہ سونے کے پتر پر لکھا گیا تھا جس کی عکسی تصویر ہم کو دکھائی گئی۔

حکومت عارضی نے ترکی گورنمنٹ کے ساتھ اتحاد پیدا کرنے کی تجویز بھی کی اور اس مقصد کے حصول کے لئے عبید اللہ نے اپنے پرانے دوست محمود حسن کو خط لکھا یہ خط اور (محمد میاں) خط مورخہ ۸ رمضان مطابق ۹ جولائی ۱۹۱۶ء کے ساتھ جو محمد میاں انصاری

کوششوں کا تذکرہ پڑھ کر انسان ان کو ماورائے فطرت شخصیت تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ایک درویش صفت انسان میں عالمگیر انقلاب کے ولولے موجود ہیں۔ برطانیہ جیسی فرعون وقت ظالم اور جابر حکومت کا تختہ الٹنے کے منصوبے رات

حاشیہ صفحہ سابق:

نے لکھا تھا۔ پنڈ ترکی آس نے حیدر آباد سندھ کے شیخ عبدالرحیم کے نام ایک نوٹ لکھ کر بھیج دیا۔ یہ شخص اس وقت مفقود الخبر ہے۔ شیخ عبدالرحیم نے اس نوٹ میں التجا کی تھی کہ وہ کسی معتبر حاجی کے ہاتھ وہ خطوط مکہ میں مولانا محمود حسن کو پہنچا دے۔ وہ خط زرد ریشمی کپڑے پر بہت صاف اور خوشخط لکھے ہوئے ہیں۔

محمد میاں نے خط میں یہ باتیں لکھی ہوئی تھیں:

"جرمن اور ترک وفود کا آنا۔ جرمنی کا واپس جانا۔ ترکی کا بغیر کسی کام کے رہ جانا۔ غالب نامہ کی اشاعت۔ حکومت کی تجویز۔ خدائی فوج کی مجوزہ ساخت۔ اس فوج کے لئے یہ تجویز تھی کہ اس کے لئے ہندوستان سے رکروٹ بھرتی کئے جائیں اور مسلمان حکمرانوں کے درمیان اتحاد پیدا کیا جائے۔ محمود حسن ان تمام معاملات کو حکومت ترکیہ عثمانیہ تک پہنچانے پر مقرر کیا گیا تھا۔ عبیداللہ کے خط میں خدائی فوج کا ایک نقشہ تھا۔ اس فوج کا ہیڈکوارٹر مدینہ اور اس کا جنرل انچیف محمود حسن ہونے والا تھا۔ دوسرے ہیڈکوارٹرز مقامی جرنیلوں کے ماتحت قسطنطنیہ، طہران اور کابل میں قائم ہونے والے تھے۔ کابل میں خود عبیداللہ جرنیل مقرر ہونے والا تھا۔ اس نقشہ میں تین سرپرستوں، ۱۲ فیلڈ مارشلوں اور بہت سے اعلیٰ فوجی افسروں کے نام تھے۔ لاہور کے بھاگے ہوئے طالب علموں میں سے ایک میجر جرنیل اور ترنگ اور چھ لفٹیننٹ کرنل ہونے والے تھے۔ جو اشخاص

دی تیار کئے جائیں - تمام اسلامی سلطنتوں اور غیر مسلم طاقتوں کو ہندوستان کی آزادی کے لئے مدد کرنے کی دعوت دی جائے - اگر یہ ساعیٔ جمیلہ کلیم اللہی تائیدات کی حامل نہیں ہیں - تو اور کیا ہیں ؟

شیخ التفسیر مولانا لاہوری اسی سازش کے سلسلے میں گرفتار ہوئے -

---

حاشیہ صفحۂ سابق :-

ان اعلیٰ عہدوں کے لئے منتخب کئے گئے - ان میں اکثر ایسے تھے جن سے ان کے تقرر کے متعلق مشورہ نہیں لیا گیا تھا - لیکن ریشمی خطوط سے جو اطلاعات ملی اُن میں بعض تدارک ضروری تھے - وہ کئے گئے - دسمبر ۱۹۱۶ء میں مولانا محمود حسن اور اُن کے چار رفقاء برطانیہ کے ہاتھ آ گئے - وہ اس وقت جنگی قیدی ہیں اور برطانیہ کی سلطنت کے ایک حصّے میں نظر بند ہیں -

" غالب نامہ کی تشریح "

غالب پاشا جس نے غالب نامہ پر دستخط کئے تھے - وہ آج کل جنگی قیدی ہے اور وہ اس امر کا اقبال کرتا ہے کہ اس نے اس کاغذ پر دستخط کئے تھے جو محمود حسن پارٹی نے اُس کے روبرو پیش کیا تھا - اُس کے ضروری حصّہ کا ترجمہ حسب ذیل ہے :

" ایشیا ، یورپ اور افریقہ کے مسلمان ہر قسم کے اسلحہ سے آراستہ ہو کر خدا کی راہ میں جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں - خدائے قادر قیّوم کا شکر ہے کہ ترکی فوج اور مجاہدین دشمنان اسلام پر غالب آگئے ہیں - اس لئے اے مسلمانو ! اس ظالم عیسائی حکومت پر حملہ کردو جس کی قید میں تم پڑے ہو - بہت جلد عزم صمیم سے اپنی تمام کوششیں کو دشمن کے دشمن کو مار ڈالنے کے لیے وقف کردو اور اُس سے نفرت اور دشمنی ظاہر کردو -

تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہئیے کہ مولوی محمود حسن آفندی جو پہلے ہندوستان

مولانا احمد علی کی گرفتاری

[۱] سابقہ اوراق میں جن ریشمی خطوط کا ذکر آیا ہے وہ خطوط مولانا کو دہلی پہنچائے گئے - آپ نے حضرت سندھی کی ہدایت کے مطابق مکتوب الیہم کو پہنچانے کا خفیہ انتظام فرمایا - اب ان خطوط کی تقسیم کے چھ ماہ بعد اس نوعیت کے اور خطوط حضرت سندھی کی طرف سے تقسیم کی غرض سے آئے - سوء اتفاق سے وہ خطوط پکڑے گئے اور ساتھ ہی خطوط کا راز بھی افشا ہو گیا اور کچھ اس طرح سے معلوم ہوتا ہے کہ ان نئے فرستادہ خطوط میں مولانا سندھی

حاشیہ صفحۂ سابق :

کے ہمراہ دیو بند میں تھے ، ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے مشورہ لیا - ہم نے اس میں آپ کی تائید کی اور انہیں ضروری ہدایات دے دی ہیں - اگر وہ تمہارے پاس آئیں تو تم آپ پر اعتماد کرو اور آدمی روپے اور ہر چیز سے جو وہ طلب کریں ان کی امداد کرو" -

رولٹ ایکٹ کمیٹی کے ارکان کو اگرچہ واقعات کا علم نہ ہو سکا لیکن گذشتہ تحریر سے حضرت شیخ الہند مرحوم کی عظیم عزیمت اور آپ کی تجویز کی عظمت کا کافی اندازہ کیا جا سکتا ہے -

حضرت شیخ کی تجویز یقیناً عمدہ کامیاب تھی مگر افسوس ٹرکی کی بغاوت اور جرمنی کی اچانک شکست نے اس کو ناکام کر دیا -"

---

[۱] بیان بابو منظور محمد صاحب ۱ مصدقہ حالات حضرت لاہوری

کے خاص متعلقین کا ذکر تھا ۔ خطوط کے پکڑے جانے کے بعد گورنمنٹ آف انڈیا
نے ایک ہی دن اور ایک ہی وقت پر مولانا موصوف کے تمام احباب کو گرفتار
کر لیا ۔

ایک دن حضرت مولانا احمد علی نوراللہ مرقدہ مدرسہ نظارۃ المعارف القرآنیہ
دہلی میں درس قرآن مجید میں مصروف تھے جبکہ آپ کو ایک سپرنٹنڈنٹ پولیس
اور دو آنریری مجسٹریٹوں نے وارنٹ گرفتاری دکھا کر حراست میں لے لیا ۔

ایں سعادت ہمرہ شہباز و شاہین کردہ اند !!

اب انہوں نے درسگاہ کے کمرے کو مقفل کر دیا ۔ آپ کا مکان کٹرہ بوڑیاں میں تھا ۔
یہ فتح پوری مسجد سے قاضی حوض جانے والی سڑک پر واقع تھا ۔ مکان پر جا کر
آپ کے اہل و عیال کو خانہ تلاشی سے پہلے کمرے کی چھت پر جانے کا حکم دیا
گیا ۔ مولانا کی قلمی تحریرات (تفسیری نکات کا مجموعہ) اور باقی کتب کو ان لوگوں
نے ٹرنک میں بھر لیا ۔ اس موقعہ پر سی آئی ڈی کے ایک ملازم کے اشارے سے
چھت کی کانس میں چھپی ہوئی ایک چمکتی ہوئی نلکی پکڑی گئی ۔ دیکھنے پر معلوم ہوا
کہ اس میں مولانا کی علمی سندات تھیں ۔ اس کو بھی ٹرنک میں رکھ لیا گیا ۔

اب گھر کی تلاشی کے بعد آپ کو دوبارہ مدرسہ نظارۃ المعارف میں
لائے ۔ درس گاہ کی تلاشی لی گئی اور کتابوں کا ٹرنک بھر کر سیل مہر لگا دی ۔

بطور جملہ معترضہ ہم مذکورہ سندات کی نقل درج ذیل کرتے ہیں کیونکہ حضرت لاہوری نے اپنے حضرات سے یہ سندات دوبارہ حاصل کر لی تھیں۔

نقول سندات

الحمد لله الذي ارفع اعلام العلم واعلى آثاره واعزه في كل قرون حتى شرّق و غرّب و اضاء ما حوله و نور انواره وجعل آدم و بنيه خليفة به في بسيط الارض حاكما على الطول والعرض دارا زمان ادواره ـ والصلوة والسلام على النبيّ الامي العربي الهاشمي الذي كشف عنه استاره وابان اسراره واصح عن كل حق و حقيقة بما بهر افكار العالم وبعد واطواره ـ

امّا بعد فان علم الحديث انفاس النبوّة ونفثات الرسالة وهو ذخر الدنيا والدين وهو وحي الله خفيا ان لم يكن جليا وهو اشرف ما توسل به العبد الى حضرة انس الانس وهو اوثق ما وجد على البسيطة واسنده واشرف ما يقتنيه الطالب ويقتنيه في الدنيا وفي الآخرة اوده ـ فمن الحفاظ من اعمارهم وابقوا آثارهم ولقد قدر الله له خدمة في كل حين يصرفون اكباد الابل وتوالى حين ـ فمنهم اخونا في الله الولي المولى العلامة احمد علي ادام الله بركاته هو المحدث العصر ممن هدى الله به جماعات من الناس و خلقه على الاخلاص والنبيه قرء الحديث والتفسير والفقه اولا على العلامة الشهير مولانا عبيد الله ادام الله فيضه ثم حضر درس مسند الوقت ومحدث ذالك الزمن شيخنا ومولانا محمود حسن الديوبندي رحمه الله فاجازه الاول وكتب له بها شيوان غير الزمان دارت وعقدت اشهاده و بقى زمانا مهاجرا مهجورا

فاستجاد منی ما لست له باهل ولا من ذلک فی ورود لاسیما لکنی اردت التبرک به لکبر دینه فاجزت بکل ما یجوز لی اجازته من الکتب الستة وغیرها ما هو فی الاثبات مذکور و فی الاجازات مسطور بالاسناد المذکور فی کتاب الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی کما اجازنی به شیوخی اجلهم الشیخ محمود حسن رحمه اللّٰہ شیخ الهند و رحلة الآفاق ۔ واللّٰہ تعالی اسال ان یوفقه لما یحب و یرضی وان یجعل آخرته خیرا من الاولی ۔ آمین

وانا العبد الاحقر محمد انور الکشمیری عفا اللّٰہ عنه

۲۲ صفر ۱۳۴۲ھ ببلدة لاہور

اسی طرح حضرت مولانا سندھی نے جو سند آپ کو عنایت فرمائی وہ نہ صرف علمی سند ہے بلکہ حضرت سندھی کے اس گہرے قلبی تعلق کی آئینہ دار ہے جو مولانا سندھی کو آپ سے تھا ۔ ذیل کی سند مع اُردو ترجمہ درج کی جاتی ہے ۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم
الحمد للّٰہ رب العلمین والعاقبة
للمتقین وصلی اللّٰہ علی سیدنا محمد واله
وصحبه وسلم اما بعد فیقول العبد عبداللّٰہ
بن الاسلام ان الصالح السعید المولوی
احمد علی اللاهوری هو ابن اخی حبیب اللّٰہ
بن الاسلام کفلته لنذر نذرته ابواه ۔
فکان عندی منذ کان ابن ثمانیة سنین

تمام تعریفوں کا مستحق وہی اللّٰہ تعالی ہے
جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور اللّٰہ تعالی
اپنی رحمتیں اور سلام ہمارے سردار
محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم پر نازل فرمائے
امّا بعد سعید و صالح مولوی احمد علی صاحب
لاہوری جو میرے بھائی حبیب اللّٰہ بن اسلام
کے بیٹے ہیں جو میری تربیت میں اس نذر
کی وجہ سے رہے جو ان کے والدین نے مانی

امام

بمنزلة اعز اولادی فاخذ منی علوم
الآلية والعالية وقرئ بمرای منی
وسمع منی اجزته لرواية القرآن العظيم
والحديث وغيرهما من العلوم سنة
۱۳۲۲ھ اذ كنت بدار الرشاد واستجزته
له من شيخی شيخ حسين بن محسن
الانصاری فاشتغل بالتعليم والتدريس
ثم كرر اخذه القرآن العظيم منی وحجة الله
البالغة وما يناسب ذلك اذ كنت
بدهلی واشتغل بتعليم الكتاب و
السنة ونشرهما فی شبان المسلمين
وشيوخهم فافاد بارك الله فيه واجاد
فما كانت له حاجة الی تجديد الاجازة
لكن امرها سالنی بعد ما لقينی بمكة
سنة ۱۳۳۲ھ ان اكتب له الاجازة
واعاضه بما فاقول انی اجزت
للمولوی احمد علی بن حبيب الله
بن الاسلام ان يروی عنی جميع
ما اجازنی به مشائخی العظام

تھی۔ یہ میرے پاس اس وقت سے
تمام پذیر رہے جبکہ آپ کی عمر صرف
آٹھ سال کی تھی یہ میرے نزدیک میری
عزیز ترین اولاد جیسے ہیں۔ انھوں نے مجھ
سے علوم آلیہ (صرف و نحو وغیرہما) اور
علوم عالیہ (حدیث، تفسیر و فقہ) حاصل
کئے اور یہ میری زیر تربیت رہے۔ عرس کی
تکمیل پر ان کو میں نے قرآن عظیم اور حدیث وغیرہ
علوم کی روایت کی اجازت دے دی۔ ۱۳۲۲ھ
میں جبکہ میں دارالرشاد میں تھا اور ان
کے لیے میں نے اپنے شیخ حسین بن محسن
انصاری سے بھی اجازت لے لی۔ جس کے بعد
مولانا تعلیم اور تدریس میں مشغول ہوگئے۔
مگر پھر دوسری بار ترجمہ قرآن عظیم اور
حجۃ اللہ البالغہ اور اس کے مناسبات مجھ
سے حاصل کر لیئے جبکہ میں دہلی چلا آیا
جس کے بعد مولانا احمد علی صاحب پوری محنت
کے ساتھ مسلم نوجوانوں اور بوڑھوں میں اشاعت
قرآن مجید اور احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عليهم من الله رحمة والسلام
من العلوم الشرعية والادبية
والعقلية عموماً والكتاب
العزيز ودواوين السنة المستندة
الموطا والصحيحين وسنن ابى
داود والترمذى والنسائى
وفتح البارى للحافظ ومصنفات
حكيم الامة الشيخ الاجل ولى الله
الدهلوى مثل فتح الرحمن الفوز
الكبير والمسوى وحجة الله البالغة
وغيرها ومصنفات اتباعه مثل
الشيخ الاجل عبدالعزيز الدهلوى
والشيخ الشهيد محمد اسمعيل
الدهلوى والشيخ الاجل محمد قاسم
النانوتوى خصوصاً لئلا يتجاوزني التاويل
عندالحاجة عن مسلك علماء الاحبار و
ليعلم انى اروى الشيخ الاجل الذى انتهت
اليه رياسة الدين بالهند الشيخ محمود حسن
الديوبندى عن الشيخ محمد قاسم النانوتوى

میں سرگرم عمل رہے جس کو اللہ تعالیٰ نے
بڑی برکت اور اثر سے مشرف فرمایا مگر کچھ
عرصہ کے بعد کسی وجہ سے (اشاعت سنداے
مکہ مکرمہ کی ملاقات ۱۳۲۲ھ پر انہوں نے
مجھ سے دوبارہ اجازت طلب کی چنانچہ میں
اب بھی مولوی احمد علی صاحب بن حبیب اللہ
بن اسلام کو اجازت دیتا ہوں کہ موصوف
کو میری طرف سے اجازت ہے کہ تمام علوم شرعیہ
ادبیہ ، عقلیہ ، خصوصاً قرآن عزیز ، موطا
صحیحین سنن ابی داؤد ، ترمذی نسائی
حافظ کی فتح الباری ، حکیم الامۃ شیخ اعظم
ولی اللہ الدہلوی مثلاً فتح الرحمن ، الفوزالکبیر
المسوی حجۃ اللہ البالغہ وغیرہما اور آپ کے
تلامذہ اور پیروان با وقار شیخ اجل عبدالعزیز
دہلوی ، شیخ محمد اسماعیل دہلوی ، شیخ
اعظم محمد قاسم نانوتوی کی تصانیف کی اجازت
دیتا ہوں تاکہ آپ بوقت ضرورت ان بزرگوں کے
مسلک سے باہر قدم نہ رکھیں ۔ میری اپنی
اجازت شیخ اعظم ہند کے مرجع العلماء

عن الشيخ عبدالغنى الدهلوى
عن الشيخ محمد اسحق الدهلوى ح
و شيخنا شيخ الهند محمود حسن
يروى عن الشيخ عبدالغنى بلا واسطة
ايضاً ح و شيخنا يروى عن الحافظ
الحديث الشيخ احمد على السهارنفورى
عن الشيخ محمد اسحق ح و شيخنا
يروى عن الشيخ عبدالرحمن البانى پتى
عن الشيخ محمد اسحق ح و اجازنى الشيخ
حسين بن محسن الانصارى اليمانى
عن الشيخ محمد بن ناصر الحازمى
عن الشيخ محمد اسحق و اخذت عن جماعة
من الشيوخ اسانيدهم تنتهى
الى الشيخ محمد اسحق الدهلوى
عن الشيخ عبدالعزيز الدهلوى
عن ولى الله الدهلوى و التفصيل
موكول الى الارشاد و يانع الجنى و
غيرهما من الاثبات فانى اجزت
المولوى احمد على اجازة عامة
شاملة لجميع ما ارويه و جملته

شیخ محمود حسن دیوبندی سے بھی ہے ۔
حضرت موصوف کو شیخ محمد قاسم نانوتوی
سے ، ان کو حضرت شیخ عبدالغنی دہلوی
سے ، ان کو شیخ محمد اسحاق دہلوی سے
(تحویل) اور اسی طرح حضرت شیخ الہند
کو بلا واسطہ شیخ عبدالغنی سے بھی اجازت
حاصل ہے اور ہمارے شیخ حافظ الحدیث
شیخ احمد علی سہارنپوری سے بھی روایت
کرتے ہیں جو کہ حضرت شیخ محمد اسحاق سے
روایت فرماتے ہیں (تحویل) اور اسی طرح ہمارے
شیخ عبدالرحمن پانی پتی سے بھی روایت کرتے
ہیں جو کہ شیخ محمد اسحاق سے روایت فرماتے
ہیں (تحویل) اسی طرح مجھ سے شیخ
حسین بن محسن انصاری نے اجازت فرمائی جن
کو شیخ محمد بن ناصر حازمی سے اور ان
کو شیخ محمد اسحاق سے حاصل ہے ۔ علی
ھذا القیاس میں چند دوسرے اصحاب سے بھی
روایت کرتا ہوں جن کی سند شیخ محمد اسحق
دہلوی تک پہنچتی ہے ۔ حضرت شیخ محمد اسحق
حضرت شیخ عبدالعزیز دہلوی سے اور وہ حضرت

وكيلنا ان يجيز عنى من راه
اهلا لذلك ممن ادرك حياتى
واوصيه ونفسى بتقوى الله والله
بر فى كتاب الله والاعتصام بسنة
سيد المرسلين صلى الله عليه وآله
وسلم و سنة الشيخين من خلفائه
الراشدين والاجتناب عن الافراط
والتفريط وارجو منه ان يشركنى
ومشائخى الكرام فى صالح دعواته
و آخر دعونا ان الحمد لله رب
العالمين -

المجيز

عبدالله بن الاسلام نزيل مكة
كتبه فى اخر ايام تشريق
بمكة سنة ١٣٢٢ھ

ولی اللہ دہلوی سے روایت کرتے ہیں جس
کی تفصیل کتاب الارشاد اور یانع الجنی
وغیرھما میں موجود ہے - پس میں مولوی
احمد علی صاحب کو ایسی عام اجازت دیتا
ہوں جو میری تمام روایات کو شامل ہے اور
میں ان کو اپنا وکیل مقرر کرتا ہوں کہ وہ
جس کو اہل سمجھیں اس کو اجازت دیں
جن لوگوں نے میرا زمانہ پایا ہو میں اپنے
آپ کو اور ان کو وصیت کرتا ہوں کہ تقوی
کو اپنا شعار بنائیں اور کتاب اللہ میں تدبر
سنت نبوی سے اعتصام ، خلفاء راشدین
کے طریق کو مشعل راہ بنائیں اور
افراط و تفریط سے مجتنب رہیں اور میں
امید کرتا ہوں کہ مجھے بھی اور میرے
معزز اساتذہ کو اپنی دعاؤں میں یاد فرمائیں -

عبداللہ بن اسلام
آخر ایام تشریق
مکہ معظمہ ۱۳۲۲ھ

بعد ازاں آپ کو دہلی کوتوالی لے گئے ۔ وہاں آپ کی جامہ تلاشی ہوئی لہذا اس باطنی انوار کے یوسف پر " وہو من الصادقین " [1] کی آسمانی حجّت قائم ہوئی ۔ اور حکومت برطانیہ پر شکست کا لفظ صادق آیا ۔ حضرت مولانا کا کوٹ اتار لیا گیا اور اس کو مختلف جگہوں سے ادھیڑ کر دیکھا گیا تاکہ اس کی تہوں میں اگر سازشی خطوط ہوں تو نکالے جا سکیں ۔ یہ کوٹ راہوں ضلع جالندھر میں تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد آپ کو واپس دیا گیا ۔ آپ کو پہلے کچھ دن شہر دہلی میں نظر بند رکھا گیا ۔ بعد میں باہر ایک اور جیل میں بھیجا گیا ۔

بہت دن چاہئیں یوسف کو تا پہنچے زلیخا تک
نکل کر چاہ کنعاں سے ابھی رہنا ہے زنداں میں
(ذوق)

" دہلی سے شملہ کو روانگی "

چند دن کے بعد دوبارہ آپ کو دہلی لایا گیا اور پھر وہاں سے شملہ لے گئے ۔ شملہ پہنچ کر آپ کو ہتھکڑی لگا کر ایک افسر کے سامنے پیش کیا ۔ اس کے حکم سے آپ کو شملہ حوالات میں بھیجا گیا ۔

---

[1] سورۂ یوسف آیت نمبر ۲۷

حمایت
" عملہ و تائید ایزدی کا ظہور "

عملہ حوالات کا نگران اعلیٰ (انسپکٹر آف پولیس) نہایت شریف النفس اور فطرتاً نیک خو انسان تھا ۔ آپ کی حضرت لاہوری کی بزرگانہ وضع قطع سے متاثر ہوکر اپنے ماتحت عملہ کو حکم دیا "اکرمی مثواہ" [1] (اس کی عزت و آبرو رکھیں) لہذا آپ کو ہر طرح کی مخصوص مراعات حاصل تھیں ۔ آپ ہتھکڑی کے بغیر وضو کرنے کے لئے جا سکتے تھے ۔ انسپکٹر موصوف آپ کو اپنے پاس سے کھانے کی اچھی اچھی چیزیں پیش کرتا تھا ۔ قیدیوں کے کھانے کی بجائے انسپکٹر صاحب نے آپ کو اپنے گھر سے کھانے بھجوا دئیے ۔ اور پھر نہایت خوشامدی سے آپ کو ایک دن اپنے گھر لے گیا ۔ نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آیا اور آپ کی پُر تکلف ضیافت کی ۔ یہ انسپکٹر تفتیشی افسر نہیں تھا ۔ کہ حضرت مولانا کے دل کو بہلا کر کچھ راز کی باتیں معلوم کرنا چاہتا ہو بلکہ یہ کارروائی خداوند عالم کی رحمت واسعہ کا ظہور تھا اور اس میں والقیت علیک محبۃ منی ولتصنع علی عینی [2] کی شان پائی جاتی تھی ۔

" عملہ سے لاہور "

کچھ دنوں تک عملہ جیل میں رکھ کر آپ کو ہتھکڑی لگا کر لاہور لے آئے آپ کو ریلوے اسٹیشن سے امرت دھارا روڈ تک پیدل میاں عبدالعزیز پولیس آفیسر کے مکان پر لائے اب حکم دیا گیا کہ آپ کو نولکھا کی حوالات میں رکھا جائے ۔

---

[1] سورۂ یوسف ، آیت نمبر ۲۱ [2] سورۂ طہٰ ۲۰ ؛ آیت نمبر ۳۹

* لاہور سے جالندھر *

لاہور سے اب ہتھکڑی لگا کر آپ کو جالندھر لے گئے ۔ وہاں ریلوے اسٹیشن کی جیل میں آپ کو بند کر دیا گیا ۔ چھبیس دن کے بعد آپ کو جالندھر شہر کی جیل میں منتقل کر دیا گیا ۔ نماز عصر کے وقت جب آپ اپنی کوٹھری سے باہر آئے تو آپ کی نظر آپ کے والد روحانی حضرت مولانا غلام محمد دین پوری نوراللہ مرقدہ پر پڑی ۔ اُس وقت آپ پر منکشف ہوا کہ حضرت دین پوری بھی اسی مقدمے میں گرفتار ہیں ۔ فرزند روحانی نے اپنے مربّی و محسن کو دور سے بہ ہزار حسرت دیکھا کیونکہ اس ماحول میں قدم بوسی کی توقع کب ہو سکتی تھی ؟

بلبل ہیں ، صحن باغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ ہیں چراغ سے دور اور شکستہ پـــــر
(ذوق)

حضرت دین پوری کے بعد آپ نے مولانا عبدالحق لاہوری رفاہ عام سٹیم پریس کے مالک کو دیکھا ۔ معلوم ہوا کہ وہ بھی اس سلسلے میں ماخوذ ہیں ۔

* راہوں ضلع جالندھر میں اسیری کے ایّام *

اب آپ کو پہلے کی طرح ہتھکڑی لگا کر راہوں ضلع جالندھر کی جیل میں لے گئے ۔ وہاں تقریباً چھبیس گھنٹے کے بعد ڈپٹی کمشنر آیا ۔ آپ کو اُس کے سامنے پیش کیا گیا ۔ اُس نے حکم سنایا کہ گورنمنٹ آپ کو راہوں کے قصبے میں نظر بند کرتی ہے ۔ آپ اُس حدود سے باہر نہیں جا سکتے ۔ یہ کہہ کر آپ کو حوالات سے باہر نکال دیا ۔ راہوں کے پولیس اسٹیشن کے پاس شاہی زمانے کی ایک مسجد تھی آپ سارا دن وہاں رہتے ۔

خلوت کی خاموشی نے آپ کے دل و دماغ میں ایک روحانی جلا پیدا کر دی ۔ آپ کا دل عبادت الٰہی کے جذبہ سے ہمیشہ سرشار و بیدار رہتا تھا ۔

جلوت او روشن از نور صفات
خلوت او مستنیر از نور ذات
عشق در خلوت کلیم اللّٰہی است
چوں بجلوت می خرامد شاہی است
خلوت و جلوت کمال سوز و ساز
ہر دو حالات و مقامات نیاز [1]

آپ تمام دن پورے سالکانہ انہماک سے اس مسجد میں اشغال و اوراد مسنونہ میں مشغول رہتے ۔ آپ کو قرآن حکیم میں تدبّر و تفکّر اور فرائض کے علاوہ نفلی عبادات میں استغراق کا ایک سنہری موقعہ مل گیا ۔ ایک دنیا پرست انسان کے لئے ایسا ماحول ہزار گونہ یاس انگیز ہوتا ہے مگر ایک عارف باللّٰہ کے لئے یہ تنہائیاں راہ معرفت میں غار حرا کی عزلت نشینی کے فیوض و برکات کی جلوہ گاہ بن جاتی ہیں ۔

طے شود جادۂ صد سالہ بآہے گاہے
(علّامہ اقبال)

رات کے وقت آپ تھانے میں چلے جاتے ۔ آپ کو پندرہ روپے ماہوار راشن ملتا ۔

---

[1] جاوید نامہ ص ۱۲ و ۵۲ از علامہ اقبال مرحوم لاہور

سب انسپکٹر پولیس سکھ تھا ۔ مولانا کے کھانے کا انتظام مسلمان سپاہیوں کے ساتھ تھا مگر جب آپ نے دیکھا کہ سپاہی دیہاتی چوکیداروں سے اعلیٰ اور باقی قسم کا ایندھن حکماً منگواتے ہیں تو آپ نے اُن کے ساتھ کھانے کا سلسلہ منقطع کر دیا ۔ آپ نے پولیس انسپکٹر کو اطلاع دے دی ۔ لیکن اُس نے کوئی متبادل انتظام نہ کیا ۔

اے طائر لاہوتی اُس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی (اقبال)

جب آپ کے کھانے کا کوئی انتظام نہ رہا تو آپ اللہ تعالیٰ پر توکّل کرکے فاقہ کشی کے لئے تیار ہوگئے ۔ اب کارساز عالم کے ذمّہ انتظام تھا ۔ ومن یتق اللہ یجعل له مخرجا و یرزقه من حیث لا یحتسب و من یتوکل علی اللہ فهو حسبه ۔ ان اللہ بالغ امره ۔ قد جعل اللہ لکلّ شئی قدراً[1] ۔ اُس نے اپنی رحمت عظیم سے ایک اجنبی ضعیفہ کے دل میں احساس پیدا کر دیا ۔ وہ ہر روز نماز عصر کے بعد مکئی کے بھنے ہوئے دانے اور کچھ گڑ مسجد سے باہر کھڑی ہو کر دے جاتی آپ اُن دانوں پر ہی شام و سحر گزارہ کرتے ۔

خودی کے نگہباں کو ہے زہر ناب
وہ ناں جس سے جاتی رہے اُس کی آب
وہی ناں ہے اُس کے لئے ارجمند
رہے جس سے دُنیا میں گردن بلند[2]

---

[1] سورۂ طلاق ۶۵ ؛ آیت ۲ پارہ ۲۸

[2] علامہ اقبالؒ ۔ ساقی نامہ ص ۱۳۳ بال جبریل

راہوں میں آپ نے نومبر اور دسمبر کے دن گزارے ۔ اس وقت آپ کے بدن پر ململ کا ایک کرتہ اور اوپر ایک جبہ ہوتا تھا ۔ سردی شدت کی تھی ۔ ایک شخص نے متعدد دفعہ سوال کیا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں آپ کے لئے بستر لے آؤں مگر آپ نے ہر بار انکار فرمایا کیونکہ آپ فرمایا کرتے تھے

" اگر میں اس کے سوال پر " ہاں " کہہ دیتا تو یہ بھی ایک
طرح کا سوال ہوتا اور اس سے تعلق باللہ میں فتور واقع ہوتا "

ـــــ توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے ـــــ [1]

آخر کار ارحم الراحمین کو اپنے غیور و صبور بندے پر رحم آیا اور اس نے اپنے ایک مخلص بندے کے دل میں مولانا کی ضرورت کا احساس پیدا فرمایا ۔ آدھی رات کے وقت ایک معمّر اور متقی بزرگ جس کو اس سے پہلے آپ نے کبھی نہیں دیکھا تھا ۔ ایک نیا لحاف اور توشک لے کر حاضر ہوا ۔ اور کہا " حضرت ! یہ بستر صرف آپ کے لئے بنوایا گیا ہے ۔ ازراہ کرم قبول فرمائیے " یہ کہہ کر وہ بزرگ چلتے بنے ۔ مولانا نے یہ بستر عطیۂ الٰہی سمجھ کر قبول فرما لیا ۔

ذالک فضل اللہ علینا ۔ اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب " [2]

اسی طرح ایک دن کوئی بزرگ مسجد میں تشریف لائے ۔ انہوں نے اپنا نام سلطان الاذکار بتایا ۔ اور حضرت مولانا کو ایک وظیفہ تلقین کرتے ہوئے فرمایا

---

[1] مولانا محمد علی جوہر : بیس بڑے مسلمان ص ۸۲۰ عبدالرشید ارشد مکتبہ رشیدیہ لاہور

[2] بیاض باہو مختار مسعود ـــ مرد مومن ص ۲۱ مطبوعہ لاہور ـ

" اسے سات دن تک مسلسل بعد از نماز عشاء باقاعدگی سے پڑھئے ۔ انشاءاللہ آپ رہا ہوجائیں گے " چنانچہ ساتویں دن آپ نے وہ وظیفہ ختم کیا تو رات کو رہائی کی خبر مل گئی اور دوسرے دن آپ کو وہاں سے لاہور لایا گیا ۔

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے احسان عظیم کا کرشمہ تھا ۔ ورنہ یہ مقدمہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بڑا سنگین تھا ۔ حکومت برطانیہ کے خلاف ایک کھلی سازش تھی جس کا انجام تختۂ دار یا کالے پانی کی سزا ہو سکتی تھی ۔ مگر خداوند قدوس کو اپنے جاں نثاروں کی حفاظت و بقا منظور تھی جس میں کوئی آڑے نہیں آ سکتا ۔

یفتح اللہ للناس من رحمة فلا ممسک لها ۔ وما یمسک فلا مرسل
له من بعده وهوالعزیز الحکیم ۔ ؎[1]

مشیت ایزدی نے ہر عہد کے مخلصوں اور کلیموں کو اپنی رحمت کے سایہ میں پناہ دی ہے ۔ لہذا تمام حضرات جو اس مقدمے میں گرفتار تھے رہا کر دئیے گئے ۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا ؎[2]
(مولانا ظفر علی خاں مرحوم آیت کا مفہوم)

---

[1] سورہ ۳۵ آیت ۲

[2] سورہ ۶۱ آیت ۸

"رانچی سے لاہور"

لاہور میں آپ کو ایک انگریز افسر کے سامنے پیش کیا گیا اور آپ کو حکم سنایا گیا کہ آپ سندھ اور دہلی میں واپس نہیں جا سکتے ۔ آپ کو اب لاہور میں رہنا ہوگا ۔ مزید برآں آپ کو دو ضامن پیش کرنے کی ہدایت کی گئی جو کہ صوبہ پنجاب سے تعلق رکھتے ہوں ۔ لہذا آپ تایا حافظ قاضی ضیاءالدین صاحب[1] ایم ۔اے ۔ قاضی دیوبند کے پاس پہنچے ۔ وہ بڑے شوق سے ضمانت کے لئے آمادہ ہوگئے اور قاضی صاحب نے دوسرے[2] ضامن کا خود ہی انتظام کر لیا ۔

حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ خود فرمایا کرتے تھے

"عدو شرّے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد !

مولانا کو پابند کیا گیا ۔ وہ لاہور میں رہیں لیکن کوئی کہہ سکتا تھا کہ دریائے راوی کی پاکیزہ گہرائیوں سے لے کر شاہی مسجد کے بلند میناروں تک کی تمام فضاؤں نے یہ ہزار مسرّت و شیفتگی نہیں کہا ہوگا ؟

آمد آں یارے کہ ما می خواستیم !

سبحان اللہ ! ہم تو پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ لاہور کی سرزمین میں پہنچنا" کسی مقرّب الٰہی مستجاب الدعوات ولیٔ زماں نے بارگاہ احدیت میں نہایت الحاح وزاری سے یہ دعا مانگی ہوگی جس کو شرف قبولیت عطا کیا گیا ہے

---

[1] قاضی ضیاءالدین صاحب حضرت مولانا احمد علی مرحوم کی اہلیہ محترمہ کے چچا زاد بھائی تھے ۔ اور ان دنوں گورنمنٹ ہائی سکول گوجرانوالہ میں بطور ہیڈ ماسٹر کام کرتے تھے ۔ مدرسہ نظارۃ المعارف میں انگریزی بھی پڑھایا کرتے ۔ انوار ولایت ص ۱۰۲

[2] دوسرے ضامن ملک لال خان صاحب منیجر انجمن اسلامیہ گوجرانوالہ ۔ مرد مومن ص ۲۲ و ۲۳ عبدالحمید فیروز سنز لاہور

نصیب خطہ ہو یا رب وہ بندۂ درویش
کہ جس کے فقر میں انداز ہوں کلیمانہ (اقبال) ، ارمغان حجاز ۲۹۶

" لاہور میں مستقل قیام اور دینی مشاغل "

حضرت مولانا احمد علی شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے لاہور میں ورود مسعود کے متعلق انوار ولایت کے مصنف (سوانح حیات مولانا احمد علی مرحوم) یوں رقم طراز ہیں :

" حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ برطانوی حکومت کے نزدیک باغی تھے ۔ مجرم تھے مگر آپ کا ہر قدم صراط مستقیم پر پڑتا تھا ۔ لہذا مشیت ایزدی کا اقتضاء تھا کہ لاہور جیسے تہذیب حاضرہ کے مرکز میں آپ کو دین اسلام کی خدمت کا موقع دیا جائے ۔ اور جب صوبہ پنجاب کا اُمّ القرای (لاہور) سر چشمہ ہدایت بن جائے تو اس زمزم قرآنی سے سر زمین ہند و پاک ، بیرونی ممالک ، جزائر ، حتّٰی کہ عرب و عجم بھی تشنگی بجھائیں ۔ علماء خیر کے گروہ در گروہ آئیں اور علوم و معارف قدسیّہ سے اپنے دل و دماغ کو منوّر کریں ۔ سالکان راہ طریقت حاضر ہوں نواب سبحان خاں شیرانوالہ کی جامع مسجد کے حجروں اور چٹائیوں پر بیٹھ کر اپنے شام و سحر عبادت خداوندی میں گزاریں بلکہ مغربی تہذیب کے دلدادگان چند دنوں میں اسلامی تمدن کے گرویدہ بن جائیں اور مرشدگان قضا و قدر

قلوب و ارواح کے دروازہ پر دستک دے کر پکاریں ۔" [1]

در فیض محمد وا ہے آئے جس کا جی چاہے

خدائے دو جہاں سے لو لگائے جس کا جی چاہے

مولانا نے لاہور میں تشریف لاتے ہی اپنے اہل وعیال کو لاہور بلا لیا کیونکہ وہ اس سے پیشتر نواب شاہ ضلع سندھ میں رہتے تھے ۔ حضرت سندھ میں سے گئے ہوئے وعدوں کے مطابق آپ نے لاہور میں قدم رکھتے ہی دو آدمیوں (مولوی عبدالعزیز دوکاندار سریانوالہ بازار لاہور اور میاں عبدالرحمن صاحب امام مسجد بازار سریانوالہ لاہور) کو قرآن حکیم کا ترجمہ پڑھانا شروع کر دیا ۔

سب سے پہلے آپ نے مستری اللہ دتہ کے کرہ لے شمس ایک چھوٹی سی مسجد میں درس قرآن مجید کے سلسلے کا آغاز فرمایا جب مسجد میں سامعین کی کثرت نظر آئی اور وہاں ان کے بیٹھنے کی گنجائش نہ رہی تو آپ ملحقہ دوکانوں کی چھت پر درس دینے لگے ۔ اس کے بعد مولانا عبدالحق صاحب کی بیٹھک میں درس کا کام ہوتا رہا ۔

بعد ازاں ربّ العزت نے اپنے فضل عمیم سے دروازہ شیرانوالہ مسجد لائن سبحان خاں میں حضرت مولانا کے درس قرآن کا انتظام کروا دیا ۔ ابتدا [2] میں آپ

---

[1] انوار ولایت مطبوعہ پنجاب پریس لاہور ص ۱۰۱ سوانح حیات حضرت لاہوری

[2] راقم الحروف نے حضرت مولانا کی زبان مبارک سے سنا " ایک دن میں درس قرآن حکیم سے فارغ ہوا تو چند آدمی مسجد میں آئے ۔ انھوں نے کہا کہ آپ یہاں ہیں ہم آپ کو درس کی اجازت نہیں دیں گے ۔ ان کو نہایت احسن طریقہ سے سمجھایا گیا ۔ مگر وہ نہ مانے ۔ آخر میں نے کہا کہ میں قرآن کریم کو سینے سے لگا لیتا ہوں تم دھکے دے کر مجھکو مسجد سے باہر نکال دو لیکن دیکھنا دروازے تک پہنچنے سے

کو کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر آہستہ آہستہ قرآن مجید کی قدسی تاثیر اور الہامی آواز کی برکت سے دین کی خدمت کا کام آسان ہوگیا ۔ اب یہ ویران جگہ مسلمانان ہند و پاک بلکہ بیرون ہند تمام خوش اختر افراد کے لئے نصف صدی تک ملجا و ماوی بنی رہی ۔ بالفاظ دیگر حضرت مولانا کی زندگی میں یہ مسجد محبت ، عقیدت ، اخوت ، مساوات اور درویشی و شاہی کے آداب سیکھنے کا ایک بے بدل مرکز بن گئی ۔ مولانا نوراللہ مرقدہ تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا کرتے تھے " میں نے لاہور میں رہ کر بڑا شکار کیا ہے " آپ کی مسجد میں اہل سنت والجماعت (دیوبندی ۔ بریلوی) اہل حدیث ، شیعہ اور مغربی تہذیب کے متوالے آتے رہے اور روحانی اور ملی بیماریوں سے شفایاب ہوکر جاتے رہے !

ہے ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق (اقبال مرحوم)

مسجد میں درس خصوصی ، درس خصوصی کے دوران اور جمعہ کے دن خلق خدا کی گرویدگی کا منظر دیکھنے کے قابل ہوتا تھا ۔ بارک اللہ ! مسجد نائن سبحان خاں عہد نبوی کے ظہورات کا عکس لئے ہوئے معلوم ہوتی تھی ۔ مولانا کو فطرت کی عطاؐ نے صاحب بخشن بنا رکھا تھا اور اس بخشن کی برکت سے سعید روحیں کشاں کشاں آپ کے دروازے پر چلی آتی تھیں :

بقیہ حاشیہ صفحہ سابق :

پہلے بفضل خدا کیا ہوتا ! الحمد للہ تعالی ، کسی کو جرأت نہ ہوئی اور اس کے بعد آج تک کوئی مخالف نہیں آیا "



اندرون دروازہ شیرانوالہ
میں حضرت شیخ التفسیر کا
مکان جس میں حضرت کی
زندگی کا بیشتر حصہ بسر ہوا



مدرسۃ البنات
جس میں بچیوں کو
امور خانہ داری و
کشیدہ کاری کے علاوہ
اعلیٰ اسلامی تعلیم دی
جاتی ہے جس کی
کی بنیاد ۱۹۲۵ء
میں رکھی گئی۔

یقیں پیدا کر اے ناداں یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

جہاں تک ذریعۂ معاش کا تعلق ہے آپ نے ابتدا میں طبع ہونے والی کتابوں کی تصحیح کا کام شروع کیا چونکہ آپ کے خسر حضرت مولانا ابو محمد احمد لاہور میں اکثر ناشران کتب سے اس سلسلے میں بڑے اچھے تعلقات رکھتے تھے ۔لہذا آپ نے بھی اس کام کو ذریعۂ معیشت بنایا ۔ بعد ازاں قرآن حکیم کی اشاعت اور دینی مشاغل کی مصروفیات کی بنا پر تصحیح کا کام چھوڑ دیا ۔اباللہ تعالے نے "تائید" غیبیہ سے رزق پہنچانا شروع کر دیا ۔

میرا مولانا روزانہ مختلف جگہ درس قرآن مجید دیتے تھے مگر ان اجیری انا علی‌اللہ ی فطرتی پر بڑی پختگی سے عمل پیرا ہے ۔ ہم نے اپنے کانوں سے بارہا یہ مصرعہ آپ کو پڑھتے ہوئے سنا ۔

؎ خدا خود میر سامان است ارباب توکّل را !

رہائش گاہ

حضرت مولانا کا اپنا بیان ملاحظہ فرمائیے :

" مولوی امام الدین صاحب پرائمری سکول کے مدّرس تھے ۔ اکبری منڈی کے قریب ان کے تین مکان تھے ۔ ایک دن میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے خواب میں حکم ہوا ہے کہ ایک مکان آپ کو دے دوں ۔میں نے بہت اچھا کہا اور وہ چلے گئے کچھ عرصے کے بعد پھر آئے اور کہنے لگے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ

ایک مکان آپ کو دے دیں ۔ میں نے بہت اچھا کہا
اور معاملہ ختم ہو گیا ۔ کچھ مدت کے بعد پھر آئے
کہ آج تو مجھ کو ڈانٹا گیا ہے کہ "تمہیں اپنی زندگی
پر بھروسہ ہے جو حکم کی تعمیل نہیں کرتے ہو ؟" ۔
اب چلئے اور مکان چن کر پسند کر لیجئے " چنانچہ ان
کے اصرار پر میں نے جا کر ایک مکان پسند کر لیا ۔ مولوی
صاحب نے اس کی رجسٹری میرے نام کروادی اور میں نے اس
مکان میں رہائش اختیار کر لی ۔ میں عام طور پر وقت دیکھ کر
نماز کے لئے آیا کرتا تھا ۔ جب گھر سے نکلتا تو راستے میں
کبھی کوئی مل جاتا اور کبھی کوئی ۔ اس طرح میری کبھی ایک
اور کبھی دو رکعتیں جماعت سے چھوٹ جاتیں ۔ میں نے مولوی
صاحب کو بلا کر کہا کہ آپ نے اشاعت دین کے لئے مکان
دیا ہے مگر میرے دینی پروگرام میں خلل پیدا ہو رہا ہے
آپ یا تو مجھے مکان بیچ کر لاش سبحان خاں میں دوسرا
مکان خریدنے کی اجازت دیں یا اپنا مکان واپس لے لیں ۔ مولوی
صاحب نے بڑی خوشی سے مکان فروخت کرنے کی اجازت دے
دی لہذا میں نے وہ مکان فروخت کر کے اپنے موجودہ مکان کا ایک
حصہ بنا لیا " ؎۱

؎۱ بیان بابو منظور سعید صاحب

حرمین الشریفین کی طرف ہجرت کا ارادہ اور پہلا حج

۱۹۱۷ء تک جب آپ لاہور میں مستقل قیام پذیر ہوگئے تو اسی سال کے آخیر یا ۱۹۱۸ء کے شروع میں آپ نے حجاز مقدس کو ہجرت کرکے چلے جانے کا مصمم ارادہ کرلیا ۔ یہ دن حج کی تیاری کے تھے ۔ پاسپورٹ میں آپ نے اپنے تمام اہل وعیال کا نام درج بھی کر دیا ۔ آپ کے مخلص دوست خواجہ محمد رشید صاحب بھی آپ کے ہمسفر بننے والے تھے ۔ آپ نے خواجہ صاحب کو تاکید فرما دی کہ وہ ان کے ہجرت کے ارادے کو کسی پر افشا نہ کریں ۔

تائید غیبی :۔ جمعہ کے دن آپ نے حج کی درخواست دی ۔ آپ کے بیان کے مطابق اس دن آپ کے گھر میں صرف دس روپے تھے لیکن ایک ہفتے کے اندر اندر پروردگار عالم نے آپ کے پاس انیس صد روپیہ پہنچا دیا یعنی آدمی آتے دروازہ پر دستک دیتے دو سو اور کوئی چار سو روپیہ دے کر چلے جاتے [1]

استخارہ :۔ مولانا نے سنت نبوی کی متابعت میں ہجرت سے پہلے استخارہ کیا ۔ کیا اللہ تعالیٰ سے التجا کی "اے اللہ ! اگر میرا ہجرت کرکے ملک حجاز میں جانا دین و دنیا کے لحاظ سے میرے حق میں بہتر ہے تو مجھے بہ خصوصی کی مدد فرما ۔ اور اگر یہ بہتر نہیں ہے تو اپنے ارشاد سے مجھے منع فرمادے ۔"

ادھر آپ کو پاسپورٹ ملا ادھر آپ نے تیاری شروع کر دی ۔ مناسب اور ضروری سامان پیٹی میں بھر لیا ۔ غیر ضروری سامان کچھ فروخت کر دیا اور کچھ غربا میں

---

[1] مرد مومن ص ۵۱ عبدالحمید خاں بیان میاں منظور سعید صاحب

تقسیم کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ کے مخفی فیصلے کو کون سمجھ سکتا ہے ؟ اس دن آپ کی اہلیہ محترمہ بیمار پڑ گئیں ۔ آپ کی بیماری کی شدت کی وجہ سے تمام خویش و اقارب جمع ہو گئے ۔ حضرت مولانا کے خسر مولانا ابو محمد احمد بھی تشریف لائے ۔ اپنی صاحبزادی کی حالت کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ ان کا اس حالت میں سفر حج پر جانا ٹھیک نہیں ۔ لہذا مولانا احمد علی اپنے بال بچوں کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں چھوڑ کر خود حج کے لئے تشریف لے گئے اور ہجرت کا ارادہ ترک کر دیا جس کی تلافی کارساز عالم نے اپنے فضل و کرم سے ایک عجیب اور احسن طریقہ سے فرمادی ۔ آپ کے فرزند اکبر حافظ حبیب اللہ فاضل دیوبند ۱۹۲۸ء کے شروع میں ہجرت کر کے حجاز پاک میں جا بسے اور تقریباً چھپن سال تک وہیں رہے اور ایک دفعہ بھی واپس لاہور نہ آئے ، حتیٰ کہ اپنی آخری تمنا کے مطابق وہیں مدفون ہوئے ۔ ان کے حالات اختصار کے ساتھ کسی مناسب موقعہ پر شامل کئے جائیں گے ۔

حضرت شاکرانہ انداز میں فرمایا کرتے تھے " کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چودہ مرتبہ زیارت حرمین الشریفین سے مشرف فرمایا ہے "

" تحریک خلافت اور ہجرت کابل "

مولانا جب حج بیت اللہ سے کراچی واپس آئے تو آپ کو معلوم ہوا کہ تحریک خلافت کا پورے زور سے آغاز ہو چکا ہے ۔ تمام شہروں میں خلافت کمیٹیاں بن چکی ہیں ۔ خلافت اسلامیہ (ترکیہ عثمانیہ) کے حق میں اور انگریزوں کے خلاف ہندی مسلمانوں میں ایک بے پناہ جوش تھا ۔

اسی اثنا میں امیر امان اللہ خاں نے انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد کر دیا ادہر قسطنطنیہ پر فرانسیسی اور انگریزی افواج کا قبضہ ہو چکا تھا اور خلیفۃ المسلمین کو انگریزوں نے قید کر لیا تھا ۔ ان واقعات نے ہندوستان کے مسلمانوں کو حکومت برطانیہ کے خلاف بہت غضب ناک کر دیا تھا ۔ اب امیر امان اللہ خاں نے مسلمانان ہند کو دعوت دی کہ وہ مظالم ہندوستان سے ہجرت کرکے افغانستان میں آ جائیں ۔ لہذا مسلمان نہایت بیتابی کے عالم میں ہجرت کرکے قافلوں کی صورت میں کابل جانے لگے ۔

مولانا احمد علی نوراللہ مرقدہ نے دیکھا کہ ہندوستان کے مختلف صوبوں سے مہاجرین جوق در جوق کابل کی طرف جانا شروع ہو گئے تو آپ بھی ہجرت کے لئے تیار ہو گئے ۔ مولانا ہندوستان سے ہجرت (ملک حجاز کی طرف) کرنے کا فیصلہ تو پہلے ہی کر چکے تھے ۔ اب تمام مسلمانان ہند کو کابل کی طرف ہجرت کرنا آپ کی دیرینہ تمنا کے بر آنے کا باعث ہوا ۔ علاوہ ازیں آپ کے دو بھائی (حافظ محمد علی صاحب اور مولوی عزیز احمد صاحب حضرت سندھی کی معیت میں) پیشتر ازیں کابل میں رہائش پذیر تھے ۔ ہجرت کے لئے مولانا کے اعزہ کی ملاقات کی کشش بھی ترغیب و تشویق کا سبب بنی ۔ پنجاب سے ہجرت کرنے والے مسلمانوں نے لاہور میں ہی آپ کو امیر قافلہ منتخب کر لیا ۔ پنجاب کے چند بڑے شہروں سے پانچ ہزار[1]

---

[1] مرد مومن کے مصنف عبدالحمید خاں نے مولانا کے حالات میں ص ۵۲ پر اس واقعہ کو پیش کرتے ہوئے پانچ ہزار کی بجائے دس ہزار کا ذکر کیا ہے اور دوسری غلطی یہ کی ہے کہ حضرت مولانا نے اس رقم کا سونا پشاور جا کر خریدا تھا اور انھوں نے لکھا ہے کہ مولانا نے فراہم شدہ رقم کا سونا لاہور ہی میں خرید لیا تھا " حالانکہ بابو منظور سعید صاحب کی بیاض جو حضرت مولانا نے خود مرتب کروائی تھی اس میں رقم کی تعداد پانچ ہزار اور سونے کی خرید پشاور میں ثابت ہے (راقم الحروف اخگر)

روپیہ فراہم کیا گیا ۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مہاجرین کی طرف سے امیر امان اللہ کے حضور میں یہ رقم بطور ہدیہ گزرانی جائے ۔ لہذا یہ رقم بھی مولانا کو دی گئی ۔ آپ نے پشاور جاکر اس رقم کا سونا خریدا اور عام اجلاس میں امیر امان اللہ خاں کے حضور میں پیش کر دیا ۔

" مہاجرین پنجاب کا پشاور میں ورود "

مہاجرین کے ریلوے اسٹیشن پشاور پہنچنے سے پہلے ہی اہالیان پشاور نے اطلاع پاکر ان کے استقبال رہائش اور خورد و نوش کا مکمل انتظام کیا ہوا تھا ۔ حضرت مولانا کی گاڑی جب اسٹیشن پر پہنچی تو حسب انتظام آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو تانگوں میں بٹھلا کر مجوزہ قیام گاہ پر لے گئے اور ساتھ ہی رضاکاروں نے مہاجرین کا سامان بھی پہنچا دیا ۔ رضاکارانہ خدمت کی یہ مثال ہر لحاظ سے قابل تحسین تھی ۔ اس وقت بیچارے مہاجر اپنے مخلص انصار کو دل سے دعائیں دے رہے تھے ۔

" کابل میں داخلہ "[1]

دو تین روز پشاور میں قیام کیا ۔ اس کے بعد اہل پشاور نے مہاجرین کو بس گاڑیوں میں سوار کر کے کابل کی طرف روانہ ہونے میں پوری پوری اعانت کی ۔ اہل قافلہ

---

[1] یہ واقعات آپ کے سوانح نگار بابو منظور سعید صاحب اور شیخ عبدالحمید خاں مصنف مرد مومن نے بھی لکھے ہیں لیکن علاوہ ازیں میں نے اپنی ساس (حضرت مولانا احمد علی کی بڑی صاحبزادی) سے ان واقعات کی تصدیق بھی کروائی ہے کیونکہ وہ اپنے والدین کے ہمراہ موجود تھیں (راقم الحروف اختر)

سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرتے ہوئے بھاوں پہنچے - بعد ازاں بھش کوٹ کی منزل آئی - اسی طرح مختلف درمیانی منازل اور مقامات پر شب بسری کرتے ہوئے تیسرے دن جلال آباد اور وہاں سے چوتھے روز کابل میں جاکر دم لیا -

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ مولانا سندھی کی وجہ سے مولانا احمد علی کے دو سگے بھائی (حافظ محمد علی صاحب اور مولوی عزیز احمد صاحب) پہلے ہی کابل میں موجود تھے - یہ مولانا سندھی کے ساتھ امیر امان اللہ خان صاحب کی کوٹھی عین الامارہ میں قیام پذیر تھے - مولانا کے کابل تشریف لے جانے سے پہلے آپ کے بھائیوں کو آپ کی آمد کا علم ہو چکا تھا لہذا انہوں نے آپ کی رہائش کے لئے ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا - مکان میں بڑی گنجائش تھی - آپ نے مکان کی بالائی منزل میں خود رہنا شروع کر دیا اور نچلی منزل میں شیخ عمران بخش اور میاں عبداللہ صاحب کو مع اہل و عیال رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی - وہ لوگ جو آپ سے پہلے کابل پہنچ چکے تھے انہوں نے آپ کو بتایا کہ افغانستان کے حکّام مہاجرین کے معاملے میں بڑی بےحِسّی اعتنائی سے کام لے رہے ہیں - اور تمام لوگوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے - مہاجرین جو نان نفقہ اپنے ہمراہ لائے تھے وہ ختم ہو چکا ہے اور اب ان کے پاس واپس جانے کا کرایہ بھی نہیں ہے - یہ لوگ اب مولانا لاہوری سے واپس جانے کی اجازت مانگنے لگے مگر آپ ان کو سمجھا بجھا کر باز رکھنے کی کوشش کرتے رہے -

حکومت افغانستان کا فیصلہ

حکومت افغانستان نے مہاجرین کو ملک کے مختلف صوبوں میں آباد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس فیصلے پر فوری طور پر عمل درآمد ہوا اور کاشتکاری[1] کے لئے قطعات اراضی مہاجرین کے سپرد کر دیئے گئے۔ لیکن یہ بیچارے ایسی محنت شاقہ کے کب عادی تھے اور ادھر سردی کی شدت نے ان کے عزائم کو بالکل شل کر دیا۔ کپڑوں کی نایابی کی وجہ سے لوگ ٹھٹھر کر مر گئے۔ مصیبت نے اس قدر خوفناک صورت اختیار کر لی کہ مردے چھ چھ دن تک بے گور و کفن پڑے رہتے۔

ڈاک اور باقی رسل و رسائل کا انتظام غیر یقینی تھا جس سے مشکلات میں اور بھی اضافہ ہوتا چلا گیا اور آخر کار مہاجرین ماتمی قافلے کی صورت میں واپسی پر مجبور ہو گئے۔ ان دنوں حکومت افغانستان اور حکومت برطانیہ کے درمیان معاہدہ ہو گیا جس کی شرط اوّل یہ تھی کہ مہاجرین کو واپس ہندوستان بھیجا جائے۔ مہاجرین نے اس مژدہ جانفزا پر ہزار مسرت سے اپنے وطن مالوف کو واپس جانا منظور کر لیا۔

---

[1] حکومت افغانستان نے اگرچہ مہاجرین کے درمیان اراضی کی تقسیم برائے کاشت کا فیصلہ حسن نیت سے کیا اس کا مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ خود کفیل ہو کر زندگی بسر کریں اور حکومت افغانیہ پر بوجھ نہ بنیں۔ لیکن ملکوں کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے یہ فیصلہ مہاجرین کو راس نہ آیا۔ وہ لوگ جو کاشتکاری کے پیشے سے نا آشنا تھے وہ بیچارے چلا اٹھے۔ اور وہ مہاجرین جو کھیتی باڑی کے عادی تھے ان کو بھی افغانستان کی برفانی آب و ہوا نے محنت کرنے سے عاجز کر دیا۔ علاوہ ازیں حکام بھی مہاجرین کے کام کو چنداں دیانت اور ہمدردی سے نبھانے کے لئے تیار نہ تھے (انوار ولایت ص ۱۲۲ مطبوعہ پنجاب پریس لاہور)

مولانا احمد علی اگرچہ اس موقعہ پر کابل میں ہی رہ سکتے تھے لیکن مولانا سندھی نے افغانستان کی حکومت کے رویہ کا جائزہ لے کر مولانا کو واپس چلے جانے کا مشورہ دیا بلکہ صاف لفظوں میں فرما دیا کہ حکومت افغانیہ چاہتی ہے کہ افغانستان میں کوئی مہاجر نہ رہے ۔ کیونکہ یہ عمل بھی حکومتوں کے باہمی فیصلے کی خلاف ورزی سمجھا جائے گا ۔ لہذا مولانا یہ اشارہ پاتے ہی ہندوستان واپس آنے پر آمادہ ہوگئے ۔ اب مولانا سندھی نے حافظ محمد علی صاحب کو پاکستان بھیج دیا اور مولانا عزیز احمد صاحب کو ساتھ لے کر خود روس چلے گئے ۔

ایک اعتراض کا جواب

اس موقعہ پر ایک معترض کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ مولانا احمد علی صاحب جیسی ہمہ صفت و بصیرت ہجرت کابل پر کیوں آمادہ ہوگئے ۔ ان کی دور رس نگاہوں نے اس آزمائش و ابتلا کے نتائج کو پیش از وقت کیوں نہ پہچانا ؟ ہم اس جگہ نہایت اختصار سے ایسے اعتراضات کا نہایت مسکت جواب دیتے ہیں ۔

۱۔ حضرت مولانا کا ہجرت کرنا اور آپ کے ہمراہ پنجاب کے کچھ لوگوں کا جانا کسی لحاظ سے بھی مولانا کے فکر و تدبر کا نتیجہ نہ تھا ۔ مولانا تو حج بیت اللہ شریف سے جب کراچی واپس آئے تو آپ کو معلوم ہوا کہ تحریک خلافت اور ہجرت کابل کا آغاز ہو چکا ہے ۔ حکومت افغانستان اور برٹش انڈیا کے درمیان تنازعات پیدا ہو چکے ہیں اور ادھر قسطنطنیہ پر انگریزوں اور فرانسیسیوں نے قبضہ کر لیا ہے اور مسلمانان ہند حکومت برطانیہ کے خلاف مذہبی لحاظ سے مشتعل ہو چکے ہیں ۔ لہذا ثابت ہوا کہ ہجرت کے عوامل بعیدہ اور موثرات قریبہ

کا عملی طور پر ظہور ہو چکا تھا۔

۲۔ ہندوستان کی تمام پبلک اور خصوصاً مسلمانان ہند کی زندگی میں مخدوش حالات پیدا ہو چکے تھے۔ حکومتوں کے انتقامی عزائم کے سامنے رعایا بے بس ہو رہی ہے۔ لہذا جب حکومت برطانیہ اور حکومت افغانیہ میں آویزش پیدا ہو گئی اور باقی بین الملکی سیاسی فضا میں بھی تکدّر پیدا ہو گیا تو ہندوستان سے ہجرت کر کے مسلمانان ہند کا ایک مسلمان ملک (افغانستان) میں جانا کچھ خلاف مصلحت نہ تھا۔ بلکہ اپنی حفاظت و بقا کی تلاش میں نکلنے اور اپنے دین کے تحفّظ کے مترادف تھا۔ یہی وہ مواقع ہیں جب اسلام مسلمانوں کو ترک وطن کرنے اور خدائے قدیر کی وسیع سر زمین کی پہنائیوں میں برکات حاصل کرنے اور پناہ لینے کی اجازت بلکہ حکم صادر فرماتا ہے[1]

---

[1] یٰعبادی الذین آمنوا انّ ارضی واسعۃ فایّای فاعبدون۔ کلّ نفس ذائقۃ الموت۔ ثم الینا ترجعون ... تا اللہ یرزقھا وایّاکم وھو السمیع العلیم۔ (سورہ عنکبوت ۲۹ آیت ۵۶ تا ۶۰) حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں : "جب کافروں نے مکہ میں بہت زور باندھا تو مسلمانوں کو ہجرت کا حکم ہوا چنانچہ اسی تراسی گھر حبشہ چلے گئے۔ ان کو فرمایا کہ کوئی دن کی زندگی ہے جہاں بن پڑے وہاں کاٹ دو۔ پھر ہمارے پاس اکٹھے آؤگے۔ اس میں مہاجروں کی تسلی کر دی۔ تا وطن چھوڑنا اور حضرت سے جدا ہونا دل پر بھاری نہ کرے گویا جتلا دیا کہ وطن خویش و اقارب ، رفقاء اور چھوٹے بڑے آج نہیں کل چھوٹیں گے۔ فرض کرو اس وقت مکہ سے ہجرت نہ کی تو ایک روز دنیا سے ہجرت کرنا ضروری ہے مگر وہ بے اختیار ہوگا۔ بندگی اس کا نام ہے کہ اپنی خوشی اور اختیار سے ان چیزوں کو چھوڑ دے جو پروردگار حقیقی کی بندگی میں مزاحم اور خلل انداز ہوتی ہیں۔ اکثر

۳ ۔ مولانا سندھی جو سیاسیات عالم کے نبّاض تھے ان کی رائے بھی یہی تھی کہ ان حالات میں مسلمانان ہندوستان کا ہجرت کرنا اولیٰ ہے ۔

۴ ۔ مولانا کے دو بھائیوں اور مولانا سندھی کا ہجرت کی تحریک سے پیشتر افغانستان کی دارالامارہ میں نہایت عزّت و احترام سے رہائش پذیر ہونا غیر شعوری طور پر ایک دعوت تھی جس پر لبیک کہنا ایک طبعی تقاضا کی متوالی تھی ۔

۵ ۔ مولانا کا اپنے علاقے کے باشندوں کے ہمراہ ہجرت کرنا سفر سے پہلے انتخاب امیر پر عمل کرنا اسلامی شعار کا احیاء اور اس کا عملی نمونہ تھا ۔

۶ ۔ ابتداء ہجرت سے لے کر واپس کے لمحات تک اپنے فرائض کی ادائیگی ، رفقاء کی دیکھ بھال اور امداد کا مسئلہ ہونا، آپ کے حق میں دنیوی اور اخروی حسنات و ثمرات کا موجب تھا ۔

۷ ۔ دارالحرب سے دارالاسلام کی ہجرت کا جذبہ برسوں سے مولانا کو بے قرار کر رہا تھا ۔ یہی وہ حالات تھے جن میں ہجرت کرنے کی سعادت حاصل ہو سکتی تھی ۔ لہذا آپ نے نبوی سنّت کی روشنی میں مناسب وقت اقدام فرمایا جو ہر لحاظ سے قابل ستائش تھا ۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ سابق :-

جانوروں کے گھر میں اگلے دن کا قوت نہیں ہوتا ۔ نیا دن اور نئی روزی ، وہ خدا جو جانوروں کو روزی دیتا ہے کیا وہ اپنے وفادار عاشقوں کو نہ پہنچائے گا
" موضح القرآن " مترجم قرآن مجید (حاشیہ مولانا شبیر احمد عثمانی)
ص ۵۲۲ مطبوعہ انجمن اشاعت قرآن صدر کراچی ۔

۸ ۔ کابل سے واپسی کا پروگرام متعلقہ حکومتوں کے معاہدہ کے مطابق عمل میں لایا گیا ۔ جس میں رعایا کے کسی آدمی کو مداخلت کی کب اجازت تھی ۔ ہجرت کی دعوت بھی حکومت افغانیہ نے دی تھی اور واپسی کا حکم بھی انہی کی طرف سے صادر ہوا جس پر عمل کرنا لابدی تھا ۔

۹ ۔ قیاس چاہتا ہے کہ مشیت ایزدی کے سربستہ مقاصد کو یہی منظور تھا کہ وہ شخصیت جس کو مسند ارشاد پر بیٹھ کر بڑے مصطفوی حیات کی ترجمانی کرنا تھا ہجرت کے ثمرات سے بھی مالا مال ہو جائے اور جامعیت کا تاجدار بن کر خلق خدا کی رہنمائی کے فرائض ادا کرے ۔ لہذا ہم آپ کی ہجرت اور واپسی کو آپ کی زندگی کا ایک سبق آموز اور عہد آفریں واقعہ سمجھنے پر مجبور ہیں۔

واپسی پر مولانا کا پشاور میں داخلہ

پشاور سے دو تین میل کے فاصلے پر گورنمنٹ برطانیہ نے ایک فوجی افسر مقرر کیا ہوا تھا ۔ یہ افسر ہر واپس آنے والے کی سرسری دیکھ بھال کرکے پشاور پہنچنے کی اجازت دیتا تھا ۔ جب مولانا ہندوستان کی حدود میں داخل ہوئے تو حکم ملا کہ مرد نیچے اتر آئیں اور عورتیں تانگوں میں بیٹھی رہیں ۔ تمام کے نام باری باری پوچھے گئے ۔ جب مولانا کی باری آئی تو آپ سے خود یہ بھی سوال ہوا " کیا آپ مولانا سندھی کے رشتہ دار ہیں " آپ نے اثبات میں جواب دیا اور آپ کو پشاور بھیج دیا ۔ آپ وہاں باقی مہاجرین کے ہمراہ ایک سرائے میں ٹھہرے

بقیہ حاشیہ سابقہ صفحہ

عقدہ قومیت مسلم کشود   از وطن آقائے ما ہجرت نمود
تاز بخششہائے آں سلطان دیں۔ مسجد ما شد ہمہ روئے زمیں

اگلے دن صبح ایک انگریز کے سامنے حضرت مولانا احمد علی صاحب کو پیش کیا گیا ۔ اُس نے بغور آپ کو دیکھا اور پوچھا "آپ مولانا سندھی کے عزیز ہیں ؟" آپ نے جواب میں فرمایا "ہاں میں مولانا سندھی کا عزیز ہوں" ۔ اب آپ سرائے میں دو تین دن رہے اور پھر باقی مہاجرین کے ساتھ آپ کو بھی لاہور کا ٹکٹ دیا گیا ۔ آپ تقریباً ۱۹۲۰ء کی ابتدا میں لاہور مع اہل وعیال تشریف لے آئے آتے ہی درس قرآن مجید شروع کر دیا اور انجمن خدّام الدین کی بنیاد ڈالی ۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ سابق :-

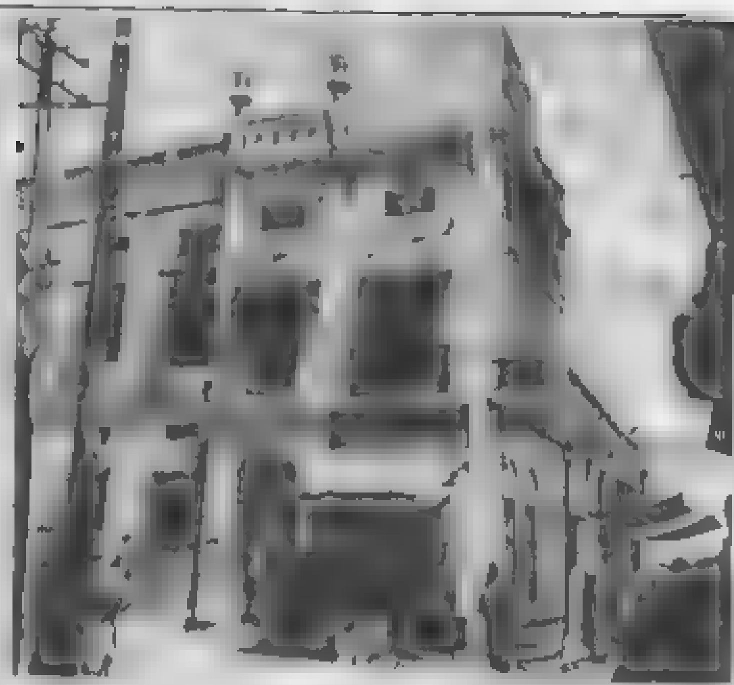
ہجرت آئین حیات مسلم است	ایں ز اسباب ثبات مسلم است
معنیٔ او از تنک آبی رم است	ترک شبنم بہر تسخیر یم است
ہر کہ از قید جہات آزاد شد	چوں فلک در شش جہت آباد شد
بوئے گل از ترک گل جولانگر است	در فراخائے چمن خود گستر است

اسرار و رموز ـــ پاکستان ٹائمز پریس لاہور ص ۱۳۱ طابعہ اقبال مرحوم "در معنی ایں کہ چوں ملّت محمدیہ موسس بر توحید و رسالت است،پس نہایت مکانی ندارد ۔

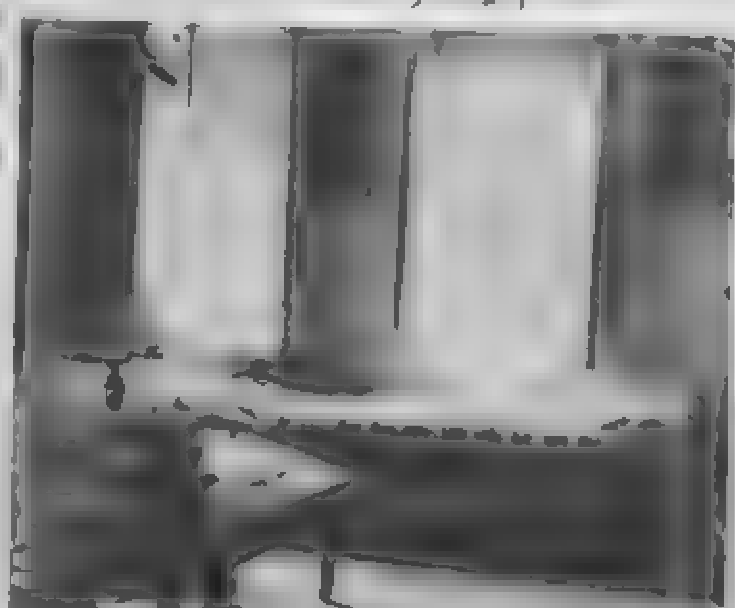
حکومت برطانیہ کی حکمت عملی پر ایک نظر

پیشتر اس کے کہ ہم انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ کا تعارف کرائیں ہم حکومت برطانیہ کی شاطرانہ حکمت عملی پر روشنی ڈالنا ضروری خیال کرتے ہیں :

مہاجرین افغانستان میں جا کر آباد ہونے کا عزم کر چکے تھے ۔ ان کو اپنے عمل میں سنّت نبوی کا پرتو نظر آتا تھا ۔ وہ دارالحرب سے نکل کر افغانستان کی اسلامی سلطنت میں پناہ و تحفظ کی تلاش میں گئے تھے ۔ ان بیچاروں نے اپنے وطن عزیز کو ترک کیا ۔ اپنی منقولہ و غیر منقولہ جائداد کو خدا کے نام پر چھوڑ دیا لیکن افغانستان پہنچ کر ان کو معلوم ہوا کہ اس حکومت کے حکّام ان کے معاملے میں بے اعتنائی سے کام لے رہے تھے ۔ لہٰذا ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا ۔ وہ مختلف طرح کی بیماریوں کا شکار ہوئے ۔ وہ برفانی علاقے کی شدّت کا مقابلہ نہ کر سکے ۔ کسب معاش کے لئے ان کو کھیتی باڑی کا کام سپرد کیا گیا ۔ جس سے وہ مایوسی کی حد تک دل برداشتہ ہو گئے ۔ ہندوستان میں برطانیہ کی حکومت تھی ۔ اس کی رعایا کا اپنے وطن کو چھوڑنا ، حکومت کے ظلم و جور اور اسلام دشمنی کا بہت بڑا ثبوت تھا ۔ ان باتوں سے عالمی سیاست میں ان کی ناک کٹتی تھی ۔ ادھر حکومت افغانیہ مہاجرین کو واپس بھیج کر شرائط صلح میں اپنی من مانی کارروائیوں پر عمل کرنا چاہتی تھی ۔ جب حکومت افغانیہ اور حکومت ہند کی صلح ہو گئی تو مہاجرین کی واپسی ضروری شرط قرار پائی ۔ اب حکومت انگلشیہ کو موقعہ ہاتھ آیا کہ وہ مسلمانوں کو اپنے ظاہری حسن سلوک سے مرعوب اور زیر احسان کریں ۔ انہوں نے مہاجرین کو واپسی پر پشاور کی سراؤں میں ہفت حکہ دی ۔ ان کے لئے



انجمن خدام الدین کا دفتر جس کی بنیاد ۱۹۲۱ء میں رکھی گئی تھی۔



مسجد کی بالائی منزل حضرتؒ کا کمرہ تصنیف و تالیف، اس میں انجمن خدام الدین کا دفتر ہے۔

خورد و نوش کا خاطر خواہ انتظام کیا ۔ ان کی واپسی کے سارے اخراجات اپنے ذمہ لئے ۔ ان میں ریلوے ٹکٹ مفت تقسیم کئے ۔ اور باقی ہر قسم کی مراعات کو ملحوظ خاطر رکھا ۔ حکومت کی یہ پالیسی مسلمانان ہند کے دلوں سے جذبۂ حریت کو کچلنے اور غلامی میں احساس کتاہٹ[1] پیدا کرنے میں بڑی حد تک کامیاب رہی ۔ نا مساعد حالات اور انقلابات دہر نے ان کو سراسیمہ کر دیا اور حکومت کی اس ساحرانہ تھپکی نے ان کو برسوں تک شبستان غلامی میں سلائے رکھا ۔

دونوں حکومتوں نے اپنے مفاد کے پیش نظر اپنے متنازعہ فیہ مسائل حل کر لئے ۔ اور بیچارے ہندی مسلمان ان کی شطرنج کے مظلوم مہرے بنے رہے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اگر تحریک[2] ہجرت کامیاب ہو جاتی تو اس کے نتائج انگریزوں کے حق میں بڑے مہلک ثابت ہوتے ۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ امیر امان اللہ خاں کی یہ ایک سیاسی چال تھی ۔ انہوں نے ہجرت کا حربہ شاید اس لئے استعمال کیا تھا کہ انگریز اس کے نتائج سے خوفزدہ ہو کر ان کی شرائط مان لیں ۔

انجمن خدام الدین کا قیام

ایک صبح درس عوس کے بعد حکیم (مولوی) فیروزالدین مرحوم نے حاضرین مجلس سے کھڑے ہو کر فرمایا کہ حضرت مولانا ہمیشہ ارشاد فرماتے رہتے ہیں کہ اشاعت دین کا کام باقاعدہ کسی ضابطہ کے ماتحت ہونا چاہئیے ۔ لہذا آپ تمام حضرات اتفاق رائے

---

[1] شیاطین ملوکیت کی آنکھوں میں ہے وہ جادو
کہ خود نخچیر کے دل میں ہو پیدا ذوق نخچیری
(ضرب کلیم ص ۲۲۲ مطبوعہ پاکستان ٹائمز پریس لاہور ۔ علامہ اقبال مرحوم)

[2] مرد مومن ص ۵۸ ، مطبوعہ فیروز سنز ۔ عبدالحمید خاں ، لاہور

سے ایک انجمن کو تشکیل دیں تاکہ اس کے اغراض و مقاصد کے پیش نظر قواعد و ضوابط تجویز کر کے منظّم طریق سے کام شروع کیا جائے ۔ تمام سامعین نے اس مبارک رائے کی تائید فرمائی ۔ مولانا احمد علی علیہ الرحمہ کی زبان سے اس انجمن کا نام خدّام الدین رکھا گیا ۔ اس پر بھی تمام احباب نے صاد کیا ۔ اس کے تقریباً چھ دن بعد مولانا نے ان تمام حضرات کو بلایا جنہوں نے انجمن کا کام کرنے کے لئے اپنی خدمات پیش کی تھیں ۔ علاوہ ازیں چند اکابر کو بھی اس اجلاس میں مدعو کیا گیا ۔ چنانچہ حضرت مولانا ابو محمد احمد[۱] چکوالی مرحوم ، مولانا نجم الدین[۲] مرحوم جو حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے استاد مکرّم تھے اور مولانا فضل حق[۳] علیہ الرحمہ جو کہ مولانا نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے ۔ ان سب حضرات نے اس اجلاس کو اپنی شمولیت میمنت لزوم سے سعادت بخشی ۔ اس موقعہ پر مولانا لاہوری نے فرمایا کہ انجمن کے عہدہ داران کا انتخاب نہایت ضروری ہے اور پھر آپ نے امیر اور صدر کے اختیارات کے مابہ الامتیاز کی وضاحت فرمائی ۔ سب نے آپ کی صائب رائے کی تائید کی ۔ امیر انجمن کے انتخاب کا مسئلہ چھڑا تو سب کی نظر انتخاب آپ پر پڑی ۔ آپ نے انکار فرمایا لیکن حاضرین بہ اصرار اس تجویز کو پیش کرتے رہے اور اکابر نے آپ

---

[۱] حضرت مولانا ابو محمد احمد چکوالی جو مولانا احمد علی مرحوم کے خسر تھے ، ان کا تعارف سابقہ اوراق میں کرایا گیا ہے ۔

[۲] حضرت مولانا نجم الدین صاحب کا تعارف یہی کافی ہے کہ آپ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی کے استاد مکرم تھے اور اورینٹل کالج لاہور کے پروفیسر تھے ۔ دینی ذوق آپ کی زندگی کا لازمہ حل تھا ۔

[۳] مولانا فضل حق صاحب مولانا نذیر حسین دہلوی کے ارشد تلامذہ میں شمار ہیں ۔ اور فارغ التحصیل عالم دین ہیں ۔

کو مجبوراً اس امارت کے لئے آمادہ کیا لہذا آپ نے امتثالِ امر کے لحاظ سے اس عہدہ کو قبول فرمایا ۔ حضرت مولانا فضل حق ناظم ، خواجہ محمد رشید صاحب (دائیں) آسٹریلیا والے خزانچی مقرر ہوئے ۔ انجمن کا نصب العین اشاعت قرآن حکیم اور احیائے سنّت نبوی قرار پایا اور اجلاس بہ هزار یُمن و سعادت برخاست ہوا ۔

حسن انتخاب پر ایک نظر

خالق انفس و آفاق کی مشیّت اگر انسانی گروہوں پر راضی ہو تو ان کو حسن انتخاب کی توفیق عطا فرماتی ہے ۔ حسن انتخاب اقوام کی تمام فکری اور عملی کاوشوں کو بار آور کرنے کا ضامن ہے ۔ قوموں کے ارتقا و بقا کی تاریخ میں یہی حل بنیادی حیثیت رکھتا ہے ۔ الحمد للہ ! کہ لاہور کی بستی میں چند مخلص نفوس کے اجتماع میں ایک ایسی جامع الصفات شخصیت کا ایک دینی انجمن کی امارت کے سلسلے میں انتخاب ہوا جس کی زندگی کے تمام تر لمحات دین مصطفوی کی خدمت کے لئے وقف تھے جس کو ایک آنکھ نے نہیں بلکہ نصف صدی کے طویل عرصے میں لاکھوں آنکھوں نے سفر میں ، حضر میں ، بیماری میں ، تندرستی میں ، مسجد میں ، جیل میں جوانی میں اور عالم کہولت کی نقاہتوں میں غرضیکہ ہر وقت خدمت اسلام میں منہمک دیکھا ۔ وہ داعی اجل کو لبیک کہنے والے دن بھی اصلاح قوم کا تحریری پروگرام (خطبۂ جمعہ) اپنے ضعیف ہاتھوں میں لے کر گھر سے مسجد میں تشریف لایا اور اسی دن نماز عشاء کے بعد جنت الفردوس کی راہ لی ۔ اطاب اللہ ثراہ وجعل الفردوس مثواہ ۔

خوشا وہ قافلہ جس کے امیر کی ہے متاع
تخیّل ملکوتی و جذبہ ہائے بلند [1]

اللہ ! اللہ

ای چشمۂ دل خود نگر اللہ ہست
جز جذبہ درویش نمی آید بدست [2]

قرآن حکیم کے دو درس [3]

حضرت مولانا نے درس عمومی (عربی) تو نماز فجر کے بعد شروع کر رکھا تھا اور یہ ۱۹۱۷ء سے شروع تھا - یہ درس تا حیات آپ ہی دیتے رہے - مستورات کے لئے پردے کا باقاعدہ انتظام ہوتا تھا - درس کا پہلا دور آٹھ سال میں مکمل ہوا - دوسرا ۱۵ سال میں اور تیسرا دور ۱۹۲۱ء سے حضرت کی وفات تک جاری رہا -

دوسرا درس آپ نے نماز مغرب کے بعد شروع کر دیا - اس میں کالج کے طلبہ دفاتر کے ملازمین اور باقی گریجویٹ نوجوان شامل ہوتے تھے - آپ نے پچیس سال تک اس درس کو بخیر و خوبی نبھایا - بعد ازاں دوسرے درس کا کام آپ کے صاحبزادے حافظ حبیب اللہ مرحوم مقیم حجاز کی ہجرت تک بطریق احسن انجام دیتے رہے -
ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء من عبادہ -

---

[1] ضرب کلیم ص ۱۲۰ علامہ اقبال

[2] مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق" ص ۲۵ علامہ اقبال

[3] مرد مومن ص ۲۱ عبدالحمید خان ، فیروز سنز ، لاہور

"تفسیر قرآن"

۱۹۲۵ء میں حضرت کے بعض معتقدین نے عرض کیا کہ درس قرآن کریم کو تحریر کی شکل میں لا کر طبع کرایا جائے تو یہ ابدی فائدہ کا حامل ہوگا ۔ چنانچہ یہ طے ہوا کہ لاہور میں کثرت اشغال اس کام میں مانع ہوگی ۔ اس لئے حضرت لاہور سے کسی پر سکون جگہ پر تشریف لے جائیں جس کے لئے کیمل پور کی بستی واہ کا انتخاب ہوا ۔ لہذا اسی سال ایک ماہ کے لئے حضرت واہ تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے ترجمۃ القرآن کا کام شروع کر دیا ۔ اس طرح ۱۹۲۷ء میں یہ مترجم اور محشی قرآن حکیم شائع ہوگیا ۔

"مدرسہ قاسم العلوم کا اجراء"

انجمن خدام الدین کے ایک اجلاس منعقدہ ۱۹۲۲ء میں مولانا نے تجویز پیش کی کہ ایک عربی مدرسے کا اجراء کیا جائے ۔ حاضرین نے متفقہ طور پر آپ کی تائید کی ۔ مدرسے کا نام بھی آپ کے ارشاد پر قاسم العلوم رکھا گیا ۔ پہلے طلبہ اور علماء کرام کی رہائش کے لئے ایک مکان کرایہ پر لیا جاتا تھا ۔ اب اندرون شیرانوالہ دروازہ ایک قطعہ اراضی خرید کر مدرسہ کی عمارت تعمیر کی گئی جو کہ ۱۵ کمروں پر مشتمل ہے ۔ یہاں ان کے علاوہ ہے ۔ مدرسہ قاسم العلوم میں دورۂ تفسیر میں شامل ہونے والے علماء کی رہائش کا انتظام کیا جاتا ہے ۔ آپ کے اعلان کے مطابق صرف فارغ التحصیل علماء اس درس میں شامل ہو سکتے ہیں ۔ انجمن ان تمام مصارف کی کفالت کی ذمہ دار ہوتی ہے ۔ قرآن پاک تین ماہ میں ختم کیا جاتا ہے ۔ ہر سال رمضان المبارک میں

داخلہ ہوتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند ، مظاہر العلوم سہارن پور ، دارالعلوم ڈابھیل ، مدرسہ شاہی مراد آباد اور مدرسہ عربیہ دہلی کے سند یافتہ علماء کرام شریک درس ہوتے رہے ۔ قیام پاکستان سے پہلے علماء کی تعداد دو سو اور اڑھائی سو کے درمیان ہوتی ۔ بعد ازاں جن طلبہ کو پاسپورٹ مل جاتا وہ شریک ہوتے ۔ مشرقی پاکستان خیرالمدارس ملتان ، جامعہ اشرفیہ لاہور ، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے علماء بھی شامل ہوتے رہے ۔ اس کے علاوہ ملایا ، انڈونیشیا ، ایران ، افغانستان ، روس ترکستان اور دیگر اسلامی ممالک کے علماء بھی شرکت کرتے رہے ۔ سندات فارغ التحصیل علماء کو دورۂ تفسیر کے اختتام پر دی جاتی ہیں ۔ان پر حضرت مولانا حسین احمد مدنی[ا]

[ا] حضرت مولانا حسین احمد مدنی کی ولادت ١٩ شوال ١٢٩٦ھ مطابق ١٢ اکتوبر ١٨٧٩ء دو شنبہ اور سہ شنبہ کی درمیانی شب بوقت ١١ بجے بمقام بانگر مئو ضلع اناؤ میں ہوئی ۔ آپ نسبتاً حسینی سید تھے ۔ آپ کے والد ماجد (خبیر) کشف وکرامت عالم ربانی تھے اور والدہ محترمہ پابند شریعت صابرہ ذاکرہ شاغلہ گویا کہ رابعۂ وقت تھیں ۔ آپ چلتا پھرتا کے ذہین تھے ۔ ١٣١٢ھ میں والد محترم کی معیت میں دیار رسول اللہ میں چلے گئے ۔وہاں رہ کر علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی ۔ مولانا رشید احمد گنگوہی (علیہ الرحمۃ) نے آپ کو سلاسل اربعہ میں بیعت فرمایا ۔ سترہ سال مسجد نبوی میں رہے ۔ درس حدیث دیتے رہے ۔ حضرت شیخ الہند کے ساتھ مالٹا کی اسارت میں رہے ۔ تہذ و بند میں قرآن مجید حفظ کیا ۔ ٣١ سال تک دارالعلوم (دیوبند) میں درس حدیث دیا ۔ آپ جنگ آزادی کے مجاہد کبیر تھے ۔ یہ پیکر حریت منبع علم و عرفان ١٣٧٧ھ/

حضرت انور شاہ کاشمیری[1] مرحوم اور مولانا شبیر احمد عثمانی[2] کے دستخط ثبت ہوتے ہیں ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ سابق :۔ مطابق ۱۹۵۷ء منہاج نبوتؐ پر چلتا چلتا عالم بقا کی منزل (جنت الفردوس) پر نہایت کامیابی سے جا پہنچا ۔

" تیس بڑے مسلمان " ؛ عبدالرشید ارشد ، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ

[1] حضرت مولانا سید انور شاہ کاشمیری قدس سرہ :۔ ۲۷ شوال الکرم بروز شنبہ بوقت صبح بمقام دودھواں علاقہ لولاب کشمیر پیدا ہوئے ۔والدہ سے قرآن پاک اور فارسی کی چند کتب چھ سال کی عمر میں ختم کر لیں ۔ ایک صاحب فراست نے آپ کو دیکھ کر فرمایا " یہ بچہ اپنے وقت کا رازی اور اپنے زمانے کا غزالی بنے گا " آپ نے خود فرمایا کہ میں بارہ سال کی عمر میں فتوی دینے لگا تھا ۔ آپ کے اساتذہ شیخ الہند مولانا خلیل احمد اور مولانا محمد اسحاق رحمہم اللہ اجمعین ہیں ۔ حضرت شاہ جی مرحوم اور حضرت تھانوی نے فرمایا " حقانیت اسلام کی دلیلوں میں ایک دلیل حضرت مولانا انور شاہ صاحب کا امت مسلمہ میں وجود ہے " تمام عالم اسلام کے فضلا حکماء محدثین مفسرین فقہا اور محققین آپ کی مدحت سرائی میں رطب اللسان ہیں ۔

بیس بڑے مسلمان ؛ عبدالرشید ارشد ، ص ۳۷

[2] رئیس المفسرین حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم ؛ شیخ الاسلام علامہ عثمانی عشرہ محرم ۱۳۰۵ھ میں پیدا ہوئے ۔ حضرت شیخ الہند کے شاگرد ، ۱۳۴۴ھ میں شاہ حجاز کی دعوت پر حجاز مقدس گئے ۔وہاں حرم میں تقریریں کیں ۔ تفسیری نکات میں آپ کا مثیل شاید و باید ۔ آپ کا مرتب کردہ حاشیہ قرآن حکیم قرون اولی سے لے کر اب تک تمام تفاسیر کا جامع مجموعہ ۔

" بیس بڑے مسلمان " بر مختلف صفحات ہر دو حالات سہ بزرگان دین مذکورہ بالا ؛ عبدالرشید ارشد

" تاریخی سعادت "

اس موقعہ پر ایک تاریخی سعادت کا ذکر بھی ضروری ہے ۔ مدرسہ قاسم العلوم کی عمارت کی تعمیر و تکمیل کے بعد حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ نے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رئیس المفسرین کو مدرسہ کے افتتاح کے لئے دعوت دی ۔ مولانا ممدوح تشریف لائے ۔ مدرسہ کی تمام منزلوں میں قرآن مجید کے نسخے رکھے گئے ۔ تمام حضرات نے مل کر قرآن پاک کی تلاوت کی ۔ حضرت عثمانی بھی بڑی دیر تک تلاوت فرماتے رہے ۔ اس طرح سے اس اسلامی جامعہ کا آغاز ہوا ۔

" نقل سند "

جو علماء کرام کو قرآن مجید میں کامیاب ہونے پر دی جاتی ہے اور یہ اصل حضرت سید انور شاہ رحمۃ اللہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے لکھی ہے[1] ۔

یا علیم　　　　　　　　　　　　　　یا خبیر

سند تفسیر القرآن العزیز من مدرسہ قاسم العلوم المتعلقہ بجمعیتہ خدّام الدین

بسم اللہ الرّحمن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الانسان وعلمه البیان ۔ ثم جعله خلیفۃ فی الارض حاکماً علی الطول والعرض والذی وضع المیزان وانزل الفرقان ۔ لیحی من حیّ بیّنۃ ویھلک من ھَلَکَ عن بیّنۃ ۔ ولیفرق بین اولیاء الرحمۃ و اولیاء الخذلان ۔ الذین عدلوا عن سنۃ اللہ و تنکبوا عن الفرض والصّلوۃ والسلام علی خیر خلقه و خیرۃ خلیفته ۔ عبدہ ورسوله الھادی لطریقته ۔ نبی الانبیاء وخطیبھم و خاتمھم وصاحبھم وحاشرھم ۔ الذی بعدہ

---

۱ ۔ از دفتر انجمن خدام الدین ۔ شیرانوالہ ۔ لاہور

لواء الحمد ومقامه المحمود كان اول النبيين وبعث من آخرهم متمماً لمكارم الاخلاق ومحاسن الاتصاف - ومختتماً لمظاهر الجمال والكمال وعلى آله واصحابه كلما ذكره الذاكرون صلوة دائمة الى اليوم الموعود - اما بعد - فان من آيات الله من آيات الله البينات في بسيط الارض كتابه المنير - ووحيه البشير النذير - وهو قرآنه المجيد - وفرقانه الحميد - الذي لا تنقضي عجائبه ولا تنفد رغائبه - الا وهو واسطة بينه وبين مخلوقه - ورابطة الى حضرته وحظيرة قدسه - وهو انفاسه الرحمانية من فيه وانسه وكان خيرالناس بنص خيرالناس من علمه وعلمه وخدمه وكان من من الله ان وفق اخانا في دين الله المولوى ---------------- لاخذ ترجمته وتفسيره - في جمعية خدام الدين التي نشأت في بلدة لاهور لخدمته وظهرت بركاته وبحصرت ثمراته - فنبع الجزء الآن على امضا السند والاسناد ولمن وفق بتحصيل (للتحصيل) تفسير القرآن من خيرالعباد - ووجدناه اهلاً لذالك وخليقاً له - نشراً للمعارف وبسطاً للعوارف - ونوصيه بتقوى الله في السر والعلانية وان ينصح له وللدين ولعامة المسلمين وللائمة والله المنبه وان يدعوا لنا في اوقاته الصالحة والله الموفق وبه نستعين -

مـــــــــــــــدرسه قاسم العلوم

امضاءات العلماء

محمد انور شاه عفى الله عنه
شيخ الحديث جامعه اسلاميه ڈابھیل

شبير احمد عثمانى عفا الله عنه
شيخ التفسير جامعه اسلاميه ڈابھیل -

متعلقه
انجمن خدام الدين
دروازه شيرانواله لاهور

امضاءات العلماء

ننگ اسلاف حسين احمد غفرله
شيخ الحديث جامعه اسلاميه
دارالعلوم ديوبند

احقر الانام احمد علي عفي عنه
امير انجمن خدام الدين
لاهور

مدرسہ قاسم العلوم کے دیگر شعبہ جات[1]

درس عمومی اور درس خصوصی کا ذکر تو سابقہ صفحات میں آ چکا ہے - اب ہم باقی شعبہ ہائے مدرسہ کا مختصر ذکر کرتے ہیں :

حفظ و ناظرہ :- بچوں کے لئے حفظ و ناظرہ قرآن مجید پڑھانے کا انتظام بطریق احسن موجود ہے - ۱۳۵۴ھ سے یہ سلسلہ نہایت اہتمام سے جاری ہے - حفاظ اور قرّا کا تقرر کیا جاتا ہے - بچے مدرسہ اور مسجد میں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور آج تک سیکڑوں اس شعبہ میں کامیاب ہو چکے ہیں -

فنی تعلیم و تربیت :- ابتداء میں فنی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا گیا تھا - مگر چند وجوہات کی بنا پر اس کو بند کرنا پڑا -

مدرسۃ البنات :- ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۵ء میں انجمن نے طالبات کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا - یہ ۱۲ کمروں پر مشتمل ہے - مدرسہ میں دینی تعلیم کا ہشت سالہ نصاب رائج ہے جس میں اسلامی عقائد و ارکان - کلام اللہ مع ترجمہ درس حدیث - سیرۃ النبی اور سیرۃ خلفائے راشدین شامل ہیں - علاوہ ازیں تعلیم خانہ داری اور کشیدہ کاری بھی نصاب میں شامل ہیں - مدرسۃ البنات کے دو شعبہ جات ہیں

الف : ایک شعبہ ان طالبات کے لئے ہے جو کسی اور مدرسہ میں تعلیم نہیں پاتیں -

ب : دوسرا شعبہ جزو وقتی طالبات کے لئے ہے - جو سرکاری مدارس میں زیر تعلیم ہیں اور دوپہر کے بعد مغرب تک اس مدرسہ میں دینی تعلیم

---

۱ - از دفتر انجمن خدّام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

حاصل کرتی ہیں - طالبات سے فیس نہیں لی جاتی -

مدرسۃ البنات میں تقریباً پانچ سو طالبات زیر تعلیم ہیں - اور تیرہ استانیاں کام کر رہی ہیں - جن میں چند ایک حضرت مولانا کی شاگرد ہیں - یہ استانیاں دس روپے ماہانہ سے بیس روپے ماہانہ پر رضاکارانہ کام کرتی ہیں - صرف خیاطی کی انچارج معلّمہ کا مشاہرہ چالیس روپے ماہوار ہے - مدرسۃ البنات پر کل تہتّر ہزار روپے خرچ آیا تھا اور اس سلسلے میں کبھی کوئی چندہ نہیں مانگا گیا - مدرسہ کا خرچ انجمن کی غیر منقولہ جائیداد کے کرایہ سے پورا ہو جاتا ہے - الحمد للّٰہ ۔

<u>میزانیہ اور جائیداد</u> :- مدرسہ قاسم العلوم کا نہ کوئی سفیر ہے اور نہ اس کے لئے چندہ کی اپیل کی جاتی ہے - حضرت کے حلقۂ ارادت کے مخیّر حضرات از خود اعانت کرتے ہیں - حضرت خود انجمن سے تنخواہ یا سفر خرچ وغیرہ وصول نہیں کرتے تھے - مدرسہ پر کل پچاس ہزار روپیہ خرچ ہوا تھا - ریاست بہاول پور کے ایک متمول آدمی میجر اللہ دتہ صاحب نے اپنی نو تعمیر کردہ تین منزلہ عمارت انجمن خدام الدین کے نام وقف کر دی تھی جس کی قیمت ایک لاکھ بیس ہزار روپے ہے - اس کی صرف نچلی منزل کا کرایہ دو سو روپے ماہوار ہے - اس سے مدرسۃ البنات کا خرچ پورا ہو جاتا ہے - کل غیر منقولہ جائیداد دو لاکھ پچاس ہزار روپے سے زاید ہے -

<u>کتب خانہ</u>[1] : مدرسہ قاسم العلوم کے ایک وسیع و عریض کمرے کو کتب خانہ کی حیثیت دے رکھی ہے - یہ کتب خانہ تمام متداولہ علوم و فنون درسیہ کی کتابیں

---

[1] از مدرسہ قاسم العلوم (لاہور) ـــ دفتر لاہور

سے بھرا پڑا ہے ۔ یہ حضرت کی تبحر علمی کا ایک بیّن ثبوت ہے ۔ نہایت حفاظتی انتظامات سے شیشہ دار الماریوں کا اہتمام کیا گیا ہے چونکہ کتب متنوع شعبہ ہائے علم سے متعلق ہیں لہذا الماریاں بھی اسی لحاظ سے تقسیم کی گئی ہیں اور ہر شعبہ کا جلی قلم سے نام لکھا گیا ہے ۔ ہم کتب کی تعداد درج کرتے ہیں ۔ کتابیں چرمی جلدوں میں محفوظ ہیں ۔ راقم الحروف نے خود کتب خانہ میں جا کر درج ذیل فہرست تیار کی ہے :

نمبر شمار	شعبہ	تعداد کتب
۱	تصوّف	۱۲۲
۲	حدیث	۳۰۵
۳	تفاسیر ۔ فن تفسیر	۲۷۱
۴	کتب فرق باطلہ و تردید ایشاں	۲۹۸
۵	فن ادب و لغت	۵۳
۶	سوانح حیات	۵۲
۷	فقہ	۱۱۲
۸	فن تاریخ	۱۸۵
۹	اصول حدیث	۷
۱۰	فن طب و ریاضی	۲۰

شعبۂ اشاعت

حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ اپنے مترجم اور محشی قرآن کے پہلے صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں :

" انجمن خدام الدین بفضلہ تعالیٰ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت ہے ۔ ١٣٢٠ھ میں یہ قائم ہوئی ۔ اس کا مقصد اشاعت کتاب و سنت ہے "۔ رسائل کے متعلق حسب ذیل عبارت ہے ۔

" رسالوں اور کتابوں کے ذریعے تحریری تبلیغ کرنے کا شعبہ ایک ہے ۔ایسے رسائل بفضلہ تعالیٰ ١٣٢٠ھ سے ١٣٦٩ھ تک ٣٣ کی تعداد میں شائع ہو چکے ہیں جن کی مجموعی تعداد اس وقت آٹھ لاکھ دس ہزار تک پہنچ چکی ہے ۔ یہ رسالہ جات مفت تقسیم ہوتے ہیں ۔ پاکستان اور بیرون پاکستان ان کی افادیت کی وسعت ہے ۔علاوہ (ازیں) پانچ چھوٹی سورتوں کی تفسیر ٢٥٠٠٠ کی تعداد تک شائع ہو چکی ہے ۔عمومی دروس کے اہم مضامین کو بھی یکجا کرکے شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جن میں ہر سورہ کا عنوان ہر رکوع کا خلاصہ ،اس کا ماخذ ، آیات کا ربط ، واقعات

جزئیہ سے قواعد کلیہ کا استنباط وغیرہ وغیرہ ۔

رسائل کی فہرست حسب ذیل ہے

ان رسائل کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب بھی شائع ہو چکی ہیں۔

۱ ۔ خلاصہ مشکوٰۃ شریف از مولانا احمد علی

۲ ۔ خطبات جمعہ (۸ جلدیں)

۳ ۔ مجالس ذکر مواعظ ۸ جلدیں

۴ ۔ مجموعہ تفاسیر (سورہ معوذتین ۔کوثر ۔ سورہ قریش ۔ سورۂ عصر ۔

سورۂ علق)

۵ ۔ ترجمہ قرآن مجید مصدقہ (دیو بندی ۔ بریلوی ۔ اہلحدیث اور شیعہ

حضرات)

۶ ۔ قرآن مجید مع حاشیہ

۷ ۔ انگریزی رسائل حسب ذیل[1] شائع ہو چکے ہیں :

1. Islam and Ahmadism
2. Wisdom of the Quran
3. .... do II
4. Quranic conceptions of National solidarity and international peace.
5. Quran and Science.
6. Preaching of Islam.
7. Reforms of Muslim Society.
8. Spirit of Islamic Culture.
9. The Quranic origin of the Islamic polity.
10. The secret of inviolable of the five prayers.
11. Islam's solution of the Basic Economic problems.

---

[1] ریکارڈ از دفتر خدام الدین ، شیرانوالہ دروازہ ، لاہور

مذکورہ بالا ہر نوع کی اشاعت کے متعلق ہم انشاءاللہ کسی مناسب موقعہ پر سیر حاصل تبصرہ کریں گے تاکہ ان کے افادات عام نظروں کے سامنے آسکیں ۔

عربی پڑھنے والے طلبہ

دورۂ تفسیر میں شامل ہونے والے علماء کرام کے علاوہ مدرسۂ قاسم العلوم میں عربی پڑھنے والے طلبہ کو بھی داخل کیا جاتا تھا ۔ ۱۹۲۲ء میں مولانا جب دوسرے حج پر تشریف لے گئے تو صوفی محمد یوسف ایم ۔ اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کو اپنا قائم مقام بنا گئے ۔مولانا کی عدم موجودگی میں طلبہ نے چند بے ضابطگیاں کیں اور صوفی صاحب کی انتہائی کوشش کے باوجود طلبہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے ۔ حضرت مولانا جب بخیر و خوبی حج سے واپس آئے تو آپ نے جو فیصلہ کیا یہ لوگ اس پر بھی مطمئن نہ ہوئے ۔ لہذا طلبہ کی اس بے راہروی سے اراکین انجمن سخت دل برداشتہ ہوئے اور آخر کار اس شعبہ کو بند کرنا پڑا ۔

انجمن کے اراکین نے ایک نئی تجویز پر عمل کرنے کا حسب ذیل فیصلہ کیا

"خاص حضرات کے پرائمری پاس بچوں کو داخل کیا جائے اور ان کو چھ سال کے اندر قرآن حکیم کا مکمل ترجمہ ، مشکوٰۃ شریف ، کنزالدقائق اور منطق میں قطبی وغیرہ تک تعلیم دی جائے اس دینی تعلیم کے علاوہ لکڑی ، لوہا ، کتابت اور تجارت کے فنون سیکھنے کا بھی انتظام کیا جائے ۔"

اب اس تجویز پر عمل شروع ہوگیا ۔ دو تین سال کے بعد جب بچے دو تین روپے بوجھ کمانے کے قابل ہوجاتے تو والدین بچوں کو مدرسے سے ہٹا کر کاروبار پر

لگا لیتے اور باوجود سمجھانے بجھانے کے اپنی روش پر قائم رہتے ۔ والدین کی اس دنیاوی رویہ کو دیکھ کر انجمن کے ارباب حل و عقد کو نہایت مجبوری کے عالم میں یہ عطیہ بھی بند کرنا پڑا "

مولانا کا تیسرا حج

۱۹۲۸ء کو مولانا بفضلِ ربِ کریم تیسرے حج کے لئے تیار ہوگئے ۔ آپ کے رفیق سفر مستری رحیم بخش مرحوم تھے ۔ مستری مرحوم آپ کے یار غار تھے ۔ لہذا یہ مبارک سفر بھی بڑی طمانیت خاطر سے گزرا ۔

حضرت سندھی[1] سے ملاقات

حضرت سندھی اپنی ہجرت اور جلا وطنی کے دوران یورپ کے مختلف ممالک (روس ، ترکی ، وغیرہ) کی سیاحت کے بعد مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے ۔ اس موقعہ پر ہندوستان کی چند مقتدر شخصیتیں حج بیت اللہ کے لئے مکہ مکرمہ میں حاضر تھیں ۔ ان میں خواجہ عبدالحئی دہلوی ، مولانا ظفر علی خاں مرحوم بھی

---

[1] پیشتر ازیں بابو منظور سعید صاحب کی بیاض کا تعارف کرایا جا چکا ہے ۔ حضرت مولانا احمد علی نوراللہ مرقدہ کی پیدائش سے لے کر آپ کے تیسرے حج تک کی تمام واقعات زندگی حضرت نے خود اپنی فرصت میں بابو منظور سعید صاحب کو نقل کروائے لہذا سابقہ حالات کی ثقاہت میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے ۔ اس کے بعد تا وفات تمام واقعات کے مختلف مآخذ ہیں ۔ بہر صورت ہر واقعہ کو مقالہ میں شامل کرتے ہوئے پوری حزم و احتیاط سے کام لیا جائے گا ۔ (راقم الحروف اصغر)

میدان عمل

یعنی مذہبی اور سیاسی تحریکات

شامل تھے ۔ یہ حضرات ضروری عبادات کے بعد آپس میں بیٹھ کر تبادلۂ خیالات فرماتے اور حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ بھی ان حریت نواز مباحث اور پاکیزہ خیالات سے مستفیض ہوتے ۔ چونکہ آپ ایام حج سے پہلے ہی مدینۂ منورہ کی زیارت سے فارغ ہو چکے تھے لہٰذا آپ کو حج کے بعد مکہ معظمہ رہنے کا صرف چند دن ہی موقعہ ملا ۔ اس قلیل مدت میں حضرت خواجہ اپنے دیرینہ مربی و محسن کی صحبت سے پوری طرح سیری حاصل نہ کر سکے ۔

ے حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

"میدان عمل"

یعنی

— مذہبی اور سیاسی تحریکات —

ے زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ ستیز !

آج ہمارے سامنے حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ کی اس مثالی زندگی کا بے نظیر مرقع ہے جس کی وسعتوں میں عالمانہ تبحر ، فقیہانہ تفکر ، مفسرانہ تدبر ، خطیبانہ حسن تکلم ، قلندرانہ فقر غیور ، مسلمانہ متانت ، عارفانہ رنگ عبدیت اور مجاہدانہ ولولے موجود ہیں ۔ ایسی جامع صفات ہستیاں صدیوں کے بعد منصۂ شہود پر جلوہ گری کرتی ہیں ۔ یقیناً آپ کی حیات مبارک کا خمیر جلال و جمال علم و عرفان اور خسروی ، درویشی کا ایک حسین امتزاج رکھتا ہے ۔

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

ہم مولانا کی ملکی، ملّی اور مذہبی خدمات کے سلسلے میں گفتگو کرنے سے پہلے ایک شجرہ حریت پیش کرتے ہیں تاکہ اس پر سرسری نظر ڈالنے والا حضرت لاہوری کی زندگی کے زندہ و تابندہ نقوش کو ظاہر و باہر دیکھ سکے۔ اور پھر آپ کی حیات ولایت آثار کا الحاق تاریخی شواہد سے اس جماعت سے ثابت ہو سکے۔ جس کے ہر فرد کی روح جذبۂ حریت، بیباک صداقت سرفروشی و جانسپاری اولوالعزمی ۔للّٰہیت اور فدائیت سے بیتاب رہتی تھی ۔ یا یوں کہئیے امت مسلمہ کا وہ منتخبۂ روزگار قدسی گروہ جس کے متعلق زبان مصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے احیائے دین کے سلسلے میں ارشاد فرمایا تھا "علماء امتی کالانبیاء بنی اسرائیل" ہر ایک صداقت کا پتلا اور امامتِ دوراں کا سزاوار

این خانہ ہمہ آفتاب است!

ہندوستان کی تاریک فضاؤں میں مجددیت کا آفتاب اپنے عہد میں نصف النہار پر چمکا اور عالم اسلام میں بسنے والوں کے قلوب و ارواح کو حسب توفیق ایزدی منوّر کر گیا۔

نسب نامہ علم و حسب ہند

مجدد ملت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی

شاہ عبدالعزیز — شاہ عبدالقادر — شاہ رفیع الدین — شاہ عبدالغنی

شاہ اسماعیل شہید

شیخ الآفاق شاہ محمد اسحاق — شاہ محمد یعقوب — سید احمد بریلوی

نواسہ — نواسہ

شاگرد

شاہ اسمٰعیل شہید
مرید

شاہ عبدالغنی محدث دہلوی

حجۃ الاسلام مولانا
محمد قاسم نانوتوی مرحوم

امام ربانی مولانا
رشید احمد گنگوہی مرحوم

قطب ربانی شیخ الہند
حضرت مولانا محمود حسن مرحوم

جنگ آزادی
تحریک ریشمی رومال کے دو اہم مراکز

شیخ المشائخ	قطب الاقطاب
سلطان العارفین	ابو الحسن شاہ سید
خلیفہ غلام محمد	تاج محمود المعروف
دین پوری مرحوم	حضرت امروٹی

امام انقلاب حضرت مولانا
عبیداللہ سندھی

قطب الاقطاب امام الاولیاء
حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی قدس سرہ

۱ ـ مرتبہ کنندہ از حافظ حسین احمد ہفت روزہ خدام الدین ۹۲

دین و سیاست

وہ لوگ جو اپنی کوتاہ بینی ، غلط فہمی اور سفاہت سے علماء حق کو میدان سیاست میں سست گام اور ناکام سمجھنے کے توہمات میں پھنسے ہوئے ہیں واقعات کی روشنی میں یقین کرلیں کہ تمام ادوار حیات میں علماء خیر نے مذہب و سیاست کو ایک ہی چشمے کے دو دھارے اور ایک ہی تنے کی دو شاخیں سمجھا ہے ۔ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی جامع شریعت لے کر دنیا میں جلوہ افروز ہوئے جنگ میں عاکریں سے لے کر خلافت راشدہ تک کے تمام شعبے اسلام ہی اسلام ہیں ۔ حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرے کا تصوّر اسلام کی تمام حقیقتوں کی عکاسی پیش کر رہا ہے ۔ اس رشک عرش حجرے کے فرش پر جہاں عبودیت و نیازمندی کے اظہار کے لئے مصلّٰی بچھا رہتا تھا وہاں اس کی مبارک دیواروں پر ہر طرف شمشیر و سناں ، تیر و تفنگ اور زرہیں لگی ہوئی نظر آتی تھیں ۔ مدینۃ الرسول وہ مقدس مرکز تھا جہاں سے دنیا بھر کے فقہاء محدثین ، مفسرین متکلمین ، مردان پاکباز ، اتقیائے امت ، مجاہدین اسلام اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر معاویہ جیسے سیاست داں پیغام ہدی لے کر جاتے تھے اور تا قیام قیامت کائنات ارضی کے باشندوں کی فلاح و اصلاح کا نظام اسی حجرہ نشیں صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پاپوش کے تسمے سے بندھا ہوا ہے ۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور عقدہ وروں سے کھل نہ سکا

وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں ۱؎

ہم اس مقام پر غیر مسلم دانشوروں کے ایک دو اقوال پیش کرنے میں جن

سے سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن کے اوصاف منظر عام پر آتے ہیں :

۱؎ حضرت مولانا ظفر علی خاں مرحوم ایڈیٹر اخبار زمیندار

2. "Secondly, there is Muhammad's wisdom as a statesman. The conceptual structure found in the Qur'an was merely a framework. The framework had to support a building of confrete policies and concrete institution. In the course of this bakik book much has been said about Muhammad's for-sighted political strategy and his social reforms. His wisdom in these matter is shown by the rapid expansion of his small state to a world-empire and by the adaptation of his social institutions to many different environments and their continuance for thirteen centuries."

اس کتاب کے اسی صفحہ کے آخری پیرا کی چند سطور ملاحظہ ہوں ؛ مشک آں است کہ خود ببوید

The more one reflects on the history of Mohammad and of early Islam, the more one is amazed at the vastness of his achievements. Circumstances presented him with an opportunity such as few men have had, but the man was fully matched with the hour. Had it not been for his gifts as seer, statesman, and administrator and behind these, his trust in God and from belief that God had sent him, a notable chapter in the history of mankind would have remained unwritten. It is my hope that this study of his life may contribute to a fresh appraisal and appreciation of one of the greatest of the sons of Adam."

(Muhammad is a moral examplar   صفحہ ۲۲۲ پر مذکورہ مصنف :

Mohammad set a shining example to his people. His character was pure and stainless. His house, his dress, his food ___ they were characterized by a rare simplicity. So unpretentious was he that he would receive from his compassions no special mark of reverence, nor would he accept any service from his slage which he could himself. He is accessible to all and at all times. He visited the sick and was full of sympathy for all. Unlimited was his anxious care for the welfare of the community."

(Muhammad and teachings of Quran, p. 119 by John Davenport (Above mentioned lines have been written by Gustav Weil.)

علامہ اقبال نے "دین و سیاست" کے عنوان سے اپنی معرکۃ الآراء نظم میں فرمایا ؎

ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری ہوس کی وزیری [1]

آخری شعر میں اسلام کی جامعیت کو نہایت معنی خیز مگر مختصراً الفاظ میں بیان فرمایا

یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا
بشیری ہے آئینہ دار نذیری [2]

اسلام نے قرآن پاک اور تلوار کو ایک دوسرے کا محافظ قرار دیا ہے

ایں دو قوت حافظ یک دیگر اند
کائنات زندگی را محور اند [3]

---

[1] بال جبریل : علامہ اقبال ص ۱۲۰ [2] ایضاً
[3] جاوید نامہ فارسی (نظم قصر شرف النساء) : علامہ اقبال ص ۱۸۲

بقیہ حاشیہ صفحہ :

جمعیۃ علماء ہند کا قیام

۱۹۱۹ء پہلا سال[لہ] ہے جس میں پر امن جدوجہد کا آغاز ہوا ۔ انقلاب و حریت کے مشورے جو خفیہ ہوا کرتے تھے اب ان کے اجلاس منعقد ہونے لگے وطنی مطالبات کے لئے انڈین نیشنل کانگرس تھی جس میں جملہ زعماء ہند نے شرکت کی ۔ خلافت اسلامیہ سے متعلق اس سال خلافت کمیٹی قائم کی گئی ۔ تحفظ اور سیاسیات میں مذہبی حیثیت سے مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے جمعیۃ العلماء ہند قائم کی گئی جس کا پہلا اجلاس ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء زیر صدارت مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلہ امرتسر میں ہوا ۔

ہندوستان کی سیاست محض چاپلوسی ، خوشامد ، اظہار وفاداری تک محدود ہو چکی تھی ۔ ۱۸۵۷ء میں علماء حق کے ساتھ جو بہیمانہ سلوک کیا گیا اور جس بے دردی کے ساتھ علماء ہند کو پھانسی اور جلا وطنی کی وحشیانہ سزائیں دی گئی تھیں ، اس کا قدرتاً یہی اقتضاء تھا کہ اکثر علماء مجبوراً گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے لگے ۔ چونکہ مسلمانوں کی سیاست نے ۱۹۱۹ء میں پھر پلٹا کھایا اور خوشامد و تملّق کی پالیسی تبدیل ہوئی اور علماء ملت نے دوبارہ سیاسی میدان میں قدم رکھا اور جمعیۃ علماء ہند کا قیام کیا گیا ۔

لہ کتاب " علماء حق " عبارت نقل از انوار ولایت ص ۱۳۸ و ۱۲۷ سوانح حیات مولانا احمد علی مرحوم

حضرت لاہوری مولانا احمد علی نوراللہ روحہ جمعیت علماء ہند کی ورکنگ کمیٹی کے از ابتداء تا تقسیم ملک ممبر رہے اور سابق صوبہ پنجاب کی جمعیت علماء کے ہمیشہ ہی صدر رہے ۔ المختصر آپ ہمیشہ وقت آشہ و حریت کی آغوش میں پرورش پاتے رہے ۔ [1]

خاکسار تحریک [2]

حق و صداقت کی تائید مسلمانوں کا فرض ہے ان کی زندگی "قوامین بالقسط شہداء للہ" [3] کی عملی تصویر ہونا چاہیئے ۔ صداقت کی جھلکیں خواہ مخالف لوگوں کے کردار میں نظر آئیں ۔ عدل و انصاف کا اقتضاء یہ ہے کہ ان کی تائید کی جائے اور تعصب بے جا اور فرقہ پرستی کے جذبات کو منصفانہ روش حیات میں حائل نہ ہونے دیں ۔

مندرجہ ذیل واقعہ مولانا لاہوری کی حق نوازی اور قائم بالقسط رہنے کی ایک زندہ مثال ہے اور آپ کے کردار کی عظمت کا بہت بڑا شاہکار ہے ۔

---

[1] کتاب روشن مستقبل ص ۲۸۵ عبارت نقل از انوار ولایت ص ۱۲۰ ، ۱۲۹

[2] حضرت مولانا عبیداللہ انور مد ظلہ العالی ، حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے منجھلے صاحبزادے ہیں ۔ فاضل دیوبند جمعیۃ الطلباء اسلام (پنجاب) کے صدر اور مولانا کے جانشین ہیں ۔ وہ اس واقعہ کے راوی ہیں ۔

[3] یایھاالذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علی انفسکم اوالوالدین والاقربین ــ الخ ــــ سورہ ۴ ، آیت ۱۳۵

خاکسار تحریک کے بانی علّامہ عنایت اللہ خاں مشرقی دماغی قوتوں کے اعتبار سے ایک غیر معمولی ذہانت کے حامل تھے ۔ ان کی طالب علمی کا عہد بڑی ناموری اور جاذبیت رکھتا ہے ۔ انہوں نے چند اسلامی کتب (تذکرہ ۔ اشارات وغیرہ) لکھیں ۔ علماء حق نے علّامہ کے نظریات و توجیہات کو اسلامی روایات کی روشنی میں پرکھا ۔ اخبارات ، رسائل اور عام جلسوں میں علّامہ موصوف کی قابل اعتراض عبارتوں پر تنقیدیں ہوئیں ۔ حضرت مولانا نے بھی اس قباحت کی کوتاہیوں سے عوام کو آگاہ کیا اور ایک چھوٹا سا رسالہ بھی اس سلسلے میں چھپوایا ۔

خاکسار تحریک نے پنجاب کے تمام شہروں میں زور پکڑا تو گورنمنٹ نے اس کی سرکوبی کے لئے قدم اٹھایا ۔ ان کے جلسوں اور جلوسوں پر پابندیاں عائد کی گئیں ۔ خاکساروں نے حکومت کے حکم کی خلاف ورزی میں جب لاہور میں جلوس نکالا تو حکومت نے ان کو روکا (نولکھے) کی نہر کے پاس خاکسار تحریک کے رضاکاروں اور پولیس کے درمیان تصادم ہوا ۔ لاہور سٹی کا انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس اس حادثے میں زخمی ہوا ۔ خاکساروں پر گولی چلائی گئی اور کئی ایک خاکسار شہید ہوئے ۔ حکومت کے رویّہ پولیس تشدد پیدا ہوا ۔ عام گرفتاریاں شروع ہوئیں ۔ خاکساروں نے گرفتاری سے بچنے کے لئے شہر کی مساجد میں پناہ لی ۔ حضرت لاہوری کی مسجد لائن سبحان خاں میں بھی خاکسار جا گھسے ۔

وزیر اعظم پنجاب سر سکندر حیات خاں[1] نے شہر کے علماء کو بلایا ۔ یہ وفد حضرت مولانا کی قیادت میں وزیر اعظم کو ملا ۔ سر سکندر حیات خاں نے مولانا کو

---

۱ ۔ خاکسار تحریک کے راوی حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب ہیں ۔ انہوں نے تمام حالات اپنے والد محترم کی زبانی سنے اور اکثر واقعات میں خود بطور شریک رہے ۔

حاکمانہ انداز میں کہا کہ آپ نے ہماری سرکار کے باغیوں کو اپنی مسجد میں پناہ دے رکھی ہے ۔ حضرت نے نہایت بے باکی سے فرمایا :

" خاکسار آپ کی سرکار کے باغی میں لیے ۔ میری سرکارؐ مدینہ کے باغی تو نہیں ہیں ۔"

آپ ناراضگی کی صورت میں وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے ۔ وزیر اعظم کی چائے کی دعوت میں شرکت نہ فرمائی ۔ آخر کار واپسی پر وزیر اعظم کی طرف سے سواری کے لئے کار کی پیشکش کی گئی تو آپ نے اسلامی غیرت سے فرمایا

" آپ کی کار میں پاؤں رکھنا میرے جوتے کی توہین ہے "

حکومت نے اگلے دن آپ کو نظر بند کر کے بجیں ۔ سی پی کی طرف بھیج دیا لیکن علی الصبح لاہور سے شائع ہونے والی تمام اخبارات میں مولانا کا فتویٰ جلی حروف میں لکھا ہوا پڑھا گیا

" مسلمان مصیبت کے وقت مساجد کو بطور قلعے کے استعمال کر سکتے ہیں ۔"

ناموس مصطفیٰؐ کا تحفظ

ہم حضرت حسّانؓ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک رباعی[1] سے اس واقعہ کی تمہیدی سطور پیش کرتے ہیں ۔ یہ اشعار عہد رسالت کے محبوب ترین

---

١ ۔ قصائد حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت حسّان بن ثابت دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر تھے ۔ حضور اکرم ان کے اشعار سن کر خوش ہوتے اور دعائیں دیتے تھے ۔

شاعر کی روح کی گہرائیوں سے نکلی ۔ انہوں نے مہر نبوت کو عقیدت کی نگاہوں سے ساری زندگی دیکھا تو یہ اشعار لکھے ۔ اب قیامت تک یہ رباعی نور ایمان بن کر مسلمانان عالم کے سینے میں چمکتی رہے گی ۔

واحسن منک　　لم تر قطّ عینی

واجمل منک　　لم تلد النسـاء

خلقت مبرّأً　　من کلّ عیـب

کانک قد　　خلقت کما تشـاء

اب ہماری صدی کے حکیم الامت کا الہامی کلام سنیے :

وہ دانائے سبل ، ختم الرسل ، مولائے کل جس نے

غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سیـــنا

نگاہ عشق و مستی میں ، وہی اوّل وہی آخـــر

وہی قرآں وہی فرقـــاں ، وہی یٰسیں وہی طٰہٰ [1]

لہٰذا یہ نہیں ممکن ہے کہ کوئی شقی الازل ناموس مصطفی صلی اللّٰہ علیہ وسلم پر ہاتھ ڈالے ۔ اور نوّے کروڑ شمشیران برہنہ اسکے پرخچے اڑانے کے لئے فضائے عالم میں نہ لہرائیں اور کوئی زبان آپ کی شان رسالت کے خلاف کھلے تو اسکو حلق سے کاٹ کر باہر نہ پھینکا جائے ۔

---

[1] بال جبریل ، علامہ اقبال ، ص ۲۱

۱۹۳۱ء کے شروع میں میکلیگن انجینئرنگ کالج لاہور کے انگریز پرنسپل نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخانہ اظہار خیال کیا۔ مسلمان طلباء نے اس نازیبا حرکت پر فوری طور پر احتجاج کیا مگر ان کے احتجاج کا خاطر خواہ جواب نہ ملا۔ انہوں نے ہڑتال کر دی لیکن ہندو سکھ اور عیسائی باشندگان ہندوستان نے پرنسپل کی حمایت کی۔ اس واقعہ کی خبر جب حضرت لاہوری نے سنی تو آپ فوراً میدان میں نکل پڑے اور طلبہ کی اعلانیہ پشت پناہی کی۔ علامہ اقبال بھی اس مبارک تحریک میں پوری شد و مد سے شامل ہوگئے۔

"آپ کی قائدانہ صلاحیتوں اور بے پناہ قوت عمل نے اس واقعہ کو جسے حکومت در خور اعتنا نہیں سمجھتی تھی ایک تحریک کی صورت میں تبدیل کر دیا۔ آپ نے جون، جولائی اور اگست میں متعدد بار تقاریر فرمائیں جس سے مسلمانان پنجاب میں جوش و خروش پھیل گیا۔ حکومت نے مولانا کو گرفتار کر لیا لیکن عوام کا بے پناہ سیل تھم نہ سکا۔ بالآخر حکومت کو جھکنا پڑا اور ۲۲ ستمبر ۱۹۳۱ء میں ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کر دی گئی۔ طلباء کو با عزت واپس بلایا گیا اور حضرت مولانا اور دیگر اسیران قید فرنگ سے رہا کر دیئے گئے۔" [1]

انجمن حمایت اسلام کی سرپرستی [2]

مغربی تہذیب و تمدن نے ہندوستان کے باشندوں پر اثر ڈالا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد سرسیّد نے مسلمانوں کو غلامی سے نجات دلانے کا ذریعہ فقط کالجوں

۱۔ مرد مومن ص ۹۹، عبدالمجید خاں، فیروز سنز، لاہور

۲۔ انوار ولایت ص ۱۵۷، مصنفہ ماسٹر لال دین، پنجاب پریس لاہور

کی تعلیم کو قرار دیا اور انہوں نے علی گڑھ یونیورسٹی کی تاسیس و اجراء کے لئے
تن من دھن کی بازی لگا دی ۔ وہ اپنی تقاریر و تحریرات میں مسلمانوں کو
ہندوؤں کے دوش بدوش کھڑا ہونے کی ترغیب دلاتے رہتے تھے ۔ لہذا بڑی حد
تک عصر جدید کا یہ تقاضا مسلمانوں کی اکثریت کو بھی تسلیم کرنا پڑا ۔ انجمن
حمایت اسلام کا مقصد بھی مسلم نوجوانوں کو تعلیم جدید سے آراستہ کرنا تھا ۔ حضرت
مولانا مرحوم بھی حکومت کے تمام اداروں میں ہندوؤں کی بالا دستی کو شدت سے
محسوس کر رہے تھے ۔ آپ فرنگی تہذیب کے کلیۃً مخالف تھے ۔ لیکن حالات کے
پیش نظر فرمایا کرتے تھے :

"ہم چاہتے ہیں جہاں ہندو سکھ عیسائی ڈاکٹر وکیل
اور مجسٹریٹ موجود ہیں وہاں ہمارے مسلمان نوجوان بھی
تمام اداروں میں کلیدی اسامیوں پر صاحب اختیار ہوں" [1]

آپ عرصے سے انجمن حمایت اسلام کے رکن تھے مگر ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو بحیثیت
عالم دین انجمن کی جنرل کونسل کے رکن مقرر ہوئے ۔ اور ۱۷ نومبر ۱۹۵۰ء کو
مذکورہ انجمن کے وائس پریذیڈنٹ مقرر ہوئے ۔ اپنے اپنے مفوضہ فرائض کو احسن طریق
سے سر انجام دیتے تھے ۔ دینی مشاغل کی کثرت کی بنا پر آپ نے چند دفعہ
استعفا بھی پیش کیا لیکن آپ کے رفقاء کار آپ کے وجود مسعود اور حکیمانہ مشورں

---

[1] انوار ولایت ص — پنجاب پریس لاہور سوانح حیات مولانا مرحوم

سے محروم نہیں ہونا چاہتے تھے ۔ الحمد للہ ! مسلمان بڑی حد تک بیدار ہوئے علامہ اقبال بھی انجمن کے اجلاس میں اپنا کلام پیش کرتے تھے ، آپ نے عصر حاضر کی تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے فرمایا تھا ؎

نہ تھا اگر تو شریک محفل قصور میرا تھا یا کہ تیرا
میرا طریقہ نہیں کہ رکھ لوں کسی کی خاطر مئے شبانہ [1]

مولانا کی وفات پر سیکرٹری انجمن حمایت اسلام یوں اظہار تعزیت کرتے ہیں:

"مولانا مرحوم و مغفور ضعف العمری اور ناتوانی کے باوجود انجمن کے اجلاسوں میں شرکت فرما کر اپنے نفیس مشوروں سے انجمن کو مستفید فرماتے تھے ۔ بالخصوص ان مشاورتوں میں جو ردّ عیسائیت کے سلسلے میں منعقد ہوئیں ۔ مرحوم نہایت ہی انہماک کے ساتھ دیگر علماء کرام کے ساتھ صلاح مشورہ میں حصّہ لیتے ۔ آپ انجمن کے سالانہ جلسوں میں بھی شریک ہوتے اور اپنے مواعظ حسنہ سے سامعین کو فیض یاب کرتے تھے" [2]

جمعیت علماء اسلام (پاکستان) کا قیام

تقسیم ملک کے بعد جمعیت علماء ہند نے فیصلہ کیا کہ جمعیت کے جو ارکان پاکستان میں رہتے ہیں وہ اپنی الگ جماعت بنائیں ۔ ان کا اب جمعیت علماء ہند سے

---

۱ ۔ علامہ اقبال : بال جبریل ، نظم بعنوان "زمانہ" ص ۱۲۵

۲ ۔ مرد مومن ص ۹۱ مطبوعہ فیروز سنز لاہور عبدالصمد خاں ، لاہور

کوئی تعلق نہیں ۔ اس وقت حضرت مولانا لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ کی خدمت عالیہ میں ایک مکتوب بھیجا کہ جن حضرات کے دامن سے وابستہ ہوکر ہمیں قیامت کے دن نجات کا بھروسہ تھا انہوں نے ہی ہمیں الگ کر دیا ۔ یہ عریضہ "مکتوبات شیخ الاسلام" میں چھپ چکا تھا اور حضرت مدنی مرحوم کا مندرجہ ذیل جواب[1] بھی شائع ہو چکا ہے ۔ آپ نے یہ مکتوب گرامی شیشے کے فریم میں نہایت حفاظت سے اپنے حجرے کے سامنے والی الماری میں رکھا ہوا تھا اور ایک دفعہ ازراہ شفقت مجھ احقر الانام کو دکھایا تھا ۔ اس وقت حضرت مولانا فرط عقیدت سے جھوم رہے تھے اور مکتوب کے لفظ "متاثر" کی تشریح فرما رہے تھے ۔

---

[1] مکتوب گرامی حضرت مدنی رحمۃ

سیدنا المحترم زید مجدکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ !

والا نامہ باعث سرفرازی ہوا ۔ مندرجہ مضامین سے سخت متاثر ہوا ۔ محترما ! کیا آپ سے علاقہ کسی انجمن کے وجود و عدم اور اس کی ممبری پر موقوف ہے جس پر آپ متاثر ہوتے ہیں ۔ کلا واللہ ہم اور آپ حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز کے دربار کے دریوزہ گر اور اس بنا پر خواجہ تاش ہیں ۔ یہ روحانی تعلق کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا ۔ اگر مادی اسباب حائل بھی ہو جائیں تو کیا ہے ؟ ہماری ارواح ایک ہی دربار کی حاضر باش ہیں ۔ گھر کے لوگوں ، صاحبزادوں اور دیگر احباب پرسان حال سے سلام مسنون عرض کر دیں ۔ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں ۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

پاکستانی علماء حق کی تنظیم کے لئے ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو سندھ ، سرحد ، بلوچستان ، کراچی ، پنجاب ، بہاولپور وغیرہ اطراف ملک سے ۱۲۲ جلیل القدر علماء کی مجلس مشاورت منعقد ہوئی جس میں اتفاق رائے سے حضرت مولانا لاہوری مرکزی جمعیت العلماء اسلام مغربی پاکستان کے صدر منتخب ہوئے اور آخر تک اس عہدے پر فائز رہے ۔ بحمد اللہ تعالی حضرت کی رہنمائی میں صرف ایک سال کے قلیل عرصے میں مغربی پاکستان میں تقریباً تین سو شاخیں جمعیت کی قائم ہوگئیں اور علماء اسلام نے جون ۱۹۵۷ء سے اپنا ترجمان اسلام رسالہ شائع کرنا شروع کیا وہ آج تک جاری ہے ۔

جمعیۃ علماء اسلام نے حضرت کی سرپرستی میں جو منشور مرتب کیا تھا اس کے صرف عنوانات درج ہیں :

۱ ـ پاکستان میں عادلانہ اسلامی نظام کا قیام

۲ ـ دستور پاکستان

~~۳ ـ دستور پاکستان~~

۳ ـ صدر جمہوریہ

۵ ـ پاکستان کی خارجہ پالیسی　　　۶ ـ امور داخلہ

۷ ـ تعلیم اور زبان　　　۸ ـ قیام امن

۹ ـ معاشیات　　　۱۰ ـ معاشرہ

۱۱ ـ مواصلات　　　۱۲ ـ ملک میں یک جہتی و علاقائی حقوق

۱۳ ـ شہری آزادی　　　۱۴ ـ اقلیت

۱۵ ـ انسداد ارتداد

یہ انتخابی منشور باتفاق رائے ارکان مجلس عاملہ مرکزیہ جمعیۃ العلماء اسلام مغربی پاکستان

منظور ہوا ۔

جہاد کشمیر میں مولانا کی شرکت

قیام پاکستان کے معاً بعد بعض وجوہات کی بنا پر کشمیر میں جنگ چھڑ گئی ۔ تمام مکاتب فکر کے رہنماؤں نے اس جنگ کو جہاد کا نام دیا اور حضرت مولانا احمد علی نوراللہ مرقدہ نے نہایت مجاہدانہ مستعدی سے اس میں حصہ لیا ۔

حضرت اس جہاد میں حصہ لینے کی خاطر ہزاروں روپے کی وہ رقم جو شیرانوالہ مرکز میں جمع ہوتی خود لے کر کشمیر روانہ ہوتے اور اس وقت کی ذمہ دار شخصیت کے سپرد کر دیتے اور اس کا واپسی پر باقاعدہ اعلان کر دیتے ۔ شب و روز اہمیت جہاد کا ذکر ہوتا ۔ آپ بار بار فرماتے

"میرے دل کی تمنا یہی ہے کہ ڈوگروں کے مقابلے میں فرنٹ پر پہنچ کر صف اوّل میں شریک ہو جاؤں ۔ سینے میں گولی لگے اور شہادت نصیب ہو جائے ۔" [1]

کئی دفعہ روپے ، کپڑے اور باقی ضروریات کی فراہمی ہوئی اور حضرت خود راولپنڈی تشریف لے گئے ۔ دس ہزار روپے کی رقم حضور صدر سردار محمد ابراہیم صاحب کے سپرد کی گئی ۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ آپکے جانشین حضرت قاری مولانا عبداللہ انور صاحب بھی تھے ۔ [2]

---

[1] مرد مومن ص ۱۱۱ مطبوعہ لاہور ۔ عبدالحمید خاں فیروز سنز ، لاہور

[2] انوار ولایت ص ۱۵۲ مطبوعہ پنجاب پریس لاہور ، راوی حضرت مولانا عبداللہ انور صاحب

کشمیر میں جب جنگ زوروں پر تھی ۔ مسلمان قبائل ہندو ڈوگروں سے برسرپیکار تھے اور قریب تھا کہ مسلمان مجاہدین سرینگر اور جموں پر قابض ہو جائیں چونکہ پنڈت نہرو نے ماونٹ بیٹن اور باقی مدبرین برطانیہ کی وساطت سے یو این او سے پاکستان پر زور ڈلوایا ۔ پنڈت جی نے یقین دلوایا کہ حالات کے پر سکون ہونے کے بعد کشمیر میں استصواب رائے کرایا جائے گا لہذا ہمارے محبوب وزیر اعظم لیاقت علی شہید ان کی پُر فریب سیاست کے جھانسے میں آ گئے ۔

آزاد کشمیر میں میر واعظ محمد یوسف اور کرنل سید علی احمد شاہ کی کوشش سے افتاء کا کام جاری ہوا کہ ہر تحصیل میں مفتی اور ضلع میں مفتی اور اوپر صوبائی مفتی ہو تاکہ موجودہ نظام کو اسلامی نظام کے قریب تر لایا جا سکے ۔ حضرت کو علماء اور مفتیوں کی فلاح و بہبود کے لئے مظفر آباد دعوت دی گئی ۔ حضرت پہنچے تو وہاں آپ حکومت آزاد کشمیر کے مہمان تھے لیکن اپنے دیرینہ عقیدت مند غازی خدا بخش صاحب کے ہیڈکوارٹر پر بلاک تشریف بھی لائے ۔ جو وہاں اس وقت آنریری کیپٹن بطور آفیسر کام کر رہے تھے ۔

آزاد کشمیر میں مفتیوں کے تقرر کے طریق کو حکومت کشمیر نے آپ کی صوابدید پر چھوڑا ۔ آپ نے امیدواروں کا تحریری امتحان لیا اور ان کا انتخاب فرمایا ۔ ان کو گزیٹڈ آفیسر کی حیثیت دی ۔ اس میں آپ کے ساتھ کرنل علی احمد شاہ صاحب بھی شریک تھے [1]

---

[1] مرد مومن ص ۱۱۲ عبدالمجید خان ، فیروز سنز ، لاہور

صدر آزاد کشمیر جناب علی احمد شاہ صاحب کی
مولانا کو دعوت

محترم مولانا محمد صابر صاحب[1] جو حضرت شیخ التفسیر کے ساتھ سفر و حضر میں حاضر رہتے تھے فرماتے ہیں کہ آزاد کشمیر کے صدر جناب علی احمد شاہ صاحب نے حضرت مولانا کو کشمیر آنے کی دعوت دی ۔ حضرت نے مجھ احقر الانام کو ساتھ لیا اور کشمیر پہنچ گئے ۔ صدر موصوف نہایت اعزاز و اکرام سے پیش آئے اور حضرت کی خدمت اقدس میں یوں عرض پرداز ہوئے

" کہ آپ قرآن پاک کا ایسا ترجمہ کریں جو چند مشہور
اسلامی جماعتوں (فرقوں) کے نزدیک مصدقہ ہو تاکہ
ان کے اختلافی مسائل کی شدت کو دور کیا جا سکے ۔"

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کارنامے کی تکمیل کا وعدہ فرمایا اور قادر مطلق کی عطا کردہ توفیق سے پوری محنت پژوہش اور عزم سے اس ہمت شکن کام کو بطریق احسن پورا کر دکھایا ۔ اب یہ مترجم قرآن مجید (دیوبندی ۔ بریلوی ۔ اہل حدیث اور شیعہ حضرات کا مصدقہ) انجمن خدام الدین سے مل سکتا ہے[2]

---

[1] حضرت مولانا محمد صابر صاحب حضرت لاہوری کی خدمت اقدس میں برسوں رہے۔ حضرت ان کی خدمت مخلصانہ پر دل و جان سے خوش تھے ۔ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے بلکہ اپنا چہیتا بیٹا شمار کرتے ۔ ان کی تعلیم ۔ شادی اور باقی مصارف حضرت کے ذمہ تھے ۔

صدر محترم کی دینی خواہش اور مولانا کا گراں قدر شاہکار

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں صدر آزاد کشمیر کی طرف سے حسب ذیل عہد آفریں اور تاریخ ساز استدعا کی گئی ۔ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی ریاست میں علماء کرام کو مجسٹریٹوں کے اختیارات سونپ دوں ۔ حضرت نے صدر محترم کی تجویز کو بڑا سراہا مگر ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ ہر فارغ التحصیل عالم دین میں یہ استعداد نہیں ہوتی کہ مقدمات کی جزئیات پر ناقدانہ غور و خوض کر سکے اور پھر فقہی نقطۂ نظر سے صحیح فیصلہ پر پہنچ سکے ۔ اگر تمام علماء کو ججی کے فرائض تفویض کئے جائیں تو یہ موجودہ ٹرینڈ ججوں کے مقابلے میں ممکن ہے ناکام ثابت ہوں کیونکہ مدارس عربیہ میں درس و تدریس کے علاوہ ان بیچاروں کو کلیات سے مسائل مہمّہ کے استخراج اور استنباط کی مشق نہیں کرائی جاتی ۔ لیکن اگر آپ چند مخصوص علماء کرام کو میرے پاس بھیجنے کا انتظام فرمائیں تو میں انشاءاللہ تعالیٰ آپ کے منشا کی تکمیل کے لئے پوری پوری کوشش کروں گا لہذا صدر موصوف نے علماء کی ایک منتخبہ جماعت حضرت کے پاس لاہور بھیج دی ۔ آپ نے ان کی تربیت میں بڑے انہماک اور یکسوئی سے سعی فرمائی اور ان علماء کرام کو مطلوبہ علمی معیار تک پہنچایا اور فارغ ہونے پر سندات بھی دیں الحمد للہ علی ذالک !

مرزائیت اور حضرت لاہوری

انگریز محکوم ہندوستانیوں کو ظاہراً مراعات دے رہے تھے لیکن حقیقت میں ان کی رگ و پے سے جذبۂ حمیّت اور احساس حریّت نکال رہے تھے ۔ ہندوؤں کو تعلیم

اور اعلیٰ ملازمتوں کی تھپکیوں سے سلا کر مسلمانوں کی تاک میں بیٹھی ہوئی تھی ۔ ان میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کے لئے ہر قسم کے حربے استعمال کئے جا رہے تھے ۔ ان فریب کاریوں میں مسلمانانِ ہند کی جمعیت میں بگاڑ پیدا کرنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کے ذریعے نئی نبوت کا دروازہ کھول دیا گیا ۔ ختمِ نبوّت کا عقیدہ اسلامیانِ عالم کی مرکزیت کا ضامن ہے اور چودہ سو برس سے تمام کلمہ گو افراد اس پر متفق ہیں ۔ مرزا غلام احمد کی زبان سے اجرائے نبوّت کا اعلان کروا کر ملّتِ مسلمہ کو پارہ پارہ کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی ۔ مرزا غلام احمد نے جہاں اپنے نبی ، مجدد ، مسیح موعود ، کرشن اور اوتار ہونے کا دعویٰ کیا وہاں غیر احمدیوں کو سوروں اور کتوں کی اولاد بھی کہا ۔

مرزا صاحب نے غیر احمدیوں پر زبان تبرّا کھولنے کے علاوہ حکومتِ انگلیشیہ سے وفاداری[1] ، ان کو اپنی جماعت کے حق میں[2] آیۂ رحمت اور اپنے آپ کو ان کے حق

---

[1] " پس میں دعویٰ کر سکتا ہوں کہ میں ان خدمات میں یکتا ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں ان تائیدات میں یگانہ ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں اس گورنمنٹ کے لئے ایک تعویذ ہوں اور بطور پناہ (قلعہ) کے ہوں جو آفتوں سے بچا سکتا ہوں اور خدا نے مجھے کو بشارت دی کہ خدا ایسا نہیں ہے کہ ان کو دکھ پہنچا دے اور تو ان میں ہو پس اس گورنمنٹ کی خیر خواہی اور مدد میں کوئی دوسرا شخص میری نظیر اور مثل نہیں اور عنقریب یہ گورنمنٹ جان لے گی ۔ اگر مردم شناسی کا اس میں مادہ ہوا (نورالحق حصہ اوّل صفحات ۳۲ و ۳۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

[2] " میری اور میری جماعت کی پناہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے اس سلطنت (برطانیہ) کو بنایا ہے ۔ یہ امن جو اس سلطنت کے زیر سایہ ہمیں حاصل ہے نہ یہ امن مکہ معظمہ میں مل سکتا ہے اور نہ مدینہ میں اور نہ سلطان روم کے پایۂ تخت

میں پناہ کی بشارت[1] دینا شروع کر دی ۔ خاندانی قدیم وفاداری کے حوالے دیئے گئے[1] اور اس مخصوص نبوت نے نظر عنایت و حفاظت کی خوب دریوزہ گری کی ۔ جہاد کو حرام قرار دیا[2] اور مخالفین کو بدکار ، حرامی شریر اور بد ذات کے القاب دیئے[3]

حاشیہ سابقہ صفحہ :

قسطنطنیہ میں " (تریاق القلوب ص ۲۲ مرزا غلام احمد)

---

[1] یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جان نثار ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں گواہی دی ہے ۔ کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کا خیر خواہ خدمت گزار ہے ۔ اس خود کاشتہ پودا کی نسبت حزم و احتیاط سے اور تحقیق و توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے اور وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو عنایت و مہربانی کی نظر سے دیکھیں ۔

(تبلیغ رسالت ص ۱۹ جلد ۷ مرزا صاحب)

[2] اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال — دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے — اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا کرتا ہے اب جہاد — منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

[3] میں سچ کہتا ہوں کہ محسن (گورنمنٹ برطانیہ) حکومت کی بد خواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے ۔
(مرزا غلام احمد ۔ شہادۃ القرآن ص ۸۲)

الغرض ! مسلمانوں نے اس فرقہ باطلہ کے عقائد فاسدہ کی روک تھام کے لئے روز اوّل ہی سے جدوجہد شروع کر دی ۔ منظم تحریکیں چلائیں ۔ متعدد دفعہ ہزاروں رضاکار اور علماء کرام جیل خانوں میں گئے لیکن کچھ امر تکوین ہے کہ اس ناسور سے اسلام کے پاکیزہ وجود کو نجات نہ ملی ۔ مجلس احرار اسلام ، مجلس تحفظ ختم نبوت کے زعماء نے مرزائیت کی لعنت کے خلاف سب مسلمانوں کو بیدار کیا اور برسوں تک قرآن حکیم [1] اور احادیث نبویہ [2] کے ذریعے اس سرکاری نبوّت کی ملمع سازی لوگوں پر واضح کرتے رہے ۔ حضرت مولانا احمد علی مرحوم بانی جمہور علماء کے ساتھ اس سلسلے میں صف اوّل میں کام کرتے رہے بلکہ دین مصطفوی کی حفاظت کے لئے جس قدر تحریکات چلائی گئیں ۔ ان کا سرچشمہ حضرت لاہوری کا مبارک حجرہ ہی ہوتا تھا ۔ ۱۹۵۳ء میں تحفظ ختم نبوت کی پاکستان گیر تحریک کے وقت آپ گرفتار ہوئے ۔ کسی صاحب دل نے لاہور کے ریلوے اسٹیشن پر آپ کو ہتھکڑی لگے ہوئے دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھا "یہ پیرانہ سالی میں اپنے ہاتھوں میں عصا سنبھالے ہوئے مولانا احمد علی تو نہیں ہیں بلکہ عصر حاضر کے امام احمد بن حنبل ہیں ۔"

مرزا صاحب کی مخالفت میں آپ کا انداز خطابت نہایت مہذبانہ اور متین ہوتا تھا ۔ مرزا صاحب کے متضاد اقوال پمفلٹ شائع کروایا اور اس میں آپ نے مرزا صاحب

---

[1] ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین وکان اللّٰہ بکلّ شئی علیما ۔

[2] احادیث نبوی :۔ لا تقوم الساعۃ حتّی یبعث دجّالون کذّابون قریبا من ثلاثین ۔ کلّھم یزعم انّہ رسول اللّٰہ و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی (ترمذی شریف ابواب الفتن باب لا تقوم الساعۃ ص ۲۲۱ مطبوعہ منشی نولکشور)
انا آخر الانبیاء و انتم آخر الامم (ابن ماجہ) ۔ لو کان بعدی نبی لکان ھو ابن الخطاب

کی کتب کے حوالے پیش کرکے اتمام حجت پر اکتفا فرمایا [1]

جماعت اسلامی اور حضرت مولانا

جماعت اسلامی کے بانی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کثیرالتصانیف اہل قلم ہیں ۔ اور ان کا تمام لٹریچر اسلامی تعلیمات کی تعبیرات اور توضیحات کے متعلق ہے ۔ ان کی بعض تحریرات کے سلسلے میں بعض علماء کو مجتہدانہ اختلاف ہے ۔ اسی طرح حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کو بھی ان کے نظریات سے اختلاف تھا ۔ خصوصیت سے ان کی کتاب تجدید و احیائے دین [2] کی بعض عبارتیں اور " خطبات " میں " عالمگیر اجتماع " کے عنوان کے بعض حصص پر مولانا لاہوری کے اعتراضات تھے ۔ آپ نے اس حقیقت کا اظہار تحریری طور پر کیا ۔ آپ کا مقصد مودودی صاحب کی تنقیص نہ تھی بلکہ آپ کے دل و دماغ میں اصلاحی پروگرام تھا ۔

---

[1] از " مرزا کے متضاد اقوال " مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل ــــ غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(اخبار بدر ص ۲۳ جلد ۲ ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خدا ہوں اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں

(کتاب البریہ ص ۷۹ ــ مرزا غلام احمد)

ان تمام کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت قبول کرتا ہے مگر رنڈیوں کی اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مہر لگا دی وہ میری دعوت قبول نہیں کرتے ۔ (آئینہ کمالات اسلام ــ مرزا غلام احمد)

(باقی حاشیہ صفحہ ــــ)

پرویزیت

نص قرآنی نے ثابت کیا ہے کہ ابلیس رجیم لا غوینہم اجمعین[1] کے دعوی پر ڈٹا ہوا ہے اور انسانی گروہ میں وہ افراد بھی موجود ہیں جو راسخون فی العلم سے ملقب ہیں اور وہ کج فہم بھی پائے جاتے ہیں جو مفسدہ پردازی[2] کے ارادے

بقیہ حاشیہ صفحہ سابق:

[2] "میرا اندازہ یہ ہے کہ آنے والا (مجدد کامل - الامام المہدی) اپنے زمانہ میں بالکل جدید ترین طرز کا لیڈر ہوگا۔ وقت کے تمام علوم جدیدہ پر اس کو مجتہدانہ بصیرت حاصل ہوگی۔ زندگی کے سارے مسائل مہمہ کو وہ خوب سمجھتا ہوگا"

(تجدید و احیائے دین ص ۳۲ مصنفہ مولانا مودودی صاحب)

جزوی مجددین کی فہرست: — عمر بن عبدالعزیز - ائمہ اربعہ — امام غزالی — ابن تیمیہ — شیخ احمد سرہندی — (تجدید و احیائے دین ص ۴ فہرست مضامین — مصنفہ مولانا مودودی صاحب)

"اب تجدید کا کام نئی اجتہادی قوت کا طالب ہے محض وہ اجتہادی بصیرت جو شاہ ولی اللہ صاحب یا ان سے پہلے کے مجتہدین و مجددین کے کارناموں میں پائی جاتی ہے۔ اس وقت کے کام سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کافی نہیں"

(تجدید و احیائے دین ص ۸۰)

"اس وقت کے حالات میں شاہراہ عمل تعمیر کرنے کے لئے ایسی مستقل قوت اجتہادیہ درکار ہے جو مجتہدین سلف میں سے کسی ایک کے علوم اور منہاج کی پابند نہ ہو۔ اگرچہ استفادہ ہر ایک سے کرے اور پیروی کسی سے بھی نہ کرے"

(تجدید و احیائے دین ص ۸۰)

سے احکام دین کا استنباط محکمات کی بجائے متشابہات سے کرتے ہیں ۔ اسلام جیسے پاکیزہ اور خاتم الادیان مذہب میں بھی بہت سے گمراہ فرقوں نے جنم لیا ہے ۔ کلّ حزب بما لدیہم فرحون کی حقیقت کے پیش نظر ہر فرقہ اپنے آپ کو ناجی اور مقرب الٰہی سمجھتا ہے ۔ ہمارے اس عہد میں انکار حدیث کے حامیوں کا ایک نیا فرقہ وجود میں آیا ہے جس کے بانی عبداللہ چکڑالوی تھے ۔

حواشی صفحۂ سابق :

قرآن کے لئے کسی تفسیر کی حاجت نہیں ۔ ایک اعلیٰ مترجم کا پروفیسر کافی ہے ۔ جس نے قرآن کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا ہو ۔ (تفہیمات ص ۳۱۲ بحوالہ خلاصہ ارشد القادری سیکرٹری جنرل دی ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ)

۱؎ سورۂ ص ۳۸ ، آیت ۸۲

۲؎ ھوالذی انزل علیک الکتٰب منہ اٰیٰت محکمٰت ھنّ امّ الکتٰب واُخر متشٰبھٰت ۔ فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتّبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ ۔ وما یعلم تاویلہ الّا اللّٰہ ۔ وقفہ والرّاسخون فی العلم یقولون اٰمنّا بہ کلّ من عند ربّنا وما یذّکر الّا اولوالالباب ۔ سورہ ۳ ، آیۃ ۷

حضرت لاہوری کو میں نے بارہا یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا تھا

کہ مولوی عبداللہ چکڑالوی [1] سے میرے درس قرآن مجید میں آتا تھا ۔ میں اس کو اپنے قریب جگہ دیتا تھا تاکہ وہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے حضور میں اپنی لاعلمی کا عذر پیش نہ کر سکے ۔ میں نے مولوی عبداللہ صاحب کو احادیث نبوی کی روشنی میں قرآن حکیم کے خاصم و مطالب سمجھانے کی مکمل کوشش کی مگر وہ راہ راست پر نہ آئے ۔ ان کے عقائد باطلہ کا دار و مدار اس چیز پر ہے کہ قرآن پاک چونکہ دین اسلام کے تمام رطب و یابس کو اجمالاً اور تفصیلاً بیان کرنے کے لئے کافی ہے لہٰذا دینی امور کی افہام و تفہیم کے لئے احادیث کی ضرورت نہیں ۔

(غلام احمد پرویز)

اس کے ایک چیلے نے جس کا نام عہد نبوی سے کتاب الہی کا نشانہ بنا ہوا ہے ۔ مذکورہ فتنے کو اس قدر ہوا دے رکھی ہے کہ مسلمانان پاک و ہند کی جان کے لالے پڑ گئے ہیں ۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے جو پرویز کا ہمنوا ہے دو اسلام کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں اس نے احادیث مقدسہ ، سلسلہ روایت ، اصول روایت اور ثقہ رواۃ پر نہایت بیباکی سے حملے کئے ہیں ۔ امام بخاری جیسے امام فن پر بہتان کہنے سے بھی باز نہیں رہا (العیاذ اللہ)

حضرت مولانا لاہوری باقی علماء حق کی طرح اس فتنے کے انسداد میں تا زیست کوشاں رہے ۔ آپ کی وفات سے ۲۵ دن پہلے ۲۹ جنوری ۱۹۶۲ء کو دیال سنگھ کالج لاہور میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں اکابر ملت کو تقاریر کے لئے مدعو کیا گیا ۔ انہوں نے دلائل و براہین سے منکرین حدیث کی معاندانہ اور خلاف

---

۱ ـ انوار ولایت ص ۱۶۸

اسلام روش کی مذمّت کی ۔ اس جلسے کی صدارت کے فرائض حضرت مولانا سر انجام دے رہے تھے[1] ۔ آپ جلسے کے اختتام پر اپنی جگہ سے اٹھے اور فرمایا "یہاں بہت سی تقریریں ہوئی ہیں لیکن کسی مقرر نے وہ بات نہیں کہی جو میں کہتا ہوں ۔ میں کہتا ہوں کہ منکر حدیث منکر قرآن ہے ۔ منکر قرآن خارج از اسلام ہے ۔"[2] یہ وہ پہلی ضرب تھی جو پرویزیت کے قلعہ تزویر پر لگی ۔ اس کے بعد تمام علمی اور دینی حلقوں نے اس فیصلے پر صاد کرتے ہوئے پرویزیت کی مخالفت کی ۔

---

[1] کرسیٔ صدارت پر مولانا احمد علی رونق افروز تھے ۔ کریمی رنگ کا روئی کا لمبا کوٹ زیب تن تھا ۔ سر پر سفید ململ کی ملا لائن کی پش پگڑی کی طرح بندھی ہوئی تھی ۔ لمبی سفید داڑھی سینے کو ڈھانپے ہوئے تھی ۔ ہاتھ میں عصا اور آنکھوں میں خاص قسم کی چمک تھی ۔ اسٹیج کے دائیں بائیں علماء کرام تشریف فرما تھے ۔ طلبا اور مختلف خیال اور مختلف جماعتوں کے افراد کثیر انبوہ میں سے اڑھائی تین گھنٹے کسی کو سگریٹ سلگانے کی جرات نہیں ہوئی ، کوئی مجلس میں سے اٹھ کر باہر نہیں گیا ۔ سب پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ علماء کے ارشادات سنتے رہے ۔ نماز عصر کے لئے جلسہ ملتوی کر دیا گیا ۔ کالج کے لان میں دری بچھا کر نماز کا انتظام کیا گیا ۔ اذان دی گئی ۔ کالج کے دوسرے کمروں میں بھی نمازیوں کا بہت بڑا ہجوم جمع ہو گیا تھا ۔ طلبا نوجوان جوق در جوق بڑے خضوع و خشوع کے ساتھ نماز میں شامل ہوئے ۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس قوم نے اپنے شعائر کو ترک کر دیا ہے (۲۹ جنوری ۱۹۶۲ء ۔ روزنامہ کوہستان ، لمعات ص ا ۔)

ہفت روزہ خدام الدین

حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہ نے شعبہ نشر و اشاعت کے اجراء کے بعد لاکھوں دینی رسالہ جات شائع کراکر ہند و پاک کے شہروں ، قصبوں اور دیہاتوں میں مفت تقسیم کرا دئیے تھے ۔ صرف چند ایک قلیل قیمت پر فروخت ہوتے تھے ۔ آپ کے پیش نظر ہمیشہ اشاعت دین کا پہلو رہتا تھا ۔ نفع اندوزی کا خیال آپ کے دماغ میں کبھی بھی پیدا نہ ہوا ۔

" ہفت روزہ خدام الدین " کے نام سے آپ کی سرپرستی میں ایک رسالہ جاری ہوا تو آپ بے حد مسرور ہو کر فرمایا کرتے تھے

> " پروردگار عالم نے انجمن خدام الدین سے یہ رسالہ جاری کراکر دین کا وہ مہتم بالشان کام لیا ہے جو پیشتر ازیں نہیں لیا تھا "

آپ کی یہ دیرینہ خواہش تھی جو خدائے ذوالمنن نے پوری فرمائی ۔ لہذا آپ کے تمام اوقات اس رسالہ کی تیاری میں صرف ہوتے رہتے تھے ۔ آمدہ مضامین کی تصحیح کا کام بڑا کٹھن تھا لیکن آپ دوپہر کے بعد نہایت دلجمعی سے بیٹھ جاتے قلم برداشتہ حک و اصلاح فرماتے جاتے ۔ پہلے صفحے پر احادیث نبوی کے عنوان سے چند ایک احادیث مقدسہ کا انتخاب اور ان کی تشریح بھی آپ کے ذمہ ہوتی تھی ۔ خطبۂ جمعہ کی تحریری تیاری کی جاتی اور ہر جمعہ کو آپ کے ارشادات حسنہ نہایت

حاشیہ صفحۂ سابق :

لے محترم المقام پروفیسر علاؤالدین صدیقی سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور کا

آب و تاب سے "خطبۂ جمعہ" کے عنوان سے زیب قرطاس ہوتے ۔ ہر جمعرات کو نماز مغرب کے بعد مجلس ذکر جہر کا انعقاد ہوتا ۔ عقیدت مندوں کا ایک ہجوم ہوتا ۔ ذکر کے اختتام پر ایک مختصر سی تقریر فرماتے جس میں روحانی امراض کی تشخیص ، علاج اور پرہیز بتایا جاتا ۔ تزکیہ و تصفیہ کا یہ عارفانہ نظام طالبان حق کے لئے بڑی جاذبیت رکھتا تھا (مجلس ذکر کے فضائل و فوائد انشاءاللہ آئندہ کسی موقعہ پر بیان کئے جائیں گے) ۔ یہ تقریر دلپذیر بھی خدام الدین کے صفحات کی زینت بنتی ۔ علاوہ ازیں اصلاحی ، معاشرتی ، ، تاریخی ، ملکی ، ملّی ، مجلسی اور سماجی اقدار پر مشتمل مضامین ہفت روزہ خدام الدین میں چھپتے تھے ۔ بچوں کا صفحہ مستورات کی اصلاح احوال کے موضوعات اور ہنگامی منظوم کلام کو بھی بڑی اہمیت دی جاتی تھی ۔

اگرچہ یہ موقر جریدہ اپنی صوری حیثیت سے پاکستان کے باقی رسائل و جرائد سے چنداں امتیازی شان کا حامل نہیں تھا لیکن اپنی معنوی افادیت وعظمت کے لحاظ سے ملک بھر کا کوئی رسالہ بھی اس کا لگا نہیں کھا سکتا تھا ۔

اس کو امر تکوینی سے تعبیر کیجئے یا دور حاضرہ کی شقاوت کہئے ۔ مسلمانوں میں اختلافی مسائل پر آئے دن سر پھٹول رہتی تھی ۔ علماء سوجھ جب تک اہل محلہ میں جوتی بیزار نہیں کروا لیتے ۔ اپنی پارٹی کو ناکام سمجھتے تھے ۔

— دینِ متین کی سبیل اللہ اشاعت !

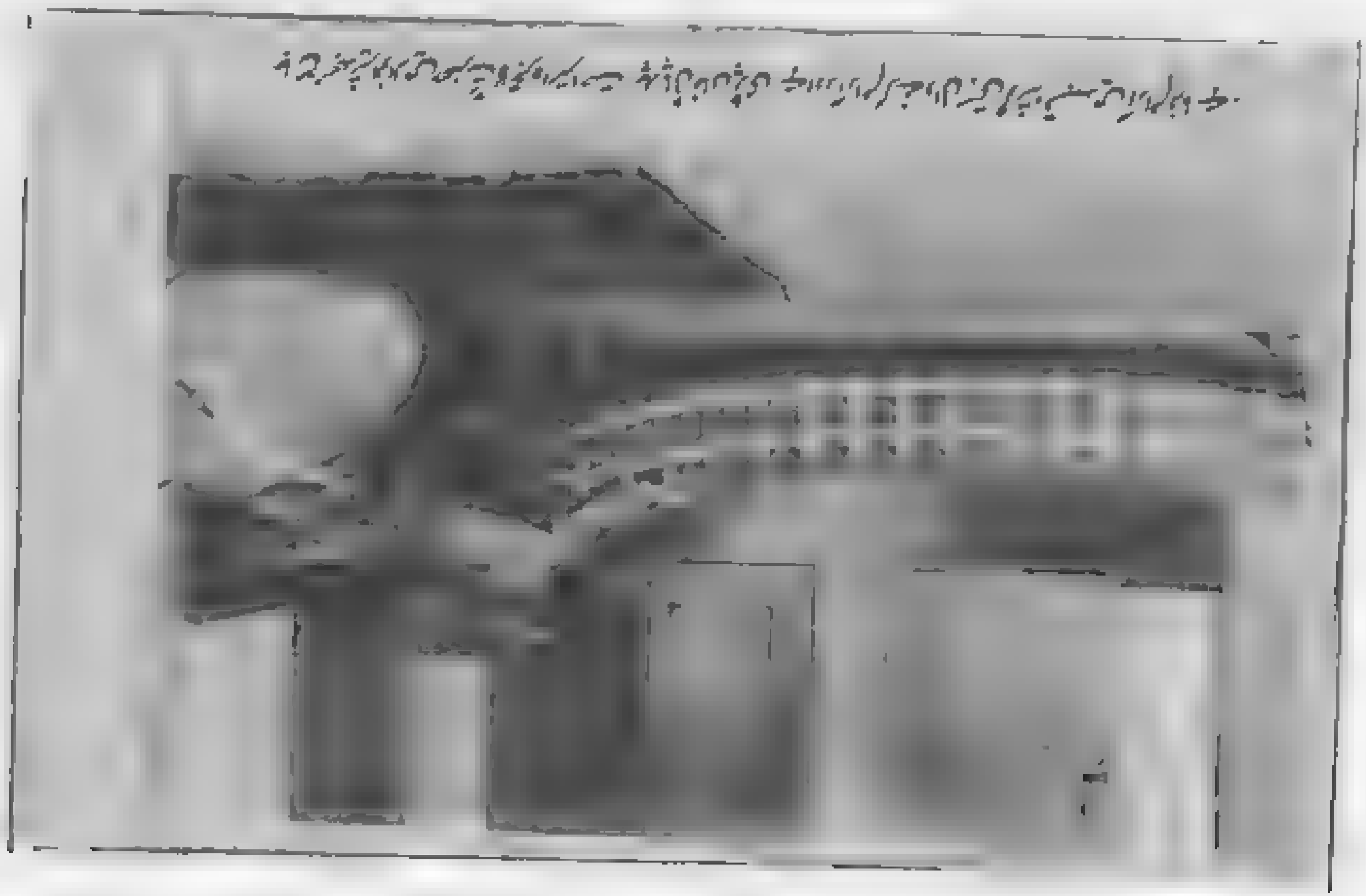
لیکن حضرت کے رسالہ میں کسی اختلافی مسئلہ کی اشاعت کی ہرگز اجازت نہیں تھی ۔ شیعہ ، سنّی ، اہلِ حدیث حضرات اور جدید طبقہ کے دلدادگان بڑے شوق سے اس اصلاحی مجلّہ کے خریدار بنتے تھے ۔ یہی وجہ تھی کہ اس کی اشاعت چار سو سے پندرہ ہزار تک پہنچ گئی تھی [1] ۔ پاکستان کے بڑے بڑے شہروں قصبوں ، دیہاتوں ، سکولوں اور کالجوں کے علاوہ بیرون ملک مثلاً لندن ، مغربی جرمنی ، امریکہ ، الجزائر ، کویت ، مکہ معظمہ ، مدینہ منورہ میں بھی اس آواز پر حق پرست لبیک کہنے والے موجود تھے ۔ حقیقت یہ تھی کہ یہ شجر طیّبہ اپنی وسعتوں اور رفعتوں میں مثل کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء [2] کا مصداق بنا ہوا ہے ۔ ہم تو یہ کہتے ہوئے بھی باک محسوس نہیں کرتے کہ خالق اکبر نے مولانا کی حیاتِ طیّبہ کے انوار کو چار دانگ عالم میں چمکنے کا ایک سنہری موقعہ ارزاں فرمایا ہوا تھا ۔ یہ سلامت روی اور اس دورِ فتن میں دینِ حنیف کی یہ لازوال خدمت خداوند عالم کی غائبانہ تائید سے منوط تھی ۔ ورنہ اس رسالے میں نہ فوٹو گرافی کا جاذبِ نظر طلسم تھا نہ ملک کے بڑے بڑے ادباء و شعراء کا کلام ہوتا تھا ۔ ہاں ! اس کی قبولیتِ عامہ کی دلیل درج ذیل شعر بن سکتا ہے ؎

نہ بادہ ہے ، نہ صراحی ، نہ دورِ پیمانہ
فقط نگاہ سے رنگین ہے بزمِ جانانہ

---

۱ ۔ مردِ مومن ص ۲۹

۲ ۔ سورہ ابراہیم ۱۴ : ۲۴



ہم انشاءاللہ مولانا کی تبلیغی سرگرمیوں کے ضمن میں زیر بحث رسالہ کی اصلاحی اور روحانی افادیت کو واقعات کی روشنی میں پیش کریں گے۔

الحمد للہ! حضرت مولانا کا یہ لگایا ہوا شجر طیبہ اس وقت سے سر سبز و شاداب ہے اور اس کے پاکیزہ ثمرات آج بھی خوش نصیب انسان علمی اور روحانی برکات حاصل کر رہے ہیں۔

حضرت مولانا کی رحلت اور چند پیشگوئیاں

حضرت مولانا نماز تہجد کے لئے تقریباً تین بجے ہر شب کو بیدار ہوتے۔ اور پھر دن بھر کے دینی مشاغل کے انہماک کے بعد نماز عشاء پڑھ کر قریباً دس بجے گھر تشریف لے جاتے۔ ساری زندگی درس و تدریس تدبّر فی القرآن، عبادات مسنونہ، تبلیغ و اشاعت، تزکیہ و اصلاح اور خالق دو جہاں کی رضا جوئی اور خلق خدا کی خدمت میں گزری۔ آپ کے جسم نحیف میں پیرانہ سالی کے ایام میں تھکن کا بڑا اثر ہوتا تھا جو کہ آہستہ آہستہ فالج کی صورت اختیار کر گیا۔ عین گرمیوں میں کام سے آپ کو گرم جراب کی ضرورت محسوس ہوتی۔ فالج کا اثر کبھی آدھے سر مبارک پر کبھی کان اور رخسار پر اور کندھے اور پاؤں پر ہوتا لیکن ان تمام جسمانی عوارض کے باوجود دینی معمولات میں ہرگز کوئی فرق نہ آتا۔ چہرۂ ولایت سنگار پر کبھی زردی چھا جاتی۔ بعض اوقات درس عمومی کے لئے صبح تانگے میں مسجد میں تشریف لاتے۔ سہارا دینے کے لئے خدام ہمراہ ہوتے۔ آخری ایام میں عصا کا استعمال عام ہو گیا تھا۔ زندگی کی پچھتر بہاریں ختم ہو رہی تھیں۔

درس قرآن میں کہا کرتے فرماتے "اے میرے اللہ ! میں تجھ سے راضی ہوں جب تیری مرضی ہو مجھ کو اپنے پاس بلا لے۔ اللہ ! مجھے کسی کا محتاج نہ کرنا۔" پھر فرمایا کرتے "میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھ کو اولاد کا محتاج نہ کرنا بلکہ میری اولاد میری محتاج رہے۔ یا اللہ ! مجھ کو موت اس حالت میں آئے کہ میری کوئی نماز نہ چھوٹے"۔

۱۹۵۸ء میں ہمارے گاؤں نتھو والہ چک ۱۸۰ کی جامع مسجد کے خطیب ابوالشفا کندیاں شریف سے واپس آئے تو فرمایا وہاں ایک مجذوب عالم جذب و محویت میں کچھ باتیں کر رہا تھا جو کہ ہر لحاظ سے صحیح تھیں۔ اسی استغراق کی حالت میں پکار اٹھا ، لوگو ! تمہارا خیال ہے کہ لاہور میں صرف ایک حضرت علی ہجویری ہیں۔ آؤ اگر زندہ علی ہجویری دیکھنا ہو تو شیرانوالہ دروازہ میں حضرت مولانا احمد علی صاحب کو دیکھو لیکن ان کا وقت بہت تھوڑا ہے بہت تھوڑا ہے۔" لہ

ایک دن نماز عشاء کے بعد ہم کچھ خدام آپ کی معیت میں آپ کے دروازے تک گئے۔ وہاں جاکر لوگوں نے آپ سے مصافحہ کیا اور میرے بچے امین الدین کے سر پر آپ نے شفقت سے ہاتھ پھیر کر فرمایا "بیٹا ! ہم نہیں ہوں گے مگر تجھ کو یاد رہے گا کہ میں یہاں آیا کرتا تھا" اس وقت میں بچہ کی سعادت پر مسرور ہو رہا تھا مگر

لہ انوار ولایت ص ۲۰۲ مطبوعہ پنجاب پریس لاہور ۔ مرد مومن ص ۲۱۵ پر اس واقعہ کو نتھو والہ کی بجائے بہالکے گاؤں کی طرف منسوب کیا گیا ہے جو سراسر غلط ہے کیونکہ اس واقعہ کا خود میں راوی ہوں (راقم الحروف لال دین اخگر)

مگر مجھ کوتاہ بین کو کیا خبر تھی کہ ہمارے مونس تقریباً چھ ماہ کے بعد فردوس بریں میں جا بسیں گے۔

میری اہلیہ کا بیان ہے کہ حضرت بابا جی مرحوم اپنی وفات سے چند دن پہلے اپنے پوتوں کا نام لے کر فرمانے لگے کہ اجمل ہم کو یاد رکھے گا۔ مگر اکمل ہم کو بھول جائے گا۔ اس وقت صاحبزادوں کی عمر تقریباً چھ سال اور چار سال تھی۔[1]

ہر کہ از سرّ نبی گیرد نصیب
ہم بہ جبریل امیں گردد قریب[2]

مولانا محمد صابر صاحب کا بیان ہے کہ حضرت قطب الاقطاب حاجی دین محمد صاحب کے کارخانے میں خطبہ جمعہ کی تحریر و ترتیب کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ حاجی صاحب کو وفات سے دو تین دن پہلے فرمایا "اب میں اس جمعہ کے بعد یہاں نہیں آیا کروں گا"۔[3]

مولانا محمد صابر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے وفات والے جمعہ کی چھٹی مانگی کیونکہ میں اپنے سسرال کے گاؤں جانا چاہتا تھا۔ آپ صحیح سلامت تھے۔ لیکن آپ نے اپنی عادت شریفہ مستمرہ کے خلاف مجھے جانے کی اجازت نہ دی۔ مولانا صابر صاحب آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے کہ مجھ کو کیا خبر تھی کہ اس انکار میں بھی

---

[1] میری موجودہ اہلیہ کی زندگی کا شعوری وقت اکثر حضرت مولانا احمد علی نوراللہ مرقدہ کی صحبت میں گزرا کیونکہ وہ آپ کی حقیقی نواسی ہیں۔

[2] مثنوی مسافر فارسی از علامہ اقبال مرحوم

[3] انوار ولایت۔ راوی مولانا محمد صابر صاحب ص ۲۰۵ حالات وفات حضرت مولانا احمد علی مرحوم

ہو رہے آثار ہو رہے عرش کی عظمتیں پنہاں تھیں۔

کئی سالوں سے کھدر کا کفن سلوا رکھا تھا۔ اس پر لکھا ہوا ہوتا تھا "احمد علی کا کفن" حافظ شریف میں جاکر صاحبزادہ حمید اللہ مرحوم اور حاجی دین محمد صاحب کو اپنی قبر کی جگہ بتا دی تھی۔

یوم وفات حضرت[1] آیات

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب فرماتے تھے کہ ۱۷ رمضان المبارک بروز جمعہ محترم ابا جان مرحوم گھر سے جمعہ کا تحریری خطبہ لے کر مسجد میں تشریف لے گئے۔ میں نے حجرے میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ کے غسل کے لئے پانی گرم کردوں مگر آپ نے فرمایا "میں آج تندرست ہوں خود ہی گرم کرلوں گا"۔ آپ نے غسل کا خود ہی انتظام فرمایا۔ گیارہ بجے کے بعد طبیعت خراب ہوگئی اب حافظ حمید اللہ صاحب لباس تبدیل کرانے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ کی طبیعت[2] ناساز تھی۔ پیٹ میں درد تھا اور متلی کی بڑی شدت تھی۔ لہذا حافظ حمید اللہ مرحوم نے خطبہ جمعہ پڑھا۔ ڈاکٹر کبیش چودھری صاحب کو بلایا گیا انہوں نے شام تک اپنی پوری کوشش سے علاج جاری رکھا۔ ڈاکٹر محمد یوسف صاحب بھی تشریف لائے لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ مغرب تک کی تمام نمازیں اسی حالت میں پڑھیں۔

---

[1] حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ تعالی حضرت مولانا لاہوری کے موجودہ جانشین راوی ہیں۔

[2] حضرت کے جانشین قاری مولانا عبید اللہ انور راوی ہیں۔

نماز عشاء کے وقت آپ پر سکرات طاری ہو گئے ۔ جب ہوش آتا تو فرماتے !
" مولوی انور میں نے نماز نہیں پڑھی " ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میں تیمم کے لئے
مٹی کا ڈھیلا پیش کرتا ۔ تیمم فرماتے ۔ نماز کی نیّت باندھ لیتے پھر غش طاری
ہو جاتا اور چارپائی پر گر جاتے پھر ہوش آتا تو فرماتے ، مولوی انور ! میں نے
نماز نہیں پڑھی ! میں پھر تیمم کرواتا تو نماز کی نیّت باندھ لیتے کبھی آگے
ہاتھ بڑھاتے جیسے کسی سے مصافحہ فرما رہے ہیں ۔ چنانچہ اس محویّت کے عالم
میں جان عزیز جان آفرین کے سپرد کر دی ۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون ۔

حضرت مولانا مرحوم نے صاحبزادگان نے رات کے بارہ بجے آپ کو آخری
غسل دیا ۔ کفن پہنایا اور مکان (خضری محلہ اندرون شیرانوالہ گیٹ) کی
نچلی منزل کے صحن میں حضرت کے وجود اقدس کو زیارت کے لئے رکھ دیا ۔

حضرت کی وصیّت کے مطابق ۱۸ رمضان المبارک کی صبح کو قرآن پاک
کا درس عمومی باقاعدہ جامع مسجد میں مولانا عبیداللّٰہ نے دیا ۔ حالانکہ گھر میں
قطب دوراں والد کا جنازہ پڑا تھا ۔

صبح تک حضرت کی وفات حسرت آیات کی خبر تمام شہر اور بیرون لاہور
بذریعہ اخبارات پہنچ گئی ۔ زائرین حضرات ہوائی جہازوں ، ریل گاڑیوں اور موٹروں
کے ذریعے شیرانوالہ پہنچ گئے ۔ لوگ باری باری اپنے محبوب روحانی باپ کی
زیارت کرکے گزرتے جاتے تھے ۔ آپ کے چہرۂ انور پر نشوونما تبسم کی جھلکیں
تھیں ۔ ہجوم کی کثرت کی وجہ سے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس شیخ ابرار احمد صاحب
نے آپ کے صاحبزادوں کی اجازت سے آپ کی چارپائی باہر گلی میں رکھوا دی اور
اوپر شامیانے کا انتظام کیا گیا ۔

نماز ظہر کے بعد آپ کا جنازہ اٹھا ۔ ہجوم کی کثرت کے باعث لمبے لمبے بانس منگوائے گئے اور آپ کی چارپائی سے باندھے گئے اور اسی طرح بانسوں کا اضافہ ہوتا رہا ۔ آپ کا چہرۂ مبارک کھلا ہوا تھا تاکہ کوئی نگاہ محروم زیارت نہ رہے ۔ جنازہ سرکلر روڈ سے براستہ دہلی گیٹ اکبری منڈی ، شاہ عالمی گیٹ اور انارکلی سے ہوتا ہوا یونیورسٹی گراؤنڈ کی طرف جا رہا تھا ۔ ہم اس موقع پر شیخ ابرار احمد ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کی حسن کارکردگی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے ۔ ان کے حکم سے پولیس کی جیپ جنازے کے آگے آگے چلا دی گئی تاکہ جنازہ کو آگے بڑھنے میں دقت نہ ہو ۔ مکانوں کی چھتوں پر دورویہ مرد و زن اپنے امام الفقر کے عادی کے آخری دیدار کے لئے جمع ہوگئے تھے اور آپ کی چارپائی پر پھول برسا رہے تھے ۔ بازار سوگواروں کے سروں سے سیل رواں بنے ہوئے تھے ۔ اللہ ! اللہ ! انسانی نفوس کے اس تلاطم کی غمگساری میں موکلین ارض و سما کی شرکت بھی معلوم ہوتی تھی ۔ شیرانوالہ گیٹ سے لے کر میانی صاحب کے قبرستان تک فضاؤں میں لا یروں نیما شساوّ ولا زمہریرا کا مقدس سماں نظر آتا تھا ۔ چند دفعہ ہوا نے سرد آہیں بھریں اور اسی طرح بادل نے بھی عقیدت کے آنسو بہائے ۔ گویا جنازے کے اہتمام میں قدرت کے ماہر خدّام ممد و معاون ثابت ہوئے (کیونکہ بادل کا سایہ جنازہ کو تمازت سے بچا رہا تھا اور گاہے گاہے بوندا باندی ہوتی لیکن آپ کا جنازہ بھیگنے سے محفوظ ہی رہا ۔) یونیورسٹی گراؤنڈ کی پہنائیاں اس وقت تنگ نظر آنے لگیں جب اسلامیان پاکستان نے اپنے روحانی باپ کے وجود مسعود کو وہاں لا کر رکھا ۔ لاکھوں انسانوں کا جم

فقیر تھا ۔ صفیں سیدھی ہوئیں ۔ لاؤڈ سپیکر پر آواز (خطیب پاکستان حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی مرحوم) بلند ہوئی کہ مغربی پاکستان کے تمام علماء کرام حاضر ہو چکے ہیں اور ان کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب نماز جنازہ کی امامت کرائیں ۔ نماز جنازہ پڑھی گئی ۔ عشاق نے اپنے محبوب مرشد روشن ضمیر کے جسد اطہر کو [illegible] کو سر شام میانی صاحب کے قبرستان تک پہنچا دیا ۔ انتظار کے وقت مولانا عبداللہ درخواستی صاحب ، مولانا عبیداللہ انور صاحب ، حافظ حمیداللہ صاحب اور دیگر معتقدین نے سلطان ہند و پاک کی یہ مشترکہ دینی متاع گرانمایہ لحد خاک میں رکھ دی ۔ گویا آفتاب دنیا کے ساتھ مہر ولایت بھی جنت کی خلوتوں میں روپوش ہو گیا ۔ یعنی فرشتگان قضا و قدر نے بآواز بلند حضرت لاہوری کی روح پاک کو یہ دعوت خداوندی دی ہوگی ۔

یا ایتہا النفس المطمئنہ[1] ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ ۔ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ۔ فضا میں سسکیاں تھیں اور دلوں میں آقائے روحانی کی دائمی فرقت پر زہرہ گداز حزن و اندوہ کا ایک تلاطم موجزن تھا ۔

حضرت والا صفات کی وفات کے ضمن میں آپ کے فرزند اکبر مہاجر مدنی و مکی حافظ حبیب اللہ نوراللہ مرقدہ کا خواب درج مقالہ کیا جاتا ہے ۔ حافظ مرحوم کا مکتوب گرامی ہفت روزہ خدام الدین میں بھی چھپا اور انوار ولایت کے صفحات ۱۸۲ ـ ۱۸۰ پر بھی بعد میں شائع ہوا ۔

---

[1] سورہ نمبر ۸۹ آیت ۲۷

مکتوب گرامی حضرت حافظ حبیب اللہ مہاجر مکی و مدنی نوراللہ مرقدہ [1]

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۹۶۲ء یوم الاثنین

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ۔ اما بعد ۔

بہ پیشگاہ علیا حضرۃ مخدومتہ المکرمہ والدہ ماجدہ صاحبہ مدّظلہا و برادر عزیز مولوی عبیداللہ انور سلمہ و برادر عزیز مولوی حمیداللہ سلمہ سلام مسنون ا از حبیب اللہ المدینۃ المنورہ ۔

دفتر خدام الدین لاہور سے فرستادہ پرچہ موصول ہوا ۔ اپنی ناقص استعداد کے مطابق کچھ سطریں صرف آدھا پڑھ سکا میں ۔ آدھا نہیں سمجھ سکا ۔ بہت تلاش کیا کہ کوئی انگریزی خواندہ مل جائے تو پورا پرچہ سمجھ سکوں ۔ لیکن تا دم تحریر نہیں ملا ۔ جو سمجھ سکا میں ۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب کی حرکت قلب بند ہونے سے وفات ہوگئی ہے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اللھمّ اجرنی فی مصیبتی ا العین تدمع والقلب یحزن ۔ ولا نقول الا ما یرضی بہ ربنا ۔ صدق اللہ العلی العظیم ۔ ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ۔

لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ما شاءاللہ کان ۔ انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ اللہ تعالی اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو اپنے مقبول بندوں میں بنائے ۔

---

[1] انوار ولایت ص ۱۸۲ ، مطبوعہ پنجاب پریس لاہور

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کی یہ علامت ذکر فرمائی ہے ۔ ولما رأی المومنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ وما زادھم الا ایمانا وتسلیما ۔ [1] اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اعزہ و اقارب کی وفات کی مصیبت کا صدمہ تم کو دنیا میں ضرور پہنچے گا جو اس پر صبر کرے گا [2] اللہ تعالیٰ کی خصوصی اور عمومی رحمتیں ان پر نازل ہوں گی اگر صبر کرے گا تو اللہ تبارکؒ تعالیٰ سے اجر پائے گا ۔ اگر بندۂ عاجز صبر نہ کرے گا تو تقدیر الٰہی کے آگے انسان کر بھی کیا سکتا ہے ؟ اگر صبر کرے تو انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب ۔ بہت سی بڑی مصیبت پیش آئی لیکن شریعت کی طرف سے بشارت ملتی ہے ۔ ان عظم الجزاء مع عظم البلاء ۔ جتنی بڑی مصیبت ہوگی اجر بھی اتنا بڑا ملے گا ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو اجر عظیم عطا فرمائے فی الدنیا والآخرۃ ۔ آمین ۔

" میں نے خواب میں دیکھا کہ میں لاہور مسجد لائن سبحان خاں میں گیا ہوں ۔ نماز عصر کا وقت ہے ۔ لوگ جمع ہو رہے ہیں ۔ دن خوب سفید ہے سورج اپنی پوری تابانی پر ہے کہ یکایک سورج کو گرہن لگا اور سیکنڈوں میں تمام عالم سیاہ و تاریک ہو گیا ۔ اندھیرا گھپ اندھیرا ۔ سورج غروب ہوتا ہے ۔

---

[1] سورۂ احزاب ۳۳ ، آیت ۲۲

[2] ولنبلونکم بشئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ ۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اولئک علیھم صلوت من ربھم ورحمۃ ۔ واولئک ھم المھتدون ۔ پارہ ۲ سورہ ۲ آیت ۱۵۵

تو آہستہ آہستہ دن کا نور کم ہوتا ہے لیکن یہ تو یکایک عالم تاریک ہو گیا مجھے خواب میں بھی سخت گھبراہٹ ہوئی ۔ نہایت قلق و اضطراب میں اٹھا خواب کی تعبیر اس وقت میں نے یہ سمجھی کہ اشارہ ہے کہ اعلیحضرت ابّا جان کے وصال کی طرف ۔ انّ اللہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ وکلّ شئی عندہ اجل مسمّی ۔ آخر میں پھر یہ عرض کرتا ہوں انّما اشکوا بثّی وحزنی الی اللہ ا [1] ربّنا انک تعلم ما نخفی وما نعلن ۔ وما یخفی علی اللہ من شئی فی الارض ولا فی السماء [2] ہمشیرہ صاحبہ کو سلام مسنون کے بعد خط بھی سنا دینا ۔ اس مصیبت میں ہم سب برابر کے شریک ہیں ۔ سب کو سلام مسنون ۔ والسلام مع الاکرام

"محترم حافظ عبدالغنی صاحب کا خواب"

[3] جمعہ کے دن نماز عشاء کے ساتھ تراویح پڑھی گئی ۔ بعد ازاں میں تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہا ۔ خلاف معمول قدرے دیر سے سویا ۔ سحری سے پیشتر بفضل ایزد متعال بیدار ہوا تو مندرجہ ذیل خواب اپنی نمایاں اور روشن کیفیات کے ساتھ میرے قلب و روح کو فرحت و انبساط بخش رہا تھا ۔

---

[1] سورہ یوسف ١٢ : آیت ٨٧

[2] ١٤ : آیت ٣٨

[3] جناب حافظ عبدالغنی صاحب نوجوان آدمی ہیں ۔ رزق حلال کے لئے پھیری کا کام کرتے ہیں ۔ ان کی طبیعت میں خاموشی اور شرافت کا جوہر فطری طور پر موجود ہے ۔ قصبہ شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ میں عرصہ سے رہائش پذیر ہیں ۔ راقم الحروف نے آپ کی زبانی سن کر یہ خواب نقل کیا ہے (لال دین اخگر)

"میں نے مولانا والا جاہ کی وفات کی رات لاکھوں انسانوں کا ایک مجمع دیکھا ۔ میں نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ اس مجمع کے بیچ میں جو بزرگ صورت انسان کھڑے ہیں ان کی تعریف کیا ہے ؟ ابھی اس شخص نے جواب نہیں دیا تھا تو وہ بزرگ حضرات خود میرے پاس آکر فرمانے لگے کہ آپ مجھ کو جانتے نہیں ہیں ؟ میں نے عرض کیا "حضور ! میں آپ کو نہیں جانتا ہوں" ۔ تب انہوں نے فرمایا کہ میں اللّٰہ تعالیٰ کا پیغمبر ابراہیم ہوں" ۔ میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نہایت ادب سے مصافحہ کیا اور پھر معانقہ بھی کیا ۔ بعد ازاں سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ، آئیے آپ کو ایک اور پیغمبر کی زیارت بھی کرواتے ہیں ۔ آگے گئے تو ایک سفید ریش سفید پوش فرشتہ خصائل بزرگ نظر آئے ۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ حضرت موسےٰ کلیم اللّٰہ ہیں ۔ میں نے فرط عقیدت سے ان کے ساتھ بھی مصافحہ کیا اور پھر معانقہ کیا ۔ اسکے بعد خلیل الرحمن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ آج ہمارے ایک دوست کی مجلس ہے لہذا ہم آج مزاروں کی تعداد میں آئے ہوئے ہیں ۔"

خواب بیان کرنے کے بعد حافظ صاحب فرمانے لگے کہ میں نماز فجر کے بعد جب تلاوت کے بعد ادھر گیا تو اخبار میں حضرت مولانا احمد علی مرحوم کی وفات کے متعلق پڑھا تو اس وقت مجھ کو یقین ہو گیا کہ میرے خواب کی تعبیر کیا ہے ۔ احقر راقم الحروف نے یہ خواب سن کر حافظ صاحب سے پوچھا کہ کیا آپ حضرت مولانا کے مریدوں میں سے ہیں تو حافظ صاحب نے فرمایا ، نہیں لیکن میرے دل میں

یہ عقیدت ضرور ہے کہ وہ اتنی عظیم الرتبت بزرگ ہیں کہ اولیاء کرام ان کی صحبت میں پرورش پاتے ہیں۔ سنا ہے کہ امام بخاری کی وفات پر کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ جلدی جلدی کسی طرف تشریف لے جا رہے ہیں عرض کیا گیا کہ حضور! آپ کدھر تشریف لے جا رہے ہیں تو فرمایا کہ "امام زماں فوت ہوگئے ہیں ان کے جنازے کے لئے جا رہا ہوں"۔

<u>اخبـــــارات کے چند اقتباسات</u>

اصغر بی اے نے "دو عظیم نفوس اکابر کا سفر آخرت" کے عنوان سے کوہستان ۲ مارچ ۱۹۶۲ء میں حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ اور محمد ثنائی علیہ الرحمہ کے جنازوں کے متعلق فرمایا

"ہزاروں افراد نے اشکبار آنکھوں اور دھڑکتے ہوئے دلوں کے ساتھ دو جلیل القدر ہستیں سپرد خاک کیں"

حضرت شیخ التفسیر کے جنازے کی مکمل تفصیل کے بعد رقم طراز ہیں:

"اب چارپائی ہمارے قریب آئی ــــ اور قریب ــ آگے کھڑے ہوئے لوگوں کو بٹھا دیا گیا اور میں نے دیکھا سرخ گلاب کے پھولوں کی چادر میں سے نکلا ہوا سر جس کے دودھ جیسے سفید لمبے بال کنگھی کرکے پیچھے کی طرف سنوار دئیے گئے تھے۔ مولانا احمد علی کا جسد خاکی ارادت گزاروں کے کندھوں پر ہلکے ہولے ہلکورے لیتا ہوا میری نگاہوں سے قریب تر ہوتا گیا اور پھر مجھ کو پیشانی

نظر آئی ۔ کشادہ خوبصورت پیشانی جس پر ستر سال
کے سجدوں کے نشان مرتسم تھے ۔میرے دل نے بڑی
ہی بلند آواز میں پکارا — کون کہتا ہے کہ دنیا
چھوڑنے کے بعد آدمی سب کچھ یہیں چھوڑ کر چلا جاتا
ہے ۔ سکندر بادشاہ جب دنیا سے چلا تو
سب ساتھ خالی کفن سے باہر تھا
لیکن فقیر احمد علی اپنی زندگی بھر کی تمام کمائی اپنے
ساتھ لے کر جا رہے تھے ۔ یہ دنیا ان سے اس کمائی کا
ایک حبّہ تک چھیننے میں ناکام رہی تھی "

میانی صاحب کے قبرستان میں داخل ہو کر حضرت کی قبر مبارک کے
بالکل قریب جاکر احسان صاحب بیان کرتے ہیں :

" مجھے ایک دفعہ پھر مولانا کے دیدار نصیب ہوئے ۔
اس دفعہ میں بہت قریب تھا ۔ چارپائی بچھی ہوئی
تھی ۔ پرانی میلی دری اور کھدر کا معمولی روئی دار گدّا
نعش کے نیچے بچھا ہوا تھا ۔مولانا کی فقیرانہ زندگی
کے سادہ ساتھی قبر تک ساتھ آئے تھے ۔ جنازہ ہاتھوں
ہاتھ اٹھا کر لایا گیا اور میں سوچتا رہ گیا یہ فقیر جو نہ
افسر تھا نہ کسی ملک کا والی جس کے گھر والے اسے کسی
شان و شوکت کے ساتھ وداع نہ کر سکے تھے لاکھوں دلوں

میں اتنی محبت اور عقیدت کس طرح پیدا کر سکتا تھا ؟
کیا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اتنی
میں معجز اثر ہے کہ اس پر ناز کرنے والا بغیر کسی ظاہری
طنطنے کے لاکھوں بلکہ کروڑوں دلوں کو جھپکے میں جھپکے
مسخّر کر لیتا ہے ؟ "

مولانا نصراللہ خاں عزیز

عنوان : " میں مولانا احمد علی مرحوم کو کیوں بڑا آدمی سمجھتا ہوں "

میں نے مولانا احمد علی کو سب سے پہلے خواجہ عبدالحئی صاحب فاروقی کے یہاں دیکھا ۔ اس وقت وہ کوئی تیس اکتیس برس کے نوجوان آدمی تھے ۔ مجھ سے کوئی گیارہ برس بڑے ۔ اُن کا حلیہ جہاں تک مجھے یاد ہے یہ تھا سر پر سفید پگڑی ، بدن پر سفید کرتہ ۔ شرعی پاجامہ اور دیسی جوتا ۔ اب یہ یاد نہیں کہ کندھوں پر چادر بھی تھی یا نہیں اور بالکل یہی لباس ان کی زندگی بھر کا لباس رہا ۔ گرمی یا سردی کے اعتبار سے صرف سوتی یا اونی کپڑے کا فرق واقع ہوتا ورنہ وضع قطع میں کوئی تغیّر واقع نہ ہوتا اور یہ وضعداری ہی ان کی سیرت کا سب سے بڑا جوہر تھا ۔ ان کی عظمت کردار کا موجب ۔ ان کے اکابر کی بھی یہی وضع تھی اور اسی وضع کو انہوں نے اپنی زندگی کا عنوان بنا لیا تھا اور یہ پابندی وضع تھی ۔ لباس اور ظاہری وضع قطع ہی میں نہیں بلکہ عقائد اعمال ، مشاغل ، طرز فکر ، اسلوب تقریر ، انداز تحریر اور دوستی و دشمنی کے تعلقات میں بھی ۔ یہ ان لوگوں میں سے تھا جن پر بے حد

مہمان تھے " ۔

" ایک مجاہد ۔۔ ایک عالم اور ایک مفسّر " کے عنوان سے مولانا منظور حسین صاحب نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ۱۹ اپریل ۱۹۶۲ء روزنامہ کوہستان میں ایک مفصّل مضمون لکھا ہے ۔

" ایک اور اخباری اقتباس "

مولانا احمد علی مرحوم کی وفات پر شہر کے کونے کونے میں رنج و غم کا اظہار کیا گیا ۔ اس سلسلے میں شعبۂ علوم اسلامیہ ، پنجاب یونیورسٹی لاہور کے اساتذہ کرام اور طلبہ کا ایک تعزیتی اجلاس زیر صدارت پروفیسر علاؤالدین صدیقی صدر شعبہ منعقد ہوا جس میں مولانا مرحوم کی وفات پر گہرے افسوس اور رنج و الم کا اظہار کیا گیا ۔ اجلاس میں کہا گیا کہ مولانا مرحوم کی وفات سے علم و روحانیت کی دنیا میں جو خلا پیدا ہوا ہے وہ پورا نہیں ہو سکتا ۔ اس سانحہ سے پاکستان ایک عظیم روحانی شخصیت اور کتاب و سنّت کے ایک جاں فروش خادم سے محروم ہو گیا ہے ۔ اجلاس میں مرحوم کے لئے دعائے مغفرت بھی کی گئی ۔

" حکیم شمس الحق خاں "

" پاکستان یونانی طبیّہ کالج لاہور کے پرنسپل حکیم شمس الحق خاں نے مولانا مرحوم کی رحلت پر بیان دیتے ہوئے فرمایا

" آپ کی موت ایک جہان کی موت ہے ۔ آپ بلا شبہ ایک چشمۂ فیض تھے ۔ آپ نے اپنی تمام زندگی دین متین کی خدمت و اشاعت میں صرف کی ۔ مخالفین اسلام کے سامنے آپ آہنی دیوار تھے ۔ مرحوم صحیح معنٰی میں

بطل حریت اور ایک با عمل مجاہد تھے "

"مولانا داؤد غزنوی صدر جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان "

"مولانا احمد علی کی وفات میرے لئے انتہائی صدمہ
کا باعث ہے ۔ مرحوم ملک کے ممتاز علماء میں سے تھے
ان کے سانحہ ارتحال سے ملت اسلامیہ کو ناقابل تلافی
نقصان پہنچا ہے ۔ مولانا نے تو حید و سنت کی اشاعت
اور بدعات کو مٹانے کے لئے جو تکالیف برداشت کی ہیں
آج کے نوجوان علماء ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے ۔ جب
تک انگریز رہا مرحوم نے انگریزی استعمار کے خلاف جہاد
جاری رکھا اور اس کی راہ میں تمام مصائب کو خندہ پیشانی
سے برداشت کیا ۔ میں نے انہیں ہر مرحلے میں مخلص و ہمدرد
رفیق پایا ۔ آج ملت اسلامیہ ایک عالم با عمل ، مجاہد فی
سبیل اللہ عابد و زاہد اور علوم قرآن کے معلم و مبلغ سے
محروم ہو گئی ہے ۔ دعا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ مرحوم
کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے ۔"

۲۵ فروری ۱۹۶۲ء — روزنامہ کوہستان کے اداریہ کی اختتام پر
— ایک عالم با عمل کی موت —

انجمن خدام الدین کے امیر شیخ التفسیر مولانا احمد علی کا انتقال ملت
اسلامیہ کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے ۔ مرحوم ایک جید عالم ، ان تھک مجاہد

اور عظیم المرتبت مبلّغ تھے ۔ آپ کی زندگی فقر و درویشی ، تبلیغ و اشاعت دین اور ملّتِ اسلامیہ کی خدمت کے مختلف دائروں میں گزری ۔ یہ شرف انہیں کو حاصل ہے کہ پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک کے ساڑھے چار ہزار مستند علماء نے آپ سے قرآن پاک کی تفسیر پڑھی ۔ تیرہ مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت کی اور سات مرتبہ جنگ آزادی کے سلسلے میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں ۔ ان کی ذات سے پہلا شعبہ اشاعت و تبلیغ دین کا ایک طویل دور جارت ہے اور ان کی موت سے ملک کے دینی اور تبلیغی حلقوں میں ایک ایسا خلا پیدا ہوگیا ہے جو کبھی پُر نہیں ہو سکے گا ۔

نوائے وقت ۲۴ فروری ۱۹۶۲ء : نے حضرت کی علالت ، جنازے کی سوگوار کیفیت اور باقی حالات نقل فرمائے ۔

روزنامہ زمیندار ۲ اپریل ۱۹۶۲ء : عنوان "علماء کرام اگر شیخ المشائخ مولانا احمد علی مرحوم کی کتاب زندگی پڑھیں تو قوم کی بگڑی بن سکتی ہے ۔"

۱۵ اپریل ۱۹۶۲ء (شوکت بٹ رپورٹر) : قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت مولانا احمد علی کے نقش قدم پر چل کر علماء قوم کی بگڑی بنا سکتے ہیں ۔ وہ نیک نیت ، نیاس ، صابر ، متحمّل ، بردبار ، راستباز ، خلق سے محبت کرنے والے ، صلح جو اور رضائے الٰہی پر توکّل رکھنے والے تھے ۔ مخالفین سے صلح جوئی اور دوستوں سے مہربانی کا سبق دیتے رہے ۔ مسجد کو انہوں نے دینی ثقافتی اور معاشرتی مرکز بنایا ۔

ملک عبدالحمید وارثی صاحب :- آپ اُن مشائخ میں سے تھے جن کے متعلق رسول خدا نے فرمایا ہے جس شخص نے میری سنّت کو زندہ کیا اس نے مجھے زندہ کیا ۔ آپ بیک وقت عالم بھی تھے ۔ فقیہہ بھی تھے ۔ مفسّر بھی تھے ۔ محدّث بھی تھے ۔ امام بھی تھے ۔ مجاہد بھی تھے ۔ درویش بھی تھے ۔ صوفی بھی تھے اور ایک سیاسی رہنما بھی ۔ انہوں نے جس استقامت سے دین کی خدمت کی ہے اس کی نظیر صحابہ کرامؓ کے بعد خال خال ملتی ہے ۔

بیسویں صدی کی ایک مثالی شخصیت :- (روزنامہ زمیندار لاہور ۲ اپریل ۱۹۶۲ء) کے موضوع پر شیخ عبدالغفار کا اثر اور اس اخبار کے دوسرے صفحے پر آغا شورش کاشمیری نے " مرد درویش کا جنازہ " حضرت کی خدمت میں خراج تحسین پیش کیا ۔

رسالہ اقدام ۲ مارچ ۱۹۶۲ء اور روزنامہ آفاق ۲۲ فروری ۱۹۶۲ء نے حضرت لاہوری کے دینی کارنامے اور پاکیزہ زندگی پر تبصرہ اور آپ کو ولیٔ زمان ، علّامہ اور جنگ آزادی کا مجاہد کہا ۔

" ایک تعزیتی جلسے کی کارروائی "
کے چند اشارات

لاہور کے تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء کرام نے گیارہ مارچ ۱۹۶۲ء بروز موچی دروازہ باغ میں دس بجے صبح زیر صدارت حضرت مولانا عبداللہ انور صاحب ایک تعزیتی جلسہ منعقد کیا چونکہ راقم الحروف اس جلسے میں حاضر

تھا لہذا چند اکابر کا عقیدتمندانہ خراج تحسین جو انہوں نے حضرت لاہوری کی روح پُر فتوح کو پیش کیا ۔ عرض کیا جاتا ہے ۔

مولانا
"حضرت عبدالحنّان صاحب خطیب جامع مسجد راولپنڈی"

"ہم اس مقام پر حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے کارناموں کو اجاگر کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں مگر افسوس ہے کہ ہم اپنے بڑوں کے مناقب تو بیان کرتے ہیں مگر عبرت حاصل نہیں کرتے ۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وجود مسعود حضورِ حیات میں بھی عبرت تھا اور ان کی رخصت بھی ہمارے لئے دعوت عمل ہے ۔ یہ خدائے قدوس کی طرف سے نقیب بن کر آئے تھے ۔ اللہ ! اللہ ! لاہور کے سارے قیام میں قرآن حکیم کا نسخہ پیش نظر رہا ۔ سترہ روزے رکھے ۔ علماء کرام کو درس دیتے رہے ۔ اس جمعرات کو بھی درس دیا جب دنیائے فانی کو الوداع کہا ۔ ہماری عقیدت ان کی بارگاہ میں بالکل ناچیز ہے ۔ حضرت کے قرآن میں پہنچنا" درس قرآن کی جگہ بھی روشن ہے ۔ اللہ والے جب کسی قبرستان میں دفن ہوتے ہیں تو مردے بھی خوش ہوتے ہیں ۔ سیّدنا شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال میں ایک حُجرہ میں بیٹھ کر قرآن مجید کا ترجمہ مکمّل کیا ۔ جب انتقال ہوا تو شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شاہ عبدالقادر مرحوم کو جس قبرستان میں دفن کیا گیا ہے اس کے ارد گرد بارہ بارہ میل کے مردوں سے اللہ تعالیٰ نے عذاب اٹھا لیا ہے ۔ لہذا ہمارے شیخ التفسیر کا وجود مسعود جانی صاحب میں انشاءاللہ تعالیٰ آرام کرنے والوں کے لئے رحمت کا باعث ہے ۔ مولانا عبدالحنّان نے دعا کے بعد فرمایا کہ اگر آج ہم میں شاہ جی

مرحوم ، حضرت مدنی مرحوم یا امام الاولیاء حضرت پوری مرحوم ہوتے تو وہ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات بیان فرماتے ۔

"حضرت قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی"

حضرت قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی نے حضرت لاہوری کے فیوض و برکات کلیمانہ حسن تکلم سے بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضرت کے فرزند جلیل حافظ حبیب اللہ مسجد نبوی کے باب صدیق میں بیٹھ کر اسلامی ممالک کے علماء و فضلا کو درس قرآن مجید دیتے ہیں ۔ مجھے تو ان کو یہاں دیکھ کر اس مصرعہ کا مفہوم سمجھ میں آیا

؎ پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

۱۱۵۳ھ میں میں نے حضرت کو جیل کی کوٹھڑی میں دیکھا ۔ ساری ساری رات عبادت میں کھڑے ہیں ۔ پھر قاضی صاحب نے آہیں بھرتے ہوئے کہا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت زمین پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی ڈاڑھی مبارک کو مٹی لگی ہوئی تھی ۔ حضرت کو قرآن کا عشق تھا مگر تم کبھی کسی غلام کے پیچھے اور کبھی کسی غلام کے پیچھے (مرزا غلام احمد اور غلام احمد پرویز) پھر فرمایا اور خطیبانہ عظمت سے فرمایا کہ لوگ مرتے ہیں تو لوگ روتے ہیں مگر تو مرے گا تو اسلام روئے گا ۔"

"ماسٹر تاج الدین انصاری"

حضرت اتمام حجت کے طور پر سامعین سے اپنے وعظ کا اقرار کرواتے تھے۔

ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ لاہور پر کئی دفعہ عذاب الہی آیا مگر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ پھیلا دئیے تو عذاب ٹل گیا۔

"مولانا عبدالحکیم صاحب راولپنڈی"

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے اپنے دین کی حفاظت و خدمت کے لئے ایک صاحب تقویٰ صاحب علم و فضل کو ظاہری و باطنی کمالات سے مزین کرکے ایک مثالی زندگی عطا فرمائی۔ ایک موقعہ پر حضرت نے حکومت کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تم علماء میں سے کسی پر ہاتھ اٹھاؤ پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔

حضرت عبدالقادر رائے پوری مرحوم نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ آپ کو میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔ آپ کے پاس حضرت مولانا احمد علی صاحب موجود ہیں۔

حضرت مدنی مرحوم نے اپنے لواحقین کو کئی بار فرمایا اگر تم کو میرے پاس آنے کا موقعہ نہ ہو تو شیرانوالہ کا رخ کرو۔

شیخ حسام الدین مرحوم

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو چن چن کر بلا رہا ہے۔ ڈر لگتا ہے کہ اب ہم عذاب کی لپیٹ میں نہ آجائیں کیونکہ "تم بھی آجاؤ۔ تم بھی آجاؤ" کا پروگرام شروع ہو چکا ہے۔

مولانا عبدالستار نیازی صاحب

انگریزوں کی قہرمانی طاقت کو نفوس قدسیہ چیلنج دیتے رہے ۔ ان میں حضرت فرد محترم تھے ۔ حضرت نے ہر تحریک میں اپنی قوم کی قلندرانہ ترجمانی کی ۔ وہ ایک فرد نہ تھے ۔ ان کی ذات کام کرنے والوں کے لئے پناہ تھی ۔ ان کے اشاروں میں سہارا ہوتا تھا ۔ آپ کا طریقہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے ۔ آپ کی زندگی میں تسلسل تھا ۔ وہ آج سے پچاس سال پہلے جس منہاج صداقت پر تھے آخری دم تک اس پر قائم رہے ۔ میری رہائی کے بعد میرے غریب خانہ پر اطلاع دے کر تشریف لائے ۔ آپ کی نشست کا نیچے انتظام کیا ہوا تھا ۔ جب واپس جانے لگے تو فرمایا مولانا نور کے کوٹھے میں مجھ کو اپنی چارپائی تک بھی لے چلو تاکہ مجھے قدم قدم کا ثواب ملے ۔ میں ایک مجاہد کو ملنے کے لئے آیا ہوں ۔ مولانا نیازی صاحب یہ کہہ کر حاضرین کو مخاطب ہو کر فرمانے لگے ۔ حضرات ! آپ بھی اپنے آپ کو اس تلوار کی دھار پر لائیے اور دل سے کہئے ۔ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین ۔

علامہ انور صابری صاحب دیوبندی

مولانا کی وفات صدیوں کے دین و عمل کی تاریخ کی موت ہے ۔ حضرت اقدس اس دور کے شاہ ولی اللہ مجاہدین میں سیّد احمد شہید اور تصوف میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی تھے ۔

"تربت اقدس سے فردوسی خوشبو"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مرقد انور (قصبہ خارتنگ علاقہ سمرقند) سے خوشبو کا آنا متواتر ہے ۔ بارہ سو سال سے وہاں کی معطر فضا زائرین کے ایمان کو تازہ کر رہی ہے ۔

لاہور کے باشندوں نے یک زبان ہوکر پکارنا شروع کر دیا کہ حضرت مولانا سید الابرار و الاخیار کی تربت پاک سے فردوسی خوشبوئیں آنے لگی ہیں ۔ نہایت معتمد افراد نے وہاں جاکر پتہ لگایا ۔ حضرت کی مرقد کی مٹی کا معائنہ اور تجزیہ کیا گیا لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ اس شمیم جانفزا کو کس چیز کی طرف منسوب کیا جائے لہٰذا یہ بات زبان زد خاص و عام ہوگئی کہ حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کی لحد پاک روضۃ من الریاض الجنۃ بن گئی ہے جس طرح آپ کی زندگی آیۃ من آیات اللہ تھی ۔ خدائے قدوس کی عنایات ازلیہ و ابدیہ سے کچھ بعید نہیں ہے کہ حضرت شیخ الحدیث امام زماں امام بخاری کی رفیع المنصبی میں عالم ربانی حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی نوراللہ روحہ کو مشارکت معنوی کا سنہری موقعہ مرحمت فرماد یہ ۔ارشاد ربانی اس سلسلے میں ملاحظہ ہو : فامّا ان کان من المقرّبین فروح و ریحانٌ و جنّت نعیم و امّا ان کان من المکذّبین الضالین ۔ فنزل من حمیم ۔ [1]

رسول انس جان صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنئیے : القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران (مشکوٰۃ شریف) [2]

---

[1] سورہ واقعہ ۵۶ : آیت ۸۸

[2] حدیث شریف (مشکوٰۃ شریف)

در اصل حضرت مولانا بندۂ مولا صفات بزرگ تھے ۔ اور قبر سے فردوس کی خوشبو کا ظاہر ہونا خدائے رحیم کی شان کریمی کا ظہور تھا ۔ دعا میں اللہ تعالی مولانا کی روح پاک کو وللآخرۃ خیرلک من الاولیٰ کا مژدہ سنائے ۔ اور اس نعمت نبوی میں آپ کو سہیم و شریک بنائے ۔

حضرت مولانا کے ایک خلیفہ مجاز کا مراقبہ

حضرت مولانا کی وفات کے تیسرے دن بعد آپ کے ایک خلیفہ مجاز آپ کی قبر مبارک کے پاس مراقبہ کی حالت میں بیٹھے ۔ سبحان اللہ ! اللہ والوں کی صحبت میں طالبان حق کو کتنے مقامات رفیع عطا کئے جاتے ہیں ۔ یہی وہ عطائے رحمانی ہے جس کو فضل ایزد تعالی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے ۔

قوت جبریل از مطبخ نبود
بود از درگاہ خلاق ودود

صاحب مراقبہ کا ارشاد ہے ———— " میں حضرت آبائی و شیوخیؒ کے ارشاد کردہ طریقہ کے مطابق آپ کی قبر اقدس کے پاس مراقبہ کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا حضرت والا مقام کی زیارت نصیب ہوئی ۔ آپ کے چہرہ انور پر مسرت و بہجت کے انوار تھے ۔ میں نے سلام کے بعد عرض کیا کہ آپ کی پروردگار عالم سے کیسی ملاقات ہوئی ۔

حضرت مولانا مرحوم : مولانا میں نے پروردگار عالم کو بہت شفیق و رحیم پایا ۔ خدا تعالی نے مجھ پر سوال کیا کہ تم ہمارے لئے اس قدر مجاہدات و ریاضات کیوں کرتے تھے ؟

مولانا مرحوم : اے اللہ ! مجھ کو آپ سے خوف آتا تھا ۔

اللہ تعالی : اگر ہم نے تم کو بخشنا نہ ہوتا ۔۔ تو تم پر ظاہری و باطنی

اس قدر زیادہ قمہ داریاں نہ ڈالتے ۔

صاحب مراقبہ : میرے آقا ! کوئی اور قابل ذکر ارشاد ؟

حضرت مولانا مرحوم : اللہ تعالی کی یہ مخصوص عنایت ہوئی ۔ مجھ کو کہا گیا کہ

ہم نے تمہاری مہمانی کے طور پر حاجی صاحب کے تمام گناہگار (صاحب ایمان)

اہل قبور سے اپنا عذاب اٹھا لیا ہے ۔

وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عنداللہ ہو خیرواعظم اجرا ۔

واستغفرواللہ ۔ان اللہ غفور رحیم ۔ [1]

و گفتہ اند کہ ابوالحسن نوری رحمۃاللہ علیہ از ایشان بارہا نور دیدہ

و بسیار خواص و عوام از مقابر صلحاء و شہداء انور مرتفع می بینند وایں نور نفس

زکیہ ایشانست کہ چوں کار نفس عالی می بود ۔ نور او در بدن سرایت می کند ۔

و طبع مزاج بدن می گردد ۔ و باز دکر نفس از بدن مفارق مرض شود ۔تاہم

آں جسد منبع انوار و منفذ آں می باشد ۔ چنانچہ در حالت حیات و بقا نفس بود ۔ [2]

---

[1] سورۃ مزمل ۷۳ پارہ ۲۹ آیت نمبر ۲۰

[2] امداد السلوک مولفہ مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ ص ۸۷

نقل از مرد مومن ص ۲۲۲

حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی کی دستار بندی ؎۱

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت مولانا عبدالہادی صاحب سجادہ نشین دین پور شریف (خلف اکبر حضرت حجۃ اللہ فی الارض شیخ المشائخ حضرت خلیفہ غلام محمد مرحوم دین پوری) نے سلطان الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ کی وصیت اور سلسلہ قادریہ راشدیہ کی روایت کے مطابق شیخ التفسیر علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند مولانا عبیداللہ انور صاحب کو ۱۹ مارچ ۱۹۶۲ء بعد از نماز ظہر باقاعدہ پگڑی بندھوائی اور حضرت اقدس علیہ الرحمہ کے متوسلین کو جملہ معاملات اور منازل سلوک میں رہنمائی حاصل کرنے کے لئے آپ سے رجوع کرنے کی ہدایت فرمائی ۔ سلسلہ قادریہ راشدیہ میں دستار بندی کا طریق شیخ المشائخ غوث زماں حضرت مولانا محمد راشد نوراللہ مرقدہ کے وقت سے چلا آتا ہے ۔

حضرت مولانا کا مبارک کنبہ ؎۲

حضرت لاہوری جہاں خلق خدا کے لئے ہادی و معلّم تھے ۔ وہاں اپنی اولاد کے لئے بھی مثالی باپ تھے ۔ آپ نے دور حاضرہ کی مسموم فضا ؎۳ میں اپنے بچوں کی پرورش کتاب و سنّت کے طریق پر کی اور ان کو اس مغرب الاخلاق

؎۱ مرد مومن ص ۲۲۳ عبدالمجید خاں فیروز سنز لمیٹڈ ، لاہور

؎۲ ایضـــــــــا ؎ انوار ولایت ص ۲۱۱ مطبوعہ پنجاب پریس لاہور

؎۳ عصر ما ما را زما بیگانہ کرد ــــ از جمال مصطفٰے بیگانہ کرد ــ مثنوی مسافر ۲/۶

علامہ اقبال مرحوم

روش پر قدم تک رکھنے کی اجازت نہ دی اور یہ چیز آپ کو ورثے میں ملی تھی ۔ اگر حضرت مولانا کے والدین ماجدین نے آپ کی ولادت سے پہلے ہی آپ کو محروم کر رکھا تھا تو آپ کی اہلیہ محترمہ بی بی کے والدین (حضرت مولانا ابو محمد احمد مرحوم جو مولانا کے خسر تھے ۔ ان کا ذکر خیر سابقہ اوراق میں آ چکا ہے) نے بھی حضرت ذکریا علیہ السلام کے نقش قدم پر چل کر اپنی بیٹی کو حرم زمانی کا شہپہ کیا ہوا تھا ۔ لہذا جب قدرت کے فیصلے کے مطابق حضرت مولانا علیہ الرحمۃ نے اپنی ازدواجی زندگی شروع کی تو پروردگار عالم کی فیاضیوں نے اس گھر کو اپنی رحمتوں کا نشیمن بنا لیا ۔

"ننھے حسن کی پیدائش اور وفات"

حضرت سندھی نے مولانا احمد علی مرحوم کی بچپن سے تعلیم و تربیت کا ذمہ لے رکھا تھا ۔ جس کو بتوفیق ایزدی آپ نے بطریق احسن سر انجام دیا اور ساتھ ہی آپ کو دامادی کا شرف بھی عطا فرمایا ۔ شادی کے دو سال آپ کے گھر اللہ تعالی نے بچہ دیا ۔ اس کا نام حسن رکھا گیا اور اس بچے کی وجہ سے حضرت لاہوری کی کنیت ابوالحسن ہے ۔ بچہ اپنی ولادت کے ساتویں دن واصل بحق ہوا اور زمرۂ غلمان میں داخل ہوا اور اگلے دن اس کی مغموم اور مہجورہ والدہ ماجدہ اپنے لخت جگر کی تلاش میں وادئ فردوس میں پہنچیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پھول تو کھل کر بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

"محترمہ عائشہ بیبی کی ولادت"[1]

حضرت لاہوری کی دوسری اہلیہ سے آپ کے گھر پروردگار عالم نے پہلی لڑکی عنایت فرمائی ۔ اس کا نام عائشہ بیبی رکھا گیا ۔ اس خوش اختر ننھی بچی نے اپنی جوہر صفت والدہ محترمہ کا دودھ پیا اور اپنی جنید دوران باپ کی شفقت بھری نگاہوں میں رہ کر پرورش پائی ۔ وہ اب تک زندہ ہیں چونکہ وہ مجھ احقر الانام کی نسبتی والدہ (ساس) ہیں لہذا میں جب ان کی مادرانہ خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تو مجھ کو اس بتول ولایت کی صورت میں اس کے باپ (سیّدالاولیاء حضرت لاہوری) کے فردوسی کردار کے نقوش نظر آتے ہیں ۔ گویا کہ یہ حیا و پاکدامنی کا مرقع اور نسوانیت کے شرف و مجدؔ کی جیتی جاگتی تصویر ، ظاہری خدوخال اور معنوی اعتبارات سے اپنے ملک صورت باپ سے بڑی حد تک مشابہ ہیں حضرت لاہوریؒ اپنی اس بیٹی کی رسم مناکحت (مبارکہ) کی ادائیگی میں بھی اتباع سنت نبوی کا ایک نمایاں ثبوت پیش کیا ۔ مولانا نوراللہ صاحب جو اس وقت ایک درویش صفت طالب علم تھے آپ نے ان سے حسب و نسب ذریعہ معاش اور رہائشی مکان تک کا سوال کئے بغیر اپنی بیٹی کا عقد ان سے رضامندی لے کر کردیا ۔ یہ سنت نبوی کا زرّیں نقشہ ہے جو آپ کے عمل میں نظر آتا ہے ۔

"حافظ حبیب اللہ مہاجر مکی و مدنی"[2]

مخدومہ عائشہ بیبی کے بعد حضرت کے گھر وہ بچہ پیدا ہوا جس کو کس

---

[1] انوار ولایت ص ۲۱۱ مصنفہ ماسٹر لال دین اختر ایم اے عرش

[2] مرد مومن ص ۲۲۵ شیخ عبدالحمید خان فیروز سنز لمیٹڈ لاہور

حد تک عصر حاضر میں ولنجعلہ آیۃ للنّاس ورحمۃ منّا کا مصداق مان لیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا ۔ یہ اس ماں کی گود میں پرورش پاتا رہا جس ذاکرہ و حافظہ کو ربّ العزّت نے قرائت کی ادائیگی میں حسن صوت اور نوافل میں طول احسان کی نعمتوں سے نوازا ہوا تھا ۔ وہ شب بیدار ہونے کے علاوہ روزانہ قرآن حکیم کی ایک منزل تلاوت فرماتیں ۔ اس گھر کا ماحول قرآنی نغمات اور تہلیل و تسبیح کی صداؤں سے معمور رہتا تھا ۔ کنبے کے سرپرست کا شیوہ رزق حلال اور صدق مقال تھا ۔ بچہ اپنی پاک دامن عابدہ و زاہدہ والدہ کے سینے سے چمٹ کر معصومانہ غذا حاصل کرتا تھا ۔ اب بڑا ہوکر اس کا اسلاف کرام کا مثیل بننا یقینی تھا اور اس کا وجود مسعود دین حق کے لئے حجّت و برہان بننے والا تھا لہذا وہ اپنے وقت میں الہامی صداقتوں کا نقیب ، اسلامی اقدار کا محافظ بن کر زندگی بسر کرنے والا تھا ۔ صابرانہ توکّل و غنا کی جھلکیں اسکی جبیں نیاز کو تابندہ و درخشندہ رکھنے کی ضمانت دیتی تھیں ۔

جواں مرد ے کہ خود را فاش بیند
جہاں کہنہ را باز آفرینـــــد
ہزاراں انجمن اندر طوافــــــش
کہ او با خویشتن خلوت گزینـــد [1]

صاحب زادہ حبیب اللہ کو سب سے پہلے قرآن پاک حفظ کروایا گیا ۔ پھر ابتدائی

---

[1] علامہ اقبال مرحوم ارمغان حجاز ص ۱۱۰ ، مطبوعہ پاکستان ٹائمز ، لاہور

کتب ختم کراکر دارالعلوم دیوبند بھیجا ۔ اس وقت اس مرجع اخیار مدرسہ میں سید
انور شاہ کاشمیری جیسے یکتائے روزگار ، علامہ حضرت مدنی جیسے مجاہد کبیر
اور شارح حدیث مرد حق آگاہ اور حضرت شبیر احمد عثمانی ایسے دانائے رموز
قرآنیہ موجود تھے ۔ حافظ حبیب اللہ نے مذکورہ ہادیان دین متین کی صحبت
میں دل کھول کر کسب ضیا کیا ۔ آخر جامعیت کا خلعت فاخرہ زیب بر کئے لاہور
واپس آگئے ۔ اپنے والد بزرگوار کی سنت کے مطابق خدمت قرآن کا کام نہایت شدومد
سے شروع کردیا ۔ ۱۹۲۷ء کو حج بیت اللہ کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے ۔
تقریباً ۲۲ سال مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کی قدسی فضا میں رہے ۔ حضرت مولانا
لاہوری نے بھی بلایا اور حافظ حبیب اللہ مرحوم کی والدہ محسنہ و صدیقہ
نے بھی واپس کے لئے لکھا ۔ لیکن ان سب کو قیامت کی ملاقات پر راس کرلیا
اور خدا تعالی کی مشیت [1] کے مطابق مدینۃ الرسول کو نہ چھوڑا ۔

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

---

[1] حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد راقم الحروف نے حافظ
حبیب اللہ نوراللہ مرقدہ کو ایک طویل عریضہ لکھا تھا جس میں پر زور استدعا
کی گئی تھی کہ آپ پاکستان واپس آجائیں تاکہ لاہور کا مرکز اپنی سابقہ دینی
روایات کو زندہ تابندہ رکھ سکے ۔ جس کے جواب میں آپ نے مجھ احقر الانام
کو مندرجہ ذیل گرامی نامہ تحریر فرمایا تھا ۔ آپ کو پڑھ کر بہمہ وجوہ یقین
ہو جائے گا کہ ان پاکباز ہستیوں کا قیام و سفر مشیت الہی کے تابع ہوتا ہے ۔

تین ماہ مکہ معظمہ میں ایام حج میں رہتے۔ حرم پاک میں درس قرآن پاک دیتے۔ ہزاروں حجاج کرام آپ کے درس سے مستفیض ہوتے۔ ۱۹۵۲ء میں راقم الحروف نے بھی آپ کو بیت الحرام میں درس دیتے سنا۔ آپ کا حجرہ بیت اللہ کی باہر کی چار دیواری کے اندر تھا۔ آپ کے ساتھ عقیدت مندوں کا ہجوم تھا۔

حاشیہ صفحۂ سابق :

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اما بعد

محترم المقام جناب ماسٹر لال دین صاحب اختر زید مجدکم

سلام مسنون - مزاج اقدس　　　　حبیب اللہ از المدینۃ المنورہ

مکرمت نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ اس یادآوری و کرم فرمائی کا بسیار شکریہ !

محترم ! جو تحریک آپ نے فرمائی ہے اس سے قبل دو مرتبہ یہی تحریک حضرت مرحوم و مغفور قبلہ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ نے اپنی حیات طیبہ میں فرمائی تھی۔ پہلی مرتبہ اپنی وفات سے غالباً دس برس پیشتر اور دوسری مرتبہ اپنی وفات سے ٹھیک دو برس پیشتر۔ جو جواب ان کی خدمت عالیہ میں میں نے تحریر کیا تھا وہی جواب آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ رحمت الٰہی سے یقیناً توقع ہے کہ جس طرح وہ میرے جواب سے مطمئن ہوگئے تھے جناب والا بھی اسی طرح مطمئن ہو جائیں گے !

شریعت مطہرہ کا حکم ہے کہ ہر مہم کام کرنے سے پہلے استخارہ کر لینا چاہئے استخارہ میں اللہ علیم خبیر کی طرف سے جو بندہ کو رہنمائی ہو اس کے مطابق

باقی نو ماہ مسجد نبوی میں قرآن حکیم کا درس دیتے ۔ گویا کہ اس عرصہ میں آپ کو اسلامی ممالک کے اس عظیم الشان مقدس مرکز میں بیٹھ کر خدمت اسلام کا خوب موقعہ ملا ۔ بالفاظ دیگر یہ حضرت لاہوری کے باقیات الصالحات کا فیض عام تھا جس سے ساری اسلامی دنیا مستفیض ہوتی رہی ۔ اکتالیس دفعہ حج بیت اللہ

حاشیہ صفحہ سابق کا

عمل کرنا چاہیئے ۔ میں نے ہر دو مرتبہ استخارہ کیا ۔ ہر مرتبہ اللہ تبارک تعالیٰ سے صریح طور پر ملتوی سفر پاکستان کی ممانعت ظاہر ہوتی رہی ۔ دوسری مرتبہ چونکہ حضرت قبلہ ابّا جان رحمۃ اللہ علیہ کا اصرار بہت شدید تھا اور بار بار یہی فرماتے تھے کہ تمہارے تمام مصارف سفر کی کفالت میرے ذمہ ہے اور بذریعہ ہوائی جہاز آجاؤ تو میں نے نہایت ہی ادب سے عرض کیا کہ مجھ کو سفر پاکستان کی استخارہ میں نفی معلوم ہوتی ہے ۔ حضور پر نور مجھ کو استخارہ فرما کر ارشاد فرمائیں ۔ ان کا جواب بھی یہی تھا کہ میرا استخارہ بھی ٹھیک تمہارے استخارہ کے مطابق ہے ۔ یہی رضائے حق ہے ۔

آپ کا خط موصول ہونے کے بعد میں نے پھر اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا تو جو بات دو مرتبہ پہلے منکشف ہوتی تھی اب بھی وہی منکشف ہوتی ہے ۔ اللہ عالم الغیب کے اسرار مکتومہ کو کوئی اپنی عقل ناقص سے نہیں دریافت کر سکتا ۔

اسرار الٰہی انسان کی فہم و ادراک کی حد سے ماوری ہیں ؎

کہ کس نہ کشود و نکشاید بحکمت این معمّہ را

لیکن شریعت کا حکم ہے کہ استخارہ کرنا چاہیئے ۔ بندہ کی سعادت تعمیل حکم

کی سعادت حاصل کی ۔ اتنی ہی دفعہ میدان عرفات ، مزدلفہ اور منی میں مناسک حج کی ادائیگی میں لاکھوں منتخبہ روزگار نفوس قدسیہ (حجاج کرام) کے ملکوتی اجتماع میں کھڑے ہوکر خدائے ذوالجلال کے حضور میں عجز و نیاز کے آنسو بہائے ۔کعبہ اللہ اور حرم نبوی میں لاکھوں دفعہ تسبیح و تہلیل کے پر سوز نغمات بلند کئے ۔ کتنے قرآن مجید ختم کئے ۔ کتنے طواف کئے اور آخر کروڑوں سجدوں کے نشان جبیں نیاز پر لے کر ۱۹۷۲ء احکم الحاکمین کے دربار میں جا پہنچے ۔ ہم اس سعادت دارین پر حافظ مرحوم کے والدین ماجدین کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں ۔

حاشیہ صفحۂ سابق

میں ہے اور عقاوت کلّی عصیان و نافرمانی ہے ۔

آپ کی فرستادہ کتاب " محسنۂ کائنات " وصول ہوگئی تھی ۔

جزاکم اللہ خیر والاحسان ۔

اپنی والدہ ماجدہ صاحبہ کو میرا سلام مسنون عرض کردیں ۔ اور عزیزہ جمیلہ بیبی کو بھی سلام مسنون و عزیزی امین الدین سلمہ و عزیزی عبداللہ یوسف سلمہ کو پیار ۔

والسلام مع الاکرام

۱۱ ذیقعدہ ۱۳۸۱ھ

۱۰ اپریل ۱۹۶۲ء

یوم الاحد

حافظ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت مولانا کے گھر صاحبزادہ حفیظ اللہ اور پھر عبداللہ پیدا ہوئے ۔ لیکن یہ دونوں پھول ابتدائی بہار میں مرجھا گئے ۔ دو بچیاں فاطمہ اور رقیہ بلوغت کے قریب پہنچ کر وفات پا گئیں ۔ ایک بچی مریم بیبی سن بلوغت تک پہنچیں ۔ اس کا عقد مولانا عبدالمجید مرحوم سوہدروی سے کیا ۔ وہ بھی دو بچیاں اور ایک بچہ عبدالوحید کو یتیم چھوڑ کر ملک عدم کو چلتی بنیں ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ یہ وہ صدمات ہیں جو آپ کو عمر ایام میں پہنچے اور آپ نے نہایت صبر جمیل سے برداشت کئے ۔

جانشین حضرت شیخ التفسیر قاری عبیداللہ انور مدظلہ العالی [۲۰]

آپ اپنے چھوٹے بھائی حافظ حمیداللہ صاحب سے بڑے ہیں ۔ کتب متداولہ کی تحصیل کے لئے آپ کو دارالعلوم دیوبند بھیجا گیا ۔ ناظرہ قرآن مجید گھر پر اماں جان مرحومہ سے پڑھا اور کمسنی میں ہی دیوبند بھیجے گئے ۔ سند فراغت حاصل کرکے لاہور اور پھر کراچی میں خدمت دین کرتے رہے ۔ للّٰہیت اس خاندان کا فطری جوہر ہے ۔ ان اجری الا علی اللہ ان کا آبائی ورثہ ہے ۔ والد مرحوم کی تمام ذمہ داریاں اب آپ کے کندھوں پر ہیں ۔ آپ کی صورت تمام اخلاق حمیدہ کی آئینہ دار ہے ۔ شباب کے باوجود بزرگانہ شیریں خالی ، عثمانہ مروت ، بشری پر ذہانت کے انوار ، آنکھوں میں پاکیزگی فطرت کی جھلکیں ، حلم و حیا میں عثمان صفت ، اقربا و اعزہ میں ہر دلعزیز ، اغیار میں ممدوح و محمود اور اس پر طرہ یہ کہ لاکھوں مجبوں (حضرت لاہوری کے متوسلین) کے پیر مشفق حضرت شیخ التفسیر مرحوم کی جیتی جاگتی نشانی !

اے گل بتو خورسندم ، تو بوئے کسے داری !

آپ کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں ۔ اللہ تعالی ان کو سلطانی کا مقتداء و ہادی بنائے تاکہ "این خانہ ہمہ آفتاب است " کی روایت تا ابد قائم رہے ۔

حافظ حمید اللہ مرحوم

حضرت مولانا کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے ۔ فارغ التحصیل عالم دین ہونے کے علاوہ حافظ قرآن مجید بھی تھے ۔ صوم و صلوۃ کے بڑی سختی سے پابند تھے ۔ حضرت ان پر بڑے شفیق تھے ۔ متعدد دفعہ حج بیت اللہ سے سرفراز ہوئے ۔ خدمت دین میں سارا وقت صرف کرتے تھے ۔ اپنے والد مکرم کی وفات کے چند سال بعد صرف چند دن بیمار رہ کر فوت ہوئے ۔ مقام عبرت ہے کہ حافظ مرحوم کی فوتیدگی کے تقریباً چھ ماہ بعد آپ کی اہلیہ زاہدہ بی بی بھی اللہ تعالی کو پیاری ہو گئیں ۔ یہ با رونق اور آباد گھر تین بچوں اور دو بچیوں کے یتیم خانہ میں تبدیل ہو گیا ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

فاعتبروا یا اولوالالباب

حضرت شیخ التفسیر کی اہلیہ محترمہ

ہم حسن خاتمہ کے طور پر رابعۂ وقت حضرت صفیہ بی بی اہلیہ محترمہ حضرت شیخ التفسیر کے مختصر حالات قلم بند کرتے ہیں :

آپ کے والد بزرگوار (حضرت مولانا ابو محمد احمد مرحوم) کا تعارف کچھ ابتداء مقالہ میں کرایا گیا ہے ۔

بچپن :- حضرۃ مخدومہ المکرمہ امّاں جان نے بچپن میں قرآن پاک ایک ایسے حافظ و قاری سے پڑھا جنہوں نے دارالعلوم صولتیہ مکہ معظمہ (زادھا اللّٰہ شرفا و تعظیما) سے فن تجوید و قرات میں باقاعدہ سند حاصل کی تھی - یہ تاریخی سعادت تھی جو آپ کے حصہ میں آئی -

علمی ذوق :- امّاں جان مرحومہ و مغفورہ کو فارسی زبان میں خاص دسترس حاصل تھی - شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا اکثر کلام حفظ تھا - زیب النساء کا دیوان مخفی ہمیشہ زیر مطالعہ رہتا تھا - آپ نے فارسی زبان میں ایک کتاب تالیف فرمائی - جس کی طباعت نہ کرائی جا سکی - یہ کتاب علم الاخلاق سے متعلق تھی -

حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ کی کتاب کیمیائے سعادت سے قلبی شغف تھا - موسم سرما میں پوری ضخیم کتاب (بزبان فارسی) تین چار دفعہ ختم کی جاتی تھی - مولانا الطاف حسین حالی کی پوری مسدس زبانی یاد تھی - اور اکبر الہ آبادی کے اکثر اشعار ازبر تھے - آپ نے حضرت مولانا سیّد اشرف علی تھانوی مرحوم کی اکثر تصانیف اور خصوصاً " بہشتی زیور " بارہا بچیوں کو پڑھایا - فقہی مسائل اکثر نوک زبان ہوتے تھے - ڈپٹی ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم کی تصانیف کا مطالعہ بھی لازمی سمجھا جاتا تھا -

عقیدت :- حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن علیہ الرحمۃ اور حضرت مدنی مرحوم سے بڑی عقیدت تھی - حضرت تھانوی اور سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری نوراللہ مرقدہ کی پاکدامن ازواج کے ساتھ باہمی میل جول اور ایک دوسرے کے گھروں میں کبھی کبھار تشریف لانا بھی ثابت ہے - دعا ہے اللہ تعالی آپ کو صالحات امت کے زمرہ

میں شامل فرمائے ۔

عبادات :۔ آپ نے ساری زندگی نماز تہجد کو بالالتزام پڑھا ۔ آپ کے فرزند اکبر حافظ حبیب اللہ مہاجر مکی کی روایت ہے کہ مرحومہ فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان ہمیشہ گیارہ دفعہ سورۂ مزمل اور گیارہ سو دفعہ " یا مغنی " اور نماز فجر قرآن مجید کی ایک منزل (چھ سات پارے) کی تلاوت اور روزانہ بارہ ہزار مرتبہ یا بدیع العجائب بالخیر یا بدیع کا ورد پڑھا کرتی تھیں ۔

تمام نمازوں کے بعد تسبیحات ، ذکر قلبی اور باقی بہت سے معمولات ہوتے تھے ۔ مرحومہ مخدومہ سورۂ والضحیٰ عاملوں کی بہت بلند پایہ عاملہ تھیں اور اس مبارک عمل کی اجازت آپ کو حکیم الامت مولانا تھانوی نے دی تھی ۔ آپ کو کثرت نوافل کی وجہ سے قلب مطمئنہ حاصل تھا ۔ آپ نے حضرت مولانا کی معیت میں متعدد دفعہ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ اقدس بھی کی ۔ اور ساتھ ہی اپنے فرزند جلیل حافظ مرحوم کی ملاقات سے اپنے دل کو ٹھنڈا کرتی تھیں ۔ حضرت کے ہمراہ آپ سندھ اور دیوبند بھی تشریف لے جاتیں ۔

اپنے دو صاحبزادوں (حبیب اللہ ۔ حمید اللہ) اور ایک نواسہ عبدالوحید صاحب کو قرآن پاک حفظ کرانے کی سعادت بھی آپ کی حیات مبارکہ کا حصہ بنی ۔ بیٹیوں ، نواسیوں اور بہو بیٹیوں کو دینی تعلیم اور عمل صالح کی تاکید کرتی رہتی تھیں ۔ گھر کا کام ، کھانا پکانا وغیرہ اپنے ہاتھ سے کرتیں ۔ آپ کی پاکیزہ اور مثالی زندگی باقی مستورات کے لئے قابل عمل اسوہ کا کام دیتی تھی ۔ عفت ، رحم دلی ، ذوق عبادت ، فرمانبرداری ، مادرانہ شفقت ، للّٰہیت اور خشیت الٰہی آپ کی حیات طاہرہ کے روشن ابواب تھے ۔ ہم انشاء اللہ آپ کے باقی خصائل

حصہ اور صفات ستودہ حقوق زوجین کے عنوان میں درج کریں گے۔

"تاریخ رحلت" لـه

ملک کے چند شاعر ادیبوں نے حضرت کی تاریخ ہائے وفات لکھیں ۔ ان میں سے چند ایک پیش کی جاتی ہیں :

باغ ارباب کشف سے آخر — بلبل قدس اڑ گیا ہیہات

۱۶۰۹ ‏— ۲۲۸ = ۱۳۸۱ھ

وفات مفسّر قرآن احمد علی — امیر انجمن خدام الدین بصرہ

۱۳۸۱ھ — ۱۳۸۱ھ

شکر اللہ لہ

۱۳۸۱ھ

رحمہ کی صورت میں — تاریخ وصال — رہبر راہ خدا احمد علی

۱۳۸۱ھ

(مفتی جمیل احمد تھانوی)

مرثیہ لرحلۃ مولانا احمد علیؒ

"حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی"

كان في لاهور شيخ ماجد — فاض من العلم عال في العمل

لاہور میں ایک شیخ تھے بزرگ — علوم دین میں فاضل ۔ اعمال میں بلند پایہ

الحق لوذعی بارع — ملتهبتواه في ذروی القلل

زیرک ، ذہین ، فائق — وہ متقی کہ ان کا تقوی بلندی میں پہاڑوں کی چوٹی پر تھا ۔

مجتهد هاد عزیز فضله — احمد الهادی لاصحاب الزلل

راہ شناس ۔ راہ نما ۔ بڑے فضل والے	لغزش والوں کے خاص دستگیر
مفضل كالفاضل احمد علي المرتضى	قد كسى الاحباب بالتقوى الحلل
بڑے فاضل مولانا احمد علی قدرت کے منتخب	جنہوں نے تعلق والوں کو تقوی کے حلے پہنائے
شاب سنّاً صورة لكنه	عند ابطال الخنى كهل بطل
عمر میں صورت میں تو بوڑھے تھے لیکن	برائیوں کو پامال کرنے کے وقت بہادر پہلوان تھے
ماتك الاستار عن كيد العدى	قامع البدعات قلّاع الدّجل
مخالفین کی مکاریوں کے پردے چاک کرنے والے	بدعتوں کا قلع قمع کرنے والے اور دجل و فریب کی جڑیں اکھاڑنے والے
كان من خدام دين الله اذ	مال ناسٌ نحو لات او هبل
آپ ایسے وقت میں دین کے خادموں میں سے تھے	لوگ لات و ہبل (شرک) کی طرف مائل تھے
من اتیٰ فی درسه نال الهدى	وانجلى الوسواس وانسدّ الخلل
جو آپ کے درس میں شامل ہوتا ہدایت پالیتا	شبہات دور ہو جاتے اور ہر خلل ختم ہو جاتا
من شيخاً وّشابا فيضه	كلّ اشكال لهم منه انحل
آپ کا فیض بوڑھوں اور جوانوں کو عام تھا	ان کا ہر اشکال درس سے حل ہو جاتا تھا
يومه علم وذكر دائما	ليله في الفضل بالله اشتغل
آپ کا دن تو علم اور مسلسل ذکر تھا	اور رات اللہ تعالی کے ساتھ مشغولی میں صرف تھی
قلبه التنّور من نار الهوى	لاجرم كانت الالفاظ منها كالشعل
آپ کا دل عشق الہی کی آگ سے تنور تھا	اسی وجہ سے آپ کے الفاظ شعلوں کی طرح اثر والے تھے ۔
جازه يا ربّ عنّا شهر ما	جوزى الابرار في اعلى المحل

پروردگار ان کو ہماری طرف سے بہترین جزائیں دیجئے ۔ — جو نیک لوگوں کو اعلیٰ مرتبوں میں دی جاتی ہیں

راح فی روح و ریحان له — والیٰ ربّ تعالیٰ المرتجل

آپ تو اللہ کی رحمت اور چمن میں پہنچ گئے اور خود پروردگار کی طرف سب کا سفر ہے

قالت الاصحاب فیہم فائت — قلت بالروح و بالرضوان حل

دوستوں نے کہا کہ بڑا نفیس فوت ہو رہا ہے — میں نے عرض کیا مگر وہ تو رحمت اور رضائے الٰہی میں نازل ہو گئے ۔

اب جاءِ باد زہد کامل — اہٗ شیخ زاہد حبر رحل

آنے والے واپس ہو گئے زہد کامل رخصت ہو گیا — آہ ایک بزرگ زاہد فاضل سفر کر گیا [1]

---

[1] سرود مومن ص ۲۲۲ و ۲۲۳ شیخ عبدالحمید خان فیروز سنز لمیٹڈ لاہور

حضرت مولانا کے ملفوظات

ہم مولانا کے ملفوظات میں چند ایک کا انتخاب درج کرتے ہیں :

۱ ۔ اللہ والوں کی جوتیوں میں وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے ۔

۲ ۔ اللہ والے کمیاب ضرور ہیں لیکن نایاب نہیں ۔

۳ ۔ لاہور! میں اتمام حجت کر رہا ہوں ۔ میں اپنے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بری الذمہ کر رہا ہوں تاکہ آپ لوگ قیامت کو یہ نہ کہیں کہ ہمیں کوئی ڈرانے والا اور سنانے والا نہیں آیا ۔

۴ ۔ میں آپ کو بیدار کر رہا ہوں ۔ پشاور سے لے کر کراچی تک آپ کا کوئی خیر خواہ نہیں ہے ۔ اگر آپ کا کوئی خیر خواہ ہے تو وہ اللہ والا ہے جو آپ سے کھانے کو نہ مانگے ۔ دروازۂ محمدی کا غلام ہو ۔ اس کے ایک ہاتھ میں قرآن حکیم ہو اور دوسرے ہاتھ میں مشعل حدیث خیرالانام ہو ۔ وہ ان دونوں نوروں کی روشنی میں آپ کی رہنمائی کرے ۔

۵ ۔ قرآن حکیم اور تمام احادیث نبوی کی تشریح دو جملوں میں کی جا سکتی ہے کہ خدا کو بعبادت اور خلق خدا کو بخدمت راضی رکھو ۔

۶ ۔ عالم دین ہو ۔ حافظ قرآن ہو ۔ حج بھی کر آیا ہو ۔ زکوٰۃ کی پائی پائی ادا کرے اور ہو جائے اور مسجد والدین ہاتھ اٹھا کر بد دعا کریں

کہ یا الٰہی ہم تو اس پر راضی نہیں ہیں تو میں فتویٰ دیتا ہوں کہ ایک دفعہ
سیدھا جہنم میں جائے گا ۔

۷ ۔ عقیدت ، ادب اور اطاعت سے فیض آتا ہے ۔ ان میں سے ایک
تار بھی ٹوٹ جائے تو کنکشن ٹوٹ جاتا ہے ۔

۸ ۔ میرا اپنا سلسلہ قادری ہے مگر میں سلاسل اربعہ کے بزرگوں
کا ادب کرتا ہوں ۔

۹ ۔ لوگ کہتے ہیں بیٹا سارے اور اندھا کوئی کوئی ۔ میں کہتا ہوں
اندھے سارے بیٹا کوئی کوئی ۔

۱۰ ۔ نعم الامیر علی باب الفقراء وبئس الفقیر علی باب الامراء ۔

۱۱ ۔ اگر کوئی ہوا میں اڑتا آئے اور لاکھوں مرید پیچھے لائے مگر سنت
نبوی کا مخالف ہو تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا ناجائز ۔ اس کی بیعت
حرام اور اگر پہلے کر چکا ہے تو بیعت توڑنا فرض عین ۔

مولانا مرحوم کے معمولات

حصہ اوّل کے اختتام پر حضرت لاہوری کے معمولات درج کرنا ضروری ہیں ۔ تاکہ قارئین کرام کو اس ربّانی شخصیت کی عملی زندگی سمجھنے میں آسانی ہو ۔ یہ حالات آپ کے جانشین حضرت مولانا عبداللہ انور مدّ ظلّہ العالی ، آپ کی کی بڑی صاحبزادی عائشہ بی بی اور آپ کے نواسہ حافظ عبدالوحید صاحب اور آپ کی نواسی جمیلہ کوثر سے بالمشافہ بات چیت کرکے حاصل کئے گئے ہیں ۔

" ہم نے اپنی والدہ مرحومہ سے متعدد دفعہ سنا تھا کہ جب ہم ابھی کمسن بچے تھے تو حضرت ابّا جان مرحوم بازار سے سودا سلف خود خرید کر لایا کرتے تھے والدہ مرحومہ کے بیمار ہونے کی صورت میں اپنے ہاتھوں سے آٹا گوندھتے ، سالن تیار کرتے ، بیمار کے خاص کھانے کی تیاری بھی خود ہی کرتے ۔ ساری زندگی گھر میں کوئی خادم یا خادمہ رکھنے کی نوبت نہیں آئی کیونکہ تندرستی کی حالت میں والدہ محترمہ اپنے ہاتھوں سے گھر کا تمام کام کاج کر لیتی تھیں اور ہماری بہنیں ان کا ہاتھ بٹاتی تھیں ۔ جب ہم قدرے بڑے ہوگئے تو سودا سلف کی خرید کی ذمہ داری ہم پر ڈالی گئی ۔" [1]

---

[1] مولانا عبداللہ انور صاحب (راوی) : " گھر جا کر گھر کے دھندے میں مشغول رہتے ۔ پھٹے کپڑے کو سیتے ۔ جوتا ٹوٹ جاتا تو اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے ۔ دودھ دوہتے ۔" صحیح بخاری ۔ مسند احمد بن حنبل ۔ مسند عائشہ ماخوذ از سیرۃ النبی حصہ دوم ص ۲۱۲ مصنفہ مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم

"ہمارے بچپن کے زمانے میں حضرت ابّا جی مرحوم
مکان کے نچلے حصے سے تیسری منزل تک پانی خود
لے جایا کرتے تھے۔" ۱؎

"قیام سندھ کے ایام میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ دونوں
وقت باہر کنویں سے پانی اٹھا کر لاتے تھے۔ اور کنواں
گھر سے ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ ہفتے میں
دو تین دفعہ نماز عصر کے بعد جنگل سے لکڑیاں کاٹ
کر لاتے۔ اور جب آپ امروٹ شریف اور پیر جھنڈا میں حضرت
سندھی کے پاس رہتے تھے تو حضرت سندھی کے گھر کے لئے
پانی بھرنا، جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لانا حضرت سندھی
اور اپنے چھوٹے بھائیوں (محمد علی مرحوم، عزیز احمد مرحوم
اور رشید احمد مرحوم) کے کپڑے دھونا آپ کا معمول تھا" ۲؎

حضرت عائشہ بیبی کا بیان ہے:

"ابّا جان باہر کا دروازہ بند کر لیتے اور جمعہ کے دن
اپنے کپڑے اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے تھے۔ آپ ہمیشہ

۱؎ حضرت مولانا عبداللہ انور صاحب

۲؎ امّاں جان مرحومہ راوی ـــ انوار ولایت ص ۲۲۲

فرمایا کرتے تھے کہ دھوبی کپڑے صاف کرتے ہیں
لیکن پاک نہیں کرتے ۔ اپنی حجامت بھی خود ہی
بنایا کرتے تھے ۔ [1]

<u>معمولاتِ عبادت</u> :-

" تمام زندگی نماز تہجد کی پابندی فرماتے رہے ۔ علاوہ ازیں باقی نوافل کا اہتمام بھی کیا جاتا ۔ نماز تہجد کے بعد حفظ کردہ سورتوں کی تلاوت قدرے بالجہر فرماتے پھر اذان کے بعد گھر پر سنتیں پڑھتے اور مسجد میں تشریف لے جاتے ۔ " [2]

" صف اوّل میں دائیں طرف جاکر بیٹھ جاتے ۔ آپ ہمیشہ اقامت سے پہلے مسجد میں پہنچ جاتے ۔ نماز با جماعت کی بڑی سختی سے پابند تھے ۔ " [3]

نماز فجر کے بعد اپنے خاص حجرے میں تشریف لے جاتے تفسیر خازن یا اور ضروری تفاسیر اور احادیث کی کتب پر سرسری نظر ڈالتے ۔ آخری عمر میں درس قرآن سے پہلے یا بعد چارپائی پر قدرے استراحت فرماتے ۔ اپنی کوٹھی خدام میں سے

---

[1] آپ کی بڑی صاحبزادی صاحبہ
[2] جمیلہ کوثر آپ کی نواسی راوی ہیں ۔ اعلیٰ
[3] منشی سلطان احمد راوی ہیں کہ ایک دفعہ جناب مولا بخش سومرو وزیر اعظم سندھ حضرت کی ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوئے ۔ آپ نے رستے میں چلتے چلتے ان سے بات چیت کی اور پھر سیدھے مسجد میں تشریف لے گئے ۔ رانا شمو جنگ جیسے معزز مہمان آتے ۔ لیکن جماعت کی پابندی میں کبھی فرق نہ پڑتا ۔

کسی کے حوالے کر دیتے تھے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ دس یا
پندرہ منٹ کے بعد آپ کو بیدار کر دے ۔ آپ دوبارہ وضو فرماتے
اور سیدھے درس گاہ کی مسند پر تشریف لے جاتے تھے ۔ ایک رکوع
کی تلاوت فرماتے ۔ اس کا سلیس ترجمہ کیا جاتا پھر عہد نبوی
میں ان آیات کا کیا مطلب سمجھا گیا ۔ اس کو بیان فرماتے
تھے ۔ بعد ازاں الاعتبار والتاویل کے طور پر ان آیات کی تشریح
و توضیح کی جاتی ۔ درس کے اختتام پر سامعین کرام آپ سے
مصافحہ کرتے اور حضرت نہایت متانت اور شفقت سے لوگوں کے چہروں
پر نظر ڈالتے ۔ آپ حجرے میں تشریف لے جاتے ۔ اہل حاجت
مرد و زن حضرات کا تانتا بندھ جاتا ۔ آپ باری باری تمام
لوگوں کو ملاقات کا موقعہ مرحمت فرماتے ۔ ظہر ، عصر اور مغرب
کی نمازوں میں بھی ہمیشہ اکثر نمازیوں سے پہلے تشریف لے آتے
ان نمازوں کے بعد کچھ دیر کے لئے مسجد میں تشریف رکھتے ۔
اور پھر گھر یا حجرے میں تشریف لے جاتے ۔ رستے میں سلام اور
مصافحہ کا سلسلہ جاری رہتا ۔ چھوٹے بچے ابا جی کہہ کر
آپ کو سلام کرتے اور آپ نہایت شفقت بھرے الفاظ میں ان کا
جواب دیتے ۔" [1]

---

[1] خادم خاص حضرت مولانا محمد صابر صاحب (راوی)

نماز عشاء کے بعد گھر تشریف لاتے ۔ چند خدّام آپ کے ہمراہ
در ولایت پر حاضر ہوتے ۔ ان کو رخصت کرنے کے بعد دروازہ کے اندر قدم رکھتے
گھر کے بعض افراد آپ کے استقبال کے لئے دروازہ کے اندر موجود ہوتے ۔ چھوٹے
بچوں میں سے کوئی ہوتا تو اس کو اپنا چھوٹا تھیلہ پکڑوا دیتے ۔ اگر حافظ
حمید اللہ مرحوم یا قاری عبداللہ انور صاحب کے گھروں میں کوئی بیمار ہوتا تو پہلے
اس کی عیادت فرماتے ۔ بالائی منزل میں تشریف لے جاتے ۔کھانے میں اپنے دونوں
صاحبزادگان اور دونوں پوتوں (اجمل و اکمل) کو شریک کرتے ۔ اگر کوئی تحفہ موجود
ہوتا تو اس کو تین برابر حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا ۔ کھانے کے بعد ہاتھ
صاف کرنے کا وقت آتا ۔ تو سب کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ حضرت اقدس کی
خدمت کا موقعہ ملے ۔ جمعہ کے دن گھر کے تمام افراد (چھوٹے بڑے) کو
پیسے دیتے تھے ۔ جمعہ کے دن روپوں کی ریزگاری بازار سے منگوائی جاتی اور
امّاں جان کے حوالے کی جاتی تاکہ کوئی سائلہ محروم نہ جائے ۔ اسی طرح
سفر کے معمولات بھی ہوتے ۔ آپ سفر میں اپنے رفقاء سفر کی سہولت کا ہمیشہ خیال
رکھتے تھے اور خود ضبط نفس سے کام لیتے تھے ۔ علاوہ ازیں چند معمولات اور
بھی وقتاً فوقتاً مناسب مقامات پر شامل مقالہ کئے جائیں گے ۔

الحمد للہ ! کہ مولانا کی سیرت کا پہلا حصہ بخیر و خوبی ختم ہوا
وما توفیقی الا باللہ !

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

علم و فضل کی فضیلت

قدوسیان ارض و سما[1] کی محفل میں اللہ تعالی کی طرف سے حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت ارضی کا اعلان اس امر کی بیّن شہادت ہے کہ یہ خاک کا پتلا (اللہ تعالی کی تخلیقات کا احسن شاہکار[2]) ان دماغی اور روحانی قوتوں سے نوازا گیا ہے کہ جن کی برکت سے وہ تمام ادوار حیات میں اسرار و رموز فطرت کی نقاب کشائی کرتا رہے گا ۔ قرآن عزیز شاہد ہے کہ قسّام ازل نے خاکی نوری اور ناری مخلوق میں علم کو وجہ فضیلت قرار دیا اور سیّدنا آدم علیہ السلام کو علم الاسماء[3] سے سرفراز فرمایا اور خلافت الٰہیہ[4] کا مزیّن تاج آپ کے سر پر رکھا ۔

---

[1] و اذ قال ربک للملٰئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفہ ـ سورہ بقرہ ۲ آیت ۳۰

[2] لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم پارہ ۳۰ آیت ۴ سورہ التین

[3] پارہ اوّل سورہ ۲ آیت ۳۳ ـ ۳۱ (وعلم آدم الاسماء کلھا الخ و ما کنتم تکتمون)

[4] انی جاعل فی الارض خلیفہ ـ تفسیر : یعنی می گردانندہ ام در زمین خلیفہ را که خلافت من نماید و در اشیاء زمین تصرف کند و چون تصرف در اشیاء زمین بدون تصرف در اسباب آن اشیاء که مربوط بآسمان است متصوّر نیست ہرچند آن خلیفہ از عناصر زمین پیدا شود هنوز و در محل کون و فساد ساکن و مستقر گردد امّا ورو ے روحے آسمانی نیز خواہم داد که بسبب آن روح بر ملکان آسمان و مؤکلان کواکب نیز حکمرانی نماید ـ و آنہا را بکار خود مصروف سازد ـ

ے گدائے مصطبہ ام لیک وقت عشق ببیں که ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

ابتدائے آفرینش سے لے کر تا قیام قیامت علم کے فیوض و برکات سے کسی باضمیر کو مجالِ انکار نہیں ۔ زبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک پر ربِّ زدنی علما کا ورد تا دمِ واپسیں جاری رہا ۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ کی زبان سے سنیے —

گرچہ عین ذات را بے پردہ دید
ربِّ زدنی از زبانِ او چکید [1]

حکمت دین کا سرمایہ تمام جہان کی نعمتوں سے بہتر ہے ۔
یؤتی الحکمۃ من یشاء ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا [2] ۔ دوسری

بقیہ حاشیہ صفحہ سابق ؛ و طریق دادن خلافت آں خلیفہ را آں بود کہ روح او را نمونۂ صفات خود عطا فرمودند ۔ از علم و حکمت عبارت از دریافت کلّیات و قواعد است و ارادہ و اختیار کہ بسبب آراء کلیہ منبعث می شود ۔ و قصد نظاماتِ کلیّہ و اظہار آں نظامات در عالم و ابقاء آں نظامات تا قرون و دہور می نماید ۔
فتح العزیز (فارسی) ص ۵۵ ، عمدۃ المفسرین مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی در مطبع مجتبائی واقع دہلی ۱۳۱۱ھ ۔

[1] علامہ اقبال مرحوم مثنوی مسافر ۔
[2] سورہ بقرہ ۲ ؛ آیت ۲۶۹

جبکہ ارشاد ربانی ہے "بل ہو آیات بینات فی صدور الذین اوتو العلم" [1]
(بلکہ وہ آیات بینات علماء کے سینوں میں محفوظ ہیں) ۔ بارک اللہ آیات
بینات و سراپا انوار الہی ہیں ان کا تشخص علماء امت کے سینوں کو بنایا ہے ۔
ارشاد نبوی ملاحظہ ہو : "جس نے [2] قرآن حاصل کر لیا اس نے گویا علوم نبوت
کو اپنی پیشانی میں جمع کر لیا" ۔
اب مذکورہ الصدر حقائق کی روشنی میں حضرت مولانا لکھنوی (دریاویؒ) کی علمی
اور دینی خدمات کا جائزہ لیا جائے گا ۔

مولانا کی دینی اور علمی خدمات

علمی دنیا میں مولانا کا تبحر و تفوق مسلم تھا ۔ ہم اس موقعہ پر آپ
کی تصنیفات پر اپنی استعداد کے مطابق تبصرہ کریں گے ۔ اگرچہ علماء ہم عصر نے
آپ کی تصانیف پر تقریظات تحریر فرمائی ہیں اور ہم کو ان کی علمی ثقاہت کا پورا
پورا اعتراف ہے تاہم ہمارا موقف تحقیق و تنقیدی میں رہے گا تاکہ پیران نے پرند
و مریدان مے پرانند والا قصہ نہ بنے ۔ ہم اس ضمن میں آپ کی خصرانہ حیثیت
پر نظر ڈالتے ہیں کیونکہ ہند و پاک اور بیرونِ ہند آپ کی یہی ممتاز حیثیت آپ
کے علمی کمالات کے تعارف کا باعث ہوئی ہے ۔

---

[1] عنکبوت ۲۹ : آیۃ ۴۹

[2] فضائل قرآن ص ۱۲ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم
منقول از ملّا علی قاری ۔

اب ایک مفسّر قرآن کی حیثیت کے تعیّن کے لئے تفسیر کے متعلق ارباب علم و فضل کی آراء پر بھی ابتداءً غور کرنا ضروری ہے تاکہ حضرت لاہوریؒ کی تفسیری تخلیقات پر اس کا انطباق ہو سکے ۔ ارشاد نبویؐ سے علم دین کے حدود متعیّن ہو جاتے ہیں اور اس کے شعبے واضح ہو جاتے ہیں ۔ فرمایا "انّما العلم آیۃ محکمۃ او سنۃ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ[1] ۔ تشریح کے لئے ملاحظہ ہو

"علم کے تین شعبے ہیں جن پر وہ مشتمل ہے[2] :

ا : محکمات کی قسم سے کوئی آیت قرآنی

ب : سنّت قائمہ

ج : فریضہ عادلہ

اس کے بغیر سب لغو باتیں ہیں ۔

مذکورہ بالا حدیث[3] میں علم کی اس مقدار کو ضبط کیا ہے ۔ بالفاظ دیگر اس کو متعیّن کیا ہے جس کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے چنانچہ آدمی کا فرض ہے کہ قرآن مجید کے لفظ اور محاورہ کو جانتا ہو اور یہ جانتا ہو کہ اس کی کونسی آیات محکمات ہیں اور کونسی متشابہ ؟ وہ اس کے شرح غریب ، اسباب نزول ، توجیہہ معضّلات (قرآن کریم کی وہ جگہیں جس کا سمجھنا معمولی علم والے کے لئے دشوار ہو معضّلات کہلاتی ہیں) اور ناسخ و منسوخ

---

[1] ابن ابیؓ بروایت حضرت ابو ہریرہ منقول از احیاء العلوم مصنفہ امام غزالی ص ۲۷ مطبوعہ نولکشور ۔

[2] حجۃ اللہ البالغہ حصہ دوم ص ۲۲ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم

[3] ایضاً ص ۲۵ ، ۲۲

سے واقفیت تامہ رکھتا ہو جو متشابہ آیات ہیں ۔ اُن کا حکم یہ ہے کہ یا تو ان کی تاویل اور توجیہہ میں توقف کیا جائے یا آیات محکمات کی روشنی میں ان کے ساتھ تطبیق دے کر ان کے معنی کئے جائیں ۔

سنّت :۔ سنّت سے مراد وہ احادیث قولی و عملی ہیں جو آنحضرت سے عبادات و ارتفاقات کے بارے میں ثابت ہیں جن کو شرائع اور سنن کہا جاتا ہے ۔

سنّت قائمہ :۔ سنت قائمہ سے مراد یہ ہے کہ نہ تو وہ منسوخ ہو اور نہ ہی متروک العمل ہو ۔ اس کی روایت میں شذوذ نہ ہو اور عامۂ صحابہ اور تابعین نے اس پر عمل کیا ہو ۔ سب سے اعلیٰ وہ قسم ہے جس پر فقہاء مدینہ و کوفہ کا اتفاق ہو ۔

فریضۂ عادلہ :۔ اس کا اطلاق ان مقررہ حصص پر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے میت کے وارثوں کے لئے مقرر فرمائے ہیں اور ان میں دیگر ابواب قضاء بھی شامل ہیں کیونکہ دین حق کا نظام اس فریضہ عادلہ کی بدولت قائم رہ سکتا ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں " جس نے اپنی رائے سے قرآن مجید کے متعلق کچھ کہا وہ جہنّم کی بھڑکتی آگ میں اپنا ٹھکانا بنائے " [1]

تفسیر قرآن میں اس شخص کے لئے غور کرنا قطعاً حرام ہے جو اس زبان کا ماہر

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ : حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم ، ص ۲۲

نہ ہو جس میں قرآن مجید نازل ہوا ۔ اس طرح اگر وہ تفسیر آیات کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام ماثورہ کا علم نہ رکھتا ہو اور صحابہ اور تابعین کے اقوال جن کا تعلق شرح غریب ۔ اسباب نزول اور ناسخ و منسوخ سے ہے نہ جانتا ہو تو اس کو حق حاصل نہیں کہ وہ قرآن پاک کے معانی اور مطالب کے متعلق لب کشائی کرے ۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم نے فوزالکبیر فی اصول التفسیر میں بھی اسی پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا ہے جہاں تک شرائط تفسیر قرآن کا تعلق تمام مفسرین نے چند مقررہ کردہ حدود کو پیش نظر رکھا ہے ۔[1]

---

[1] (الف) اصول تفسیر : مصنفہ شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ قدس اللہ روحہ (۶۶۱ ـ ۷۲۸ ھ)

(ب) ترجمان القرآن از ابوالکلام احمد آزاد مرحوم (جلد اول دیباچہ اصول ترجمہ و تفسیر ، ص ۹) ۔

(ج) متی تکلم فی القرآن من غیر ان یکون متبحر فی اصول و فی علم اللغت والنحو کان فی غایۃ البعد عن اللہ ولھذا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من فسر القرآن برائہ فلیتبوء مقعدہ من النار (تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۲۲۲)

ترجمہ :۔ (جب کوئی شخص بغیر پوری واقفیت حاصل کرنے علم اصول ، علم لغت اور علم نحو وغیرہ کے تفسیر القرآن میں کلام کرتا ہے تو وہ خدا سے نہایت دور ہوجاتا ہے ۔ اس لئے حضور اکرم نے فرمایا ہے جو کوئی قرآن شریف کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ جہنم میں اپنا مکان بناوے ۔

" حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی مرحوم کی علمی خدمات "

دینی حلقوں میں مولانا کا تبحر علمی مسلم تھا ۔ ہم آپ کی تصنیفات پر اپنی استعداد کے مطابق تبصرہ کریں گے ۔ اگرچہ علماء ہم عصر نے آپ کی تحریرات پر تقریظیں لکھی ہیں اور ہم کو ان معاصرین کے علمی تفوّق کا اعتراف ہے ۔ تاہم ہمارا موقف تنقیدی اور تحقیقی رہے گا ۔ اس ضمن میں سب سے پہلے ہماری نگاہیں آپ کی مفسرانہ حیثیت پر پڑتی ہیں ۔

" بحیثیت مفسر قرآن حکیم "

ہند و پاک کی سرزمین میں سید العارفین حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی[1] علیہ الرحمہ اور آپ کے ارشد اخلاف نے قرآن حکیم کے علوم و معارف کو نہایت صحیح اور مستند صورت میں پیش کیا ۔ قرآن پاک کے فارسی اور اردو میں تراجم کئے ۔ اور موضح القرآن اور فتح العزیز جیسی تفاسیر لکھیں ۔ دنیا بھر میں کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں ہے جس نے قرآن عزیز کو اردو زبان میں سمجھا ہو ۔ اور پھر وہ حضرت شاہ رفیع الدین مرحوم[2] ، شاہ عبدالعزیز مرحوم[3] ، شاہ عبدالقادر قدس سرہ[4]

---

[1] حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ابن شاہ عبدالرحیم دہلوی امام وقت تھے ۔ کثیرالتصانیف فتح الرحمن ان کا ترجمہ اور فوز الکبیر ان کی فارسی میں تفسیر ہے ۔ اپنے وقت کے مجدد دین عارف اکمل ، حجتہ اللہ البالغہ ازالۃ الخفا ، فیوض الحرمین جیسی کتب تحریر فرمائیں (۱۱۷۶ھ) میں وفات پائی (تاریخ التفسیر ص ۲۲ قاضی عبدالصمد صارم لاہور)

اور حضرت شاہ عبدالغنی[1] ، شاہ اسماعیل شہید[2] ، شاہ محمد اسحاق[3] مرحوم اور شاہ محمد یعقوب[4] کی قرآنی خدمات سے واقف نہ ہو ۔ اس ولی اللّٰہی خاندان کی مخلصانہ دینی خدمات کو بقائے دوام حاصل ہے ۔

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

حضرت مولانا عبداللہ سندھی ولی اللّٰہی خاندان کے فلسفہ قرآن کے دل و جان سے گرویدہ تھے اور آپ نے ساری زندگی اس مسلک[5] کی ترویج و اشاعت میں صرف کر دی ۔

بقیہ حواشی صفحہ سابق : [۲] ولادت دہلی ۱۱۲۳ھ مطابق ۱۷۵۰ء وفات ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۸ء ۔ مشہور محدث ۔ حدیث ، اصول ، علم کلام میں بڑی مہارت ، ۲۰ سال کی عمر میں بخش کے فرائض سر انجام دینے لگے ۔ اردو ، فارسی اور عربی میں تصانیف کی تعداد ہیں (سالنامہ نگار جنوری ۔ فروری ۱۹۵۵ء ص ۱۵۱ مصنفہ نیاز فتح پوری)

[۳] شاہ ولی اللہ مرحوم کے بیٹے تھے ۔ امام وقت تھے ۔ ان کی تفسیر کا نام فتح العزیز معتبر اور مستند تفسیر ہے ۔ ۱۲۳۹ھ میں وفات پائی (تاریخ التفسیر ص ۲۳ مصنفہ عارم لاہور)

[۴] شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم کے بیٹے ۔ اردو ترجمہ مع فوائد موضح القرآن نہایت مستند ۱۲۳۰ھ میں وفات پائی ۔ تاریخ تفسیر ص ۲۳ حرم

---

۱ تا ۴ یہ تمام حضرات خاندان ولی اللّٰہی کے مایۂ ناز سپوت ، مفسّر ، محدث ، عارف باللہ اور مجاہدین فی سبیل اللہ تھے ۔ رحمہم اللہ علیہم اجمعین ۔

[۵] مولانا سندھی غیر معمولی طور پر ذہین و ذکی تھے ۔ نہایت درجہ حسّاس اور غیور طبیعت رکھتے تھے ۔ شیخ الہند کی صحبت نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا پرلے درجے کے انگریز دشمن ۔ ان سب اثرات نے مولانا سندھی کو ایک شعلۂ جوّالہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مولانا عبداللہ سندھی مرحوم[1] کے ہندوستان میں دو مایۂ ناز شاگرد تھے۔
اور ان کی طرز تعلیم اور مسلک تفسیر کے حامی و امین اور اس میں ان کے صحیح
جانشین مولانا احمد علی صاحب لاہوری اور خواجہ عبدالحئی صاحب فاروقی تھے۔

"اس درس[2] کا اصل نکتہ (مقصد) و موضوع تو قرآن مجید کے علم و فہم میں بصیرت پیدا
کرنا تھا اور مولانا احمد علی اس سلسلے میں اپنے محبوب استاذ مولانا سندھی کے
متبع اور پیرو تھے"۔

حضرت مولانا احمد علی مرحوم نے مولانا سندھی سے سند فراغت حاصل
کرتے ہوئے وعدہ کیا تھا کہ وہ تا دم واپسیں خدمت قرآن حکیم میں منہمک رہیں گے۔
لہذا آپ نے اس عہد کو بطریق احسن نبھایا۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند

بقیہ حاشیہ صفحہ سابق: بنا دیا تھا اور ان کے ذہن کو جہاد و حریت، احیائے
خلافت و حکومت الٰہی، حصول آزادی اور انگریز دشمنی کی طرف ایسا موڑ دیا کہ ان
کو سارا قرآن مجید جو شروع سے ان کی دلچسپی اور مطالعہ کا مرکز تھا، اسی کی
تفسیر اور اسی کی دعوت و تبلیغ نظر آنے لگا۔ ان کی ذہانت اور نکتہ آفرینی نے
اس کی آیات و اشارات سے وہ کام لیا کہ ان کو اپنے ہر دعوی کی تائید قرآن مجید ہی
میں نظر آنے لگی۔ اجتماعی و سیاسی زندگی کے اصول و کلیات، تفسیری لطائف، و
متصوفانہ نکات کے اخذ کا طریقہ الاعتبار والتاویل کا عجیب مظہر تھا۔
(پرانے چراغ ص ۱۳۸ مصنفہ مولانا ابوالحسن علی ندوی مکتبہ فردوس لکھنؤ)

[1] پرانے چراغ ص ۱۳۷
[2] ایضاً ص ۱۵۱

" مترجم و محشی قرآن مجید "

پروردگار عالم نے مولانا کو قرآن فہمی کے ملکہ سے نوازا تھا ۔ آپ کا مترجم اور محشی قرآن مجید ۱۹۲۷ء میں پہلی بار مطبوع ہوکر منظر عام پر آیا ۔ ہندوستان کے تمام مکاتیب فکر نے اس کے ترجمہ کی صحت اور ربط آیات کے حسن و خوبی کی تصدیق کی ۔ اس میں اگرچہ مولانا کی تبحر علمی سلامت روی اور محتاط ذہنی روش کی تعریف و توصیف کا پہلو نکلتا ہے ۔ لیکن ہم علماء معصر کی صداقت کیشی کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر مولانا لاہوری کے ترجمہ کی مرکزیت کو تہ دل سے تسلیم کیا ہے ۔ مولانا کا یہ شاہکار علمی دنیا میں کس قدر موثر و معتمد علیہ ہے ۔ ہم اس سلسلے میں چند علماء ربانی کی چند تقاریظ پیش کرتے ہیں جو آپ کے محشی قرآن عزیز کے شروع میں مندرج ہیں ۔

" تقاریظ از علماء ربانی "

قرآن حکیم کے متعلق چند حقائق و نکات پیش کرنے کے بعد حضرت علامہ[1] مرحوم مولانا لاہوری کے متعلق رقم طراز ہیں :

" اب چونکہ زمانے کا اور دور ہے اور تحریر و تقریر کا نیا طریقہ بمقاصد قرآن کریم کی خدمت مناسب وقت شروع ہوئی ۔ جناب

---

[1] تقریظ از امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری بر مترجم قرآن حضرت مولانا احمد علی ، ص ۵

مستطاب مولانا احمد علی صاحب لاہوری دام ظلہ کی خدمت ظہور میں آئی ۔ جو عاجز نے متفرق مقامات پر دیکھی ۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ ماضی و مستقبل میں اس کی نظیر نا ممکن ہے ۔ مگر یہ کہنا بے جا نہیں کہ حق تعالیٰ نے ایک بہت بڑی خدمت جناب ممدوح سے لی ۔ اور اب عوام و خواص دونوں طبقے اس تصنیف سے اپنی تشفی کر سکیں گے ۔ میرے نزدیک خدمت قرآن کریم کا یہ ایک نیا دور ہوگا ۔ اور ربط آیات و مقاصد رکوعات کا ایک نیا باب ۔ حق تعالیٰ جناب موصوف کے صحیفۂ اعمال میں اس ذخیرۂ حسنہ کو ودیعت رکھے ۔ "

"تقریظ از حضرت مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمہ"

"ہر چند کہ متقدمین اصحاب معارف و یقین نے اپنی قوت تک قرآن مجید کی خدمات میں صرف کر دی مگر موفق متاخرین نے آکر دکھلا دیا کہ لاکھوں درِ گرانمایہ اس بحر نا پیدا کنار کی قعر میں پھیلے ہوئے اب تک موجود ہیں ۔ جن پر کسی غوّاص کے ہاتھوں کا گزر تک نہیں ہوا ۔ ہزار ہزار تبریک کے مستحق وہ نفوس ہیں جو عمر گرانمایہ کو اس خدمت میں صرف کرنے میں دریغ نہیں فرماتے ۔[1]

---

[1] مترجم قرآن مجید مولانا حضرت لاہوری ص ۲ تقریظ از حضرت مدنی مرحوم

حضرت مولانا احمد علی لاہوری صاحب (وفقہ اللہ لما یحبہ و یرضاہ
و اسعدہ علیٰ افضل السعادات المرضیہ و رقاہ کو عنایات ازلیہ کی نظر
انتخاب نے ازل سے ہی چن کر اس عظیم الشان امر کے لئے
موسوم بالحسنیٰ قرار دے دیا تھا جن کی جدوجہد اور جانفشانیاں (بالحسنیٰ)
بفضلہ تعالیٰ اس چمنستان میں بارآور ہو رہی ہیں ۔ میں نے مولانا
موصوف کی یہ تحریر دربارۂ ربط آیات قرآنیہ و ایضاح معانی فرقانیہ
مختلف مقامات سے دیکھی ہے ۔ بحمد للہ نہایت مفید ۔ کارآمد
دلچسپ اور صحیح مضامین کا خلاصہ ہے اور مسلک اہل سنّت
والجماعت کے عین مطابق ہے ۔"

"تقریظ از مفتی کفایت اللہ دہلوی"

حضرت فاضل[1] علامہ مولانا احمد علی صاحب نے جس صورت سے کتاب
اللہ کی خدمت کی ہے ۔ یہ انشاء اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے بہت
مفید ہوگی ۔ اور ان کے قلوب میں قرآن مجید کی تلاوت اور مضامین
قرآنیہ پر غور کرنے اور سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرنے کا قوی ترین
وسیلہ ثابت ہوگی ۔ میری نظر میں کوئی بات مسلک اہل سنت
والجماعت کے خلاف نہیں آئی ۔"

---

[1] مترجم قرآن مجید ص ۲ (مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

"تقریظ رئیس المورخین حضرت سیّد سلیمان ندوی مرحوم"

مترجم قرآن مجید (ص ۱۱)

سیّد سلیمان ندوی نوراللہ مرقدہ نے اپنی تقریظ کے شروع میں قرآن کی تفاسیر کے تاریخی ادوار کا ذکر فرمایا ۔ چوتھی صدی میں سامانی سلاطین کے عہد میں تفسیر کی نشاندہی کی ۔ قرون وسطی میں ہندوستان کی سرزمین میں امام زاہدی[1] کی فارسی تفسیر کا حوالہ دیا ۔ نویں صدی میں ملا حسین[2] واعظ کاشفی کی تفسیر حسینی کی مردلعزیزی پیش کی ۔ بعد ازاں حضرت شاہ ولی اللہ محدث[3] دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیری سرگرمیں اور مجددانہ کارناموں کو سراہا اور ساتھ میں شاہ رفیع الدین[4] اور شاہ عبدالقادر[5] مرحوم کی قرآنی خدمات کا ذکر فرما کر ان کی تفاسیر کے خصائص و محاسن بیان کرکے ارشاد فرماتے ہیں ۔

"قرآن پاک کے علوم میں سب سے زیادہ دقیق اور نازک علم آیات و سور کے باہم ربط و تعلق کا ہے ۔ امام رازی[6] اور امام

---

[1] تفسیر زاہدی مصنفہ شیخ محمد زاہد بخاری ۸۲۲ ھ میں وفات پائی ۔

[2] ہرات میں رہنے والے ۔ ۹۰۰ ھ میں اعلان محسنی تصنیف کی ۔ بڑے ادیب تھے ۔ تفسیر میں متعدد کتب ۔ جواہر التفسیر لتحفہ الامیر ایک تفسیر کا نام رکھا ۔ تفسیر [illegible] زہراوین دو جلد میں ہے ۔ جس میں ۲۲ فنون درج کئے ۔ ایک کا نام تفسیر حسینی رکھا ۔ فارسی میں ہے ۔ اس کا اصل نام مواہب علیہ ہے ۔ ۹۰۶ ھ میں وفات پائی ۔ (اکسیر فی اصول تفسیر ص ۲) مصنفہ نواب صدیق حسن خان)

[3] سابقہ اوراق میں تعارف موجود ہے ۔

[4] ایضاً

[5] ایضاً

بقاعی[1] نے اس پر بہت کچھ محنت کی ہے اور دوسرے
علماء نے بھی اس میں کافی غور و خوض کیا ہے۔ ہمارے
زمانے میں مولانا حمید الدین فراہی[2] صاحب نظام القرآن اور
مولانا عبید اللہ سندھی خاص کر قابل ذکر ہیں۔ دو[3] مدت
تک اتحاد مذاق کے باعث کراچی میں ملتے جلتے رہتے
تھے۔ مولانا عبید اللہ سندھی کے درس سے متعدد با کمال پیدا
کئے جس میں سب سے پہلی جگہ مولانا احمد علی امیر انجمن
خدام الدین کو حاصل ہے۔ موصوف نے اس درس میں جو کچھ
پایا وہ عام کر دیا۔ حضرت شاہ عبدالقادر قدس سرہ کے حواشی
پر جس نے دقت کی نظر ڈالی ہے اس کو معلوم ہے کہ انہوں نے
آیات کے ربط و تسلسل کا خاص لحاظ رکھا ہے لیکن افسوس
ہے کہ ان پر حواشی بہت مختصر ہیں۔ مولانا احمد علی صاحب
نے اس کمی کو پورا کیا ہے اور سارے قرآن پر التزام کے ساتھ ایسے
حواشی لکھتے ہیں جن میں ربط و تسلسل کے رموز و اسرار منکشف
ہو جاتے ہیں اور مختصر لفظوں میں آیات کے وہ حقیقت پرور مطالب
سامنے آ جاتے ہیں۔ جن سے تفسیر کی بڑی بڑی کتابیں خالی ہیں
ان حواشی کی خاص خصوصیات یہ ہیں کہ ان میں مسلمانوں کی موجودہ
بیماریوں کے علاج کی طرف خاص طور سے اشارے کئے گئے ہیں اور
ان کے قوائے عمل کو بیدار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔"

حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہوں۔

علاوہ ازیں مولانا احمد علی مرحوم کے مترجم قرآن پاک پر چند ایک جیّد علماء کی تقریظات جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے معاصر علماء ربّانی آپ کی دینی خدمات کو نہایت پسندیدہ نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے محامد و محاسن کو اپنی تقریظات میں بیان کرتے ہیں ایک دو تقریظوں کو نہایت اختصار سے پیش کرنے کے بعد ہم مولانا کے مترجم قرآن مجید کے باقی پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہیں :

<u>تقریظ "حضرت مولانا عبدالعزیز فاضل دیوبند خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ"</u>

" قدیم سے بعض اہل علم کا یہ خیال ہے کہ قرآن کریم[1] کی ہر ایک آیت مستقل باب ہے اور ہر ایک سورت مستقل کتاب ہے ۔ اس خیال سے

<u>حواشی صفحہ سابق :-</u>

[2] امام رازی :- امام رازی کا نام محمد بن عمر رازی ہے ۔ فخرالدین لقب ہے ۔ ان کی تفسیر کا نام مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر ہے ۔ سورہ انبیاء کی تفسیر تک پہنچے تھے کہ اجل آگئی ۔ بقیہ حصہ امام نجم الدین احمد بن محمد القمولی متوفی ۷۷۷ھ نے مکمل کیا ۔ اس کا تکملہ قاضی شہاب الدین بن خلیل النحوی الدمشقی متوفی ۶۳۹ھ نے لکھا اور شیخ محمد بن محمد تستی متوفی ۶۸۶ھ نے اس کی تلخیص کی ۔ امام رازی علاقہ رے کے رہنے والے تھے ۔ ۵۴۴ھ میں پیدا ہوئے ۔ ۶۰۶ھ میں وفات پائی ۔ آپ کی تفسیر بالخصوص علم و حکمت کا بحر بیکراں ہے ۔ (تاریخ التفسیر ص ۵۰ مصنفہ عبدالصمد صارم لاہور)

---

[1] امام بقاعی :- پورا نام برہان الدین ابراہیم بن عمر بقاعی ہے ۔ ان کی تفسیر کا نام نظم الدرر فی تناسب الآی والسور ہے ۔ ۸۶۱ھ میں شروع کی ۸۸۵ھ میں ختم کی ۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس سے پہلے اس موضوع پر اس جامعیت کے ساتھ کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ۔ ۸۸۵ھ میں وفات پائی ۔ اس تفسیر کا ایک نسخہ مکہ

بہت سے مفسرین نے اس طرف کم توجہ کی کہ سور اور آیات کے روابط اور مناسبت کے تراجم کو بھی واضح کریں ۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ۔ ہمارے برادر مکرم مولانا احمد علی صاحب کو جنہوں نے اس ضرورت کو محسوس فرماکر وہی چیز پیش کی جس کی حاجت تھی اور اس میں کامیاب ہوئے ۔

بقیہ حواشی صفحہ سابق :۔ مکرمہ اور ایف ہولی کے کتب خانہ میں موجود ہے ۔

(اکسیر فی اصول تفسیر ص ۱۰۷ نواب صدیق حسن خاں)

[2] ماسی فریب کی مختصر قرآن مجید ۔ آپ نے اقسام القرآن کے متعلق بھی لکھا ہے ۔ جس کا ترجمہ آپ کے شاگرد رشید مولانا اصلاحی نے کیا ہے ۔

---

[1] کلام اللہ بالکل مربوط ہے ۔ گو اس کا نزول حسب حال ہوا ہے ۔ تاہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق مناسب مقام پر آیات کو مرتب کیا جاتا تھا ۔ اس لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ ان میں ربط نہ ہو یا ترتیب میں کوئی معنویت نہ ہو ۔

ربط کی کئی شکلیں ہیں ۔ عام اور خاص ۔ حسّی یا عقلی ۔ بطور بدل یا تاکید ۔ تنظیراً اور تضاداً ۔ تہیّن اناشیاہ یا استطراداً وغیرہ ۔

ائمہ نے لکھا ہے کہ اس سلسلے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ پہلے سورہ کا مرکزی نقطہ متعیّن کریں ۔ اس کے بعد اس سلسلے کے مقدمات کو سامنے رکھیں ۔ پھر آپ محسوس کریں گے کہ قریب یا بعید ایک آیت کی دوسری آیت سے اور ایک سورت کی دوسری سورت سے ترتیب اور ربط ضرور نکل آئے گا ۔ حضرت امام فخرالدین رازی آیات کے اس باہمی ربط اور ترتیب پر جان ہی چھڑکتے ہیں کیونکہ اس میں بڑی معنویت ہوتی ہے ۔ اس موضوع پر البرہان شیخ ابی حیّان اور نظم الدرر فی تناسب الآی والسور شیخ ابقاعی اور اسرار التنزیل للسیوطی بالخصوص قابل ذکر تصانیف ہیں ۔

(الاتقان ص ۳۸ مصنفہ امام سیوطی)

تقریظ "مولانا نجم الدین مدظلہ پروفیسر اورینٹل کالج - لاہور"

اتنی تفسیریں لکھنے کے باوجود قرآن کے چند ایسے پہلو معرض ظہور میں کما حقہٗ جلوہ افروز نہیں ہوئے - ان میں چار اہم امور یہ ہیں جن کی طرف علماء کرام کی توجہ کی اشد ضرورت ہے -

اوّل : ربط آیات [۱] دوم : اقسام القرآن [۲]

---

[۱] ربط آیات کے متعلق سابقہ اوراق کے حاشیہ میں قدرے لکھا گیا ہے -

[۲] اقسام القرآن :- اس سے غرض خبر کا تثبّت اور تاکید ہوتی ہے - اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم سات مقام پر کھائی ہے - علماء نے لکھا ہے کہ قسمیں تین طرح پر آتی ہیں "اپنی ذات کی ـــ اپنے فعل کی ـــ یا اپنی صنعتوں کی - بہر حال تینوں کا تعلق ذات حق سے ہے - یہ قسمیں یا تو صراحۃً آتی ہیں یا اسلوب بیان کی شکل میں - (الاتقان ص ۱۳۳ مصنفہ امام سیوطی)

اس موضوع پر سب سے جامع کتاب امام ابن قیم کی التبیان ہے - جو علم و حکمت کا بحر ذخار ہے - ماضی قریب میں مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے جس کا ترجمہ مولانا اصلاحی نے کیا ہے -

قرآن کی قسموں کی فلاسفی :- قرآن مجید نے اس غرض سے قسمیں کھائی ہیں تاکہ اپنے اعمال بدیہیہ کو فطری امور کے لئے پیش کرے - یہ کہنا لغو ہے کہ خدا تعالیٰ نے غیر اللہ کی قسمیں کھائی ہیں - خدا تعالیٰ اپنے اعمال ہی کی قسمیں کھا رہا ہے - اس کے اعمال اس کے غیر نہیں ہیں - دنیا کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ کی دو کتب ہیں - ایک فعلی تکوینی کتاب (کائنات) دوسری قولی کتاب (قرآن شریف) قسم میں اللہ تعالیٰ اپنی فعلی کتاب کو قولی کتاب پر شاہد ٹھہراتا ہے - اس قول اور فعل میں مطابقت طالب حق کے لئے معرفت اور یقین کا

سوم : قصص القرآن   چہارم : امثال القرآن [1]

ان چاروں کی تکمیل مسلمانوں کا فرض ہے ۔ ربط آیات کے متعلق تفاسیر میں اگرچہ سرسری طور پر موجود ہے ۔ میرے دوست مولانا احمد علی صاحب نے اس سلسلے میں حتی الامکان کوشش کی ہے ۔ آپ کی تحریر نہایت مفید اور کارآمد ہے ۔ ربط آیات سے بہت مسائل پیچیدہ کا انحلال ہو جاتا ہے ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ سابق :۔ کا موجب بنتی ہے ۔

[2] قرآن مجید کی قسمیں نبوت کے لئے ایک نشان ہیں ۔

---

[1] ہر زبان میں تاکید کے لئے مختلف قسم کے الفاظ اور کلمات ہوتے ہیں ۔ مگر ایشیائی زبانوں میں قسم سے بڑھ کر کوئی تاکیدی لفظ نہیں ۔ یہ امر یاد رکھنا چاہئیے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لئے وہی الفاظ استعمال ہوتے ہیں ۔ جو انسان کے لئے ۔ لیکن استعمال میں فرق ہے ۔ جب اللہ تعالیٰ کے لئے وہ لفظ استعمال ہوگا تو اس سے مراد صرف فعل کی آخری غرض ہوگی ۔ جب انسان کے لئے استعمال ہوگا تو غرض میں آلہ اور اسباب بھی شامل ہوتے ہیں ۔ مثلاً دیکھنا فعل ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوگا ۔ تو اس دیکھنے میں آنکھ اور روشنی جو دیکھنے کے ذرائع نہیں شامل نہیں ہوں گے ۔ اس طرح جب قسم کھانے کا فعل اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوگا تو اس سے مراد صرف تاکید اور شہادت برنگِ دلیل مراد ہوگی (قرآن ۔ حدیث ۔ فقہ مباحث پر تفصیلی بحث ص ۳۲۱ ، پروفیسر غلام رسول ایم ۔ اے) امثال القرآن دو قسم ہیں ۔ ظاہر اور پوشیدہ ۔ ان سے غرض تذکیر و وعظ حث (برانگیختہ کرنا) علی الحث الصالح وزجر عن الاعمال السیئہ ۔ عبرت پذیری ۔ احقاق حق ، عقل سے خطاب ۔ معقول کو محسوس کی شکل میں پیش کرنا ،

* حضرت مولانا کے ترجمہ اور تفسیر کی خصوصیات *

(۱) حضرت نے بنیادی طور پر شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر مرحوم کا رُخ رکھا ہے ۔

(ب) حاشیہ پر ربط آیات کو اس طرح واضح فرمایا ہے کہ معمولی اردو خواں طلبا بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں ۔

(ج) ضمناً مختصر اور جامع الفاظ میں پوری سورت یا اُس کے کچھ حصے خلاصے کے طور پر بیان کئے ہیں تاکہ طالب علم کے ذہن میں سورت کا مضمون مستحضر رہے ۔

(د) تائیدی طور پر تفسیر موضح القرآن بھی نقل فرمادی ہے ۔ ترجمہ میں شاہ رفیع الدین کی اقتداءاور تفسیر میں شاہ عبدالقادر کی اتباع اس امر کی روشن دلیل ہے کہ حضرت مولانا نے تفسیر میں وہ اسلوب اختیار نہیں کیا جو کہ اسلاف اور اکابر کے خلاف ہو ۔ ہم اس موقعہ پر ترجمہ اور تفسیر کا ایک صفحہ نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہیں ۔

حاشیہ صفحہ سابق :- حق کی جلی ہے ۔ غائب کی شاہد سے تشبیہ موتی ہے ۔ (الاتقان ص ۱۲۱ امام سیوطی) ۔

اس موضوع پر متعدد بزرگوں نے کتابیں لکھی ہیں ۔ امام ابوعبدالرحمن محمد بن حسین السلمی نیشا پور متوفی ۲۰۶ ھ امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی ۴۵۰ ھ (وفات) اور امام حافظ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن القیم الجوزی متوفی ۷۵۲ ھ کی کتابیں زیادہ مشہور ہیں (الاکسیر ص ۱ عنوان

مذکورہ بالا تقریظات ان علماء و فضلاء کرام کی حقیقی آراء کی آئینہ دار ہیں جن میں بعض کو تمام اسلامی ممالک میں تبحر علمی کے لحاظ سے ایک ممتاز اور مسلّمہ حیثیت حاصل ہے ۔ مثلاً کفایت اللہ دہلوی حضرت انور شاہ کاشمیری اور حضرت مدنی نادرۂ روزگار ہستیاں مولانا احمد علی مرحوم کو "علامہ اور فاضل" کے القاب سے یاد کرتی ہیں اور "ربط آیات" کے سلسلے میں آپ کو غیر مسلوک رستہ کا کامیاب راہی تسلیم کرتی ہیں اور آپ کے انداز بیان کو محاسن قرآنیہ پر غور و خوض کرنے اور سمجھنے کا ایک قوی ترین وسیلہ تسلیم کرتی ہیں اور آپ کے وقت کو رحمت الٰہیہ کا ایک نیا دور فرماتی ہیں ۔ یہ لوگ سطحی اور رسمی تعلیقات کے حامل نہیں ہوتے ۔ ان کی زبان قلم پر مسلّمات ہوتے ہیں ۔ ان کی تفحص و تشاش میں للہیت ہوتی ہے ۔ ان کی فکر اجتہادی انوار کے جلو میں چلتی ہے ۔ وہ اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت ہر چیز کے حسن و قبح کو پرکھنے میں بڑی حد تک کامیاب رہتے ہیں ۔

القصہ ! مولانا لاہوری کے مترجم قرآن کے محاسن و خصائص اکابر ملت کی نگاہوں میں جیسے کچھ ہیں ۔ آپ کے سامنے باترتیب پیش کئے گئے ہیں ۔ ہمیں بلا تامّل اعتراف کرنا ہوگا کہ مولانا احمد علی مرحوم نے جس نہج سے قرآن حکیم

حاشیہ صفحہ سابق جاری ; انتفسیر ص ۳۹ مصنفہ نواب صدیق حسن خان مرحوم)

امام شافعی فرماتے ہیں ۔ مجتہد کے لئے علوم قرآن سے واقفیت ضروری ہے ۔ اس میں امثال ہیں جو طاعت کا جذبہ پیدا کرتی ہیں اور نواہی سے روکتی ہیں ۔ امام ماوردی فرماتے ہیں ۔ علم امثال قرآن کا عظیم تر علم ہے (الاتقان ص ۱۴۱ مصنفہ امام سیوطی)

کی خدمت کی ہے ۔ وہ معاصرین کے نزدیک قابل تحسین ہے ۔ اب ہم مذکورہ بالا مترجم قرآن عزیز کے باقی پہلوؤں پر غور کرتے ہیں ۔

اس قرآن عزیز کی ابتداء میں قرآن حکیم کے مضامین کی ایک طویل فہرست دی گئی ہے جس کی افادیت حد بیان سے باہر ہے ۔

فہرست کا مختصر خاکہ حسب ذیل ہے[1]

کتاب العقائد :۔ توحید کے ابواب سے فہرست مضامین کی ابتداء ہوتی ہے ۔ اللہ تعالی خالق ہے ۔ اللہ تعالی مالک ہے ۔ ہر چیز کا نفع و نقصان اللہ تعالی کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں ۔ علی ہذا القیاس بارہ ابواب کی ایک طویل فہرست ہے ۔ ہر مضمون کے حوالے کے لئے پارہ ۔ سورہ کا نام ۔ آیت کا نمبر اور اس آیت کے ابتدائی الفاظ درج کئے گئے ہیں ۔

اسی طرح ابواب الرسالہ کی تعداد سولہ درج کی ہے ۔ پھر تقدیر الٰہی کا ذکر آتا ہے ۔ اللہ تعالی نے قرآن مجید نازل فرمایا ۔ اس کے نازل ہونے کی غرض و غایت ، معجزات و حواری کا بیان ، فرشتے اور ان کے کارنامے ، الغرض سورہ فاتحہ سے لے کر والناس تک کا ایک کامل واکمل سلسلہ چلا جاتا ہے ۔

---

[1] مترجم قرآن از مولانا احمد علی مرحوم ص ۱۳

ابواب القیامہ :۔ اس میں قرب قیامت کے حالات ، قیامت کی ضرورت ، بعث بعد الموت کے دلائل ، نفخ و صور ، حساب و کتاب ، میزان ، نامۂ اعمال کا ذکر ، جزا و سزا ، یہ سب کچھ قرآن پاک میں تدبّر و تفکّر کا ایک قابل افتخار نمونہ ہے ۔

کتاب الطّہارت :۔ وضو کے مسائل ، تیمّم کے مسائل ۔ غسل کے مسائل ۔ حیض کے مسائل ۔ شامل فہرست کئے گئے ہیں ۔ کتاب الصلوٰۃ ۔ کتاب الزکوٰۃ ۔ کتاب الصّیام ۔ کتاب الحج ۔ کتاب النکاح ۔ کتاب الرّضاع ۔ کتاب الطّلاق ۔ کتاب الرقہ کتاب البیوع ۔ کتاب الجہاد ۔ اور تمام قصص القرآن کے اکثر جزئیات کا ایک بے بدل نقشہ مرتب کیا گیا ہے ۔ مذکورہ بالا تمام مسائل نصوص قرآنیہ سے مستنبط کئے گئے ہیں ۔

حقوق العباد :۔ والدین ، رشتہ دار ، ہمسایہ ، میاں بیوی ، غلام ، یتیم ، مسکین ، سائل ، مہمان ، مسافر اور دشمن کے حقوق کی آیات قرآنی سے نشان دہی کی گئی ہے ۔ قرآن حکیم کی دعائیں ، امثال القرآن ، باب الآداب آداب قرآن حکیم ، آداب مجلس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ، آداب صحبہ شیخ آداب والدین ، آداب معاشرت اہل اسلام اور باقی مسائل مہمہ کی آیات کو اکھٹا کیا گیا ہے ۔

یہ فہرست مروجہ اور اکثر شائع شدہ قرآن حکیم کے نسخہ جات میں شاید و باید ! اس کی افادیت اظہر من الشمس ہے ۔ ایک مضمون نگار خطیب ، مقرّر ، مفسّر اور فقیہہ کے لئے یہ فہرست حفظ قرآن مجید کی قائمقام ہے ۔ وہ آیات جو ایک

دوسرے کی وضاحت کرتی ہیں ۔ وہ قصص جن کے اجمالی حصص کی تشریح کے لئے ان کے تفصیلی پہلوؤں پر نظر ڈالنا ضروری ہوتا ہے ۔ قصص کے بعض جزئیات کا موقعہ و محل کے لحاظ سے بلیغانہ اختصار اور بعض مقامات پر ان کا حشو و حذف اسلوب بیان بآسانی میسر آ سکتا ہے ۔ ایک آیت کے مترادفات اور مؤیدات کا سارے قرآن حکیم میں متفرقہ نقشہ ایک ہی نشست میں آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے ۔ گویا اس سلک مروارید کا ہر موتی اپنی فردوس آب و تاب سے قاری کو قرآن مجید کے اسرار و خواص کا غواص بننے کا صرف بے پناہ جذبہ ہی عطا نہیں کرتا بلکہ ہر انسان کی تحلیل و تفہیم میں دستگیری بھی فرماتا ہے ۔ ستائیس صفحات کی یہ مختصر مگر جامع قرآنی مضامین کی فہرست اور جلی عنوانات کا خاکہ ایک ہی نظر میں تمام اوامر و نواہی ، امثال و قصص مسائل مستنبطہ اور نصوص قطعیہ ، محکمات و متشابہات بالفاظ دیگر بدیہیات و مخفیات ، مجملات و مفصّلات کا مکمل مشاہدہ کرانے کے لئے ایک مصدقہ دستاویز کا حکم رکھتا ہے ۔

اللہ ! اللہ ! تمہیں قرآن کی آیات کو تیئس پاروں اور اٹھائیس سورتوں سے تلاش کرکے مختلف عنوانات کے تحت جمع کردیا ہے ۔ اور اسی طرح معجزات و حوادث کو بائیس پاروں اور انیس سورتوں کی ورق گردانی کے بعد یکجا کیا گیا ہے ۔ غرضیکہ تمام موضوعات قرآنیہ کی ایک حسین و جمیل اور مستحکم و منظم تصویر ملت اسلامیہ کی نئی پود کے دلوں میں قرآن فہمی کا ذوق پیدا کرنے کے لئے ایک کامیاب کوشش ہے ۔

اس فہرست پر طائرانہ نظر ڈالنے والا انسان فوری طور پر اس نتیجے تک بآسانی پہنچ جاتا ہے کہ دین اسلام کے تمام احکام کا ماخذ اوّل قرآن حکیم اور فقط قرآن حکیم ہے ۔ احادیث مقدّسہ کے تمام مجموعات اور ائمہ اربعہ کے اجتہادات کا تمام ماحصل اور صوفیائے باصفا کے عارفانہ تنظیمات کا الہامی سرچشمہ قرآن مجید ہی ہے کیونکہ اس کے حقائق ابدی ہیں ۔ جو علم ریست اس کی روشنی میں صحیح ہے ۔ وہ قابل قبول ہے اور جو اس سے مختلف و متبائن ہے ۔ مردود و مطرود ہے ۔ ارشاد نبوی[1] نے تمام ادوار حیات میں اقوام عالم کے ارتقا و زوال کا موجب قرآن حکیم ہی کو قرار دیا ہے ۔

شاعر اسلام علامہ اقبال علیہ الرحمہ کی زبان سے سنئے :

خوار از مہجوری قرآں شدی
شکوہ سنج گردش دوراں شدی
اے چو شبنم بر زمیں افتندہ
در بغل داری کتاب زندہ[2]

یہ چند سطور بطور جملہ معترضہ تحریر میں لائی گئی ہیں ۔ مقصود بالذات تو حضرت لاہوری کے مترجم قرآن حکیم کی فہرست مضامین کا تعارف تھا ۔

---

[1] انّ اللہ یرفع بہذا الکتاب اقواما و یضع بہ آخرین ۔ حدیث نبوی مشکوٰۃ شریف

[2] علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ : فارسی کلام

مولانا مرحوم نے چند چھوٹی چھوٹی سورتوں کی تفسیر بھی رسالوں کی صورت میں چھپوائی تھی - ہم ان پر مختصر سا تبصرہ کرتے ہیں -

" تفسیر سورۂ قریش کی تفسیر "

مولانا کی سورۂ قریش کی تفسیر پر نظر ڈالنے سے پہلے ہم مولانا کے چند فقرات نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں - آپ نے یہ سطور ابتدائے تفسیر میں بطور مقدمہ درج کی ہیں - جن کا تعلق آپ کی ہمہ جہت عمرانہ حیثیت سے ثابت ہے - اور حقیقت میں آپ کے موقف کی ترجمانی انہی سطور میں محدود ہے -

" قرآن حکیم کا حق "

۱ - ہمارا ایمان[1] ہے کہ سیدالمرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے زمانے سے لے کر قیامت تک آنے والی نسل کے لئے رسول ہیں -

۲ - یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن حکیم کے بعد آسمان سے کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی - اس لئے قیامت تک یہی کتاب دین و دنیا کی بھلائی کا راستہ دکھائے گی -

تنبیہ

مذکورۃ الصدر دونو عقیدوں کے بعد ہر مسلمان کا فرض ہے کہ سب سے پہلے قرآن حکیم کا وہ مطلب سمجھنے کی کوشش کرے - جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سمجھا گیا - اس کے بعد اپنی حالت پر منطبق کر کے دیکھے کہ ہمارے

---

[1] تشریح مضامین سورۂ قریش من الف مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم مطبوعہ انجمن خدام الدین

لئے قرآن حکیم کے اس مضمون سے کونسا سبق حاصل ہوتا ہے۔ جب تک یہ دونوں
مرحلے طے نہ کئے جائیں۔ اس وقت تک کیا کہ ہم نے قرآن حکیم کا حق ادا
نہ کیا۔ قرآن حکیم کے مطالب ادا کرنے میں بندہ نے انہیں اصول کو مد نظر
رکھا ہے۔ سب سے پہلے یہ کوشش کی ہے کہ وہ مطلب واضح ہو جائے جو
نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ میں لیا گیا۔ بعد ازاں اپنی حالت پر انطباق
کیا گیا ہے کہ ہمارے لئے اس میں کیا ہدایات ہیں۔ واللّٰہ الموفق والمعین ایاہ
نعبد و ایاہ نستعین ۔

پہلے مولانا سورہ قریش کا با محاورہ ترجمہ نہایت عمدہ اسلوب سے لکھتے
ہیں اور پہلے صفحے پر ارشاد فرماتے ہیں : " ربط آیات سورۂ قریش "[۱]
قریش کو تذکیر بآلاء اللہ (خدا تعالی کی نعمتوں کو یاد دلانا) سے عبادت
الہی کی طرف متوجہ کیا گیا ۔ ہم بار بار گذارش کر چکے ہیں کہ مولانا حضرت
مولانا عبیداللہ سندھی کے شاگرد ارجمند ہیں اور مولانا سندھی ولی اللہی فلسفہ
الہیات پر جان و دل سے قربان ہیں ۔ گویا مولانا احمد علی مرحوم کا قرآن فہمی

---

۱ ـہ جاننا چاہئیے کہ معانی جو قرآن مجید سے منصوص ہوتے ہیں وہ پانچ علوم
سے باہر نہیں ۔ اوّل علم احکام از قسم واجب ۔ مستحب ۔ مکروہ ۔ حرام ۔ یہ
احکام خواہ عبادت سے ہوں یا معاملات میں سے تدبیر منزل سے متعلق ہوں یا
سیاست مدن سے اس علم کی تفصیل فقہاء کے ذمہ ہے ۔ دوم علم مناظرہ :۔ چاروں
گمراہ فرقوں کے ساتھ مثلاً یہود و نصاری ، مشرکین اور منافقین ۔ اس علم کی
تشریح متکلمین کا کام ہے ۔ سوم ۔ علم تذکیر بآلاء اللہ مثلاً زمین و آسمان کی پیدا

کا ملکہ بالواسطہ اسوۃ المحققین شیخ المحدثین حضرت شاہ ولی قدس سرہ کے تفقہ فی الدین کا رہمون منت اور پروردہ ہے - یہی وجہ ہے کہ مولانا لاہوری اپنے مترجم قرآن مجید کے تقریباً ہر صفحے پر موضح القرآن کے اقتباسات پیش کرتے ہیں -

مولانا سورۂ قریش کی تشریح سے پہلے چند احادیث متعلقہ سورہ قریش نقل فرماتے ہیں - اب مولانا قریش کا بیت اللہ شریف کا متولی ہونا ثابت کرتے کرتے ہیں اور ان کا موسم گرما و سرما میں یمن و شام کی طرف تجارت کی غرض سے سفر کرنا بیان فرماتے ہیں - اس جگہ بھی آپ نے اپنے بیان کی تصدیق و توثیق کے لئے روح المعانی اور خازن جیسی تفاسیر کے شواہد حاشیہ پر مع عربی عبارات نقل فرماتے ہیں -

---

بقیہ حاشیہ صفحۂ سابق : کرنے اور بندوں کو ان کی ضروریات کا الہام کرنے اور نیز خدا تعالی کی صفات کاملہ کا بیان - چہارم :- علم تذکیر بایام اللہ - ان واقعات کا بیان جن کو خدا نے ایجاد فرمایا - اطاعت کرنے والوں کو انعام ، مجرموں کے لئے سزا و تعذیب - پنجم علم تذکیر موت ! - موت کے بعد کے واقعات کا بیان - مثلاً حشر و نشر - حساب - میزان - دوزخ - جنت - ان علوم کی تفاصیل کو محفوظ رکھنا اور ان کے مطابق احادیث اور آثار ملحق کرنا واعظوں اور مذکروں کا کام ہے - (فوزالکبیر ~~کا~~ فی اصول تفسیر مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی)

قولہ تعالی :- آمنھم من خوف ! انھم کانوا یسافرون آمنین لا یتعرض لھم احد ولا یغیر علیھم احد فی سفرھم ولا فی حضرھم - وکان غیرھم لا یامنون من اغارۃ

اب مولانا نے فلیعبدوا رب ھذا البیت کی تشریح بیان فرمائی ہے :

" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے گروہ قریش ! جب جاروب کشی بیت الحرام کے باعث تم پر اس قدر خصوصی انعامات ہوئے ہیں تو تمہارا فرض اوّلیں ہے کہ تم ربّ کعبہ کی عبادت کرو ۔ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو ۔ اور اس کے آخری رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائے توحید پر سب سے پہلے لبیک کہو " ۔[1]

الاعتبار والتاویل[2]

جس طرح قریش شعائراللہ[3] میں سے بیت الحرام کے محافظ اور مجاور تھے اور اسی عہدۂ جلیلہ کے باعث ربّ البیت کی عبادت اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت ان کا فرض منصبی قرار دی گئی ۔ بعینہٖ علماء کرام اور صوفیائے عظام اللہ تعالیٰ کے دو شعائروں (کتاب اللہ اور رسول اللہ) کے محافظ ہیں ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ سابق :

فی السفر والحضر ۔ تفسیر کبیر ص ۲۸۹ جلد ہشتم)

---

[1] تفسیر سورۂ قریش ص ۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم ، لاہور

[2] ایضاً ص ۹

[3] مولانا شبیر احمد عثمانی نوراللہ مرقدہ سورۂ مائدہ آیت یایھاالذین امنوا لا تحلو شعائراللہ ۔۔۔ الخ کی تفسیر کے ضمن میں فرماتے ہیں " جو چیزیں حق تعالیٰ کی عظمت و معبودیت کے لئے علامات اور نشانات خاص قرار دی گئی ہیں ان کی بے حرمتی مت کرو ۔ ان میں حرم محترم ۔ بیت اللہ شریف ۔ جمرات ۔ صفا ۔ مروہ ۔ ہدی ۔

کتاب اللہ کی حفاظت تو ظاہر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت سے مراد محافظت سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔ آنحضور سراپا نور فداہ ابی و امّی کا ارشاد ہے

"من احیی سنّتی فقد احبّنی و من احبّنی کان معی فی الجنۃ ۔" [۱]

اس کے بعد مولانا رسول انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی جامعیت پر دلیل قائم کرتے ہیں اور پھر اس کی روشنی میں علماء امت کو دو گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں ۔ " آج بھی بفضلہ تعالیٰ علم و عمل نبوی کے جامع افراد سطح دنیا پر موجود ہیں ۔ ان حضرات میں سے جن پر علمی رنگ غالب ہے وہ عالم ربّانی کہلاتے ہیں اور جن پر بلحاظ کتاب و سنّت کے (علم کے بجائے) زہد و تقویٰ اور تزکیہ نفس کا رنگ غالب ہے تو وہ اللہ والے صوفی کہلاتے ہیں ۔ " [۲]

<u>بقیہ حاشیہ صفحۂ سابق :-</u>

اسرا ؟ ۔ مساجد ۔ کتب سماوی وغیرہ ۔ تمام حدود و فرائض اور احکام دینیہ شامل ہیں ۔ (پارہ ۲ سورہ مائدہ ۵ آیت ۲) [۳]

[۱] رواہ الترمذی ابواب العلم باب الاخذ بالسنّۃ و اجتناب البدعۃ ص ۲/۹۴ مطبوعہ منشی نولکشور

[۲] تفسیر سورۂ قریش ص ۱۱ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم لاہوری

"نتیجہ"

مولانا اب نکتہ آخریں نتیجہ اخذ کرتے ہیں "جس طرح[1] قریش کی عزت اور جان و مال کی حفاظت فقط ان کے جاروب کش ہونے کے صلہ میں کی جاتی تھی اور خدا تعالیٰ نے عبادت اپنی اور تائید رسول اللہ ان کا فرض منصبی قرار دیا اسی طرح علماء کرام اور صوفیاء عظام جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے محافظ ہیں ۔ ان کی قدر و منزلت اکثر مسلمان کرتے ہیں اور درہمے قدمے ، سخنے ان کی مدد کرتے رہتے ہیں لہٰذا ان حضرات کا اوّلین فرض یہ ہے کہ خدمت دین الٰہی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں ۔ ان کے دل و دماغ دین الٰہی کی نشر و اشاعت میں مصروف رہیں ۔ ان کی قوت کمائی اعلائے کلمۃ اللہ میں صرف ہو ۔

مولانا نے علماء ربانی اور صوفیاء متوکلین کی خدمت اور مالی امداد کو سعادت سے تعبیر فرمایا ہے اور مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اس فرض کو پورا کریں اور اگر مسلمان ان لوگوں کی طرف توجہ نہ دیں تو پھر بھی علماء خود اپنے کام کو متوکلانہ[3] جاری رکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سب کا روزی رساں ہے ۔"

---

[1] تفسیر سورۂ قریش ص ۱۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم لاہور

[2] ایضاً ص ۱۳

[3] ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب (سورہ الطلاق (٦٥) آیت ۲)

اب مولانا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پر قرآن مجید کا اثر بیان فرماتے ہیں :

"معبودان[۱] ما سوای اللہ سے منہ موڑا - ایک خدائے قدوس وحدہ لا شریک سے تعلق جوڑا - اتباع ہوا کو چھوڑا - اتباع نبی کریم کو مقصد زندگی بنایا - انانیت و تکبر سے توبہ کی - بے نفسی - منکسرالمزاجی - مساوات کو اپنا شعار بنایا - حسد - کینہ - بغض سے متنفر ہوئے - ایثار اور صاف دلی کو تمغۂ امتیاز بنایا - لعنت افتخار کے جوئے کو اتار پھینکا - رشتۂ اتحاد میں پروئے گئے - دوسرے مسلمانوں کے عیوب سے نظر ہٹ گئی - اپنے عیب و ثواب پر نظر پڑ گئی - نعمتِ دنیاوی نظر سے گر گیا - عزت آخرت نظر میں جچ گئی - ریا دل سے نکل گیا - اخلاص سے دل بھر گیا - بد اخلاقی سے ہٹ کر پیکر اخلاق حمیدہ بن گئے -"

تشریح مضامین سورۂ کوثر

اصول مرتبہ ابتدائے اسلام

حضرت مولانا نے سورۂ کوثر کی تفسیر بیان فرمائی - جس میں چند تفسیری رموز و نکات نمایاں طور پر قابل ذکر ہیں - حوض کوثر کا تعارف کرانے کے لئے آپ نے احادیث نبوی کا حوالہ دیا ہے اور کوثر کے لفظ کی معنوی حیثیت پر تبصرہ

---

[۱] تفسیر سورۂ قریش ص ۱۴ - ۱۲ ، مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم لاہور

کرتے ہوئے آپ نے سابقہ مفسرین کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ کوثر سے مراد حوض کوثر ہے ۔ "خیر کثیر" بھی ہے اور قرآن حکیم بھی ہے ۔

قولہ تعالیٰ "انّا اعطینٰک الکوثر ای الخیر الکثیر وعن الحسن انہ القرآن (روح المعانی ص ۲۴۵ ج ۳۰)

تطبیق :- "مرے خیال میں ہر دو معنی سے مراد ایک ہی چیز ہے ۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ البالغہ میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے کہ جو چیز دنیا میں پائی جاتی ہے اس کی اصل ایک دوسرے جہاں میں موجود ہے ۔ جس کا نام عالم مثال ہے ۔ اور یہاں کی چیزوں کو اس جہاں کے مناسب اجسام دئیے جاتے ہیں ۔ اس بنا پر وہ قرآن حکیم جو یہاں صفحۂ قرطاس پر منقوش ہے اور مومنین کے دل و دماغ میں محفوظ ہے اور بین الدفتین مجلّد ہے ۔ اس کا ظہور عالم مثال میں بصورت حوض کوثر ہوگا ۔ جن لوگوں نے عالم ناسوت میں اس چشمہ الہی سے جرعہ نوشی کی ہے وہ وہاں بھی حوض کوثر سے شراب طہور پی کر ایسے مست ہو جائیں گے کہ ان پر محشر کا پچاس ہزار سالہ دن اس طرح گذر جائے گا گویا کہ چار رکعت نماز ادا کی اور جن لوگوں نے اس منبع خیر و برکت سے اعراض برتا وہ وہاں بھی اس سے محروم رکھے جائیں گے ۔

لہ تفسیر سورۂ کوثر ص ۲ مصنفہ مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ ۔ لاہور

شکــــــر نعمت قــرآن

مولاناؒ شکر نعمت کے سلسلے میں رقم طراز ہیں "لہٰذا نعمت قرآن[1] حکیم کا شکریہ یہی ہے کہ اس کی تبلیغ عام کی جائے ۔ چپّہ چپّہ زمین پر اس کا نور پھیلا دیا جائے ۔ کسی شخص کے کان اس سے ناآشنا نہ رہیں ۔ اور کوئی دل اس کی تصدیق سے خالی نہ رہے ۔"

اس موقعہ پر مولانا نے ایک بصیرت افروز حقیقت کی وضاحت فرمائی ہے ۔

"جب[2] شکر نعمت تبلیغ قرآن پر موقوف ہوا اور علماء علوم قرآن کا فرض منصبی تبلیغ ٹھہرا ۔ تو اللہ تعالیٰ کی حکمت نے تقاضا کیا کہ دوسرے لوگوں کو استماع قرآن کے لئے مجبور کرکے جمع کیا جائے اور ایک منظم صورت[3] میں سننے اور سنانے والے مجتمع ہو کر اس فرض کو انجام دیں ۔ اس واسطے ارشاد ہوتا ہے ۔ فصلّ لربّک "۔

مولانا کی نکتہ آفرینی ملاحظہ ہو "از روئے[4] شرع اسی کو امام بنایا جاتا ہے جو سب سے زیادہ قرآن کا عالم ہو" ۔

"زندہ قوم کی خصائص"

فصلّ لربّک کے متعلق اخذ کردہ نتائج پر غور کیجئے ! "نماز[5] ایک ایسی معجون مرکب ہے ۔ جس میں عبادت کے علاوہ زندہ قوم بنانے کے تمام لوازمات موجود ہیں ۔ ایثار ، مساوات ، اتحاد ، انتخاب امیر ، اطاعت امیر ، وحدۂ مرکزی ،

---

[1] تفسیر سورۂ کوثر ص ۲ مصنفہ شیخ التفسیر مولانا محمد علی مرحوم ، فیروز سنز لمیٹڈ ، لاہور ۔

[2] تا [5] ایضــــــــا ص ۷

جذبۂ قربانی ، یادِ آخرت ، ذکر ، شکر ، صبر اور دعا کی عملی تعلیم نماز میں دی جاتی ہے۔"

تبصرہ

"صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کامیابی کا راز اقامت قرآن[1] میں مضمر تھا ۔ اس مقدّس کتاب کی عملی اور علمی نشر و اشاعت ہی ان کی زندگی کا نصب العین تھا ۔ جب " قانون " انہی کی حفاظت و صیانت کے لئے سفر و اقامت اختیار کرتے تھے ۔ تب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کے خزانے ان کی حمایت کے لئے وقف کر دئیے تھے ۔ فتح کا سہرا ان کے سر باندھا جاتا تھا ۔ کامیابی ان کی قدم بوسی کرتی تھی " اور اس سطوت شاہانہ کو اقبال علیہ الرحمہ یاد دلاتے ہیں ۔

تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے
کھویا گیا ہے تیرا جذبِ قلندرانہ

مولانا اپ واسحر کی تصویر کے سلسلے میں مختلف تفاسیر سے شواہد پیش کرتے ہیں ۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا ذکر کرتے ہیں ۔ اس قربانی کا اجراء و نفاذ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ثابت کرتے ہیں ۔ حضور اکرم کو خلیل الرحمان علیہ السلام

---

[1] تفسیر سورۂ کوثر ص ۸

کے خلف الرشید فرماتے ہیں ۔گویا سرور کونین صلی اللہ ملت ابراہیمی ہی کی تجدید کے لئے مبعوث ہوئے ہیں ۔ قربانی کی اصلی روح تقوی[1] ہے ۔ اس ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں

"عبادات[2] مالیہ میں سب سے بڑی عبادت قربانی ہے ۔ عبادات بدنیہ میں سب سے بڑی عبادت نماز ہے ۔ اللہ تعالی کے زندہ دل بندوں کو جو لطف نماز میں نصیب ہوتا ہے وہ دوسری کسی عبادت میں نصیب نہیں ہوتا ۔ علی ھذا القیاس قربانی میں جو ایثار و اعتماد علی اللہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے وہ بھی ایک عجیب چیز ہے ۔ لہذا ہر کلمہ گو کا فرض ہے کہ حصول رضا الہی کے لئے ہر بدنی خیر مالی اور وطنی قربانی کے لئے ہر وقت آمادہ اور تیار رہنا چاہئیے "۔

ان شانئک ھو الابتر[3] ـــ " اللہ تعالی رسول اللہ علیہ وسلم کے دشمن کو ہر ایک خیر سے محروم کر دے گا ۔ مال اور اہل و اولاد کے نفع خیر سے محروم ہو جائیگا ۔ زندگی کو حصول رضا الہی کا ذریعہ نہیں بنا سکے گا ۔ خدا تعالی اس کے دل کو خیالات پاکیزہ سے محروم کر دے گا ۔ اپنی معرفت و محبت اور اپنے رسول پر ایمان لانے کی توفیق عطا نہیں کرے گا "۔

---

[1] لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوی منکم ۲۲ : ۳۷

[2] رسالہ تفسیر سورہ کوثر ، ص ۱۲ از حضرت مولانا احمد علی مرحوم لاہور

[3] ایضاً ص ۱۳

" سورۂ فلق "

جانب حق جائے پناہ

" سورۂ فلق کا[1] ربط آیات ملاحظہ ہو ۔ " یہ قاعدہ ہے کہ انسان پہلے ہتھیار ہاتھ میں لے کر دشمن کے مقابلے میں آتا ہے ۔ اس طرح پہلے پناہ الٰہی (اعوذ برب الفلق) کا ہتھیار دیا گیا ۔ پھر دشمنوں کا ذکر کیا گیا ۔ من شر ما خلق ۔ الخ ۔ پھر دشمنوں میں خاص ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے ۔ پہلے ان دشمنوں کا ذکر ہے جن کا خود وجود ہی ہمارے لئے مضر ہے (من شرّ ما خلق) اس کے بعد ان دشمنوں کا ذکر ہے جن کا نفس وجود تو مضر نہیں ہے لیکن ان کے کارنامے ہمارے حق میں مہلک ہیں ۔ (ومن شرّ غاسق اذا وقب) واللہ اعلم بمرادہ واسرار کتابہ " ۔

مولانا اس سورہ کے شان نزول سے متعلقہ احادیث نقل کرتے ہیں :

" الاعتبار والتاویل "

" انسان[2] دو چیزوں سے مرکب ہے ۔ دونوں کے اسباب راحت و رنج علیحدہ علیحدہ ہیں ۔ روح ذکر الٰہی سے مسرور ہوتی ہے ۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب " جسم کو چوٹ لگنے سے اور زخم سے صدمہ ہوتا ہے ۔ تو روح کو کسی عزیز کے انتقال کی خبر وحشت اثر سے رنج پہنچتا ہے ۔ حالانکہ جسم صحیح و سالم ہوتا

---

[1] تفسیر سورۂ فلق ص ۱ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم (لاہور فیروز سنز لمیٹڈ)

[2] تفسیر سورۂ فلق مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم " "

ہے مگر دل صدمہ سے رنج پارہ پارہ ہو رہی ہے "۔

خلاصہ مضمون معوذتین "

"سورۂ فلق[1] میں جسم انسانی کو ضرر پہنچانے والی چیزوں سے بچنے کے لئے پناہ الٰہی میں آنے کی تلقین ہے اور سورہ ناس میں روح انسانی کو ضرر پہنچانے والی چیزوں کے شر سے بچنے کے لئے پناہ خداوندی میں آنے کی تعلیم ہے۔"

"مضمون سورۂ الفلق"

۔ تمثیل[1]

" انسان نوع جنس الجنس جسم نامی ہے۔ اس لحاظ سے انسان میں تمام نباتی خصائص (مع شئی زائد) موجود ہیں۔ لہذا اگر انسان کو نبات کے ساتھ تشبیہ دے کر لوازمات نباتیہ اس کے لئے ثابت کئے جائیں تو مثلاً اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے"

سورۂ فلق میں جو چار آیات کا ذکر ہے ان کی تطبیق[2] میں میں چار آیات کا شمار اور پھر ان کی توضیح کرتے ہیں۔

۱ ۔ "من شر ما خلق " :۔ وہ چیزیں جس کا وجود ہی انسان کا دشمن ہے ۔ مثلاً سانپ ، بچھو ، چیتا ، شیر ، بھیڑیا وغیرہ ۔

۲ ۔ دوسری آیت :۔ ومن شرّ غاسق اذا وقب۔ (اندھیری چیز کی برائی

---

[1] تفسیر سورۂ فلق ، ص ۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی ، لاہور

[2] نباتات کیلئے پہلی آیت (الف) وہ چیزیں جس کا وجود ہی سبزی کے لئے عداوت ہے مثلاً سبزہ خوار جانور (من شر ما خلق) ۔

سے جب وہ چھا جائے ۔

اب فرماتے ہیں "کہ تاریکی کی دو قسمیں ہیں : ظاہری اور باطنی ظاہری تاریکی میں عیاطیں ، درندے اور موذی جانور ۔ چور اور ڈاکو آزادی سے چلتے پھرتے ہیں اور انسانوں پر شرارت کری کرتے ہیں ۔ باطنی تاریکی بھی کئی طرح کے مصائب کا موجب بنتی ہے ۔ مثلاً کور باطن نہ حسن و قبح کو دیکھتا ہے ۔ نہ کسی ہادی کی ضرورت محسوس کرتا ہے لہذا نہ اس کا سینہ نور ایمان سے منوّر ہوگا ۔ نہ ہادی کا متلاشی ، نہ محسن حقیقی کا فرمانبردار ۔ نہ اخلاق انسانی سے آشنا ۔ نہ اصول معاشرت سے واقف ۔"[1]

تیسری آیت :۔ "ومن شر النفثٰت فی العقد سے اشارہ" وہ ناگہانی بلائیں ہو سکتی ہیں ۔ جو انسان کے قوائے فہم و ادراک کو معطل بنا دیں ۔ مثلاً جادو کا اثر "۔[2]

چوتھی آیت :۔ ومن شر حاسد اذا حسد ۔ کی تشریح میں نص قرآنی سے استدلال کرتے ہیں ۔ قولہ تعالیٰ ولا تتمنوا ما فضل اللہ بعضکم علی بعض[3] " ہاں حاسد

بقیہ حاشیہ صفحہ سابق :۔ (ب) نباتات کا ان چیزوں سے محروم رہنا جو اپنی تاثیر سے نباتات کی نشوونما میں موثر ہیں جنکا ذکر من شر غاسق اذا وقب میں ہے (ج) تیسری آیت مثلاً ناگہانی بلائیں ، مثلاً شدید گرمی ، سردی یا اولے وغیرہ (د) چوتھی آیت حسد حاسد ہے جسکا ذکر ومن شر حاسد اذا حسد میں ہے ۔

[1] تفسیر سورۂ فلق ص ۹ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم ، لاہور

[2] تفسیر سورۂ فلق ص ۹ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم ، لاہور

[3] سورہ نساء ، رکوع ۵ آیت ۳۲

کی تعریف پیش کرنے کے لئے حاشیہ میں تفسیر خازن کی عبارت نقل فرماتے ہیں۔

"الحاسد[1] الذی یتمنی زوال نعمۃ الغیر انجام کار صفت حسد کی مرض مہلک

اور اس مرض روحانی کی شناخت میں تاریک شواہد پیش کرتے ہیں۔

"اصل حاسد[2] تقدیر الٰہی پر معترض ہے کہ فلاں نعمت سے فلاں شخص کو تقدیر

نے کیوں ممتاز فرمایا۔ اب اس شخص سے عداوت کا اظہار کرتا ہے اور اپنے حسد وکینہ

اور بغض کے باعث اسے چین نہیں لینے دیتا۔

اس چوتھی آفت سے بچنے کے لئے بھی پناہ الٰہی میں آنے کی تلقین

کی گئی ہے۔ ومن شرّ حاسد اذا حسد سے معلوم ہوتا ہے کہ حسد بد ترین شر

ہے۔واقعہ بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حسد سے بڑھ کر کوئی شرّ نہیں ہے۔کیونکہ

جس قدر تکالیف ایک انسان کو دوسرے سے پہنچتی ہیں ان کا اصل منشاء صفت حسد

ہی ہوتی ہے۔اس لئے عقلاء نے کہا ہے کہ پہلا گناہ جو آسمان پر واقع ہوا ہے

وہ شیطان کا حسد آدم علیہ السلام پر ہے۔ اور پہلا گناہ جو زمین پر ہوا وہ

قابیل کا حسد ہابیل پر ہے۔"

الحاصل :- ہر مصیبت کے وقت کارساز حقیقی کے دروازے کو کھٹکھٹانا چاہئیے۔

---

[1] تفسیر خازن نقل از حاشیہ تفسیر سورۂ فلق علق ص ۱۰

[2] تفسیر سورۂ فلق ص ۱۱ از مولانا احمد علی مرحوم لاہور

تفسیر سورۂ ناس

مولانا سابقہ سورہ کی تفسیر کی طرح اس سورہ کا پہلے با محاورہ ترجمہ حاشیہ پر ربط آیات" چند عربی تفاسیر کے حوالہ جات پیش کرتے ہیں ۔

"سورۂ فلق[1] میں مستعاذ بہ ایک تھا ۔ اور مستعاذ منہ چار تھے ۔ اور سورۂ ناس میں مستعاذ بہ تین ہیں اور مستعاذ منہ ایک ہے ۔ شیطان انسان کا بدترین دشمن ہے ۔ مستعاذ منہ ہے اور خداوند عالم کی شان ربوبیت ، ملکیت اور الوہیت مستعاذ بہ ہیں ۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے بدترین دشمن روحانی سے بچنے کے لئے خدائے قدوس وحدہ لا شریک لہ کی مذکورہ تینوں صفات کے دامن میں پناہ لے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک صفت کی بجائے اس سورہ میں تین صفات کا ذکر آیا ہے ۔ صفات ثلاثہ کے ذکر سے دشمن کا خطرناک ہونے کا اعلان عام مقصود ہے تاکہ لوگ اس کے مقابلے میں بیدار اور ہوشیار ہو کر رہیں ۔"

سابقہ سطور کا نتیجہ یوں الفاظ پیش کرتے ہیں "انسان اپنی[2] مظلومی میں اپنی عرض یا بادشاہ یا معبود حقیقی کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے ۔ ایک توحید پرست مومن ، بادشاہ اور معبود حقیقی فقط خدائے قدوس وحدہ لا شریک لہ کو سمجھتا ہے لہذا اس کی دوڑ سوائے رب السموات والارض کے دروازہ کے اور کہیں نہیں ہوگی ۔

---

[1] تفسیر سورۂ ناس ص ۱۲ مصنفہ مولانا احمد علی ، لاہور

[2] ایضاً ص ۱۲

اور وہی اس پرانے بدترین دشمن شیطان لعین سے اسے بچائے گا۔ ختم القرآن نعم المولی و نعم النصیر "۔

تشریح مضامین سورۂ عصر

عروج اقوام کے اسباب

"ربط[1] آیات سورۂ عصر ":۔ قوم کو زندہ کرنے کے لئے یہ بہترین طریقہ ہے۔ پہلے ان کے اندر جذبات صادقہ پیدا کئے جائیں جن کو ایمان کہا جاتا ہے۔ پھر عملی قدم اٹھایا جائے۔جس کو عمل صالح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بعد ازاں اپنے خیالات ہر فرد انسانی تک پہنچائے جائیں ۔ جس کو تواصی بالحق کہا جاتا ہے اور شرکاء کار کو ہر مصیبت میں استقامت کی تلقین کی جائے جسے تواصی بالصبر کہتے ہیں۔"

اب احادیث متعلقہ سورہ عصر تحریر فرماتے ہیں :

پھر سورۂ کے موضوع کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور "عروج اقوام کے اسباب" کا موضوع تجویز فرماتے ہیں۔والعصر کی تشریح و توضیح میں مختلف تفاسیر[2] کے حوالے پیش کرتے ہیں۔

---

[1] تفسیر سورۂ عصر ص ۱ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

[2] واسم صرّ و جنّ لوقت تلک الصلوۃ (روح المعانی ص ۲۲۸)

عن الشافعی علیہ الرحمہ انّہ قال لولم ینزل غیر ہذہ السورۃ لکفت الناس لانھا شملت جمیع علوم القرآن (روح المعانی ص ۲۲۷) انّ الانسان لفی خسر ۔ ای جنس الانسان لفی خسر (مدارک التنزیل ص ۲۰۵)

ان علوم کی دو قسمیں بیان فرماتے ہیں ۔ منزلہ و مخترعہ ۔ "دنیا کے علوم مروجہ[1] میں دو قسم کے علوم ہیں ۔ ایک منزّلہ ۔ جو احکم الحاکمین کی جانب سے نازل شدہ ہیں ۔ اس قسم کے علوم کی تمام قومیں (یہود ۔ نصاریٰ ، مجوس ، ہندو ۔ سکھ اور مسلمان) قائل ہیں ۔ دوسرے علوم مخترعہ ہیں جو عقل انسانی اپنے غور و فکر سے تجویز کرتی ہے ۔ پہلی قسم کے علوم قطعی ہوتے ہیں ۔ اور دوسری قسم کے ظنّی کہلاتے ہیں ۔ تصادم اور تعارض اقوام میں وہی قوم غالب آتی ہے جو علوم الہیہ کی حامل ہو ۔ لیکن فقط علوم صحیحہ اور منزّلہ کا حامل ہونا کامیابی کا کفیل نہیں ۔ بلکہ ان اصول کو عملی جامہ پہنانا بھی لازمی ہے ۔ اسلام اور یہودیت کی ٹکّر میں یہودیت پاش پاش ہوگئی کیونکہ یہودی قوم ہدایات آسمانی پر عمل کرنے سے قاصر تھی ۔ لہٰذا اسلام نے تمام دنیا کے قلوب پر قبضہ جما لیا "۔

مولانا آمنوا و عملوا الصلحت کی تشریح کے بعد تواصوا بالحق کی روشنی میں تحریر فرماتے ہیں ۔ "وہی[2] تحریک زندہ ، با مراد اور کامیاب رہے گی جس کے اغراض و مقاصد کی اپنے حلقہ اثر میں نشر و اشاعت کی جائے "۔

تواصوا بالصبر[3] کے سلسلے میں روح المعانی اور مدارک کے حوالے سے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہی تحریک سربلندی و سرفرازی کے نتائج پیدا کرتی ہے ۔ جس کے معاونین اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے ہر مصیبت میں سینہ سپر ہو جاتے ہیں ۔

---

[1] تفسیر سورۂ عصر ص ۷ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم ، لاہور

[2] ایضاً ص ۹

[3] وتواصوا بالصبر علی الطاعات التی یشق علیہا اداءہا و علی ما یبتلی اللہ تعالیٰ بہ عبادہ من المصائب (روح المعانی ص ۲۲۹) عن المعاصی وعلی الطاعات و علی ما یبلو بہ اللہ عبادہ (مدارک ص ۳۰۲)

الاعتبار و التاویل

اصول اربعہ (علوم صحیحہ کا حاصل ہونا ۔ علوم صحیحہ پر عامل ہونا حلقۂ اثر کو ہر ممکن ذریعہ سے وسیع کرنا ۔ تکمیل مقصد کے لئے ہر قربانی کے لئے آمادہ رہنا) کی جامعیت بیان فرماکر مولانا الاعتبار و التاویل کی طرف التفات فرماتے ہیں۔

" برادران اسلام [1] ! افسوس صد افسوس ۔ مسلمانوں کی ذلت کا باعث اپنی اصول صحیحہ کی گم کردگی ہے ۔ وہ قوم جو مردہ قوموں میں زندگی کی روح پھونکنے کے لئے دنیا میں آئی تھی آج نیم بسمل ہوکر دم توڑ رہی ہے ۔ جس کے اسلاف کے سینے نور ایمان سے بھر پور تھے ۔ آج جہالت کا شکار ہو رہی ہے ۔ وہ قوم جس کی غلامی پر غیر مسلم فخر کرتے تھے ۔ آج وہ غیر مسلموں کی غلامی کو فخر سمجھتی ہے ۔

ع تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو ! "

بعدہ ازاں مسلمانوں کو ایمان ، عمل صالح ، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کی پر زور تلقین فرماتے ہیں ۔ " مسلمان [2] اگر دنیا کی سرفرازی چاہتے ہیں تو دوسری اقوام سے بڑھ کر پیکر عمل بن جائیں ۔ تو خدا تعالیٰ ان کو آگے بڑھا دے گا ۔

ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وآمنتم وکان اللہ شاکراً علیما ۔

[illegible] در تنویر میں خلل
کے بجائے نصرت رب جلیل "

---

[1] تفسیر سورۂ عصر ص ۱۱ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

[2] تفسیر سورۂ عصر ص ۱۲ ، مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

" درس عـــــام "

ہم مولانا احمد علی مرحوم کی مفسرانہ حیثیت پر تبصرہ کر رہے تھیں۔ سابقہ صفحات میں آپ کے مترجم قرآن حکیم کے پہلوؤں پر تحقیقی نظر ڈالی گئی آپ کے " با محاورہ ترجمہ " ، حاشیہ پر " ربط آیات " اور " رکوعات کا خلاصہ " کا جائزہ لیا گیا ہے۔ بعد ازاں چند سورتوں کی تفسیر پر غور کیا گیا ۔الغرض مولانا کا انداز بیان ، طریق استدلال اور اسلوب استنباط واستخراج معاصر علماء کی نظروں میں ہر لحاظ سے قابل تحسین پایا گیا ۔ جہاں تک ہماری رائے کا تعلق ہے مولانا ہر طبقہ کے افراد کے لئے مصلحانہ طرز بیان پر قادرالکلام تھے

درس عام جو روزانہ فجر کی نماز کے ایک گھنٹہ بعد ہوتا تھا اس میں علماء ، طلبہ ، عوام اور گریجوایٹ حضرات شمولیت کرتے تھے ۔ شائقین بسوں ، سائیکلوں موٹروں پر سوار ہوکر اور لاہور کے دور دراز محلوں سے پیدل چل کر آپ کا درس قرآن حکیم سننے کے لئے آتے تھے ۔ عورتوں کی حاضری کے لئے با پردہ انتظام ہوتا تھا ۔ درس عام میں حضرت کا معمول تھا کہ قرآن حکیم کا ایک رکوع تلاوت فرماتے ۔ با محاورہ ترجمہ کرتے اور پھر فرماتے کہ " اب ان آیات کا وہ مفہوم پیش کیا جائے گا جو عہد رسالت اور عہد صحابہ کرام میں سمجھا گیا ۔ بعد ازاں الاعتبار والتاویل کا درجہ ہوتا تھا ۔ آپ کو اپنے مخاطبین کے علم و فضل اور ان پڑھ حضرات کی استعداد کا پورا پورا خیال ہوتا تھا ۔ آپ اپنے مواعظ حسنہ میں نہایت سادہ اور خطیبانہ زبان استعمال فرماتے تھے ۔

صبح کا درس عموی وعظ پر مشتمل ہوتا تھا ۔ اس میں زیادہ تر تذکیری ارشادات

ہوتے تھے ۔ آپ نہایت آسان اور سادہ الفاظ میں درس دیتے تھے جس
ولقد یسرنا القرآن فصل میں مذکور کی عملی تفسیر ظاہر ہوتی ۔ اگرچہ درس میں
مبتدی اور منتہی طلبہ بھی بیٹھتے تھے مگر آپ کا روئے سخن عام تذکیر کا
ہوا کرتا تھا ۔"

راقم السطور کو مولانا کے درس میں تقریباً چودہ برس تک حاضر ہونے
کا موقعہ ملا ۔ ہم نے جس جگہ بھی درس قرآن کا اہتمام دیکھا ہے وہاں یہی دیکھا
گیا ہے کہ نماز فجر کے بعد بیچارے مولوی صاحب پوری طرح پر حاضرین کو
درس قرآن سننے میں مشغول کر دیتے ہیں بلکہ بعض جگہ تو فرضوں کے بعد
دعائے مسنونہ بھی درمیان بعد نہیں مانگی جاتی ہے ۔ تاکہ نمازی غائب نہ
ہو جائیں مگر شیرانوالہ دروازہ کا درس عام اپنی نوعیت میں بالکل ہی انوکھا
تھا ۔ نماز فجر کے ایک گھنٹہ بعد درس قرآن حکیم شروع ہوتا ۔ نمازی پہلے
نماز پڑھ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے اور درس کے شروع ہونے سے چند
منٹ پہلے دوبارہ درس گاہ میں آموجود ہوتے ۔ درس کے موقعہ پر حاضرین پر ایک
سکوت اور محویت کا عالم ہوتا تھا ۔ بعض آنکھیں اشکبار دیکھی جاتی تھیں ۔
بعض حضرات مولانا کے تفسیری رموز و نکات کو نقل کرنے میں محو ہوتے تھے ۔
درس کے اختتام تک حاضرین کا اضافہ ہوتا رہتا ۔ ہم نے چودہ سال کی طویل
عرصے میں مجلس قرآن سے کسی کو اٹھ کر جاتے نہیں دیکھا ۔

"در فیض محمد وا ہے ، آئے جس کا جی چاہے

خدائے دو جہاں سے لو لگائے جس کا جی چاہے"

اب درس کے بعد دعا ہوتی ہے (مانگی جاتی) - مصافحے ہوتے - لوگ محبت بھری نگاہوں سے اپنے روحانی مربی و محسن کے نورانی چہرے پر دیکھتے اور رخصت ہو جاتے -

یہ درس کب جاری ہوا ؟ مولانا کے دل میں اس کی اہمیت کس قدر تھی ؟ اور آپ نے بتوفیق ایزدی اس کو کس استقامت و مداومت سے نبھایا ؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جوابات میں شیخ التفسیر مولانا لاہوری علیہ الرحمۃ کی با برکت زندگی کے تمام لیل و نہار قارئین کرام کے سامنے آجاتے ہیں -

نظارۃ المعارف القرآنیہ[1] دہلی میں دو سال درس و تدریس کے بعد آپ نے قید و بند کے ایام و شہور کو نہایت پامردی سے برداشت کیا - بالآخر لاہور میں آکر آپ کو اس شرط پر رہا کیا گیا کہ آپ دہلی اور سندھ واپس نہیں جا سکتے - "آپ نے لاہور میں قدم رکھتے ہی دو آدمیوں[2] کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھانا شروع کر دیا - یہ مولانا عبدالعزیز صاحب اور میاں عبدالرحمن صاحب تھے - پھر اپنے مکان کے قریب ہی ایک چھوٹی سی مسجد میں درس دینے لگے - پھر قریب کی دو منزلہ دکانوں کی چھت پر درس دیتے رہے - جب سامعین کا مجمع زیادہ ہو گیا تو مولوی عبدالحق مرحوم کی بیٹھک میں درس کا سلسلہ شروع کر دیا - اور اس کے بعد لائن سبحان خاں میں درس کا آغاز ہوا جو تا دم واپسیں جاری رہا -"

---

[1] بیاں بابو منظور سعید صاحب [2] بیاں بابو منظور سعید صاحب

درس عام کو حضرت لاہوری نے جس استقامت سے جاری رکھا اس کی مثال شاید و باید ۔ اپ مولانا کا درس قرآن مجید تمام ہندوستان میں ایک مثالی حیثیت کا حامل تھا ۔ آپ کسی حالت میں بھی درس میں ناغہ کرنا پسند نہیں فرماتے تھے ۔ خواجہ نذیر احمد مرحوم[1] راوی ہیں کہ ایک صبح آپ حسب معمول درس میں مشغول تھے ۔ کہ آپ کے بڑے صاحب زادے حافظ حبیب اللہ صاحب آئے ۔ آپ کے کان میں کچھ کہہ کر چلے گئے ۔ دوسری دفعہ اسی طرح ہوا اور تیسری دفعہ بھی آئے اور سابقہ عمل کو دہرا کر چلے گئے مگر درس بدستور اسی انہماک سے جاری رہا درس کے اختتام پر آپ نے اپنی بچی کی فوتیدگی کے متعلق اظہار فرمایا "۔

آپ کی بچی رقیہ[2] جس کی عمر تقریباً پندرہ سال تھی تقریباً دو بجے رات فوت ہوگئی مگر آپ نے اس کی وفات کی خبر صبح کے پر اطمینان درس قرآن حکیم کے بعد دی ۔

۱۹۲۲ء[3] میں جب آپ حج بیت اللہ شریف کے لئے جہاز میں سفر کر رہے تھے تو پھر بھی آپ نے اس مقدس الاصل وظیفہ کو پورے ذوق و شوق سے نبھایا ۔

---

[1] خواجہ نذیر احمد مرحوم راوی ۔ مرد مومن ص ۱۱۷ ، عبدالحمید عنبر خاں فیروز سنز لمیٹڈ ، لاہور ۔

[2] جمیلہ کوثر نواسی حضرت مولانا احمد علی مرحوم

[3] (راوی) حضرت مولانا عبداللہ انور صاحب (مولانا احمد علی مرحوم کے منجھلے صاحبزادے اور جانشین ۔

سندھی حضرات (ہم سر حجاج) نے سندھی میں درس کی استدعا کی تو ان کے لئے ایک وقت سندھی میں اور دوسرے وقت فارسی داں حضرات کے لئے فارسی میں اس مقدس فریضہ کو ادا کرتے رہے ۔ آپ نے سات دن تک جہاز میں سفر کرتے ہوئے جہاز میں تیار کردہ کھانا نہ کھایا ۔ کیونکہ جہاز کا ملازمین کا عملہ بے نماز تھا ۔ "

" کشمیر ایجی ٹیشن[1] کے دوران آپ نے جہاد کشمیر میں مجاہدانہ شرکت فرمائی ۔ آپ کو اس سلسلے میں ملتان ڈسٹرکٹ جیل میں نظر بند کیا گیا ۔ آپ وہاں درس قرآن مجید کے لئے بے تاب تھے ۔ مگر اس وارڈ میں کوئی مسلمان نہ تھا ۔ لہذا ایک ہندو کریجوایٹ کو ہی آپ نے قرآن مجید کا درس دینا شروع کر دیا ۔ جس وقت اس کے سامنے یاایہاالناس اعبدوا کی تفسیر بیان فرمائی تو وہ وجد میں آگیا اور صداقت قرآنی کا معترف ہو گیا ۔ "

" بارہا ایسا ہوا[2] کہ شدید علالت کے باوجود درس قرآن حکیم کا ناغہ نہ فرمایا ایک دفعہ ۱۹۲۰ء میں رمضان المبارک کے ایام میں اس قدر شدید علیل ہوگئے کہ رات بھر حجرے میں قیام فرمایا ۔ اسہال ہوتے رہے ۔ سینہ اور کمر پر پٹیاں باندھ رکھی تھیں ۔ ڈاکٹروں نے بات تک کرنے کی اجازت نہیں دی تھی مگر جب سحری کا وقت آیا تو حضرت نے بڑی مشکل سے اتباع سنت میں سحری کی نیت سے چائے کی آدھی پیالی نوش فرمائی ۔ صبح کی نماز کے لئے خدام پکڑ کر

---

[1] راوی مولانا محمد صابر صاحب ۔ خادم خاص مولانا احمد علی مرحوم

[2] راوی مولانا عبداللہ انور صاحب ا مرد مومن ص ۱۱۹

لائے مگر نماز کھڑے ہوکر ادا کی اور پھر درسِ عمومی حسبِ معمول دے کر طلبائے کرام کے درسِ خصوصی کو اسی طرح جاری رکھا گیا کہ حضرت علیل ہی نہیں ۔ (ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء) اور درس کے بعد پھر بیمار ہوگئے ۔"

"راقم السطور کو مولانا کی خدمت میں ۱۹۲۹ھ سے نیاز حاصل تھے اور مجھے آپ سے علمی تلمذ[1] اور باطنی تعلّم دونوں کا شرفِ خاص تھا ۔ مولانا نے تقریباً نصف صدی قرآن مجید کی خدمت و اشاعت اور دینی دعوت و اصلاح کا کام کیا ۔ اس بارے میں ایسے انہماک ، عشق و محبت ثبات و استقامت کا ثبوت دیا جو بغیر اعلیٰ درجہ کی عزیمت ، یقین و للّہیت اور روحانی قوّت کے بغیر مشکل ہے ۔ جب آپ کو سندھ سے لاہور پہنچایا گیا تو آپ نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر درسِ قرآن کا آغاز کیا ۔ رفتہ رفتہ آپ کے درس نے شہر میں عام مقبولیت حاصل کرنی شروع کی اور پھر وہ پنجاب کا سب سے بڑا درسِ قرآن بن گیا ۔ جہاں تک ہم کو معلوم ہے آپ ہی کی وجہ سے پنجاب میں درسِ قرآن کا ذوق عام ہوا ۔ اور جگہ جگہ اس کی بنیاد پڑی ۔ جہاں تک کہ کسی بڑی مسجد اور پڑھے لکھے مسلمان محلّے کے لئے درسِ قرآن ایسا ضروری کام ہوگیا جس کے بغیر مسجد آباد اور خطیب کامیاب اور مفید نہیں سمجھا جاتا ۔"

---

[1] مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء و رکن مؤتمر عالم اسلام مکہ مکرمہ علّامہ ابوالحسن علی ندوی لکھنو (نقل از "مردِ مومن" ص ۱۲۰ مصنفہ عبدالحمید خاں)

الحاصل ! ہم نے آپ کی زندگی کے واقعات اور معاصر شواہد سے یہ معلوم کر لیا ہے کہ آپ حضرت لاہوری نے قرآن حکیم کی تبلیغ و اشاعت کو اپنی زندگی کا مقدس فریضہ سمجھ کر نبھایا ۔ آپ دورِ حاضرہ کے تمام فتنوں سے دامن بچا کر اور فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر محض رضائے الٰہی[1] کے حصول کے لئے دین اسلام کی خدمت کرتے رہے ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے حلقۂ اثر میں ہر قسم کے آدمی کو صداقت کی فکر دامن گیر ہوتی تھی ۔ ہم اس بحث کو آپ کے ہی ارشاد گرامی پر ختم کرتے ہیں :

[2] " میں بفضل ایزد متعال ایک جمعہ اور ایک درس قرآن مجید میں جو کچھ معروضات پیش کروں اگر کوئی شخص اس کو لوح دل پر لکھ کر لے جائے اور پھر اس پر کما حقہ عمل کرتا رہے اور پھر ساری زندگی اس کو قرآن حکیم سننے کا خواہ موقعہ نہ ملے ۔ اللہ تعالٰی کے فضل سے اس کی نجات ہو جائیگی ۔"

راقم الحروف نے جب بار بار آپ کے ان فرمودات کا جائزہ لیا تو فی الواقع آپ کے خطبۂ جمعہ اور درس کے مواعظ حسنہ میں کتاب و سنت کی مکمل ترجمانی نظر آتی تھی ۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں تمام قرآن حکیم اور صحاح ستہ کا خلاصہ

---

[1] مصطفیٰ داند از رضائے او خبر
نیست در احکام دین چیزے دگر
تخت جم پوشیدہ زیر بوریاست
فقر و شاہی از مقامات رضاست
(مثنوی مسافر ص ۲۹ ؛ علامہ اقبال علیہ رحمۃ)

[2] لال دین اخگر ایم ۔ اے بی ٹی (راوی)

پیش کریں ۔ تو صرف ایک فقرے میں سما سکتا ہے ؛

" خالق کو عبادت سے اور مخلوق کو خدمت سے راضی رکھو " ۔

درس مثنوی[1] ۱۹۱۷ء سے شروع ہوا اور تقریباً آٹھ سال میں اس کا پہلا دور پایۂ تکمیل کو پہنچا ۔ دوسرا دور پندرہ سال کی مدت میں اختتام پذیر ہوا اور تیسرا دور حضرت کی وفات تک جاری رہا " ۔

یقیناً حضرت مولانا احمد علی مرحوم ان مردان حق آگاہ میں سے تھے جن کی شبانہ روز مساعی جمیلہ اور بے لوث دینی خدمات سے دین اسلام کا نام روشن ہے ۔ زمانہ خواہ کتنا ہی پر آشوب ہو لیکن اللہ والے آفات و حوادث سے بے نیاز ہو کر صراط مستقیم پر گامزن رہتے ہیں اور بالآخر ساحل مراد تک پہنچ جاتے ہیں ۔

ہوا ہے[2] گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو ~~بخشے ہیں~~ حق نے دیے ہیں ~~آداب~~ انداز خسروانہ

---

[1] (راوی) حضرت مولانا محمد صابر صاحب خادم خاص حضرت مولانا احمد علی مرحوم

[2] بال جبریل ص ۱۷۴ ؛ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ

"دورۂ تفسیر یا درس خصوصی"

درس عام کے علاوہ آپ کی زندگی میں دورۂ تفسیر کا آغاز ہوا۔ آپ اس درس کو جس محنت پڑھتے للّٰہیت اور اخلاص سے نبھاتے رہے۔ اس کی مثال اس دور میں بڑی مشکل ہے۔ اس کی شرائط و ضوابط[1] حسب ذیل تھے :۔

۱۔ داخلہ لینے والے طلبہ کسی نہ کسی دینی مدرسہ کے فارغ التحصیل ہوں

۲۔ تین ماہ کے اختتام پر تمام قرآن حکیم کی تفسیر پڑھا دی جائے گی۔

۳۔ درس و تدریس میں مندرجہ ذیل پہلوؤں پر ضرور روشنی ڈالی جائے گی۔ اعتقادات۔ اعمال۔ اخلاق۔ اصول۔ تدبیر منزل۔ قانون معاملات۔ تمدن اسلام۔ اسلامی معاشرت اور سیاسیات وغیرہ۔ تمام ضروریات کا حل کتاب اللہ سے سمجھ میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مسلک سے آدمی باہر بھی نہ جائے۔

۴۔ دورۂ تفسیر رمضان، شوال، ذی قعدہ کے تین مہینوں میں ختم کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اہل علم کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تدوین کردہ فلسفہ شریعت جو حجۃ اللہ البالغہ میں مذکور ہے پڑھایا جاتا ہے۔

---

[1] مترجم قرآن از مولانا احمد علی "عنوان — ایک ضروری گذارش" ص ۱

۵ - یہ درس دن میں تین چار گھنٹے تک بھی جاری رہتا ہے -

روزانہ سبق سے امتحان ہوتا ہے اور سبق کے بعد تکرار کرنا بھی

ضروری ہے - دوران تدریس طالب علم ضروری مسائل قلمبند کریں -

۶ - انجمن خدام الدین اس درس کے طلبہ کی نوشت و خواند ــ طعام

و رہائش کے اخراجات برداشت کرنے کی ذمہ دار ہے -

حضرت مولانا لاہوری کی وفات سے چند سال پہلے مولانا لال حسین اختر[۱]

مناظر اسلام کو بھی دعوت دی جاتی تھی - وہ چند دنوں میں طلبہ زیر تعلیم کو

غیر مذاہب کے اعتراضات کے جوابات اور ہر فرقہ ضالہ کے عقائد باطلہ کی تردید

میں کتاب و سنت کے حتمی مسائل تحریر کرا دیتے تھے - تاکہ ہر طالب علم جہاں

قرآن حکیم کی صحیح تفسیر سے واقف ہو جائے - وہاں روز افزوں بڑھتی ہوئی

ملحدانہ اور معاندانہ لادینی کا نہایت جرات سے مدلل ، مسکت اور دندان شکن

جواب دے سکے -

قیام پاکستان سے پہلے اس جماعت میں ہندوستان کے تمام صوبہ جات

اور بیرون ہند کے طلبہ شامل ہوتے تھے - ہم تو مولانا کو ہدیہ تبریک پیش کرتے

ہیں کہ اس کار خیر کے لئے خدائے کہیرالمتعال نے آپ کی ذات کو مختص فرمایا اور

پھر آپ کو ایسا والہانہ جذبہ اور ایسی مجاہدانہ قوت عمل سے نوازا کہ اکابر ملت

---

[۱] راوی : منشی سلطان احمد صاحب دفتر انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ

لاہور

جیّد خدّامِ شریعت اور منسوبانِ طریقت آپ کی صادقانہ روشِ حیات کے گن گانے لگے ۔

امامِ راستاں[1] ، فخرِ دوراں حضرت مولانا میاں شیر محمد نوراللہ مرقدہ کے متعلق حضرت لاہوری فرمایا کرتے تھے "کیا پنجاب میں ان کا کوئی مثیل ہے ؟" پھر اس کے بعد یہ واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے "کہ میں مولانا شیر محمد مرحوم کی خدمت اقدس میں شرقپور حاضر ہوا ۔ جمعہ کا دن تھا (غالباً) اسی دن ایک اور مولوی صاحب نے میاں صاحب سے ان کی مسجد میں جمعہ کا خطبہ پڑھنے کی اجازت طلب کی تو حضرت میاں صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ جمعہ پڑھانے والا آرہا ہے۔ میں چار رکعت نماز پڑھ کر مسجد میں بیٹھ گیا ۔ ایک آدمی نے آکر کہا کہ آج میاں صاحب فرماتے ہیں جمعہ پڑھائیں ۔ میں نے جواب میں عرض کیا کہ میں جمعہ پڑھنے کے لئے حاضر ہوا ہوں ۔ یہ جواب سن کر حضرت میاں صاحب خود تشریف لائے اور مجھ کو جمعہ پڑھانے کے متعلق نہایت شفقت بھرے الفاظ میں ارشاد فرمایا میں امتثال امر کے طور پر کھڑا ہو گیا ۔ مسائل کے بیان کے بعد خطبہ کی باری آئی لیکن مجھ کو ان دنوں مروجہ عربی خطبہ زبانی یاد نہیں تھا ۔ لہذا میں نے خطبے کے دونوں حصوں میں قرآن حکیم کے رکوعات پڑھے ۔ نماز کے بعد ایک کار کا انتظام کیا گیا ۔ مجھ کو نہایت عزت کے طریق پر رخصت فرمایا ۔ ڈرائیور کو سات روپے دے کر فرمانے لگے "کہ مولانا صاحب کو جامع مسجد شیرانوالہ کے دروازے پر

---

[1] مولانا محمد صابر صاحب ، خادمِ خاص حضرت مولانا لاہوری علیہ الرحمۃ

جاکر اتارنا ہوگا کیونکہ انہیں قرآن مجید کا درس دینا ہے " ۔

حضرت میاں صاحب نوراللہ مرقدہ اپنے عارفانہ لمحات میں فرمایا کرتے تھے

"مولانا احمد علی صاحب اللہ کا نور ہیں ۔ میں شیرانوالہ کی
طرف جب نگاہ کرتا ہوں تو یہی محسوس ہوتا ہے جیسے فرش
زمین سے عرش بریں تک نور کی قندیلیں روشن ہیں اور دنیا
کو منوّر کر رہی ہیں ۔ " [1]

اللہ اللہ ! ـــ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید !

ہم مولانا لاہوری کے شیخ التفسیر ہونے کے سلسلے میں شواہد پیش کر رہے ہیں :

" میرا یقین [2] محکم ہے کہ اس زمانے میں درس قرآن کا رواج نہ تھا ۔ یقیناً " اس کار خیر کا سنگ بنیاد حضرت ہی کے ہاتھوں رکھا گیا ۔ پھر حضرت کے خلوص و متانت اور ذہانت و ذکاوت نے اس بنیاد پر طہارت و پاکیزگی کا وہ تاج محل تعمیر کیا جسے وقت اور باد مخالف کے بے رحم جھونکے بھی مضمحل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے ۔ حضرت کی زبان میں ایک فطری لوچ حسن و جمیل گلوں کا بانکپن اور دلکشا طرح داری تھی ۔ شستگی و رعنائی آپ کی تقریر کا حقیقی جوہر تھا ۔ "

---

[1] مرد مومن ص ۱۲۷ مولفہ عبدالمجید خاں ، فیروز سنز ، لاہور

[2] " ایک مفسر قرآن " ص ۲۷ مصنفہ چودھری محمد یوسف ایم ۔ اے مکتبہ یوسفی کراچی محلہ لاہور چھاؤنی (پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور کینٹ)

دوسری جگہ یہی مصنف رقم طراز ہے " حق تو یہ ہے کہ حضرت لاہوری نے درس قرآن کو زندگی اور بالیدگی عطا کی اور اس درس قرآن نے آپ کو زندہ رکھا ۔ چنانچہ آج جس طرح قرآن زندہ ہے اور زندہ رہے گا اسی طرح مفسر قرآن بھی زندہ ہے اور زندہ رہے گا ۔"

حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے سوانح حیات "انوار ولایت" کے صفحہ ۹ پر مندرجہ ذیل عبارت نقل ہے :

"کس کو خبر تھی کہ یہ بچہ جو آج ایک گمنام قصبے کے ایک غریب[1] گھرانے میں جنم لے رہا ہے ۔۔ کسی دن آسمان ولایت پر آفتاب عالمتاب بن کر چمکے گا ۔ اس کے علوم و معارف کے بحور بے کنار ہوں گے ۔ اس کے فیوض و برکات کی سوتیں زمزم و کوثر کی آئینہ دار بنیں گی اور یہ مشرق سے طلوع کرنے والا نور ولایت مغرب کی وادیوں میں بھی ضیا باریاں کرے گا جیسا کہ جناب علاؤالدین صدیقی سابق صدر شعبۂ معارف اسلامیہ و شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب و سابق پروفیسر پنجاب یونیورسٹی لاہور کی شہادت ہے "میں نے مغربی ممالک کی سیر و سیاحت کے دوران حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی مرحوم کے شاگردوں اور معتقدین میں سے کسی نہ کسی مرد حق آگاہ کو قرآن پاک کی درس و تدریس اور نشر و اشاعت کی خدمت سرانجام دیتے ہوئے پایا ۔ گویا کہ حضرت شیخ المشائخ

---

[1] انوار ولایت صفحہ ۹ سوانح حیات مولانا احمد علی مرحوم از ماسٹر لال دین ایم-اے مطبوعہ پنجاب پریس ، لاہور

کے فیوض کا دائرہ بہت وسعت رکھتا ہے ۔"

چنانچہ میرا اپنا واقعہ ہے[1] کہ اپریل ۱۹۲۲ء میں جب میں دہلی ریلوے اسٹیشن سے ملی گنج صفدر جنگ کی طرف پیدل جا رہا تھا تو ایک آدمی راستے میں ملا ۔ باتوں باتوں میں جب اس کو معلوم ہوا کہ میں لاہور سے آیا ہوں تو اس نے مجھ کو بتایا کہ " ہم ایران میں حضرت مولانا احمد علی صاحب کو مفسّر قرآن کے نام سے یاد کرتے ہیں ۔ کیا آپ ان کو جانتے ہیں " میں نے ان کو حضرت والا شان کے متعلق حسب استعداد واقفیت دلائی ۔ لیکن میں حیران تھا کہ ہمارے حضرت کی علمی شہرت بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہے ۔

" علماء کے درس[2] میں آپ کا روئے سخن انہی کی طرف ہوتا تھا ۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ امام سیوطی اور امام راغب اصفہانی کی تحقیقات کا نچوڑ بیان ہو رہا ہے ۔"

"ابتدا ہی سے[3] حضرت مولانا کو درس قرآن حکیم کا شوق تھا اور اس میں آپ کو ایسا ملکہ حاصل تھا کہ اس میں شاید ہی دوسرے علماء کو حاصل ہو ۔ آپ کے ہاں فضلاء اور علماء کے لئے درس قرآن خصوصی ہوا کرتا تھا ۔ جس میں آپ معارف قرآنی اور حکمت ولی اللّٰہی کے نکات بیان فرماتے ۔ یہ درس در اصل تمام علوم کے حاصل کرنے کے بعد ایک قسم کا تکمیلی درس ہوتا تھا ۔

---

[1] بابو منظور سعید صاحب راوی ہیں جنہوں نے مولانا کے حالات ان کی زبانی سن کر اپنی بیاض تیار کی ۔

[2] مرد مومن ص ۱۲۰ ، عبدالمجید خاں ، فیروز سنز ، لاہور

[3] ایضـاً ص ۱۲۸

حضرت شیخ الحدیث مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ دورہ حدیث کے اختتام پر جب فارغ التحصیل حضرات کی دستار بندی کیا کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے "علم کی تحصیل تم نے آٹھ سال دیوبند میں رہ کر کرلی ۔ لیکن تکمیل آپ کی لاہور جاکر حضرت مولانا احمد علی صاحب کے دورۂ تفسیر میں ہو گی ۔" [1]

حضرت کی درسگاہ سے فارغ شدہ با کمال علماء و فضلاء میں سے جن کی زندگی مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوئی مندرجہ ذیل نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔

" فہرست علماء کرام " [2]

۱ ۔ علامہ سید ابوالحسن علی ندوی صاحب ، مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ۔

۲ ۔ مولانا محمد طاہر مرحوم قاسمی ، نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

۳ ۔ مولانا الحاج عبدالحنان صاحب خطیب و مہتمم دارالعلوم عثمانیہ راولپنڈی ۔

۴ ۔ مولانا کفیل احمد بجنوری ، استاد مدرسہ انصاریہ ، کلکتہ

۵ ۔ حضرت مولانا ابوالبیان حماد ، صاحب

---

[1] مرد مومن ص ۱۲۸ ، عبدالحمید خاں ، فیروز سنز ، لاہور

[2] ایضاً ص ۱۲۹

"جدید تعلیم یافتہ حضرات کی فہرست"

۱ ۔ خواجہ عبدالوحید صاحب ، ایڈیٹر ، الاسلام (انگلش) کراچی

۲ ۔ پروفیسر علاؤالدین صدیقی ، سابق وائس چانسلر ، پنجاب یونیورسٹی لاہور

۳ ۔ ڈاکٹر سید عبداللہ شاہ صاحب ، سابق پرنسپل اورینٹل کالج ، لاہور

۴ ۔ پروفیسر محمد فاروق صاحب ، ایم ۔ اے ، دیال سنگھ کالج لاہور

۵ ۔ چوہدری عبدالرحمن مرحوم ، ایم ۔ اے ، ایس ایس پی ، ریٹائرڈ

اسسٹنٹ سیکرٹری ، حکومت پنجاب ، لاہور

۶ ۔ شیخ محمد عظیم اللہ صاحب ، ایڈووکیٹ ، لاہور

۷ ۔ پروفیسر سعادت علی خاں ، ایم ۔ اے (ریٹائرڈ پرنسپل)

۸ ۔ مولوی بشیر احمد صاحب ، بی ۔ اے لدھیانوی

پروفیسر محمد سرور صاحب کے مضمون کی چند سطور ہمارے موضوع کی تائید و تصدیق کا پہلو لئے ہوئے ہیں ۔ فرماتے ہیں :

"لاہور[1] کی جب کبھی تاریخ لکھی جائے گی تو جہاں اس کے بہت سے ایسے کارناموں کا ذکر ہوگا جنہوں نے نہ صرف اس شہر بلکہ اس پورے برصغیر کی قسمت بدل دی تھی وہاں آئندہ کا مورخ ایک ایسے بزرگ کے ذکر سے کبھی پہلو تہی نہیں کر سکے گا ۔ جس نے اس شہر کے مسلمانوں کی زندگی میں ایک لا زوال اثر

---

[1] ہفت روزہ جہاں نما ۔ لاہور ص ۱۵ ۔ ۱۲ ۲۲ مئی ۱۹۶۲ء ۔ عنوان عظیم مفسر ۔ مصلح ۔ معلم ۔ مجاہد ۔ حضرت مولانا احمد علی " ۔ وہ جابر حکمران سے ٹکرا گئے ۔ تعلیمات قرآنی کو انہوں نے عام کیا ۔ وہ ایک شخصیت نہیں ، ادارہ

چھوڑا ہے ۔ یہ بزرگ بہت بڑے عالم دین تھے ، معلم تھے ، صوفی تھے اور
اس کے ساتھ ساتھ قوم و ملت کی ہر پکار جو جابر حکومتوں کے خلاف اٹھی ، اس
میں لبیک کہنے والوں میں پیش پیش تھے ۔ ان کے فیض صحبت سے لاکھوں خاندان
بنے ۔ انہوں نے قرآن حکیم کی نشر و اشاعت میں اپنی ساری زندگی صرف کر دی ۔

قرآن مجید کا درس ہر عالم دیتا ہے لیکن مولانا مرحوم کے درس قرآن کریم
کے مطلب مضمرات کچھ اور تھے ۔ چنانچہ اس کی وجہ سے جہاں ایک طرف انگریز
انہیں اپنا دشمن سمجھتا رہا وہاں دوسری طرف ابتداء میں ان عوام نے بھی
آپ کی مخالفت کی جو بے سمجھی سے مشرکانہ رسوم کو جزو مذہب مانتے تھے ۔
مولانا مرحوم نے ایک دفعہ فرمایا " اب تو محلے والے ٹھیک ہو گئے ہیں ۔ لیکن
ابتداء میں انہوں نے مجھے بڑا ستایا ۔ ایک دفعہ تنگ آ کر میں نے ان کو کہا
میں قرآن مجید ہاتھ میں لے لیتا ہوں تم مجھے دھکے دے کر مسجد سے نکال
دو ۔ پھر دیکھو کیا ہوتا ہے لیکن ایسا کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی " ۔

اب ہم مولانا کی وفات پر پاکستان ٹائمز کے چند ایک اقتباسات پیش
کر کے اس موضوع کو ختم کرتے ہیں :

" The Akhbar Forosh Union held an emergency meeting and condoled. the death of Maulana Ahmad Ali which was described as a serious blow not only to Pakistan but to the entire Muslim world."1

بقیہ حاشیہ صفحہ سابق : اور تاریخ تھے ۔ "

[illegible]

" A number of students bodies in Lahore held condolence meetings and passed resolutions lauding the contributions of Maulana Ahmad Ali to enrich the Muslim religious and scholastic spheres. The Islamia colleges were closed after the condolence meetings as a mark of respect to the memory of the departed scholar."

مولانا کی دینی اور علمی خدمات کا اعتراف صرف آپ کے معتقدین تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ارباب علم و فضل بھی آپ کو عہد حاضر کا ایک بے بدل شیخ التفسیر تسلیم کرتے ہیں۔ ہم چند ایک اخباری سطور پیش کر رہے ہیں جس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ آپ کی پچاس سالہ دینی سرگرمیوں نے خواص و عوام کو کس حد تک ممنون و متاثر کیا۔

اسلامیہ کالج سول لائنز کے طلبہ نے اپنے دینی و روحانی رہنما کی وفات پر ان الفاظ اظہار تاسف کیا۔

"The student of the Islamia College, Civil Lines in a resolution recounted the services of Maulana in reviving the Islamic traditions of selfless and devoted service in the way of God. The resolution said that the teachings of Maulana had helped to rekindle the fervour for Islam in the hearts of lakhs and lakhs of persons. 2.

۱؎ دی پاکستان ٹائمز ، لاہور ۲۵ فروری ۱۹۶۲ء ، ص ۱۱

۲؎ ایضاً"

اب ہم پاکستان کے مایۂ ناز علمی ادارے کے ریمارکس پیش کرکے اس عنوان کو خیرباد کہتے ہیں :

"The Islamic Studies Society Department of Islamic Studies at a meeting under the chairmanship of Prof. Ala ud Din Siddiqui, said in a resolution: " The death of this great religious scholar creates a gulf in the realm of knowledge and spiritualism that cannot be bridged. The sad incident has deprived Pakistan of a pious and holy personality, who rendered great services to the cause of Islam, the holy Quran and Sunna. His scholastic and missionary services can never be forgotten." 1

ہم موجودہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ عصر حاضر کے ملحدانہ اور ناپاکانہ اثرات کے باوجود دین اسلام کی صداقت اسلامیان عالم کے قلوب میں اب بھی ضیاپاشیاں کر رہی ہے ۔یہی وجہ ہے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ بھی مولانا لاہوری کی دینی خدمات کے سلسلے میں رطب اللسان ہے ۔

دورۂ تفسیر کے اختتام پر کامیاب ہونے والے طلباء کو سندات مرحمت کی جاتی تھیں ۔ سند تفسیر القرآن کی نقل ابتدائی صفحات میں مناسب مقام پر کی گئی ہے ۔ حضرت شیخ التفسیر علیہ الرحمۃ کے ہر دو درس (عمومی اور خصوصی) کا سلسلہ اب بھی بدستور جاری ہے ۔ آپ کے منجھلے صاحبزادے قاری مولانا عبیداللہ مدظلہ العالی ہر دو درس کی سرپرستی کرتے ہیں ۔

---

۱ - [illegible]

حجۃ اللہ البالغہ کا درس

"حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم مجدد اعظم کا تعارف"

ہر کہ از سرّ نبی گیرد نصیب
ہم بہ جبریل امیں گردد قریب [1]

امام الائمہ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان مقدس ہستیوں میں ممتاز ترین حیثیت کے حامل ہیں ۔ جن کو پروردگار کائنات تجدید و احیائے دین کی وہبی استعداد دے کر بھیجتا ہے ۔ آپ نے امّت مسلمہ کی ہر روش حیات کو نہایت قریب سے دیکھا ۔ اس کے حسن و قبح پر غور فرمایا ۔ دین حقّہ کے نواحیس کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا اور پھر اپنی خداداد مجددانہ و مصلحانہ صلاحیتوں سے کام لے کر دین مصطفوی کے روشن چہرے سے تمام حجابات کو دور کیا ۔ آپ کی تصانیف اسلامیان عالم کے ماتھوں میں ہیں ۔ آپ ایک ہی وقت میں محدّث بھی تھے ، مفسّر بھی تھے اور اپنے عہد کے مصلح اعظم اور اسلام کے عظیم مفکّر بھی تھے ۔ آپ نے اسرار شریعت کے سلسلے میں حجۃ اللہ البالغہ لکھی ۔ اسرار دین کے علم کی ابتداء صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد مبارک سے ہو چکی تھی ۔ آپ نے اس نبوی علم کی تدوین کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا ۔ آپ کے عارفانہ مشاہدات کا اندازہ آپ کی تصنیف " فیوض الحرمین " کے مطالعہ سے بخوبی لگ سکتا ہے ۔

---

[1] مثنوی مسافر ص ۲۱ در اسرار شریعت ؛ علامہ اقبال مرحوم

"اس کے[1] علاوہ امام الہند شاہ ولی اللہ کی تعلیمات کا فیض جاری تھا ۔ انہوں نے مصلح یا مجدد ہونے کا کوئی بلند بانگ دعوی نہ کیا تھا لیکن تجدید و اصلاح کا پورا سامان مہیا کر دیا تھا ۔ قوم کی اخلاقی اور روحانی قباحتوں کو اپنی تصانیف میں بے نقاب کیا ۔ ملک میں قرآن فہمی اور درس حدیث کے چشمے جاری کر دیے ۔ جس کی وجہ سے غیر اسلامی عناصر سب کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے اس سے بڑھ کر وہ ایک ایسی صالح جماعت کی بنیاد ڈال گئے تھے ۔ جو ان کی اصلاحی تجاویز کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکتی تھی "۔

"آپ کا شمار[2] اسلام کے جلیل القدر علماء اور محققین و نوابغ میں ہوتا ہے اور آپ جیسی عالی پایہ شخصیتیں اور یگانۂ روزگار ہستیاں بمشکل وجود میں آتی ہیں ۔ آپ بارہویں صدی کے مجددین میں سے ہیں ۔"

"اگر[3] آپ پہلے زمانے میں پیدا ہوتے تو آپ کو اماموں کا امام اور مجتہدین میں باعث فخر سمجھا جاتا ۔ الغرض ! اسلامیان عالم ۔ صحیح العقیدہ مسلمانوں نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم کو اپنی صدی کے مجدد اور حکیم[4] امت تسلیم کیا ہے ۔ حضرت لاہوری نے اپنی تمام زندگی میں طلبۂ

---

[1] موج کوثر ص ۹ از محمد اکرام ایم ۔ اے

[2] مقدمہ فیوض الحرمین ص ۷ از خواجہ عبدالوحید صاحب !

[3] نواب صدیق حسن خاں مقدمہ فیوض الحرمین ، ص ۷

[4] "آپ کے علمی اور ذہنی کمالات واقعی اس تعریف و توصیف کے لائق ہیں ۔ آج بھی امت مسلمہ آپ کو حکیم امت اور مجدد ملت تسلیم کرتی ہے ۔"

ولی اللّٰہی کو سمجھا اور اس کی ترویج و اشاعت کو اپنا لائحۂ عمل بنایا ۔ مجلس ذکر کی تقاریر میں آپ ہمیشہ شاہ ولی اللہ مرحوم کے روحانی مسلک کی وضاحت فرماتے تھے دورۂ تفسیر سے فارغ ہونے والے طلباء جو مزید دینی تعلیم کا ذوق رکھتے تھے ۔ ان کو فلسفۂ شریعت اور اسرار دین کے سلسلے میں حجۃ البالغہ سبقاً پڑھائی جاتی تھی ۔ یہ درس ۱۹۲۰ء سے شروع ہوا ۔ ہم اس درس میں شامل ہونے والے ارشد تلامذہ کے اسمائے گرامی نقل کرتے ہیں ۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ سابق :۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے استاد مکرم حضرت شاہ محمد عاشق صاحب " خدمۂ خیر کثیر " میں فرماتے ہیں : بر سالکان طریقت و طالبان حقیقت پوشیدہ نہ ماند ۔ کہ چوں حق سبحانہ و تعالی فرد ے کامل برائے مظہریت و اسرار کاملۂ خویش اصطفامی فرماید و آنرا بمنزلۂ جارحہ خود ساختہ بر زبان وے تکلّم مے نماید ۔ دریں زمان ہایں مقام اسنی ذات مجمع آیات مطلع مہبط انوار منبع علوم و اسرار و مخزن کنوز و کمالات وراثت محمدیہ ۔ معدن نقود رموز وصایت احمدیہ ۔ مجدد قواعد شریعت ۔ مقنّن قوانین طریقت ۔ مبیّن غوامض معرفت محقق دقائق حقیقت ماسلم امحدثین ولی العصر لسان اللہ قطب الدین احمد ۔ ابوالفیاض شیخ ولی اللہ است ۔ مدّ ظلال ارشادہ علی العالمین الی یوم الدین کما ہو ثابت عند اہل المعرفۃ والیقین " ۔

" مولانا قاسم نانوتوی نوراللہ مرقدہ کا جہاز سفر حج کے دوران میں کی کسی بندرگاہ پر رک گیا ۔ مولانا کو معلوم ہوا کہ اس شہر میں ایک معمّر بزرگ رہتے ہیں ۔ جب ان سے ملاقات ہوئی تو آپ ان کے علم سے بڑے متاثر ہوئے اور درخواست کی کہ

۱ - حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ مرحوم ، فاضل دیوبند فرزند اکبر حضرت لاہوری مہاجر حجاز مقدس ۔

۲ - پروفیسر علامہ علاؤالدین صدیقی ، سابق وائس چانسلر ، پنجاب یونیورسٹی ، لاہور

۳ - چوہدری عبدالرحمن مرحوم ، ایم ۔ اے ایل ایل بی ، اسسٹنٹ سیکرٹری سابق پنجاب سیکرٹریٹ ۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ سابق :- سند اجازت عطا ہو ۔ اس پر اس محدث صاحب نے دریافت کیا کہ آپ کس کے شاگرد ہیں ؟ مولانا نے اپنا سلسلۂ تلمذ شاہ عبدالعزیز (فرزند ارجمند شاہ ولی اللہ دہلوی) تک بیان کیا ۔ بڑ وہ بزرگ بولے : ہاں ! میں انہیں جانتا ہوں ۔ میرے نزدیک شاہ ولی اللہ بمنزلہ شجرہ طوبی کے ہیں کہ جہاں تک طوبی کی شاخیں ہیں وہاں جنت ہے اور جہاں اس کی شاخیں نہیں وہاں جنت نہیں اسی طرح جہاں شاہ ولی اللہ کا سلسلہ ہے وہاں جنت ہے اور جہاں نہیں وہاں جنت نہیں ! " (واقعہ مولانا قاسم نانوتوی مرحوم از مقدمہ فیوض الحرمین ص ۹)

---

[1] مسودہ مومن ص ۱۱۲ عبدالحمید خان ، سیرز سنز ، لاہور (درس خاص الخاص)

۴ ۔ مولانا بشیر احمد صاحب ، بی اے

۵ ۔ چوہدری عطاء اللہ خان صاحب بی ۔ اے

۶ ۔ حافظ فضل الٰہی صاحب ایم ۔ اے

۷ ۔ مولانا غازی خدا بخش مرحوم منشی فاضل

۸ ۔ مولانا عبدالعزیز مرحوم مالک الہلال پریس ایجنسی

۹ ۔ مولانا سعید الدین مرحوم بہاری فاضل امروہہ

۱۰ ۔ ڈاکٹر عبداللطیف صاحب ایم بی بی ایس ، بی ڈی ایس

۱۱ ۔ محمد مقبول عالم صاحب ، بی اے منشی فاضل

---

* خواتین میں درس قرآن مجید *

عہد نبوت سے لے کر عورت کے دینی مقام کا لحاظ رکھا گیا ہے ۔ صحابیات خصوصاً امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے تفقہ فی الدین کے انوار صحبت نبوی میں حاصل کئے ۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور عائشہ صدیقہ کے ارفع و اعلیٰ مقامات کو کون نہیں جانتا ۔ لہذا عہد رسالت سے لے کر اب تک علماء ربانی اور مصلحین امت نے کتاب و سنت کی نشر و اشاعت کے تمام مواقع میں خواتین کو مردوں کے دوش بدوش شامل رہنے کی اہمیت کو بلا تامل تسلیم کیا ہے ۔ عورت بالعموم تمام مہذب سوسائٹیوں میں اور بالخصوص اسلامی معاشرے میں تہذیب اطفال اور تربیت اولاد کے لحاظ سے صدر معلمہ کی حیثیت رکھتی ہے ۔ طبقہ نسواں کی اصلاح تمام معاشرے کی اصلاح کے مترادف ہے ۔ خواتین کا زیور علم و تہذیب سے آراستہ ہونا

کسی قوم کی ترقی پذیر ہونے کی بیّن دلیل ہے ۔ حکیم اسلام علّامہ اقبال مرحوم "خطاب بہ جاوید" میں فرماتے ہیں :

مادرت درس نخستیں با تو داد
غنچۂ تو از نسیم او کشاد
از نسیم او ترا ایں رنگ و بو
اے متاع ما بہائے تو ازو
دولت جاوید ازو اندوختی
از لب او لا الٰہ آموختی [1]

حضرت شیخ التفسیر نے ابتداء سے ہی اس مسئلہ کی اہمیت کا احساس فرمایا اور حاجی غلام حسین مرحوم کے مکان واقع قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں خواتین کے درس قرآن حکیم کا سلسلہ شروع کیا ۔ یہ درس تقریباً دو سال تک اسی جگہ نہایت پابندی کے ساتھ جاری رہا اور بعد ازاں اس کو مدرسۃ البنات کی شکل دی گئی ۔ جس کا تفصیلاً ذکر ہم انشاء اللہ تعالیٰ مولانا کے تجدیدی کارناموں میں کریں گے ۔

---

[1] جاوید نامہ ص ۲۲۲ "خطاب بہ جاوید" علامہ محمد اقبال مرحوم

مولانا بحیثیت محدث

حضرت مولانا احمد علی لاہوری کی زندگی جہاں قرآن حکیم کی خدمت کے لئے وقف تھی وہاں احادیث نبوی کی نشر و ترویج کا ولولہ بھی آپ کے دل میں ہر وقت موجزن رہتا تھا۔ درس عمومی میں قرآن عزیز کے ساتھ روزانہ مشکوٰۃ شریف یا دوسری کتب احادیث موجود ہوتی تھیں۔ اور آیات قرآنیہ کی تشریح و تفصیل کے لئے احادیث مقدسہ پیش کی جاتی تھیں۔ آپ کی تمام تصانیف کی ورق گردانی کیجئے۔ شاید ہی کوئی صفحہ ایسا ملے گا جہاں آپ نے رسول انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو عربی رسم الخط میں نقل فرما کر اس کا با محاورہ ترجمہ تحریر نہ فرمایا ہو۔ آپ کے دینی مضامین میں یا تقریری فرمودات میں ان کی ملکوتی اور فردوسی چاشنی کا انحصار صرف احادیث کے مصرات پر ہوتا تھا۔ آپ کے خطبات جمعہ یا مجالس ذکر کے مواعظ حسنہ پر نظر ڈالیے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ قرآن پاک کی توضیحات و تشریحات کا ہر پہلو فرامین نبوی سے متضمن ہوگا۔

آپ کی تمام تحریرات میں جہاں کہیں حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک آتا تو تنسیق الصفات کے طور پر محمد مصطفےٰ، احمد مجتبےٰ

---

[1] علم بدیع کی ایک صنعت جس میں ایک موصوف کے کئی اوصاف صفات متواتر ذکر کرتے ہیں مثلاً وہ مسیحا دم و یوسف رخ و داؤد الحان
وہ سلیمان وش و موسیٰ کف و صالح اعمال
تذکرۃ
حدائق البلاغۃ ص ۱۷۰ علم بدیع مصنفہ مولوی ذوالفقار علی صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس سہارنپور مطبع مجتبائی دہلی

فخر دوعالم ، سیدالمرسلین ، خاتم النبیین ، شفیع المذنبین ، حضور سراپا نور فداہ ابی وامّی کے محبت بھرے القاب دل صافی کی گہرائیوں سے نکل کر آپ کی زبان قلم پر آتے ۔ آپ کی تحریرات قرآن حکیم کی آیات اور احادیث خیرالانام صلی اللہ علیہ وسلم تک ہی تقریباً محدود ہیں ۔ رسائل خدام الدین جن کی تعداد چونتیس ہے ان میں گلدستۂ صد احادیث نبوی بھی موجود ہے ۔ اس کی تمہیدی سطور میں آپ نے درج ذیل عبارت تحریر فرمائی ہے جس سے آپ کی مفسّرانہ اور محدّثانہ حیثیت کا پورا پورا جائزہ لیا جا سکتا ہے ۔ آپ کسی موضوع پر بھی تفسیر بالرائے کے مرتکب نہیں ہوتے ۔ بلکہ آپ ہمیشہ احادیث نبوی کے پھولوں سے اپنی مسودات کو معطّر کرتے رہے ۔ آپ کی زبان پر یہ ارشاد بار بار دہرایا جاتا تھا "ہادی وہ ہے جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن حکیم اور بائیں ہاتھ میں مشعل حدیث خیرالانام ہو اور وہ ان دونوں نوروں کی روشنی میں خلق خدا کی رہنمائی کرے" ۔ اب ہم ضرورت حدیث کی عبارت نقل کرتے ہیں ۔

"قرآن حکیم[1] چونکہ عربی میں ہے اور عربی زبان میں اس قدر وسعت ہے کہ شاید ہی دوسری زبان میں ہو ۔ لہذا ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہو سکتے ہیں ۔ اب اس امر کا پتہ لگانا کہ اس آیت میں اللہ تعالی کی کیا مراد ہے اس کے لئے سوائے زبان نبوی ترجمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے ۔ لہذا جس آیت کا جو مطلب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] رسائل خدام الدین سلسلہ نمبر ۲۲ گلدستہ صد احادیث نبوی ص ۲ مصنفہ مولانا احمد علی قدس سرہ

فرمائیں وہی اللہ تعالیٰ کی مراد ہوگی ۔ اس کے خلاف جو معنے بھی لیا جائے خواہ وہ لغت عربی کے قواعد و ضوابط کے مطابق ہی کیوں نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں ہوگا ۔ بلکہ مفترد ہوگا ۔ لہذا جب تک خادم قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو پیش نظر نہیں رکھے گا وہ جادۂ اعتدال پر قائم نہیں رہ سکتا ۔ ممکن ہے کہ جو مطلب یہ لے رہا ہے وہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد کے خلاف ہو ۔ لہذا ہر مسلمان کے لئے بالعموم اور معلّمین قرآن کریم کے لئے بالخصوص لازم ہے کہ وہ قرآن حکیم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حدیث شریف کا علم بھی حاصل کریں تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد کو سمجھ کر اس پر عمل کرسکیں ۔ اور خلق خدا کو پیغام حق صحیح و سالم پہنچا سکیں ۔"

گلدستۂ صد احادیث کی تمہیدی سطور میں ارشاد فرماتے ہیں :-

"گلدستۂ احادیث[1] نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سو حدیثیں مختلف مضامین کی جمع کی گئی ہیں ۔ یہ گویا روحانی پھول ہیں ۔ جن کو تہہ وار سجا کر پیش کیا جاتا ہے ۔"

مذکورہ بالا رسالہ کی احادیث کا انتخاب ایک مسلمان کی روز مرّہ زندگی کے لئے مشعل راہ ہے ۔ ایک ایک حدیث قابل حفظ اور اسلام کی صداقت کی جان ہے ۔ ہم تبرکاً ایک دو احادیث کو اس موقعہ پر نقل کرتے ہیں ۔

"عن عائشہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو ردّ" (متفق علیہ)

ترجمہ : (عائشہ صدیقہ رضی سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات داخل کرے کا جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے) ۔

آقائے مدنی پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق کائنات نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کے صفات حسنہ [1] اور کمالات ستودہ کا مجموعی حسن و جمال عطا فرماکر مبعوث فرمایا ہے ۔

حاشیہ صفحہ سابق :۔ [1] گلدستہ صد احادیث نبوی ص ۸ مولانا احمد علی مرحوم شیرانوالہ دروازہ لاہور ۔

[1] سید و سرور محمد نور جاں — بہتر و مہتر شفیع مجرماں
بہترین و مہترین انبیــــا — جز محمد نیست در ارض و سما
انبیاء و اولیاء تفصیل تــو — از کمال حق شدہ تکمیل تـــو
اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر — بہر حق سوئے غریباں یک نظر

جامع الکلم مولانا روم علیہ الرحمۃ آپ کی تعریف میں زمزمہ پرداز ہیں :

صد ہـزاراں طب جالینوس بود
پیش عیسیٰ و دمش افسوس بــود
صد ہزاراں دفتر اشعار بـــود
پیش حرف امیّش این عار بـــود

قرآن مجید :۔ ختم نبوّت و عصمت :۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (وحی متلو وغیرمتلو کی ضمانت) والآخرۃ خیر لک من الاولیٰ کا مژدہ جانفزا ہمی

حضرت مولانا نے گلدستۂ صد احادیث کے انتخاب میں جس حسن تدبر کا ثبوت دیا ہے ہم اس کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

نصوص قرآنی سے یہ امر واضح شدہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت جہاں رحمۃ اللعالمین[1] کے انوار سے منور ہے وہاں خاتم النبیین[2] کے فرد و مجد سے بھی نوازی گئی ہے۔ آپ دنیا میں نبوت و رسالت کے لحاظ سے اکملیت[3] کے علمبردار بن کر جلوہ گر ہوئے۔ آپ کا دین خیرالادیان اور آپ کی امت خیرالامم ہے۔ مشیت ایزدی نے تمام ادوار حیات کی رشد و ہدی کے اسباب انوار دین مصطفوی کی شمع رسالت میں مجتمع فرما دیے ہیں۔ اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا کی قدسی تصدیق نے اس امر کو حتمی اور مسلّمہ بنا دیا کہ صبح قیامت تک موجودہ دین جہاں تحریف و تبدیل[4] سے محفوظ رہے گا۔ وہاں افراط و تفریط کی قباحت و شناعت (شناعت) بھی اس کے کسی پہلو پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

حاشیۂ صفحۂ سابق :- آپ ہی کے لئے ہے۔ اگر علمی دنیا میں کسی شاعر کو دوسرے کے کلام میں کسی غلط لفظ کی تبدیلی کی اجازت ہے تو علامہ اقبال کو شیخ عطار کے شعر سے ایک لفظ کے تبادلہ پر ہزار تحسین وآفرین کا استحقاق پہنچتا ہے۔

شیخ عطار :- حمد بی حد مر خدائے پاک را — آنکہ ایمان داد مشت خاک را

اقبال :- حمد بی حد مر رسول پاک را — آنکہ ایمان داد مشت خاک را

مخزن لب چہ مایہ کردہ - اسرار و رموز صفحہ ۵۳

---

[1] وما ارسلنک الّا رحمۃ اللعالمین (سورۂ انبیاء آیت ۱۰۷)

[2] ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین ۔ وکان اللہ بکل شئی علیما ؛ آیت ۴۰ ؛ پارہ ؛ ۲۲

لہذا محولہ بالا عائشہ صدیقہ کی حدیث دین حق کی تکمیل کی آئینہ دار ہے چونکہ دین اسلام ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ اس لئے اس کی جزئیات و کلّیات میں ترمیم و تنسیخ کی ہرگز گنجائش نہیں۔ اس کے اوامر و نواہی حیات انسانی پر ہی مسلّط ہیں۔ کہ اگر ایک لمحہ کے لئے امر الٰہی یا سنّت رسول خدا سے روگردانی کی جائے تو اس کی جگہ بدعت آ موجود ہوتی ہے۔

حضور[۳] اکرم اپنے ارشاد گرامی قدر میں دین میں نئی چیز کے اجراء کو مردود و بدعت قرار دیتے ہیں اور بدعت[۱] کے سارے کے سارے تار و پود ضلالت کی پیداوار ہوتے ہیں۔ ضلالت انجام کار جہنم کا ایندھن ہے۔ الغرض ؛ دین اسلام کو قیامت تک ضمانت الٰہی حاصل ہے اور یہ اپنی بے بدل صداقت کے ساتھ قائم و دائم رہے گا۔

حضرت لاہوری نے اس حدیث کے انتخاب میں قوم کے روحانی مرض کی نبّاضی فرمائی ہے کیونکہ اس پرفتن دور میں محدثات اور رسوم باطلہ کے پرستار پیدا ہو رہے ہیں۔ اس طرح سابقہ ادیان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو فروعی اختلافات و مناقشات نے صراط مستقیم سے بھٹکا دیا۔ حاملان دین خود ستائی ، حرص و آز ، جاہ طلبی اور ہٹ دھرمی کا شکار ہوئے۔ کلّ حزب بما لدیہم فرحون کے ڈگر پر چلتے رہے ان کے دین میں اختراعات و بدعات کی

سابقہ حاشیہ :- [۳] و [۴] الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (مائدہ ۵ آیت ۳)

[۵] انا نحن نزّلنا الذکر وانّا لہ لحافظون - سورہ حجر[۱۵] آیت ۹

[۱] من یعش منکم من بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنّتی و سنۃ الخلفا الراشدین

مداخلت نے حقائق کو بے اثر کر دیا ۔ بڑے بڑے احبار و رہبان اس طوفان بے تمیزی میں بہہ گئے ۔

قرآن حکیم[1] نے متبدعین (علماء سو) اور راسخون فی العلم (علماء خیر) کا واضح الفاظ میں تعارف کرایا ۔ اس حقیقت کو اس جگہ نقل کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا ۔

مسائل کے[2] دو حصے ہوتے ہیں ۔ ایک بدیہی ، دوسرا نظری ، صحیح طریقہ تعلیم یہ ہے کہ بدیہی اوّل سکھلائے جائیں اور بعد کو نظری کی تعلیم دی جائے ۔ کتاب اللہ کے بدیہیات آیات محکمات کہلاتے ہیں اور وہی کتاب الٰہی کی جڑ اور اصول ہیں ۔

جو نظریات ہیں وہ متشابہات کہلاتے ہیں ۔ اگر صحیح راستہ پر چل کیا تو نتیجہ صحیح ہوگا ورنہ غلط ۔ جن لوگوں کی طبیعت میں زیغ ہے وہ پہلے

حاشیہ صفحۂ سابق :- المہدیین تمسکوابہا و عضّوا علیہا بالنوا جذ ایاکم و محدثات الامور فانّ کلّ محدثۃ بدعۃ وکلّ بدعۃ ضلالۃ ۔ (ترمذی، مرقب باب الاخذ بالسنۃ و اجتناب البدعۃ ص ۳۳۳ منشی نولکشور)

(ب) انّ خیر الحدیث کتاب اللہ و خیر الھدی ھدی محمد و شرّ الامور محدثاتہا وکلّ بدعۃ ضلالۃ ۔ (متفق علیہ) (مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص ۲۷ ، رواہ مسلم مطبع آفتاب عالم پریس لاہور)

[1] ھوالذی انزل علیک الکتٰب منہ اٰیت محکمٰت ھنّ امّ الکتٰب واخر متشٰبھٰت فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ ۔ وما یعلم تاویلہ الّا اللہ والرّاسخون فی العلم یقولون اٰمنّا بہ کلّ من عند ربّنا ۔ وما یذّکر الّا اولوالالباب ۔ (سورۂ آل عمران ۳ : آیت ۷)

متشابہات پر بحث کرتے ہیں اور یہ طریقہ محض فتنہ اندازی کے لئے اختیار کرتے ہیں ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ صحیح تاویل جانتا ہے اور راسخون فی العلم بدیہی علوم میں رسوخ حاصل کرتے ہیں ۔ وہ متشابہات کی تاویلات میں ہاتھ نہیں ڈالتے "

الحاصل ! سابقہ معروضات کی غایت یہی ہے کہ مولانا لاہوری نے گلدستہ صد احادیث میں مذکورہ (زیر بحث) حدیث کے انتخاب میں امت مرحومہ کو ان کی مہلک مرض سے آگاہ فرمایا ہے اور ہدایت کی ہے کہ اختلافات جو مداخلت فی الدین اور بدعات کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ قوم کے لئے دارین کی ناکامی اور رسوائی کا باعث بنتے ہیں ۔

دوسری حدیث جو آپ نے گلدستہ میں نمبر ۵۸ پر نقل فرمائی ہے ۔ درج ذیل کی جاتی ہے تاکہ اس کی افادیت کا جائزہ لیا جا سکے !

عن النبی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یسرّو ولا تعسروا و سکنّوا ولا تنفروا (متفق علیہ)

پروردگار عالم نے ولکن اللہ رسول فرماکر نبوت/رسالت کے ابلاغ کی اہمیت تمام ادوار حیات میں اجاگر فرما دی ہے ۔ انبیاء کرام نے اپنی اپنی قوموں کے لئے مشیت ایزدی کی ترجمانی کی ۔ رضائے الٰہی کے اصول و قوانین پیش کئے ۔ انسانیت کے فضائل و رذائل سے آگاہی بخشی ۔ اور ان کے نتائج و عواقب سے خلق خدا کو خبردار کیا ۔

حاشیہ صفحہ سابق :۔

۱؎ حاشیہ مترجم قرآن مجید از مولانا احمد علی مرحوم ص ۷۲ ۔ ۷۵ لاہور

اہم ستون انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا اور ارشاد نبوی کے مطابق آپ کی امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کرام کی طرح ابلاغ ہدایت کا فریضہ ادا کرتے رہیں گے - لہذا حدیث مذکورہ بالا کی روشنی میں وہ انسان جو اپنی زندگی کا محبوب ترین حصہ (جوانی) تحصیل علم کے لئے وقف کرے - اس مبارک تعلیم کے حصول کے بعد اپنی قوم کے سامنے ہادی بن کر آئے - اس کے انعکاس انداز خطابت نہایت باوقار ہوں - اس کی آواز اس کی ضمیر کی گہرائیوں کی پیداوار ہو - وہ منشاء خداوندی کی تبلیغ کے جذبہ پر بہبودیٔ خلائق سے سرشار ہو - اس کی زبان لہجہ کی شیرینی و خوش کلامی اور حسن اخلاق کی عکاسی کر رہی ہو - پھر اُن کی روشنی میں احکام شریعت کو پیش کرنا ایسے احسن طریق سے ہو کہ سامعین ان پر عمل کرنا اپنی دسترس سے باہر نہ سمجھیں - ان کو اپنی غیر مہذب اور نا اہلیانہ زندگی کو ترک کرکے اپنے مہذب اور با اخلاق روشِ حیات کی طرف رجوع کرنا مرغوب ہو - چونکہ تبلیغ کا کام انبیاء کرام کا مشن ہے لہذا مبلغ میں وہ تمام صفات ضرور پائے جائیں جن کو خصائل سے تعبیر کیا جاتا ہے - سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے جب فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا تو ارشاد فرمایا ۔ اذہب انت واخوک بایتی ولا تنیا فی ذکری - اذہبا الی فرعون انہ طغی - دیکھئے انبیاء کرام کو خداوند عالم اپنی یاد کی کیسے تاکید فرماتے ہیں اور پھر سرکش و متمرد انسان کے پاس تبلیغ دین کے لئے جانے کو کہتے ہیں لیکن اس جگہ حکم ایزد تعالیٰ پر غور کیجئے - فرمایا - فقولا له قولا لینا

لعلّه یتذکر او یخشیٰ ۔ معلوم ہوا کہ نرم کلامی ابلاغ ہدیٰ کی جان ہے ۔ تبھی تو دونو پیغمبر جو معجزات سے لیس ہیں ۔ ان کو نرم خوئی اور نرم کلامی کی ہدایت کی گئی ہے ۔

ولا تعسّروا کے ارشاد میں ترغیب دین کے وہ سارے کے سارے پہلو نمایاں ہوگئے ۔ جس سے مخاطبین کو دین اسلام دین فطرت کا ترجمان نظر آنے لگے ۔ تکلیفات شرعی کا اختیار کرنا اس صورت میں خاص و عام کے لئے مرغوب ہو سکتا ہے کہ ہادی خود عملی تصویر بن کر قوم کے سامنے آئے اور اپنی تبلیغ میں تشدد اور تکلّف کی مداخلت کو برداشت نہ کرے ۔ بزرگان دین کے حالات کو پیش کر کے احکام اسلام پر عمل کرنا فطری اور طبعی اقتضاء کے مرادف ثابت کرے ۔

آگے سکّنوا ولا تنفّروا میں ان تمام بشارات آخروی کامرانیں ، فردوس بہاریں اور نعمائے الٰہی کا ایک حسین و جمیل نقشہ پیش کرنا ہوگا ۔ جو اعمال صالحہ اور خصال ستودہ کا حتمی نتیجہ ہوتے ہیں ۔ سکّنوا میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ مشفقانہ خصلت کی اتباع کا حکم موجود ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بایں الفاظ تعریف بیان فرمائی ہے ۔ فبما[1] رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك ۔

حضرت مولانا لاہوری علیہ الرحمہ نے مندرجہ بالا حدیث کے انتخاب میں تمام افراد امّت کو بالعموم اور علماء کرام کو بالخصوص ابلاغ ہدایت کا نہایت پسندیدہ

حاشیہ صفحہ سابق :۔ لہ سورۂ طٰہٰ پارہ ۱۶ آیت ۴۴

لہ سورۂ آل عمران ۴ آیت ۱۵۹ رکوع ۸

اور مسنون طریقہ بتایا ہے ۔ احکام دین کی نشر و اشاعت مسلمانوں کا نہایت مقدس فریضہ ہے جس کی تاکید قرآن حکیم[1] اور احادیث میں بار بار وارد ہوئی ۔ گویا اسلام کے دائرہ میں تمام مرد و زن بلّغوا عنّی ولوکان آیۃ کے پابند ہیں ۔

ہم نے گلدستہ صد احادیث مرتبہ مولانا احمد علی مرحوم سے صرف دو حدیثوں کی احادیث پر اپنی ناقص رائے کا اظہار کیا ہے ۔ ورنہ آپ کی منتخبہ تمام حدیثوں کی انفرادی حیثیت شریعت غرّا کی ایک بے بدل تفصیل ہے ۔

علاوہ ازیں حضرت مولانا نے خدمت احادیث کے سلسلے کو تمام زندگی جاری رکھا ۔ قرآن حکیم کی اشاعت سے جہاں آپ نے زندگی کے کسی حصّے میں بھی تساہل نہیں برتا ۔ وہاں حدیث نبوی[2] کی ترویج کو آپ نے ایک لمحہ کے لئے فراموش نہیں کیا ۔

آپ کی سرپرستی میں ایک ہفت روزہ (خدّام الدین) کی اشاعت شروع ہوئی ۔ آپ نے اس کا پہلا صفحہ احادیث نبوی کے لئے مخصوص کیا ۔ مناسب حال حدیثوں کا انتخاب ، ان کا ترجمہ اور تشریح وغیرہ آپ کے ذمّے تھی ۔

---

[1] ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولٰئک ھم المفلحون ۔ پارہ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۰۴

[2] مولانا احمد علی مرحوم کے اپنے تعمیر شدہ مدرسہ قاسم العلوم کی لائبریری میں حدیث اور اصول حدیث پر ۲۰۵ کتب موجود ہیں (راقم الحروف لال دین اخگر)

" خلاصۃ المشکوٰۃ "

مشکوٰۃ المصابیح تمام صحاح ستہ کا نچوڑ ہے۔ آپ نے پوری محنت پژوہش اور دیدہ ریزی سے اس کا ایک خلاصہ ترتیب دیا اور اس کا نام خلاصۃ المشکوٰۃ رکھا۔ یہ چارٹ مجموعہ جمادی الاول ۱۳۲۱ھ کو طبع ہوا۔ آپ نے اس کو کتاب الرقاق[1] سے شروع فرمایا۔ ہم اس مجموعہ احادیث کی ہر فصل کی ایک دو حدیثوں کی علمی اور روحانی احادیث پر تبصرہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں:

عن ابن عباس[2] قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعمتان مغبون فیھما کثیر من الناس الصحۃ والفراغ۔ (رواہ البخاری)

[3] "انسان اچھی طرح سے عبادت تب ہی کر سکتا ہے کہ تندرستی کے
بہتر
علاوہ دنیاوی ضرورتوں کے پورا ہونے کے باعث وہ بے فکری کی زندگی کرے۔ ان دونوں نعمتوں کے میسر آنے کے بعد جو شخص عبادت نہ کرے اس سے بڑھ کر اور کون گھاٹے میں ہو سکتا ہے۔"

---

[1] یہ کتاب ان باتوں کے بیان میں ہے جو دل کو نرم کرنے والی ہیں۔

[2] عبداللہ بن عباس سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو نعمتیں ان میں بہت لوگ نقصان اٹھاتے ہیں۔ ایک ان میں تندرستی ہے دوسری فراغت (ترجمہ)۔

[3] خلاصۃ المشکوٰۃ ص ۲ حاشیہ نمبر ۲ مصنفہ مولانا احمد علی مغزلا مرحوم

وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا[1] ۔ انفس و آفاق کا ہر گوشہ نعمائے الٰہی کا ایک حسین گہوارہ ہے ۔ آفتاب عالمتاب کی ایک سنہری شعاع ، نسیم صبحگاہی کا ایک عطر بیز جھونکا ۔ ماہ چہاردہم کی سکون آفریں صوت ۔ کہساروں کا سحر آگیں سکوت ۔ عرفان سحر [illegible] طیور کی تسبیح خوانیاں ، ریگزاروں میں غنچوں کی مسکراہٹ اور ہواؤں اور فضاؤں ، صحراؤں اور بحر میں نعمتوں کے خزائن[2] پر ایک سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو کون ہے جس کی روح قدرت کردگار کے اس منظم و ارفع نظام حیات کو دیکھ کر محو حیرت و استعجاب نہ ہو جائے کسی شیدائے فطرت کی زبان کے الفاظ سنیے :

ع ذرہ چاہے ۔ تو چمکا دے ۔ مجھے صحرا ہی کر !

ع تو جو چاہے ۔ تو اٹھے سینۂ صحرا سے حباب !

اب ہم ارشاد نبوی پر غور کرتے ہیں آپ کے ارشاد گرامی سے جن دو نعمتوں کا پتہ چلتا ہے یہی دونوں نعمتیں سرمایۂ حیات ہیں ۔ یہی وہ مجمل الفاظ ہیں جن کی تفصیل تمام تر نعمتوں کو محیط ہے ۔ صحت اور فارغ البالی حیات انسانی کے دو ایسے پر ہیں جن کی مدد سے وہ عالم لاہوت تک پرواز کر سکتا ہے ۔ شب زندہ دار سعید روحیں اگر نان و نفقہ کی پریشانیوں سے آزاد ہوں تو بفضل خدا تعالیٰ عبادت گزاری میں نفس گدازی کی منزل پر پہنچ کر انقطاع

---

[1] سورۂ نحل 14 پارہ ۱۲ ، آیت ۱۸

[2] صبح ازل کی ہے نمود چاک ہے پردۂ وجود ـ دل کے لیے ہزار سود ایک نگاہ کا زیاں
(علامہ اقبال مرحوم ــ بال جبریل)

عن الخلق اور احتیاج الی اللہ کے مقام کو حاصل کر سکتی ہیں۔

افلاس عبادت الٰہی کے سرور کو مجروح کر دیتا ہے۔ توجہ الی اللہ (حضور قلب) اور دلجمعی کی نعمت نیکو فطرت افراد کو بآسانی حاصل ہو سکتی ہے اور اس طرح ایک بیمار اور اپاہج کی ما و ہو سے ایک صحت مند نوجوان کی شب بیداریاں[1] اور عشق الٰہی میں آہ وزاریاں خداوند عالم کو زیادہ محبوب ہوتی ہیں۔ صحت اور مرفہ الحالی کا امتزاج اگر منہاج نبوت پر گامزن ہو جائے تو پہلی منزل فردوس بریں[2] کی جاودانی بہاروں پر منتج ہوتی ہے اور اگر اغوا شیطانی کے زیر اثر زندگی بسر کرے تو قعر جہنم کی مہیب اور دردناک سزائیں اس بدنصیب انسان کا مقدر بن جاتی ہیں کیونکہ مرنے کے بعد منعم حقیقی اپنی ہر نعمت[3] پرحصہ کے متعلق ضرور سوال کرے گا۔

نماز روزہ حج اور جہاد فی سبیل اللہ جیسے حقوق اللہ اور اس طرح حقوق العباد کے میدان میں تمام فرائض کی حسن ادائیگی کا تحفظ تب ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ مسلمان جسمانی لحاظ سے صحت مند ہو اور ساتھ ہی بحیثیت فکر تحفظ

---

[1] در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری ست
وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار (شیخ سعدی)

[2] فالھمھا فجورھا وتقوٰھا ۔ قد افلح من زکّٰھا ۔ وقد خاب من دسّٰھا
(سورۂ الشمس ۹۱ آیت نمبر ۸ ، ۹ ، ۱۰)

[3] ثمّ لتسئلنّ یومئذ عن النعیم ۔ سورہ التکاثر ۱۰۲ آیت ۸

سے آزاد بھی ہو۔ " کبھی کیا تنہائی کی اور کیا تونگری " غریب اور بیمار لوگوں کو تو اپنی ضروریات زندگی کا پورا کرنا دوبھر ہوتا ہے ۔ وہ دوسروں کی دستگیری خاک کریں گے؟

اللہ تعالیٰ نے حکومت الٰہیہ کا تعارف بایں الفاظ فرمایا ہے۔ قال

انّ اللہ اصطفٰہ علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم[1]۔

مولانا نے اس حدیث کو خلاصۃ المشکوٰۃ کی پہلی حدیث کی حیثیت سے نقل فرما کر اپنے مصلح قوم ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ اگر آج مسلمان قوم رسولپاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا مبارک حدیث پر عمل پیرا ہو جائیں۔ تو وہ اپنی عظمت رفتہ کو دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں ۔ گویا خوابیدہ قوم کی بیداری کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی نسخہ کارگر نہیں ہو سکتا کہ افراد قوم کو خدا تعالیٰ کی ان دو (صحت اور فرصت) نعمتوں کو یاد کرا کر دعوت عمل دی جائے ۔ وہ ان نعمتوں سے پوری طرح متمتع ہونے کے لئے مستعد ہو جائیں اور انجام کار محبوب فطرت بن جائیں۔

یہی آئین قدرت ہے یہی اسلوب فطرت ہے
جو ہے راہِ عمل میں گامزن محبوب فطرت ہے[2]

---

[1] سورہ بقر ۲ آیت ۲۴۷

[2] بانگ درا علامہ اقبال مرحوم

دوسری حدیث جو اس باب میں پانچ نمبر پر نقل کی گئی ہے ۔ اس میں احکام دین کے اسرار و نتائج اصلی صورت سے بیان کئے گئے ہیں ۔ ارشاد نبوی ہے "عن ابو ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجبت النار بالشہوات و حجبت الجنۃ بالمکارہ (متفق علیہ) [1]

آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وحی غیر متلو کا حکم رکھتے ہیں ۔ آپ کائنات کے آخری دین کے شارع اور مقنن ہیں ۔ آیات قرآنیہ کی تشریح و تفصیل [2] کا ملکہ آپ کو ودیعت کیا گیا ہے ۔ رموز حکمت ربانی [3] اور انوار تزکیہ کی سرمدی دولت سے آپ کو نوازا گیا ہے ۔ لہذا قرآن حکیم کے اسرار و خواص اور اوامر و نواہی کے والہانہ بیانات سے آپ کی صدر کو انشراح [4] کے سرمایہ سے دائمی طور پر مالا مال کیا گیا ہے ۔ آپ کی مبارک زبان میں اختصار و ایجاز اور فصاحت و بلاغت کے در گرانمایہ رکھے گئے ہیں ۔

مذکورہ بالا حدیث کے صوری اور معنوی محاسن کا بیان کرنا مجھ جیسے ہیچمدان کی دسترس سے یقیناً باہر ہے ۔ مگر حسب استعداد چند سطور کا حوالہ قلم کرنا ضروری سمجھا گیا ہے ۔ ہم حدیث زیر عنوان کی تشریح و توضیح کے لئے

---

[1] ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا فرمایا رسول خدا نے دوزخ کو خواہشات نفسانی سے ڈھانک دیا گیا ہے اور بہشت کو طبیعت کو ناپسند آنے والے امور سے ڈھانک دیا گیا ہے ~~[illegible]~~ (ترجمہ)
(خلاصۃ المشکوٰۃ کتاب الرقاق ص ۲ مؤلفہ مولانا احمد علی مرحوم)

[2] ثم ان علینا بیانہ ۔ پارہ ۲۹ سورہ القیامۃ ۷۵ آیت ۱۹

[3] ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم آیتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ و یزکیھم انک انت العزیز الحکیم (پارہ الم سورہ بقرہ آیت ۱۲۹)

قرآن حکیم سے شواہد پیش کرتے ہیں ۔ خالق کن نے انسانی فطرت کے طبعی میلانات کا راز افشا کرتے ہوئے فرمایا ہے :

" زین للناس حب الشہوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذہب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذالک متاع الحیوۃ الدنیا ۔ واللہ عندہ حسن المآب ۔ [1]

علم نفسیات (PSYCHOLOGY) کے ماہرین نے بھی مذکورہ بالا آیت کے حقائق کو تسلیم کیا ہے ۔ جنسی مرغوبات اور سرمایہ پرستی کے جذبات انسانی خمیر کے اجزائے ترکیبیہ ہیں ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقولہ بالا حدیث میں انسانی فطرت کے تمام رذائل و خصائل اور ان کے نتائج کی خبر دی ہے ۔ ان کو ایسے تمثیلی رنگ میں پیش کیا ہے کہ فقط اس حدیث مقدسہ کے الفاظ پر غور کرنے سے آپ کو بلا تامل افصح العرب تسلیم کرنا پڑتا ہے ۔ انسانی فکر کو ایسا

حواشی صفحۂ سابق : ۔ [4] الم نشرح لک صدرک (سورہ الم نشرح ۹۴ آیت ۱)

[5] صد ہزاراں دفتر اشعار بود ۔ پیش حرف امیش این عار بود (مولانا روم)

[1] آلعمران ۳ آیۃ ۱۴

معراج کمال حاصل ہونا نا ممکن ہے کہ جب تک تائید ایزدی دستگیری نہ فرمائے ۔ آپؒ کے موجودات ملکۂ نبوت اور نور نبوت کا نتیجہ ہیں ۔

اغوائے شیطانی کے تمام جذبات روح حیوانی کی عارضی لذّت کا باعث بنتے ہیں ۔ رذائل کی دلدادگی سفلیات سے محبت اور علویات سے نفرت کا باعث ہوتی ہے ۔ نفع عاجل کا پرستار زندگی کی قیمتی گھڑیوں کو عارضی منفعت اندوزیوں میں صرف کر دیتا ہے اور دارین کے خسران میں پڑ جاتا ہے ۔ لیکن اگر وہ چند روزہ زندگی کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حسن ادائیگی میں صرف کرتا اور اپنی عارضی جسمانی[1] لذّت کے پیچھے نہ پڑتا تو لازماً اپنے مالک کی خوشنودی حاصل کر لیتا ۔

---

[1] "دنیا کی لذت اور الم دو قسم پر ہے ۔ جسمانی اور روحانی ۔ جس چیز میں جسم کی لذت ہے اس میں روح کا رنج ہے اور جس چیز سے جسم کو رنج پہنچے اس میں روح کو لذّت ہے ۔ پس روح اور جسم ایک دوسرے کی ضد میں ۔ اور اس جہان میں کہ روح جسم کے مقام میں اترا ہوا ہے اور جسم اور جسمانی میں گرفتار ہے روح نے بھی جسم کا حکم پیدا کر لیا ہے اور اس کی لذّت سے اس کو لذّت اور اس کے رنج سے اس کو رنج ہے ۔ یہ مرتبہ عوام کالانعام کا ہے ۔ ثم رددناہ اسفل سافلین ۔ انہیں کی شان میں صادق ہے ۔ روح کی بیماری کے باعث انسان اپنے رنج کو لذّت اور لذّت کو رنج معلوم کرتا ہے ۔ جیسے کہ صفراوی مزاج والا شخص بیماری کے باعث شیرینی کو کڑوا معلوم کرتا ہے "

(دفتر اوّل مکتوب نمبر ۷۲ ص ۱۲۲ و ۱۲۳ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی بنام شیخ فرید)

الدنیا سجن المؤمن و جنۃ الکافر [1] کے ارشاد گرامی میں مومن و کافر کے رستوں کا بعد اور تضاد سامنے آ جاتا ہے ۔ کافر دنیا کا شیدا ہے ۔ اور اس کی نظر دنیا کے لئے ہے ۔ لیکن مومن دنیا میں رہ کر توشۂ آخرت جمع کرتا رہتا ہے ۔ تکلیفات شرعیہ کو پورا کرتا ہے ۔ آفات ارضی و سماوی اور معاندین کی چیرہ دستیاں اس کی دنیا تو قید خانہ سے بدتر بنا دیں تو بنا دیں لیکن اس کے پائے استقلال میں لغزش پیدا کرنے میں ناکام رہتی ہیں ۔ وہ جانتا ہے کہ قید خانہ میں عیش و آرام کا تصور کرنا سراسر حماقت و سفاہت ہے ۔ وہ صبر و توکل کے بازوؤں سے پرواز کرتا ہوا خدا تعالیٰ کی معیت [2] کا مقام رفیع حاصل کر لیتا ہے ۔ اگر کتاب " خلاصۃ المشکوۃ " کے باقی ابواب و فصول میں سے ایک دو حدیثوں پر تبصرہ کریں تو یہ مضمون کی طوالت کا باعث ہوگا ۔

الغرض مذکورہ بالا تالیف نو باقاعدہ اعراب کی تصحیح کے ساتھ طبع کرایا گیا ہے تاکہ ہر خواندہ مسلمان اس سے علمی اور روحانی طور پر متمتع ہو سکے ۔ حاشیہ پر نہایت سلیس اور عام فہم زبان میں بعض احادیث کا مفہوم بیان کیا گیا ہے ۔ تمام مندرج و مشمولہ احادیث کا با محاورہ ترجمہ لکھا گیا ہے جو ہر لحاظ سے قابل تحسین ہے ۔ دراصل ہند و پاک کے مسلمانوں کے دل میں حدیث نبوی کے مطالعہ کی رغبت اور احیاء سنت کی ایک احسن صورت ہے ۔ مذکورہ واقعات کی روشنی میں اگر آپ کو شیخ الحدیث تسلیم کیا جائے

---

۱ ۔ رواہ مسلم ۲ ۔ ان اللہ مع الصابرین (پارہ ۲ سورہ بقرہ)

تو ہر لحاظ سے آپ کو اس دینی لقب کا استحقاق پہنچتا ہے۔

طینت پاک مسلماں گوہر است
آب و تابش از یم پیغمبر است [1]

---

[1] اسرار و رموز ص ۱۵۲ علامہ اقبال علیہ الرحمہ

* مولانا لاہوری کا فقیہانہ مسلک *

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی[1] کے ارشاد ربانی نے صحابہ کرام کے قلوب کے تمام گوشوں کو دولت ایمان سے مالا مال کر دیا ۔ مولانا روم علیہ الرحمہ نہ صحابی میں نہ تابعی اور نہ ہی تبع تابعی میں ۔ رسول انس و جاں صلی اللہ کے سامنے اپنی عقیدت کا اظہار بایں الفاظ پیش کر رہے ہیں :

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر
بہر حق سوئے غریباں یک نظر
گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

صحابہ کرام اجمعین کی شان ہی تمام امت سے منفرد تھی ۔ وہ دین کے معاملے میں حضور اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر جنبش لب کو وحی الہی یقین کرتے تھے ۔ ان کو شریعت طاہرہ کے اسرار و حکم معلوم کرنے کی چنداں ضرورت پیش نہیں آتی تھی کیونکہ ان کے سامنے اسوۂ حسنہ کا ایک نورانی[2] پیکر اپنی

---

[1] سورۃ النجم ۵۳ آیت ۴

[2] لقد کان لکم فیھم اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الآخر
(ممتحنۃ ۶۰ آیت ۶)

[1] پوری والہانہ تابناکی کے ساتھ قرآن جلوہ گر رہتا تھا ۔ وہ ظنون و اوہام کی دلدل سے آزاد اور یقینیات کے فردوس میں آباد تھے ۔ وہ مومن انہیں کے منصب جلیلہ پر فائز تھے ۔ اللہ ! اللہ ! ان میں اصحاب بدر[2]، عشرہ مبشرہ[3] اور اصحاب صفہ[4] موجود تھے ۔

---

[1] انما المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا (سورہ حجرات ۴۹ ; ۱۵)

[2] یہ عجیب منظر تھا کہ اتنی وسیع دنیا میں توحید کی قسمت صرف چند جانوں پر منحصر تھی ۔ صحیحین میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت خضوع کی حالت طاری تھی ۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر فرماتے تھے "خدایا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ آج پورا کر ۔ محویت کے عالم میں چادر کندھے پر سے گر گر پڑتی تھی اور آپ کو خبر تک نہ ہوتی تھی ۔ کبھی سجدہ میں گرتے تھے اور فرماتے تھے کہ خدایا ! اگر یہ چند نفوس آج مٹ گئے تو پھر قیامت تک تو نہ پوجا جائے گا ۔" (سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۲۱ ــــ مولانا شبلی)

[3] ابوبکر فی الجنۃ وعمر فی الجنۃ وعثمان فی الجنۃ وعلی فی الجنۃ وطلحہ فی الجنۃ والزبیر فی الجنۃ وسعد بن مالک فی الجنۃ وعبدالرحمن بن عوف فی الجنۃ، ابوعبیدہ بن الجراح فی الجنۃ وسعید بن زید فی الجنۃ (ترمذی) [illegible]

[4] صفہ سائبان کو کہتے ہیں ۔ یہ ایک سائبان تھا جو مسجد نبوی کے ایک کنارہ پر مسجد سے ملا ہوا تھا ۔ صحابہ میں سے اکثر تو معاش دنیا کے ساتھ ہر قسم کے کاروبار وغیرہ بھی کرتے تھے ۔ لیکن چند لوگوں نے اپنی زندگی صرف عبادت اور آنحضرت کی تربیت پذیری پر نذر کر دی تھی ۔ یہ لوگ بھوکے پیاسے رات دن وہیں رہتے ۔ (سیرۃ النبی جلد اول ص ۲۹۲ ــ مولانا شبلی)

لیکن عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی کے بعد صحابہ کرام اور صحابیات نے احکام دین میں تفکر و تدبر کرنا شروع کیا ۔ کیونکہ مسائل کی نئی نئی شکلیں اور نئے نئے جزئیات بمقتضائے زمانہ نظروں کے سامنے آنے لگے ۔

آنحضرت کی وفات کے بعد فتوحات کو نہایت وسعت ہوئی اور تمدن کا دائرہ وسیع ہوتا گیا ۔ واقعات اس کثرت سے پیدا ہوئے کہ اجتہاد و استنباط کی ضرورت پڑی اور اجمالی احکام کی تفصیل پر متوجہ ہونا پڑا ۔ اکثر مسئلوں میں صحابہ کرام کی مختلف رائیں قائم ہوئیں ۔ صحابہ کو ان صورتوں میں استنباط ، ترجیح حمل النظیر علی النظیر ، قیاس سے کام لینا پڑا ۔ غرض صحابہ ہی کے زمانے میں احکام و مسائل کا ایک دفتر بن گیا ۔ صحابہ میں سے جن لوگوں نے استنباط و اجتہاد سے کام لیا وہ مجتہد یا فقیہہ کہلائے ۔ ان میں سے چار بزرگ نہایت ممتاز تھے ۔ عمر ۔ علی ۔ عبداللہ بن مسعود ، اور عبداللہ بن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین [۱]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بتایا کہ فیصلہ کرتے وقت اللہ تعالٰی کی کتاب اس کے بعد سنت اور اس کے بعد باہمی مشورہ اور اپنی رائے کو پیش نظر رکھیں ۔ آپ کے فیض صحبت سے حضرت عمر ، حضرت علی ، حضرت عبداللہ بن مسعود ، حضرت زید بن ثابت ، حضرت ابو موسیٰ اشعری ، حضرت سلمان فارسی اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہم جیسے ماہر فقہا

---

[۱] سیرۃ النعمان ص ۵۸ ، مولانا شبلی مرحوم بحوالہ شاہ ولی اللہ)

پیدا ہوئیں ۔ خواتین سے حضرت عائشہ ، حضرت حفصہ ، حضرت ام سلمہ ، حضرت اسماء ، حضرت زینب بنت حجش رضی اللہ عنہن نے اپنے علوم سے دنیا کو منور کیا[1]

آئندہ چل کر مختلف ممالک کی فتوحات نے اسلام کے حلقے میں ایسے لوگ شامل کر دئیے جو قبول اسلام سے پہلے منطق ، فلسفہ اور حکمت یونانی کی علمی واقفیت رکھتے تھے ۔ ان لوگوں نے آہستہ آہستہ اسلامی درباروں میں رسائی حاصل کی ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب اسلام کی ہر چیز پر فلسفیانہ نگاہیں پڑنے لگیں ۔ دین کے ہر معاملہ میں موشگافیاں شروع ہوگئیں ۔ اشاعت اسلام کی ابتدائی رو نے عربی قبائل کے بیشتر ، جنہیں کو صحرائے عرب سے نکالا جس کے حدود عرب کے شمالی اور مشرقی حصہ سے لے کر شام اور سواحل فرات تک پھیلے ہوئے تھے ۔ مال غنیمت اور فتوحات کے شوق نے ان وحشی قبائل کو اپنے احساس میں شدید الغبایت بنا دیا اور زیادہ دن گزرنے نہیں پائے تھے کہ شام و بابل کی سلطنتیں خلیفۂ وقت کے قبضۂ اقتدار میں آگئیں ۔ ان دونوں ممالک میں اس وقت ایسی قومیں آباد تھیں جن کے پاس قدیم ترین زمانہ سے ایک حد تک اصلی سے اعلیٰ تمدن موجود تھا ۔ اس لئے عربوں کو ان دماغی عناصر سے سابقہ پڑا جو ان کے لئے بالکل ہی نئے تھے ۔ ملک شام میں اسلام کو ایک ایسا مذہبی نظام ملا جس میں نمونے اختراعی موجود تھا ۔ اور جس کی بنیاد منطقی اصول پر ایک عرصہ دراز کے معقولانہ مباحث و اختلافات کے بعد پڑی تھی ۔ بابل میں بیشتر مذاہب پہلو بہ پہلو ایسے موجود تھے

جس کی یامعی رواداری قدیم جاہلیت کے نظامات مذہبی کے لئے مایۂ ناز تھی ۔ اسلام نے اس قدیم معتقدات سے ایک سخت ٹکر کھائی جس سے وافر مرکبات اور نتائج منتجہ حاصل ہوئے ۔

خلفائے بنو امیہ جو صرف عیش کے بندے تھے عیسائیوں اور غیر مسلموں کے ساتھ غیر متعصبانہ پیش آتے تھے ۔عیسائی محض دربار شاہی میں آزادانہ کمی نہیں آتے تھے بلکہ ان کو سلطنت کے نہایت معتمد عہدے بھی ملتے رہتے تھے ۔ سرجیس جان دمشقی کا باپ خلیفہ عبدالملک کے دربار میں مشیر اوّل کا درجہ رکھتا تھا ۔

مسلمانوں کی یونانی یہودیوں کی صحبت میں جو فن مناظرہ میں لطیف دستگاہ رکھتے تھے ۔عربوں نے فلسفیانہ مباحثے سیکھے ۔ [1]

اس موقعہ پر خدائے ذوالمنن نے خیرالامم میں وہ ارباب [2] علم و فضل اور افراد بہم پیدا کئے جن کی کوششیں نے ایک طرف اسلام کو فلسفیانہ موشگافیوں کی دستبرد سے محفوظ اور دوسری طرف دین اسلام کی صحیح خد و خال کو کتاب و سنّت کی روشنی میں پیش کیا ۔ عقل و قیاس نے اگر ایک مسئلہ کی ہزاروں صورتیں پیدا کیں تو آئمہ دین نے اپنی وہبی قوتوں سے ان سب کا جواب دیا ۔انہوں ا عظیم مسائل کا چرچا عام ہوگیا اور فقہا میں برگزیدہ ہستیوں کو جمہور مسلمانوں نے آئمہ دین تسلیم کر لیا ۔

حاشیہ صفحہ سابق :۔ [1] الحدیث النفع فی تدوین الفقہ ص ۲۸

از حافظ محمد امین صاحب فاضل دیوبند معلم اسلامیات جامعہ پنجاب لاہور ۔

[1] اثارات ... متعلق تمدن اسلام حصہ دوم منقول از افادات

ہم اس مختصر تمہید کے بعد حنفی فقہی مسلک کی اصلیت کو چند تاریخی شواہد سے پیش کرتے ہیں تاکہ حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ کے حنفی مسلک کی عظمت اور عظمت و امتیاز کی وضاحت نظروں کے سامنے آجائے۔

مولانا شبلی نعمانی جو اسلامی مورخین میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں امام مالک اور امام شافعی کی فقہ کی چند خصوصیات بیان فرماکر رقم طراز ہیں

> " باوجود اس کے ان کی فقہ (امام ابو حنیفہ کی فقہ) کا تمام ممالک اسلامیہ میں وسعت اور ترقی کے ساتھ رواج پانا یقینا" اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا طریقہ فقہ انسانی ضرورتوں کے نہایت مناسب اور موزوں واقع ہوا تھا ۔ اور بالخصوص تمدن کے ساتھ جس قدر ان کی فقہ کو مناسبت تھی کسی کی فقہ کو نہ تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ اور ائمہ کے مذہب کو زیادہ

حواشی صفحہ سابق ؛ مہدی ص ۱۵۵ و ۱۵۲ ب بسنت پور گورکھپور جون ۱۹۲۲ء مرتبہ (سوگوار) مہدی بیگم ۔

۲ سنہ امام ابو حنیفہ م ۱۵۰ھ امام مالک م ۱۷۹ھ ، امام شافعی ۲۰۳ ، امام احمد بن حنبل ۲۲۱ھ ، امام ابو یوسف م ۱۸۲ھ ، امام زفر بن ھذیل کوفی م ۱۵۸ھ ۔ امام محمد بن حسن شیبانی ۱۸۹ھ امام حسن بن زیاد کوفی ۲۰۳ھ یہ مقدس حضرات مع اپنے تلامذہ کے آسمان فقہ پر درخشاں ستاروں کی طرح چمکتے رہے ۔ (الحدیث النبی فی تدوین الفقہ ص ۵۵ ، مصنفہ حافظ نصیرالدین خاص دیوبند معلم اسلامیات ، جامعہ پنجاب ۔ لاہور)

کو زیادہ تر انہیں ملکوں میں رواج ہوا جہاں تہذیب و تمدن نے زیادہ ترقی نہیں کی - علامہ ابن خلدون اس بات کی وجہ بتاتے ہیں کہ مغرب و اندلس میں بدویت غالب تھی - اور وہاں کے لوگوں نے وہ ترقی نہیں حاصل کی تھی جو اہل عراق نے کی تھی - یہی وجہ ہے کہ امام مالک کی فقہ کھپ گئی اور کسی فقہ کو وہاں فروغ نہ ہو سکا -" [1]

مولانا شبلی نے فقیہ کی دو حیثیتیں بیان فرمائی ہیں - ایک شارح اور مفسّر کی حیثیت اور ایک مقنّن کی حیثیت - آگے چل کر لکھتے ہیں :

" اسلام میں بہت سے نامور گزرے ہیں جو قرآن و حدیث کے عمدہ مفسّر یا شارح تھے - لیکن مقنّنانہ قابلیت سے معرّا تھے اور اس طرح ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جو مقنّن اور واضع قانون تھے - لیکن نصوص شرعی کے مفسّر نہیں کہے جا سکتے - جہاں تک ہماری واقفیت کا تعلق ہے اسلام کے اس وسیع دور میں قدرت نے یہ دونوں قابلیتیں جس اعلیٰ درجہ پر امام ابو حنیفہ میں جمع کر دی تھیں کسی مجتہد یا امام میں مجتمع نہیں ہوئیں -" [2]

---

[1] سیرۃ النعمان ص ۷۰ مصنفہ مولانا شبلی نعمانی مطبوعہ مرکنٹائل پریس لاہور
[2] ایضاً ص ۷۷

اب امام اعظم حضرت ابو حنیفہ کی فقہ کے خصائص پر روشنی ڈالتے ہیں :

۱ ۔ فقہ حنفی کا اصول عقلی کے موافق ہونا ۔

۲ ۔ فقہ حنفی کا آسان اور سہل ہونا ۔

۳ ۔ معاملات کے قواعد نہایت وسیع تمدن کے موافق ہیں ۔

۴ ۔ فقہ حنفی کا نصوص شرعی کے موافق ہونا ۔

۵ ۔ ذمیوں کے حقوق میں فیاضی ۔ [1]

مولانا شبلی نعمانی نے مورخانہ تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ اکثر سلاطین حنفی المذہب تھے ۔ سیرۃ النعمان سے بیسیوں ایسے حوالے مل سکتے ہیں جن سے حنفی مسلک کی اصلیت کا ثبوت ملتا ہے ۔

اب ہم امام روحانیاں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی معرکۃ الآرا کتاب فیوض الحرمین میں سے چند ایک عبارات پیش کرتے ہیں تاکہ حنفی مسلک کے کامل و اکمل ہونے کے مزید دلائل سامنے آجائیں ۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں :

" مجھے رسول اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مذہب حنفی میں ایک بہترین طریقہ ہے اور وہ بہت موافق ہے اس طریقہ مسنونہ کے جو کچھ مدون اور منقح کیا گیا بخاری اور اس کے اصحاب کے زمانے میں وہ یہ کہ مسئلہ میں اقوال ثلاثہ یعنی امام اعظم اور صاحبین میں سے جو قول اقرب بالسنت

---

[1] سیرۃ النعمان ص ۸۳ مصنفہ مولانا شبلی نعمانی

ہو۔ اسے اختیار کیا جائے۔ اس کے بعد ان فقہا
احناف کی کلیۃً اتباع کی جائے۔ جو علماء حدیث میں
سے ہیں کیونکہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو امام صاحب
اور صاحبین نے اصول میں بیان نہیں کی ہیں۔ اور نہ ہی ان
کی نفی کی ہے اور احادیث ان پر دلالت کرتی ہیں۔ تو ان کا
اثبات ضروری ہے اور یہ سب مذہب حنفی ہے۔"[1]

---

[1] فیوض الحرمین ص ۱۳۲ مشہد آخر "عرفنی رسول اللہ وعلیہ وآلہ وسلم
ان فی المذہب الحنفی طریقۃ انیقۃ ہی اوفق بالسنۃ المعروفۃ الّتی جمعت
و نقّحت فی زمان البخاری واصحابہ و ذالک ان یؤخذ من اقوال الثلثۃ قول
اقربہم بہا فی المسئلۃ ثم بعد ذالک یتّبع اختیار الفقہاء الحنفیین الذین
کانوا من علماء الحدیث فربّ شیئ سکت عنہ الثلثۃ فی الاصول وما تعرّضوا
لنفیہ ودلّت الاحادیث علیہ فلیس بدّ من اثباتہ والکل مذہب حنفی۔

ایک مشاہدہ میں آپ نے حنفی [مسلک] کو اکسیر اعظم اور کبریت احمر بھی فرمایا ہے[1]۔

مذاہب اربعہ میں سے کسی کی تقلید کا ضروری ہونا بھی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم کی مذکورہ بالا کتاب سے ثابت ہے[2]

اس گئے گزرے زمانے میں جبکہ تہذیب مغرب کی پرستاری کا جنون تمام اقوام پر مسلط ہو چکا ہے اور کتاب و سنّت میں تدبّر و تفکّر کرنے والے لاکھوں میں بھی نہیں ملتے۔ ائمہ اسلاف اور مجتہدین اسلام کی تقلید کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ علامہ اقبال جن کو قدرت نے عالمیان اسلام کی نبّاضی کی استعداد وہبی طور پر عطا فرمائی ہے "در زمانہ انحطاط تقلید از اجتہاد اولیٰ تر است" کے عنوان میں ارشاد فرماتے ہیں:

---

[1] "ولیس [ثمہ] تاویل بعید ولا ضرب بعض الاحادیث بعضاً ولا رفضاً لحدیث صحیح بدون احد من ائمۃ وهذه الطریقة ان اتبعها اللہ و اکملها فهی ~~العصبیة~~ الکبریت الاحمر ~~والکیمیا~~ [والاکسیر] الاعظم"

(فیوض الحرمین ص ۱۸۲ اجمالی مشہد نمبر ۳۱ مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم)۔

[2] "حنفی ۔ مالکی ۔ شافعی اور حنبلی مذاہب" علاوہ ازیں فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں کہ "میری روح نے حضور اکرم کی روح پاک سے عرض کیا کہ حنفی، حنبلی، شافعی اور مالکی مذاہب کے متعلق آپ کا ارشاد [کیا] ہے۔ تو آپ نے فرمایا "میرا دین ان چاروں مذاہب ~~[illegible]~~ میں دائر ہے"۔

مضمحل گردد چو تقویم حیات
ملّت از تقلید می گیرد ثبات
راه آبا رو که این جمعیت است
معنی تقلید ضبط ملّت است
نقش بر دل معنی توحید کن
چارۂ کار خود از تقلید کن
ز اجتہاد عالمان کم نظر
اقتدا بر رفتگان محفوظ تر
عقل آبایت ہوس فرسودہ نیست
کار پاکان از غرض آلودہ نیست
فکر شان ریسد ہمی باریک تر
ورع شان با مصطفیٰ نزدیک تر [1]

اس کے بعد علامہ موصوف ملّت بیضا میں حق اندیشوں کے قحط کا ذکر فرماتے ہیں :

ذوق جعفر کاوش رازی نماند
آبروئے ملّت تازی نماند
تنگ بر ما راہگذار دین شد است
ہر لئیمی راز دار دین شد است [2]

---

[1] اسرار و رموز ص ۱۲۲ مصنفہ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ

[2] ایضاً

اب علامہ قاری محمد طیب صاحب قاسمی کے چند ارشادات گرامی ملاحظہ ہوں :

"اس کے علاوہ تمام اکابر ملت اور ہر قرن کے علماء بھی جو اجتہادی شان تک رکھتے ہیں - تقلید معین کے دائرے سے باہر نہیں ہوئے - بڑے بڑے حفاظ حدیث اور اکثر و بیشتر ارباب سنن و جوامع مقلد ہی ہوئے ہیں - ہندوستان کے عام محققین اور خصوصاً ولی اللہی خاندان اور اس سلسلے کے تمام وہ اکابر جن کی تحقیقات اور لطائف و معارف ائمہ اجتہاد کا دور یاد دلاتی ہیں - خود اپنے لئے اور اپنے حلقۂ اثر کے لئے تقلید معین ہی کو ضروری سمجھتے رہے اور کبھی اس حلقے سے باہر نہیں ہوئے - دین کے بارے میں یہی وہ اسوہ ہے جو بطور توارث علماء دیوبند تک پہنچا اور اس راہ پر اس پر دارالعلوم دیوبند راہ روی اختیار کی -" [1]

مذکورہ بالا عبارت کے بعد قاری صاحب نے تمام بانیان دارالعلوم دیوبند کے اسماء گرامی کا ذکر فرمایا اور بعد ازاں اس سلسلے میں حوالہ قلم کرتے ہیں :

---

[1] الاجتہاد والتقلید ص ۲۲ مصنفہ علامہ قاری محمد طیب مدظلہ -

"بالخصوص حضرت بانئ دارالعلوم (قاسم العلوم والخیرات)
نے اپنے مخصوص رنگ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ
کی تقلید بھی کی اور ساتھ ہی محققانہ انداز سے تمام فقہ
اور کلام کا اصولی فلسفہ بھی اس انداز سے کھول کر دکھایا کہ
تقلید ایک مستقل تحقیق نظر آنے لگی۔ جس کی بدولت دارالعلوم
نے یہ ہزارہا منتسب اور شاگرد محقق بھی رہے اور حنفی و
التقلید بھی ہوئے۔ اس طرح ہندوستان کے گوشے گوشے میں
ان حضرات نے اس مسئلہ تقلید کے ذریعے سے لوگوں کے دین
کی حفاظت کی۔ ورنہ ایک عرصے سے ملک کا جاہل طبقہ جس
کی ملت میں اکثریت تھی فکر و خیال پر اس قدر قید و بند عائد
کر چکا تھا کہ اپنی آبائی رسوم کو اسلام اور انہیں کی کورانہ تقلید
کو پیروئ اسلام سمجھ کر ہر کس و ناکس کی تقلید میں گرفتار تھا۔
جس سے ان میں طرح طرح کی بدعات و محدثات رچ گئی
تھیں۔" [1]

---

[1] اجتہاد و التقلید ص ۲۲ مصنفہ جناب قاری محمد طیب مدظلہ

"تقلید کا صحیح مطلب"

"حنفی بھائیو! اپنے مذہب کو کھیل اور تماشا نہ بناؤ بلکہ تمہارا فرض ہے کہ سوچو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلّد ہونے کا کیا مطلب ہے؟ ہمارے تمام سلف صالحین احناف رحمہم اللہ تعالیٰ اس امر پر متفق ہیں کہ سب سے پہلے ہمیں اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب پر عمل پیرا ہونا لازمی ہے۔ اگر اس کا حکم صریح مل جائے تو پھر کسی اور طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد نمبر دوم سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ میں جب ان دونوں مقامات سے کوئی مسئلہ سمجھ میں نہ آئے تو پھر اجماع امت کو دیکھا جائے کہ آپ کے پہلے چار زمانوں میں اس مسئلے پر بحث ہوئی؟ اور کچھ طے پایا اگر وہ مل جائے تو بہتر ورنہ پھر شرعاً قیاس کرنے کی اجازت ہے لیکن بجائے اس کے کہ انسان خود قیاس کرے اگر کسی بڑے عالم اعلیٰ درجہ کے متقی، عابد، زاہد اور ماہر علوم کتاب اللہ و سنّت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے قیاس پر اس شرط سے عمل کرے کہ اگر میرے امام کی رائے اللہ تعالیٰ کی کتاب پاک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مخالف ہوئی تو

اس کو چھوڑ دیں گا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کریں گا ۔ تو اس کا نام تقلید ہے ۔ سراج الائمہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا ارشاد ہے "اذا صحّ الحدیث فهو مذهبی"[1] چنانچہ ہمارے فقہاء عظام کے ہاں یہی اصول اربعہ مسلّمہ ہیں ۔

اعلم ان اصول الشرع ثلثة الکتاب والسنّة والاجماع الامّة والاصل الرابع القیاس (الی قوله) ما دام کان الحکم موجودا فی واحد من الثلاثة لم تحتج الی القیاس"[2] جہاں تک مولانا لاہوری علیہ الرحمۃ کے مسلک کا تعلق ہے ۔ آپ حنفی المذہب ہیں ۔ آپ کی تحریر کردہ کتاب "اصلی حنفیت" میں آپ نے نہایت وضاحت سے تقلید کے مفہوم کو بیان فرماتے ہوئے اپنے حنفی المذہب ہونے کا اعلان فرمایا ہے ۔ آپ کے زمانے میں بعض حاسدین آپ پر غیر مقلد (وہابی) ہونے کا الزام لگاتے تھے ۔"[3]

---

[1] ردّ المختار شامی ۶۸ مطبوعہ میمنہ مصر

[2] نور الانوار ص ۲ ، ۷ ترجمہ : بے شک شریعت کے اصول تین ہیں : کتاب ۔ سنّت ۔ اجماع امت ۔ اور چوتھا قیاس ۔ پس جب تک کوئی حکم پہلے تین اصولوں میں ملے تو چوتھے اصول کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ۔"

[3] "اصلی حنفیت" ص ۲ و ۵ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

الغرض ! کسی عالم دین یا اہل علم شخصیت کے حالات زندگی اور
ہمارے کارہائے نمایاں کا بغور مطالعہ کرنے والے محقق و مورخ کا فرض ہے کہ
وہ اس بزرگ ہستی کے مسلک سے پوری طرح واقفیت رکھتا ہو۔ تاکہ اس کو
یقین ہو جائے کہ وہ جس مرد موصوف کے علم و فضل کا جائزہ لینے کے لئے بیٹھا
ہے اس کا تعلق اسلاف کرام کے مسلک سے کیا ہے ؟ اور عملاً اس نے کس مسلک
کی اشاعت و ترویج کو اپنا نصب العین بنایا۔ اور آگے اس کے پیروکار کس ڈگر
پر گامزن ہیں۔ مسلک دراصل ایک رہنمائے دین کی زندگی کے تمام کارناموں
کے لئے محور کا حکم رکھتا ہے۔ مسلک کی حفاظت و صیانت محکم تحریرات سے
ہونا چاہئیے ورنہ نا خلف جانشین اپنی جہالت و سوء استعداد کی وجہ سے بدعات
و محدثات کا شکار ہو کر اپنے رہنماؤں کے صحیح مسلک پر الزام تراشی شروع
کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے مولانا لاہوری کے مسلک کی وضاحت میں چنداں
طوالت سے کام لیا ہے۔

"اصلی حقیقت" کی چند سطور کی نقل پر ہم اس موضوع کو ختم کرتے ہیں۔

"تو پھر غیر مجتہد مقلد کو مسئلہ میں امام الائمہ سراج الامۃ
حضرت ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے
ارشاد یا ان کے جید شاگردوں (مثلاً امام ابو یوسف امام محمد
امام زفر اور امام حسن میں سے کسی کے قول پر عمل کیا جائے) کیونکہ ان ہی
حضرات کا طبقہ ایسا ہے کہ ہم فروع میں امام صاحب کے پابند
ہیں۔ لہٰذا بحیثیت حنفی ہونے کے ہم ان حضرات کے اقوال کے

سامنے سر جھکانا اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ ان کے سوا

کسی شخص کا یوں ہم ماننے کے لئے مجبور نہیں ہیں۔ کہ

جو حنفی کہلائے وہ ہمارا آقا بن جائے۔ لہذا ہمارا یہ کہنا

بجا اور درست ہے کہ ہم پکے حنفی ہیں۔" [1]

مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ لاہور جس کی تعمیر و تکمیل [illegible]

نے حضرت مولانا احمد علی کے ہاتھوں سے کروائی۔ اس کے دروازے پر ایک

سفید پتھر سے بنا ہوا کتبہ بحروف جلی موجود ہے جس کی عبارت سے مولانا

کا حنفی المذہب (اہل سنت والجماعت) ہونا متحقق ہوتا ہے۔

"عبارت مذکورہ کی نقل"

"نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

قولہ تعالی و للہ میراث السموات والارض۔ واللہ بما تعملون خبیر۔ اصول اساسی

متعلقہ عمارت مدرسہ قاسم العلوم منظور کردہ مجلس شوری انجمن خدام الدین منعقدہ

۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۱ء باضابطہ رجسٹری شدہ

۲ جمادی الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ۸ ستمبر ۱۹۳۲ء۔

۱۔ یہ عمارت محض حصول رضائے الٰہی بنا بر اشاعت قرآن کریم اور سنت

نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام بنائی گئی ہے۔

---

[1] اہل حدیث ص ۸ مصنفہ مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ

۲ ۔ یہ عمارت حسبناً للہ وقف ہے ۔ اس کا متولی کبھی بھی ایک شخص نہ ہوگا ۔ بلکہ فی الحال یہ عمارت زیر اہتمام انجمن خدام الدین لاہور ہے اور یہی انجمن اس کی متولی ہے ۔

۳ ۔ یہ عمارت ہمیشہ اہل اسلام متبع سنت والجماعت کی نگرانی میں رہے گی ۔

۴ ۔ انجمن خدام الدین کا امیر یا صدر ہمیشہ دیوبندی خیال کا عالم یا کسی مستند عربی مدرسہ کا فارغ التحصیل ہونا لازمی ہے ۔

۵ ۔ اگر خدانخواستہ انجمن خدام الدین مذکورہ بالا اصول کی پابند نہ رہے تو پھر یہ عمارت دارالعلوم دیوبند کے ساتھ ملحق کردی جاوے تاکہ وہ حضرات اس انجمن میں مطابق اصول بالا دینی [illegible] کی خدمت اپنی نگرانی میں کرائیں ۔

۶ ۔ اگر خدانخواستہ ذمہ داران دیوبند اصول بالا کے پابند نہ رہیں تو اس کا الحاق کسی اور مدرسہ دارالعلوم کے ساتھ کردیا جائے جو اصول مجوزہ کا صحیح طور پر پابند ہو ۔

المعلن

احمد علی عفی عنہ امیر انجمن خدام الدین

دروازہ شیرانوالہ لاہور ۔

تجدید و احیائی دین

(چوتهی رسائل ور تبصــــــره)

"تجدید واحیائے دین"

"مجدد نبی نہیں ہوتا - مگر اپنے مزاج میں مزاج نبوت سے بہت قریب ہوتا ہے - نہایت صاف دماغ ، حقیقت رس نظر ، ہر قسم کی کجی سے پاک ، بالکل سیدھا ذہن ، افراط و تفریط سے بچ کر توسط و اعتدال کی سیدھی راہ دیکھنے اور اپنا توازن قائم رکھنے کی خاص قابلیت ، اپنے ماحول اور صدیوں کے جمے اور رچے ہوئے تعصبات سے آزاد ہوکر سوچنے کی قوت زمانہ کی بگڑی ہوئی رفتار سے لڑنے کی طاقت و جرأت ، قیادت و رہنمائی کی پیدائشی صلاحیت ، اجتہاد اور تعمیر نو کی غیر معمولی اہلیت اور ان سب باتوں کے ساتھ اسلام میں کامل شرح صدر نقطۂ نظر اور فہم و شعور میں پورا مسلمان ہونا باریک سے باریک جزئیات تک میں اسلام اور جاہلیت میں تمیز کرنا اور مدت ہائے دراز کی الجھنوں میں سے امر حق کو ڈھونڈ کر الگ نکال لینا ، یہ وہ خصوصیات ہیں جن کے بغیر کوئی شخص مجدد نہیں ہو سکتا اور یہی وہ چیزیں ہیں جو اس سے بہت زیادہ بڑے پیمانے پر نبی میں ہوتی ہیں -" ؎۱

؎۱ تجدید واحیائے دین ص ۲۷ مصنفہ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب ناشر ادارۂ دارالاسلام - پٹھانکوٹ

امت محمدیہ کے علماء[۱] ربانی ارشاد حضور کے مطابق بنی اسرائیل
کے انبیاء کرام کی طرح دین اسلام کی خدمت میں مشغول رہتے ہیں۔ اگرچہ ان
کے سروں پر نبوت و رسالت کا تاج ہرگز نہیں ہوتا لیکن ان کا دین استغنا
میں اصلی اور احتیاج الی اللہ کے انوار کا مرکز بن جاتا ہے۔ وہ اپنی تمام
عمر کو دین حق کی نشر و اشاعت کے لئے وقف کر دیتے ہیں۔ پروردگار عالم

۱؎ "سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور متابعت سے علماء ظاہر کا
نصیب عقائد درست کرنے کے بعد شرائع و احکام کا علم اور اس کے عوام میں سے
اور صوفیہ علیہ کا نصیب بھی اس چیز کے جو علماء رکھتے ہیں احوال و مواجید
اور علوم و معارف ہیں اور علماء راسخین کا نصیب جو انبیاء کے وارث ہیں یہ
اس چیز کے کہ عالم رکھتے ہیں اور یہ اس چیز کے جس کے ساتھ صوفیہ علیہ ممتاز
ہیں۔ وہ اسرار و دقائق ہیں جن کی نسبت متشابہات قرآن میں رمز و اشارہ ہو چکا
ہے اور تاویل کے طور پر طرح ہو چکے ہیں یہی لوگ متابعت میں کامل اور
وراثت کے مستحق ہیں۔ یہ لوگ وراثت و تبعیت کے طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
کی خاص دولت میں شریک اور پاتھلہ کے محرم ہیں۔ اس واسطے علماء امتی
کا انبیاء بنی اسرائیل کی شرف کرامت سے مشرف ہوئے ہیں"

دفتر دوم مکتوب نمبر ۱۲ صفحہ عالم ربانی حضرت مجدد الف ثانی

کی عطا کردہ وہی ہمّت و عزیمت ان میں استقلال و پامردی کے جوہر پیدا کرتی ہے۔ وہ اگرچہ مامور من اللہ نہیں ہوتے۔ لیکن ان کا عزم بالجزم اخلاص و اولوالعزمی کا عکس لئے ہوئے منظر عام پر آتا ہے۔ وہ آگے بڑھتے ہیں۔ اور حوادث ارض و سماوی ان کا رستہ روکنے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔ خواہشات رذیلہ اور شہوات رذیلہ ان کے منزّہ نفوس پر ہرگز اثر انداز نہیں ہو سکتیں۔ ان کی نگاہ اپنی منزل کی طرف ہوتی ہے اور تائید ایزدی ان کے ہر عمل حیات میں سہارا بنتی ہے۔

وجودش شعلہ از سوز درون است
چو خس اورا جہان چند و چون است
کند شرح انا الحق ہمّت او
پئے ہر کن کہ می گوید یکون است (علامہ اقبال مرحوم)

اسلاف: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حکمت ربانی کا ہر عہد میں یہ اہتمام رہا ہے کہ خادمان اسلام اور ائمہ دین اپنی خداداد دینی بصیرت اور فراست صادقہ کے ساتھ میدان عمل میں آئیں اور للّٰہیت کا پیکر بن کر احیائے دین کے کام میں کوشاں رہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز[1] اللہ ارحمہ

---

[1] حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۱ھ میں وفات پائی۔ اسلام کے پہلے مجدد ہیں۔ خاندان امیہ سے تھے۔ تخت شاہی انہیں خاندانی طریق پر ملا تھا۔ مگر بیعت لیتے وقت مجمع عام میں صاف کہہ دیا کہ میں اپنی بیعت سے تمہیں آزاد کرتا ہوں۔ تم لوگ جس کو چاہو

حضرت مجدد الف ثانی[1]، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اس جہاد اور جدوجہد کی ادائیگی کے لئے منصۂ شہود پر آئے اور اپنے غیر فانی کارناموں سے اسلام کے روشن چہرے سے پردے محدثات و بدعات کی تاریکی کو دور کرکے چلے گئے۔

آمدم بر سر مطلب! مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں ہم کو مولانا احمد علی علیہ الرحمہ کی زندگی کے دینی اور علمی پہلوؤں پر نظر ڈالنا ہے تاکہ آپ کے تجدیدی کارناموں کی نشاندہی ہو سکے۔ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی مرحوم وہ پاکباز ہستی ہے جس کی تربیت دینی پر شریعت اور امور ربیہ کے خدائی نگہبانوں کے ہاتھوں میں ہوئی۔ جس کی طالب علمی کی جبیں نیاز

بقیہ حاشیہ صفحہ سابق :- خلیفہ منتخب کرلو۔ اور جب لوگوں نے بڑھا و رغبت کہا کہ ہم آپ ہی کو منتخب کرتے ہیں۔ تب انہوں نے خلافت کی عنان اپنے ہاتھ میں لی۔" (تجدید و احیائے دین مصنفہ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب ص ۳۵ - ۳۲

[1] امام ابو حنیفہ ۸۰ ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۵۰ ھ میں وفات پائی۔ امام مالک ۹۵ ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ ھ میں وفات پائی۔ امام شافعی ۱۵۰ ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۴ ھ میں وفات پائی۔ امام احمد بن حنبل ۱۶۴ ھ میں پیدا ہوئے۔ ۲۴۱ ھ میں وفات پائی۔ یہ وہ چار بزرگ ہیں جن کی طرف آج فقہ کے چاروں مذاہب منسوب ہیں۔ ان کا مقام مجتہدین سے بلند ہو کر مجددین کے مرتبے تک پہنچتا ہے۔
(تجدید و احیائے دین ص ۲۸ مصنفہ مولانا مودودی صاحب)

پر امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کی استادانہ تادیبی نگاہوں کے نقوش موجود ہیں ۔ جس کی روشن حیاتِ ولی اللّٰہی منازل کا پتہ دیتی ہے ۔ آپ نے چودھویں صدی کے نصف میں پنجاب کے امّ القری (لاہور) میں بیٹھ کر تقریباً نصف صدی تک قرآن حکیم کا درس دیا ۔ ہزاروں علماء کرام آپ سے دورۂ تفسیر کی سندات لے کر دنیا کے مختلف اطراف و اکناف میں تبلیغی مشن کے سلسلے میں مدارس عربیہ کے بانی و مہتمم بن کر زندگی بسر کر رہے ہیں ۔ اس پر طرّہ یہ کہ آپ کے صاحبزادے حافظ حبیب اللّٰہ مہاجر مکی و مدنی کو پروردگار عالم نے مدینۃ الرسول کی ملکوتی فضاؤں میں بٹھلا کر چھبیس سال مسلسل قرآن پاک کی خدمت کا کام لیا ۔ علاوہ ازیں آپ کا جاری کردہ موقر جریدہ " ہفت روزہ خدام الدین " ہند و پاک کے علاوہ دنیا کے باقی ممالک میں بھی بفضل خدا ضیا باریاں کر رہا ہے ۔ در اصل حضرت لاہوری کے فیوضات و برکات کا دائرہ تقریباً تمام عالم اسلام کو محیط ہے بلکہ آپ کے تربیت یافتہ علماء کرام غیر مسلم ممالک میں بھی دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں جس کی تفصیل آئندہ اوراق میں مع نقشۂ دنیا پیش کی جائے گی ۔ (مصنف)

ہم آپ کے تجدیدی کارناموں میں آپ کے رسائل کو اوّلین حیثیت دیتے ہوئے ان پر ناقدانہ نگاہ ڈالتے ہیں ۔ ان رسائل میں مولانا کا انداز بیان مفکرانہ اور مصلحانہ ہے ۔ ہند و پاک کے مسلمانوں کی زبوں حالی کے اسباب بالخصوص اور اسلامیان عالم کی زوال پذیری کی وجوہات بالعموم آپ کے رشحات قلم ہیں ۔ آپ تشخیص امراض کے بعد حکیمانہ کریم النفسی سے نسخۂ ہائے شفاء بھی پیش کرتے ہیں ۔ آپ کے جذبہ میں اخلاص ہے آپ کی ہمت میں بلندی ہے ۔ آپ

کی دعوت کا فقط ایک ہی مقصد ہے کہ مسلمان اپنی ملت کو ماضی کے آئینہ میں دیکھیں ۔ اپنے حال کو سنواریں اور اپنے مستقبل کو تابناک بنانے میں سر دھڑ کی بازی لگا دیں ۔ یہ رسائل مقتضیات زمانہ کے مسائل مہمہ پر سیر حاصل تبصرہ کا کام دیتے ہیں ۔ گویا کہ مولانا نے چودھویں صدی کے دور کے الحاد پرور اثرات ، عقائد باطلہ کی ترویج ، احساس کمتری اور بدعات کے طوفان بے تمیزی کو مجددانہ و مبصرانہ نقد و نظر سے دیکھا ۔ لہذا آپ نے اپنی زندگی اصلاح احوال اور فلاح ملت اسلامیہ کے لئے وقف کر دی ۔

فہرست رسائل خدام الدین

۱ ۔ تذکرۃ الرسوم الاسلامیہ
۲ ۔ شہادۃ الصحابہ علی الحرمۃ المزامیر
۳ ۔ اسلام میں نکاح بیوگان
۴ ۔ احکام شب براءت
۵ ۔ ضرورت القرآن
۶ ۔ اصل حنفیت
۷ ۔ خلق محمدی
۸ ۔ وظیفے
۹ ۔ خلاصۂ اسلام
۱۰ ۔ مال میراث میں حکم شریعت
۱۱ ۔ توحید مقبول
۱۲ ۔ فوٹو کا شرعی فیصلہ
۱۳ ۔ پیغام رسول
۱۴ ۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۱۵ ۔ فلسفہ عید قربان
۱۶ ۔ اسلام ہند خطرہ میں
۱۷ ۔ تحفۂ معراج النبی ؐ
۱۸ ۔ شرح اسماء الحسنیٰ
۱۹ ۔ فلسفۂ نماز
۲۰ ۔ فلسفۂ روزہ
۲۱ ۔ اسلام کا روحی نظام
۲۲ ۔ بہشت اور دوزخ کی پہچان

۲۳ ۔ خدا کی نیک بندیاں
۲۴ ۔ مسلمان عورت کے فرائض
۲۵ ۔ پیر اور مرید کے فرائض
۲۶ ۔ گلدستۂ صد احادیث نبوی
۲۷ ۔ فلسفۂ زکوٰۃ
۲۸ ۔ اسلام اور استعمار
۲۹ ۔ مقصد قرآن
۳۰ ۔ خدا کی مرضی
۳۱ ۔ نجات دارین کا پروگرام
۳۲ ۔ استحکام پاکستان
۳۳ ۔ مسلمانوں کو مرزائیت سے کیوں نفرت ہے ؟

رسالہ جات کی تقسیم حسب ذیل ہے

۱ ۔ ایمانیات
۲ ۔ عبادات
۳ ۔ حقوق و فرائض
۴ ۔ اخلاقیات
۵ ۔ اصلاح رسوم
۶ ۔ پیغام بیداری

" ایمانیات "

نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ دین اسلام تمام سابقہ ادیان و شرائع کا ناسخ ہے [1] اور قرآن مجید میں اس کی اکملیت [2] اور خاص قرآن کی خاتمیت کا اعلان کیا گیا ہے ۔ لہٰذا نسل انسانی کی نجات دارین کا پروگرام قرآن حکیم کے

---

[1] ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ ۔ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین
پارہ ۳ سورہ آل عمران ۳ آیت ۸۵

[2] الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (سورہ مائدہ ۵ : ۳)

[3] ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین ۴۰

اوراق اور اسوۂ نبوی کی متابعت[1] میں محدود ہوکر رہ گیا ہے اور اس حقیقت کا اعتراف غیر[2] مسلم دنیا کی زبان پر بھی جاری ہے ۔ دین اسلام کے اثرات انفس و آفاق کی تمام جزئیات پر محتوی ہیں ۔ بلا شک و ریب اولاد آدم کے لئے اس کا تمسک[3] دنیوی اور اخروی سرفرازی کا ضامن ہے ۔

مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ نے قرآن حکیم کی خدمت کے لئے اپنی تمام لمحات زندگی وقف کر رکھے تھے ۔ آج ہم ان کے تمام پہلوؤں پر نہایت ایجاز و اختصار سے تبصرہ کرتے ہیں ۔

---

[1] لقد کان لکم فیھم اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الآخر ۔ ومن یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید ۔ پارہ ۲۸ ۔ سورہ ممتحنہ ۔ ۶۰ ، ۶

[2] The saints, reformers, martyrs, pirs, Sheikhs and qutubs will reap untold benefit if they will send Durood (God's blessings) on the holy prophet."
"The only reason why man is constantly restless and goes to hell is that he has no regard for the propet."
(Guru Nanak founder of the Sikhism) Mohammad and Teachings of Quran by John Danvenport p. 115

[3] وانتم الاعلون ان کنتم مومنین ۔ سورہ [illegible] نمبر آیت ۱۰۹

" رسالہ مروۃ القرآن "

مولانا نے مروۃ القرآن کے نام سے ایک رسالہ لکھا ۔ ابتدائے مضمون میں مولانا انسان کی حقیر ناپاک قطرہ سے پیدائش ، طفولیت میں نجاست غلیظہ سے بچنے کی تمیز سے محروم اور پھر انجام کار موت کے وقت اعزہ واقرباء کا تجہیز و تکفین میں عجلت سے کام لینا نہایت عبرت انگیز اسلوب میں بیان فرماتے ہیں ۔ اب ملکیت اور بہیمیت (Betterself and Evilself) پر بحث کرتے ہیں ۔ دونوں کے جداگانہ خواص اور پھر نتائج و عواقب پر متنبہ فرماکر عمل صالح کی دعوت دیتے ہیں ۔

ملکیت کے اتمام و کمال کے لیے وحی و الہام کا تتبع لابدی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

" تمام ملل و مذاہب اس پر متفق ہیں کہ ملکیت اور بہیمیت کے تقاضا ہائے طبعی الگ الگ ہیں ۔ بہیمیہ (جسمانیت) چونکہ یہیں سے بنی ہوئی ہے اس لئے اس کو عناصر سے پیدا شدہ چیزوں سے محبت ہے ۔ لذیذ اشیاء کے کھانے پینے سے یہ خوش ہوتی ہے ۔ لباس ہائے فاخرہ کے پہننے میں اسے لطف آتا ہے ۔ سریلی آواز اس کو بھاتی ہے ۔ بخلاف اس کے ملکیت چونکہ عالم بالا سے آئی ہوئی ہے اس لئے اسے یہاں کی باتوں سے انس نہیں ۔ اس کو اپنے دیس (عالم بالا) کی باتیں بھاتی ہیں جو خواہشات عالم بالا میں ملائکہ کی ہیں ۔ وہی اس کی ہیں اور ان کی خواہش سوائے ذکر الہی اور کوئی چیز نہیں ہے ۔ قولہ تعالے " الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب " [1]

اب الہامی معلم کی اہمیت پر زور دیتے ہیں ۔ مدارس اور کالجوں میں صاحب بصیرت معلمین کے فقدان پر اظہار تاسف اور اس کے اسباب پر تبصرہ کرتے ہیں ۔

---

[1] رسالہ ضرورۃ القرآن ص ۱۲ ، ۱۱ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

اس کے بعد حسیم اور نبی کے مابہ الامتیاز اوصاف پر نظر ڈالتے ہیں ۔ نبی کی روحانی اور الہامی قوت کی وضاحت فرماتے ہیں ۔ قرآن پاک کو نسل آدم کی فلاح و بہبود کے لئے آخری الہامی نصاب سے تعبیر فرماتے ہیں ۔ اسلام کی رواداری کو ثابت کرنےلئے نصوص قرآنیہ سے استشہاد کرتے ہیں کیونکہ اسلام تمام انبیاء[1] کرام پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے اور اس کے ساتھ ہی معبودان باطل کو سبّ و شتم سے بھی منع کرتا ہے بلکہ ابلاغ[2] بالحکمت اور مجادلہ بطریق احسن کا حکم صادر فرماتا ہے کیونکہ مسلمان کسی حالت میں بھی بد خو ، زشت رو بے ہودہ گو اور منکر حق نہیں ہو سکتا ۔

مولانا اب اصحابہ کرام کی موجودہ زندگی اور سابقہ زندگی کا موازنہ کرتے ہیں اور اس حیرت انگیز انقلاب کو قرآنی تعلیمات کی طرف منسوب کرتے ہیں ۔

---

[1] قولوا امنا باللہ و ما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب والا سباط و ما اوتی موسی و عیسی و ما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم و نحن لہ مسلمون (سورۂ بقر۲رکوع ۱۵ آیت ۱۳۶)

[2] ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ و جادلھم بالتی ھی احسن (پارہ ۱۴ رکوع ۲۲ آیت ۱۲۵)
سورۃ نحل ۱۶

یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کو غیر مسلم[1] دانشوروں نے بھی بدل و جان تسلیم کیا ہے۔

اس موقر جریدہ کے اختتام پر نہایت شرح و بسط سے اصحاب رسول اللہ کی طرز معاشرت پر گوہر افشانی کرتے ہیں۔ ہم بنظر اختصار اس کی تلخیص پیش کرتے ہیں۔

صحابہ کرام کی سادگی[2]، سپاہ گری، سخاوت، شجاعت، تواضع، غیرت، ہمت، حمیت اسلامی، تعلق باللہ کی استواری، بد اخلاقیوں سے پرہیز،

---

1. "The Quran is the general code of the Muslims. A religious, social, civil, commercial, military, judicial, criminal penal code; it regulates everything from the ceremonies of religion to those of daily life, from the salvtion of the soul to the health of the body; from the rights of all to those of each individual, from morality to crime, frome punishment here to that in the life to come."
(Mohammad and Teachings of Quran written by John Davenporte, p. 45, 46.)

[2] رسالہ ضرورۃ القرآن ص ۱۱۲ مصنفہ حضرت مولانا لاہوری مرحوم

تعلیم میں حضرت ، صحابت اور اسی کو مسالک کا ہم پلہ نہیں کرتا ، حب خدا رحمت حق المسلمین ، اخلاق فیما بینہم ، امر بالمعروف ، نہی عن المنکر اور تزکیہ باطن جیسے اوصاف حمیدہ کا عاشقانہ تذکرہ حضرت مولانا کے مضمون کی روح رواں ہے۔

پھر وہ مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی پر افسوس کرتے ہیں اور تمسک بالقرآن کو دارین کی سرفرازی کا ضامن قرار دیتے ہیں۔ پھر سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت سرائی میں رطب اللسان ہوتے ہیں۔

شخصیت میں جرأت ، مخالفت اور ابلیس کو ہلاکت کا ہم پلہ یقین کرنا ، حب خدا رحمت علی المسلمین ، اتفاق فیما بینہم ، امر بالمعروف ، نہی عن المنکر اور تزکیہ باطن جیسے اوصاف حمیدہ کا عاشقانہ تذکرہ حضرت مولانا کے مضمون کی روح رواں ہے ۔

ہند میں مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی پر افسوس کرتے ہیں اور تمسک بالقرآن کو دارین کی سرفرازی کا خاص قرار دیتے ہیں ۔ پھر سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت سرائی میں رطب اللسان ہوتے ہیں ۔

" رسالہ مقصد قرآن "

[۱]

قولہ تعالیٰ - انّ ھذا القرآن یھدی للّتی ھی اقوم

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مرحوم کا یہ رسالہ آپ کا علمی شاہکار ہے کیونکہ اس کے مطالعہ سے آپ کے تبحر علمی ، محققانہ انداز فکر ، الفاظ میں خطیبانہ تاثیر و شگفتگی ، معلومات میں ایک دقیقہ رس مورخ کی جامع النظری اور اس پر طرّہ یہ ہے کہ حزم و احتیاط کا پہلو ہر جگہ نمایاں نظر آتا ہے ۔

یہ مضمون آپ نے جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی کے اجلاس میں پیش کیا تھا ۔ لہذا اس کو آپ نے اس علمی ماحول کے اقتضاء کے پیش نظر اصلاحی و تحقیقی رنگ میں نہایت شستہ الفاظ میں تحریر کیا ہے :

تمہید میں آپ نے دہلی کو اسلامی ثقافت کا قدیمی گہوارہ ، علماء و صلحاء اور ماہرین فنون کا مرکز تسلیم کیا ہے اور اہالیان دہلی کی تہذیب اور ان کی ٹکسالی زبان کا تہ دل سے اعتراف کیا ہے ۔

اب مواہب شانہ کی محیر العقول تخلیق پر نظر ڈال کر فرماتے ہیں :

" اگر پورے غور سے دیکھا جائے تو آپ پر ایک عجیب چیز منکشف ہوگی کہ افراد انسانی کی جس طرح صورتیں مختلف ہیں ایک صورت دوسرے سے نہیں ملتی اسی طرح ان افراد کی استعداد ملکات ، جذبات و اعمال میں بھی آپ ایک نمایاں رنگ پائیں گے ۔

---

[۱] سورہ بنی اسرائیل پ۱۵ رکوع ۱ آیۃ ۹

اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک چیز کی تخلیق کا ایک
جداگانہ مقصد ہے جو دوسری سے پورا نہیں ہوتا۔" [1]

اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ احسن و اشرف وہی چیز ہے جو اپنے مقصد تخلیق کو پورا کرے۔ چونکہ انسان کی پیدائش کی غرض و غایت خلافت ارض تھی۔ لہذا انسان خدا تعالیٰ کا نائب اور مخلوقات کا امام و پیشوا ٹھہرا۔ اب خلافت اور نیابت کی تشریح کرتے ہیں۔

"اس کی پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ بن کر رہے۔ اپنے جذبات و ملکات تابع فرمان الہی بنائے اپنی نقل و حرکت، نشست و برخاست میں منصب عبودیت بھولنے نہ پائے۔ خوراک پوشاک تک اور تمام معاملات مثلاً بیع و شراء، نکاح و طلاق میں حدود عبودیت سے تجاوز نہ کرے۔ تمدن، معاشرت، اقتصادیات، سیاسیات میں ہدایات الہیہ کا پابند نظر آئے۔ غرض کہ جس طرح دوسری چیزیں مقصد تخلیق کی تکمیل میں مصروف عمل ہیں۔ اس طرح یہ بھی اپنے مقصد تخلیق کی تکمیل میں مصروف کار رہے" [2]

---

[1] رسالہ مقصد قرآن ص ۵ و ۶ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

[2] رسالہ مقصد قرآن ص ۷ مصنفہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا انسان کی دو زندگیوں کا ذکر فرماکر ثابت کرتے ہیں کہ قرآن مجید

اس کی مندرجہ ذیل شعبہ جات میں رہنمائی کرتا ہے ۔

۱ ۔ اعتقادات　　　　۲ ۔ عبادات بدنیہ و مالیہ

۳ ۔ اخلاق　　　　۴ ۔ معاشرت

۵ ۔ تمدن　　　　۶ ۔ اقتصادیات

۷ ۔ سیاسیات

اس کے بعد اس عرب کی حیرت انگیز ترقی و عروج کو قرآنی تعلیمات اور آقائے انس و جاں صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور قطعی اپنے دعوی کی تائید غیر مسلم دانشوروں کی رائے سے [1] میں استشہاد کرتے ہیں ۔ فرماتے ہیں کہ یورپ کا موجودہ دور ارتقاء مسلمانوں کے علوم و فنون

---

[1] ہمارے موجودہ دور تمدن کے ہر شعبۂ عمل میں اس عرب کے اثرات صاف طور پر نمایاں ہیں ۔ نویں صدی عیسوی سے پندرہویں عیسوی تک اس عظیم الشان لٹریچر کی بنیاد پڑ چکی تھی ۔ جو اب تک قائم ہے ۔ قسم قسم کی پیداوار میں اور بیش بہا ایجادات جو دماغ کی حیرت انگیز فعالیت نے اس زمانے میں کیں اور ان کا اثر مسیحی یورپ پر پڑا ۔ اس سے ہمارے خیال کو تقویت پہنچتی ہے کہ اس عرب نے تمام دنیا میں ہماری رہنمائی کی ہے ۔ ایک طرف ازمنۂ وسطیٰ کی تاریخ کے لئے ہم بے اندازہ مواد پاتے ہیں ۔ دوسری طرف ہم بے نظیر صنعت و حرفت اور انجینئری کے اصول بالفعل و بالقوہ اور دیگر علوم و فنون میں ان کے انکشافات کو معلوم کرتے ہیں ۔ کیا یہ سب باتیں ان لوگوں کے کارناموں کو واضح اور نمایاں نہیں کرتیں ؟ جو بہت مدت سے حقارت اور نفرت سے دیکھے جاتے ہیں ۔
(پروفیسر بدیو فرانسیسی مستشرق) ازمسلم عقیدہ قرآنی ص ۲۰ مصنفہ حفیظ ۱۹۷۲ء

کا مضمون حسنہ ہے ۔

بعد ازاں مولانا قرآن حکیم کے فیوض و برکات پر مفصل و مشرح تبصرہ کرتے ہیں ۔ آیات بینات سے توثیق کرتے ہیں ۔ کہ قرآن مجید نے اپنے متبعین سے ساری دنیا کی بادشاہت[1] کا وعدہ فرمایا ہے ۔ اس کے بعد اسلام کی تبلیغی[2] سرگرمیوں اور فتوحات کا تذکرہ ہے جس کے ضمن میں یورپ افریقہ ، امریکہ ایشیا ملائشیا برونیو اور دیگر ممالک میں مسلم آبادی کے اعداد و شمار پیش کرتے ہیں جو لاکھوں اور بعض جگہ پر کروڑوں تک پہنچے ہوئے ہیں ۔

اگلے صفحات میں مسلمانوں کی تجارتی و صنعتوں[3] اور علمی خدمات کا نہایت شاندار تذکرہ ہے ۔ قرطبہ ، غرناطہ ، ازہر اور بغداد کی شہرہ آفاق یونیورسٹیوں کا بیان آپ کی تحریر میں ملتا ہے اور اس سلسلے میں مستشرقین میں سے صائب الرائے[4] افراد کی عبارتیں نقل کرتے ہیں اور یہ تفصیل کئی صفحات پر مشتمل ہے ۔

---

[1] ہو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ و لو کرہ المشرکون (سورہ صف ۶۱ ۔ رکوع پہلا ۔ آیت ۹)

[2] رسالہ مقصد قرآن ص ۲۳ ۔ ۱۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

[3] رسالہ مقصد قرآن مصنفہ مولانا صاحب

[4] موسیو گستاولی بان ، مارگولیتھ ۔ پروفیسر رینالڈ نکلسن رسالہ مقصد قرآن ص ۳۵

مولانا اپنے مضمون کے اس حصے میں بار بار اس حقیقت کو تاریخی شواہد سے اجاگر کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ مسلمان مسلمان رہ کر نظام[1] مادی کے تمام کارخانوں کا موجد منتظم اور سرپرست بن سکتا ہے۔

"جب مسلمانوں نے احکم الحاکمین کے قانون پر عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری کی۔ دنیاوی علوم میں ان کی شرح صدر فرمائی۔ اقوام عالم کا امام بنایا اور آخرت میں انہیں جنّت کا مستحق بنایا۔ گویا انہیں ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ کا پورا مصداق بنایا۔ دراصل یہ علوم و فنون اور ترقیاں فروع تھیں۔ اصل اور جڑ اتباع قرآن تھا۔ جب جڑ خشک ہو چکی ہے تو شاخیں کس طرح ہری بھری نظر آ سکتی ہیں۔ شہنشاہی احکام ملاحظہ ہو۔" ان اللہ لا یغیّر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم"

---

[1] تراجم اور فلسفۂ یونان ہارون الرشید اور مامون الرشید کی حکومت خلافت کی علمی ترقیاں ص ۳۱ رسالہ مقصد قرآن۔

مسلمان اور تاریخ جغرافیہ، ہیئت و نجوم، الجبرا والمقابلہ، علم ہندسہ، فن طب، فن جراحی علم کیمیا کی خدمت، بارود کی ایجاد، گھڑی کی ایجاد، قطب نما، کاغذ سازی، عربوں کی جہاز رانی کا بیان (از صفحہ ۳۲ تا ۴۲ رسالہ مقصد قرآن مصنفہ مولانا لاہوری)

ان عبارتوں میں ڈاکٹر سوٹن، ڈاکٹر فرانسیس، ڈاکٹر ڈریپر، مورخ گبن موسیو سدیو کی کتب کے حوالے پیش کرتے ہیں۔

اب تک ہا قرآن کی دعوت دیتے ہیں۔ مادی ترقی اگر حقیقت الٰہی اور اپنے اعمال کے محاسبہ سے خالی ہے تو اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔ مہذب یورپ کی ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم کی سفاکیوں کی روئداد اور اس جنگ میں مشمولہ ممالک کی اموات کے اعداد و شمار پیش کرتے ہیں جو کہ تقریباً" ایک کروڑ اموات اور چار کروڑ زخمی پر مشتمل ہے۔ ان وحشیانہ مظالم اور انسانی خون کی ارزانی کا رسول خدا رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی ان لڑائیوں سے مقابلہ کرتے ہیں جن میں غزوات اور سرایا کے مقتولوں کی تعداد صرف ایک ہزار اٹھارہ بنتی ہے۔ مسیحی[۱] عدالت کے احکام سے ہلاک شدہ نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ تک پہنچتی ہے۔

اب قرآن کی رو سے انفرادی زندگی کا اصلاحی پروگرام پیش کرتے ہیں۔

پہلی اصلاح :- تعلق باللہ کی درستی۔

دوسری اصلاح :- قرآن حکیم نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے اور اصلی زندگی آخرت کی ہے۔ وما ھذہ الحیوۃ الدنیا الا لھو و لعب و ان الدار الاخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون (سورہ عنکبوت ۲۹ رکوع ۷ آیت ۶۴)

---

۱ جان ڈیون پورٹ کی کتاب "اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن"

۲ مقتبس از رسالہ مقصد قرآن ص ۲۱ - ۲۰

تیسری اصلاح :- مسلمانوں کو دنیا کے ہر کام میں رضائے الٰہی

کا طالب ہونا چاہئیے ۔ افمن اتبع رضوان اللہ کمن باء بسخط من اللہ و ما واہ

جہنم و بئس المصیر (۳ : ۱۶۲)

چوتھی اصلاح :- قرآن مجید نے مسلمان کو یہ تعلیم دی ہے کہ جان و

مال تیرا نہیں ہے ۔ انّ اللہ اشتری من المومنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنۃ(۹:۱۱۱)

پانچویں اصلاح :- قرآن مجید نے مسلمان کو یہ پیغام دیا ہے کہ تیری

پیدائش کی غرض و غایت جلب زر حصول جاہ تعمیر مکانات عالیہ ، فتوحات ملکیہ

نہیں ۔ تو خدا کا بندہ ہے ۔ بندگی کے لئے آیا ہے ۔

چھٹی اصلاح :- قرآن مجید نے ایک سچے مسلمان کو یہ تعلیم دی ہے

کہ مسلمان کو دنیا کا کوئی کاروبار یاد الٰہی کے فرائض سے غافل نہیں کر سکتا ۔

اور نہ شہنشاہی دربار (مساجد) کی پنج وقتی حاضری میں مانع ہو سکتا ہے ۔

(آیات از سورۂ نور)

ساتویں اصلاح :- قرآن حکیم نے اپنے متبعین کو اعلیٰ درجے کا

با اخلاق بننے کی ہدایت کی ہے ۔ اگرچہ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا کے قاعدہ

کی بنا پر ظالم سے انتقام لینے کی اجازت ہے مگر اخلاق کا اعلیٰ معیار یہ

ہے کہ برائی کی بجائے بھلائی کرے ۔ ادفع بالتی ہی احسن (سورہ حم سجدہ

رکوع ۵)

آٹھویں اصلاح :- مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا اصلاحی پروگرام !

یایّہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (سورہ نساء رکوع ۸)
آیت ۵۹

نویں اصلاح :- اقتصادیات اور قرآن مجید ؛ وآت ذاالقربی حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا ۔ (۱۷: ۲۶)

دسویں اصلاح :- قرآن حکیم کا سیاسی نظام (میدان جنگ میں اپنے افسر کی اطاعت ، میدان جنگ میں ، باہمی جھگڑوں سے بچنا ، فرض منصبی کے ادا کرنے میں کسی قسم کی خیانت نہ کرنا ۔ (یایھا الذین امنوا لا تخونوا اللہ و رسولہ ولا تخونوا اماناتکم (سورہ انفال) ۸: ۲۷

اسلام میں ہمارے ہر دعوی کی صداقت کا معیار فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل ہے ۔ عبادات ، معاملات ، تمدن ، معاشرت ، اقتصادیات اور سیاسیات میں اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سا رنگ ہوتا ۔ تو ہم مسلمان ہیں اگر یہ نہیں تو ہمارے زبانی دعووں سے کچھ نہیں ہو سکتا ۔

اب اس کے بعد اجتماعی زندگی کی نشاندہی فرماتے ہیں ۔ ہر دو زندگیوں کے قوانین کا اثبات قرآن حکیم کی آیات سے مستنبط کرتے ہیں ۔ انجام کار مسلمانوں کی موجودہ تباہی کا باعث بیان کرتے ہیں ۔

"یہود کے امراض میں سے ایک مرض یہ بھی تھا کہ عقیدہ میں اپنی آسمانی کتاب (تورات) کو سچا مانتے تھے ۔ لیکن عمل میں بے اعتنائی برتتے تھے ۔ وہی حالت آج ہماری ہے ۔ عقیدہ کے لحاظ سے قرآن حکیم کے ایک ایک لفظ پر ایمان ہے ۔ عمل کے لحاظ سے (باستثناء افراد معدودہ) قرآن سے عملاً اعراض ہے ۔ کیا اس پاک کتاب کے مطالب سمجھنے کے لئے اتنا دماغ صرف کیا جاتا ہے ۔ جتنا دنیاوی علوم و فنون کے حاصل کرنے کے لئے کیا جاتا ہے ۔

ماہرین فن اور تجربہ کار سائنسدانوں کی تلاش کی طرح کبھی علماء خیر
اور عاملان قرآن کی تلاش نہیں کی جاتی ؟ ہم اسوۂ محمدی کو چھوڑ کر
اسوۂ یورپ کو اختیار کر چکے ہیں ، صورت ، سیرت ، وضع قطع ، تمدن
و معاشرت غرضیکہ ہر چیز میں ہم یورپ کے نقال ہیں ؟ ۔

استاذ پر جامعہ ملیہ کے ارباب حل و عقد سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں :

" آپ[۱] کا فرض ہے کہ طلبہ کو معتقدات اور اعمال میں سلف
صالحین کے اسوہ حسنہ کا پابند بنائیں ۔ قرآن حکیم کے قالب میں اپنے آپ
کو ڈھالنا ہر مسلمان کا فرض اور اتباع قرآن کا مطلب ہے اور اللہ تعالے نے حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر مہر تصدیق لگا دی ہے ۔ وما ینطق عن الہوی ان
ہو الا وحی یوحی ۔"

---

[۱] رسالہ عظمت قرآن مصنفہ مولانا احمد حسن مرحوم ص ۲۲

رسالہ نمبر ۳

" خلاصۂ اسلام "

خلاصۂ اسلام رسالہ بھی مولانا لاہوری کے سلسلۂ نشر و اشاعت کی اہم ضروری کڑی ہے ۔ اس میں آپ نے نہایت تحقیق و تفحّص سے دین اسلام کے تمام پہلوؤں پر نظر غائر ڈالی ہے ۔ ہم بنظر اختصار اس کے عنوانات کو درج ذیل کرتے ہیں ۔ ہر [اس] عنوان کی تفصیل و توضیح کے لئے مولانا نے آیات قرآنیہ اور احادیث مقدسہ کا حوالہ دیا ہے ۔

۱ ۔ خدائے اسلام	۲ ۔ نبی اسلام	۳ ۔ کتاب اسلام
۴ ۔ مطیع اسلام	۵ ۔ محاسبۂ اسلام	۶ ۔ تصوف اسلام
۷ ۔ اوامر اسلام	۸ ۔ نواہی اسلام	۹ ۔ اخلاق اسلام

یہ مختصر جریدہ اسلامی تعلیمات (کتاب و سنّت) کا نچوڑ ہے اور حضرت کی دقیقہ رسی اور تبحر علمی کا ہی اوانع بہت بڑا شاہکار ہے ۔

چونکہ تجدید و احیاء دین کا جذبہ مولانا کی روح پر غلبہ و استیلاء رکھتا تھا ۔ لہٰذا رسالے کے انجام پر اپنی ہمیشگی موثر بلکہ اور نہایت الحاح وزاری سے تضرع و عبودیت میں سرشار ہو کر حضور باری تعالیٰ میں دعا کرتے ہیں ۔

" اے ہمارے سچے مالک اور نہ سہی تو ہم تیرے سید المرسلین خاتم النبیین ، شفیع المذنبین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت تو کہلاتے ہیں تو اسی لقب مبارک کے باعث ہی ہم پر اپنی رحمت

نازل فرما ۔ تاکہ تیری دستگیری اور حفاظت کے ذریعے
سے اس دور فتنہ و فساد میں ہماری متاع ایمان چھین نہ
جائے اور ہم اسے سلامت لے کر قبر تک پہنچ جائیں ۔
آمین یا الٰہ العالمین ! " [1]

رسالہ ـــ توحید مقبول ـــ

اس رسالے کی ابتداء ولا تدع مع اللہ الہا آخر فتکون من المعذبین
سے کی گئی ہے ۔ ہر انسان کے دل میں فطری طور پر خالق ماننے کا جذبہ
موجود ہے ۔

" برادران عزیز ! جس انسان کے دل کو ٹٹول کر دیکھیں
خواہ وہ کوہ ودشت کا رہنے والا ہو یا متمدن ممالک اور مہذب
شہروں میں بسنے والا ہو ہر ایک کو آپ ایسی ہستی کا ماننے
والا پائیں گے جس کو نہ دیکھا جاتا ہے نہ ہاتھ لگایا جاتا
ہے ۔ نہ اس کی آواز کے روح پرور نغمں سے کان آشنا ہیں ۔
اور نہ ہی اس وجود باجود نو کسی فلسفی کی جادو اثر تقریر نے
منوایا ہے ۔ اس سے ثابت ہے کہ اس منبع جُود و تقدّس کے

---

[1] رسالہ خلاصۂ اسلام مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم ص ۱۹

کے وجود باجود کی آشنائی فطرتِ انسانی کا خاصہ ہے۔

یہ ایک بات ہے کہ اُس کے اسماءِ حسنیٰ ہر ملک کے باشندوں

نے اپنی اپنی زبان میں الگ الگ ٹھہرا رکھے ہیں۔" ؎1

مولانا کا دعویٰ ہے کہ

"ہر جسم اور عنصر انسان روحانی اسی کا مناسب ہے"

صحت جسمانی کے لحاظ سے انسان تندرست ہوتا ہے۔ یا مریض۔ اس

طرح صحت روحانی کے لحاظ سے بھی انسان تندرست ہوتا ہے یا مریض۔ اب اگر

صحت جسمانی یا روحانی میں لگاؤ ہو تو ان کے عوارضات موجود ہوتے ہیں۔

"پھر وہ ہوتا ہے جس سے حواس صحیح کام نہ کریں۔ نیند

نہ آتی ہو۔ دماغ خراب ہو۔ بھوک نہ لگتی ہو۔ معدہ کام نہ

کرے۔ اس طرح اگر غذائے روحانی سے نفرت ہے۔ پہلانے

کی کوشش کی جائے تو پیالہ کو دھکیل دیتی ہے۔ اور بہلانے

والے مشفق کو بڑا بھلا کہتی ہے تو سمجھنا چاہیے کہ انسان کی

روحانی صحت کا xxxxxxxx بگڑی ہوئی ہے۔" ؎2

ابدوں قسم کی اصلی غذاؤں کا ذکر کرتے ہیں۔

"جس طرح جسم کو عناصر جسمانی کی سب سے زیادہ لطیف

؎1 The creed of Mohammad is free from the suspicion of ambiguity and the Quran is a glarous testing to the unity of God. (Gibbon) Mohammad and Teachings of Quran, p. 107 by John Davenport.

؎2 رسالہ توحید مجوب ص ۱۰۰ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

اور اعلیٰ غذائیں مثلاً گیہوں ، انگور ، سیب ، انار ،
ناشپاتی اور آم وغیرہ چیزیں جسمانی ہیں ۔ اسی طرح روح کو
عالم روحانی کی سب سے عمدہ لطیف اور اعلیٰ چیز پسند ہے
عالم روحانی کی سب سے اعلیٰ ، اقدس اور الطف چیز
تجلیات الٰہیہ ہیں ۔ اس لئے ہر مسلم انسان کی روح
کا تقاضا یہ ہے کہ مجھے تجلیات الٰہیہ سے مستفید کرکے ان
کا مظہر بنایا جائے ۔" [1]

اور رسول پاک کی پیش کردہ توحید بیان کے لئے آیات کا حوالہ دیتے ہیں ۔
"ہو الحیّ لا الٰہ الّا اللہ ۔ فادعوہ مخلصین لہ الدین الحمد للہ رب العلمین (۴۰ : ۶۵)
دوسری جگہ "ایاک نعبد وایاک نستعین " ۔ (۱ : ۴)

اس کے بعد مولانا شرک کے معانی بیان کرتے ہیں ۔

" لغت میں شرک کے معنی حصہ داری کے ہیں اور اصطلاح شرع
میں یہ ہے کہ جو حق شریعت میں اللہ تعالیٰ کے لئے خاص
کیا گیا ہو ۔ وہی حق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو بھی
دیا جائے مثلاً سجدہ عبادت اسلام میں فقط اللہ تعالیٰ کی
ذات پاک کے لئے مخصوص ہے اس لئے سوا کسی کے لئے جائز
نہیں ۔" [2]

---

[1] رسالہ توحید بیان ص ۵ ـ ۶ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم
[2] ایضاً ص ۱۳

مذمت شرک

"شرک ایسی بد ترین چیز ہے کہ ہر قسم کے اعمال صالحہ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کسی کے اعمال نامہ میں موجود ہوں اور شرک بھی موجود ہو تو تمام نیکیوں کو شرک کی لعنت کھا جائے گی۔" [1]

اس رسالے کی غرض و غایت یہی ہے کہ مسلمان جاہل پیروں کی صحبت میں اپنے عقیدہ توحید کو ملوّث بشرک نہ کریں کیونکہ شرک کے لئے نہ نجات ہے نہ شفاعت۔ اس رسالہ پر علماء عصر کی تقریظات موجود ہیں۔ ہم صرف ایک کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں:

"الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ! احقر نے اس رسالے کو اوّل تا آخر دیکھا۔ مؤلف دام علمہ نے جس طرح توحید فی العبادۃ اور توحید فی الاستعانت اور ساتھ ہی توحید فی الاطاعت کو آیات بیّنات سے واضح کیا ہے اور پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے کہ تنہا توحید فی الذات یا توحید فی بعض الصفات مشرکین عرب بھی اعتقاد رکھتے تھے لیکن پھر بھی وہ مشرک ہی رہے اور اس مضمون کو بھی قرآن مجید سے ہی ثابت کیا۔ ایسا کوئی رسالہ

---

[1] رسالہ توحید مطبوعہ ص ۱۳ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

اب تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوا - حق تعالیٰ مولف
کو اجر عظیم عطا فرمائے - اس کے بعد صرف ایک مسئلہ توحید
فی الافعال باقی رہ جاتا ہے - جس کو علماء کرام نے خلق
افعال عباد میں ذکر کیا ہے - الا الی اللہ تصیر الامور -" [1]

"عبادات"

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون [2] - مفسرین حضرات نے مذکورہ
آیت کی تشریح و توضیح میں اسلام کی ہمہ نوع عبادات کو شامل کیا ہے اور
ثابت کیا ہے کہ جن و انسان میں خلقتاً یہ استعداد موجود ہے کہ اگر وہ
چاہیں تو خدا تعالیٰ کی عبادت کر سکتے ہیں -

" ان کے پیدا کرنے سے شرعاً بندگی مطلوب ہے - اس لئے
ان میں خلقۃً ایسی استعداد رکھی ہے کہ چاہیں تو اپنے
اختیار سے بندگی کی راہ پر چل سکیں - یعنی ارادۂ کونیہ
قدریہ کے اعتبار سے تو ہر چیز اس کے حکم تکوینی کے سامنے

---

[1] رسالہ توحید عینی ص — تقریظ از رئیس المحدثین حضرت مولانا
سید انور شاہ مرحوم -

[2] سورہ ذاریات ۵۱ پارہ ۲۷ آیت ۵۲

عاجز اور بے بس ہے لیکن ایک وقت آئے گا جب سب [بس]
بندے اپنے ارادہ سے تخلیق عالم کی اس غرض شرعی کو پورا
کریں گے - بہر حال آپ سمجھاتے رہئیے کہ سمجھانے ہی سے
یہ مطلوب شرعی حاصل ہو سکتا ہے۔" [1]

اب ہم حضرت مولانا لاہوری کے ان رسائل پر نظر ڈالتے ہیں جن
کے اوراق میں شرعی عبادات کے تابدار موتی دمک رہے ہیں اور جن کے مطالعہ
سے ہزاروں گم گشتگان راہ رشد و ہدی خاص کرکے خوشنودی پروردگار کی
فردوس کے وارث بنے [بن سکیں] -

رسالہ فلسفۂ نماز

قولہ تعالی - ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر [2] ؛

مولانا اس مختصر رسالے کے شروع میں اسلامی انقلاب کا نہایت جامع
تعارف کراتے ہیں -

" برادران اسلام ! اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے پیدا
ہونے کے بعد تئیس سالہ زندگی میں وہ انقلاب کر دکھایا کہ اس
کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں - چنانچہ جاہلوں کو عالم عالی

---

[1] حاشیہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم ص ۲۶۸ - مطبوعہ

[2] ۲۹ : ۴۵

کو ہادی ، وحشیوں کو مہذب ، بد اخلاقوں کو بااخلاق گڈریوں کو بادشاہ ، ڈاکوؤں کو پاسبان اور غیر متمدنوں کو متمدن بنا دیا ۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ان خوبیوں میں ان کو ساری دنیا کا امام ٹھہرایا اور خلافت کے تخت پر بٹھایا "[1]

اب نماز کا مطلب نہایت سادہ مگر بلیغ الفاظ میں پیش کرتے ہیں :

" نماز میں خدا تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا کرنا مقصود ہے تاکہ اس کی نعمتوں کا شکر بجا لائیں ۔ ہاتھ جوڑیں سر جھکائیں ، سجدے میں گریں ۔ اس کی عظمت کے گن گائیں اور روحانی لذت پائیں ۔ اس کے علاوہ اپنی لغزشوں سے توبہ کریں ۔ غرضیکہ اپنے حقیقی مولیٰ سے غلامی کا تعلق تازہ کرکے آئیں ۔"[2]

---

[1] رسالہ فلسفہ نماز ص ۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم
ڈاکٹر اقبال علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے

لا الہ باشد صدف گوہر نماز
قلب مسلم را حج اکبر نماز
در کف مسلم مثال خنجر است
قاتل فحشا و بغی و منکر است (اسرار و رموز ص ۲۱)

[2] فلسفہ نماز ص ۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

مولانا ان نماز کی وہ فلسفیانہ افادیت پیش کرتے ہیں جو اسلامی دنیا کے اکثر شعبوں پر محیط ہے ۔

" مسلمانوں کو ایک مرکز پر اکٹھا کرنا (مسجد) بہترین آدمی کا انتخاب کرکے صدر بنانا (امام) امام کے ماتحت چلنا (اقتداء) امام کے ماتحت ہمہ تن ادب کا مجسمہ بن جانا اور کھانا پینا بولنا یا ضروریات زندگی سے اجتناب (اطاعت) اور تمام فرمانبرداری میں کسی اجرت کا خواہاں نہ ہونا ، مساوات کا جذبہ پیدا کرنا تاکہ کام کے وقت شاہ و گدا ایک صف میں کھڑے ہو جائیں ۔" [1]

" خاص یہ نکتا کہ اس خدا پرست منظم جماعت کی صدا ایک سردار ایک مرکز ایک مقصد ایک قبلہ ایک قول ایک عمل ایک صورت ایک اور ان ساری وحدتوں میں مقصود ایک (خدائے قدوس وحدہ لا شریک) " [2]

بعد ازاں مذکورہ بالا صفات کی حامل جماعت کی خدائی طاقت نصرت الہی[3] اور خزائن ایزدی کے دروازے ان پر کھلنا کتاب و سنت کی روشنی میں ثابت کرتے ہیں ۔

---

[1] رسالہ فلسفہ نماز مصنفہ مولانا احمد علی ص ۵

[2] رسالہ فلسفہ نماز مصنفہ مولانا احمد علی ص ۵

[3] وکان حقا علینا نصر المومنین : سورہ روم ۳۰ آیت نمبر ۴۷ ۔ شاہد ثانی : ولو انہم اقاموا التوراۃ والانجیل وما انزل الیہم من ربہم لاکلوا من فوقہم ومن تحت ارجلہم (سورہ مائدہ ۵ آیت نمبر ۶۶ رکوع ۹)

مولانا لاہوری اس کے بعد فرماتے ہیں کہ نماز شاہنشاہی سلام ہے ۔اس سے روگردانی کرنے والا باغی ہے۔[1]

اب نماز کی اہمیت کے سلسلے میں احادیث نبوی پیش کرتے ہیں ۔ اور نماز کے قیام و عروج کے لئے " خیرالقرون قرنی " کے ظہور قدسی کو پھر اپنی آنکھوں کے سامنے جلوہ گر دیکھنا چاہتے ہیں ۔

" اگر آج سیزدہ صد سالہ تنظیم کی پھر تجدید ہو جائے ۔ لاہور (پنجاب کا ام القری) کی شاہی مسجد میں فریضہ نماز ادا کرنے کے لئے سب مسلمان آ جائیں ۔ اس میں وزراء حکومت ہائی کورٹ کے جج ، بیرسٹرایٹ لاء ، پی ایچ ڈی ، وکلا تحصیلدار ، قانونگو ، پولیس اور فوج کے تمام مسلمان افسران موجود ہوں ۔ دیہات کے نمبردار اور ذیلدار بھی اس قدس جلسے میں شامل ہوں تاکہ جو حکم پائیں بستیوں میں جا کر اسے عملی جامہ پہنائیں اور امام مسجد صحیح معنوں میں سید المرسلین علیہ الصلوۃ والسلام کا جانشین ہو جس کے خطبے میں جان ہو ۔ ایک ایک لفظ میں زندگی کا پیام ہو ۔ حاضرین کے دلوں

---

[1] " نماز میں اصلی شئے عبودیت اپنی ، انکسار و تذلل ، خضوع و خشوع ابتہال و توجہ الی اللہ انقطاع و تبتل اور نتیجہ اس کا تمام فواحش و منکرات اور رذائل و خبائث سے اجتناب و تحفظ ہے

(حقیقۃ الصلوۃ ص ۸۲ مصنفہ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم)

کا تار اس کی پانچ انگلیوں میں ہو - جب دبائے جو آواز
چاہے نکلوائے - پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے - تمام طاقتیں اور
مادی طاقتیں اس خدائی طاقت سے لرزہ براندام نظر آتی ہیں ۱؎

اب علامہ اقبال مرحوم کا شعر نقل فرماتے ہیں اور قرآن حکیم کی آیات اپنے دعویٰ
کی ترجمانی کے لئے پیش فرماتے ہیں ؎

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ - وافوض امری الی اللہ - ان اللہ بصیر بالعباد

بعد ازاں غیر مسلم کی شہادت پیش کرتے ہیں :

"Whoever has seen the Muslims assembled at prayer in rows, carrying out the observances with astonishing uniformity, order and dignity will not fail to recognize the educational value of the disciplinary prayer. The regular meeting of all the faithful at this common prayer worpished the spirit of solidarity, implanted the feeling of the equality of man. All later military success of Islam ~~xxx~~ were due to the qualities which were now for the first time brought forth and developed among the Arabs discipline and contempt for death." 2.

۱؎ رسالہ فلسفہ نماز ص ۹ - ۱۰ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

۲؎ Joseph Hells: "Arab Civilization".

در حقیقت مولانا امت مسلمہ میں عبادت الٰہی (نماز) کی روح کو دوبارہ زندہ کرکے ان میں جذبۂ عبودیت ، مساوات ، ایثار ، طاعت امیر ، ناموس وحدت فکری غرضیکہ اسلاف کرام کے تمام صفات پیدا کرنا چاہتے ہیں ۔ تاکہ ان کو پھر سے عظمت رفتہ حاصل ہو سکے ۔

" رسالہ فلسفۂ روزہ "

قرآن حکیم کی سالگرہ

" لوح محفوظ سے قرآن حکیم کا نزول رمضان المبارک میں ہوا ۔ سارا قرآن حکیم ایک ہی مرتبہ آسمانِ دُنیا پر نازل ہوا ۔ یہود میں عاشورا کا روزہ ، عیسائیوں میں نزول مائدہ آسمانی کا دن اور مسلمانوں کے لئے قرآن مجید ایک عظیم الشان نعمت ہے ۔ اس لئے اس کی سالگرہ رمضان المبارک میں منائی جاتی ہے ۔ چنانچہ مسلمان رات کو تراویح میں قرآن حکیم کا سننا اور دن کو روزہ رکھنا شکر نعمت[1] کے اظہار کے طور پر سابقہ امتوں کی طرح ضروری سمجھتے ہیں ۔ "[2]

---

[1] (ہم کو صاف بتادیا گیا کہ فرضیت صیام رمضان اس لئے ہے کہ ہم اس عطاء ناموس فرقان و ہدی (قرآن) پر خدا کا شکر بجا لائیں اور اس کے نام کی تقدیس کریں ۔ پس کون مسلم ہے کہ جو خدا کے اس احسان اکبر اور نعمت عظیمہ کے شکر کے لئے تیار نہ ہو اور اس کی تقدیس کے لئے آمادہ نہ ہو)

[2] رسالہ فلسفہ روزہ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم ص ۳

مولانا اس کے بعد کتاب و سنّت کی روشنی میں روزہ کی صورت اور روح پر ایمان افروز تبصرہ کرتے ہیں ۔ دربار رسالت کا فیصلہ نقل کرتے ہیں :- من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للّٰہ حاجۃ اَن یدع طعامہ وشرابہ ۔

" تعلیم[1] مذہب کا یہ خاصہ ہے کہ انسان کے اندر احساس حسنہ پیدا ہوں ۔ صفات حمیدہ سے آراستہ ہو ۔ بد اخلاقی سے اسے نفرت ہو ۔ خواہشات نفسانی پر قابو پائے ۔ ضبط نفس اور تحمّل کا خوگر ہو ۔ فتنہ انگیزی سے باز آئے ۔ شرارت نہ کرنے پائے ۔ ان تمام خوبیوں کے پیدا کرنے کے لئے بہترین علاج یہی ہے کہ انسان کے حیوانی زہر کو نکال دیا جائے ۔ اس زہر کو نکالنے کا بہترین تریاق روزہ ہے "[2]

---

[1] رسالہ فلسفہ روزہ ص ٧ مصنفہ مولانا احمد سعید مرحوم ۔

[2] " چونکہ شدید بہیمیت احکام ملکیت کے ظہور میں آنے سے مانع ہے ۔ اس کے ضعیف و مغلوب کرنے پر زیادہ سے زیادہ توجہ کرنا لازم ہے ۔ بہیمیت کو قوت دینے اور ظلمت بڑھانے کے لئے قوی اسباب کھانا پینا اور شہوات نفسانیہ میں منہمک ہونا ہے ۔ بہیمیت کو ضعیف و مغلوب کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ لذائذ اکل و شرب کے اسباب میں تقلیل کی جائے ۔ (حجۃ اللّٰہ البالغہ ص ٢١٢ جلد دوم مصنفہ شاہ ولی اللّٰہ محدث دہلوی مرحوم)

[3] نوٹ " نوہ سحر کا خدس آنے والا (حضرت عیسیٰ) اس سے پہلے کہ اس کے منہ میں انجیل کی زبان گویا ہو وہ چالیس روز و شب بھوکا اور پیاسا رہا ۔ اسی طرح فاران کا آتشیں شریعت والا نزول قرآن سے پہلے ایک مہینہ حراء نام مکہ کے ایک غار میں ہر قسم کی عبادتوں میں مصروف رہا اور اس اثنا میں ناموس اکبر اقرا باسم ربک الذی خلق کا مژدہ جانفزا لے کر نمودار ہوتا ہے (سیرۃ النبی ص ٢١٣ مصنفہ سید سلیمان ندوی مرحوم

اور نبی کریم نے روزے کے ذریعے سے اپنی امت کو اخلاق کے اعلیٰ معیار پر پہنچانے کی سعی فرمائی ہے۔" [1]

اب مولانا کی توجہ روزے کے سیاسی فوائد کی طرف منعطف ہوتی ہے۔ ان کے نزدیک روزہ میں حیات قومی کے تمام اصول و عوامل پائے جاتے ہیں کیونکہ زندہ اقوام میں جفاکشی اور بلا کشی کے جوہر موجود ہوتے ہیں۔

" دنیا میں ہمیشہ وہی قوم عزت سے زندہ رہ سکتی ہے کہ جس کے پاس حیات قومی کے اعلیٰ اصول ہوں اور وہ ان کی پابندی کے لئے ہر مصیبت کو جھیلے۔ اور مصیبت کے سامنے سینہ سپر ہو۔ روزے میں اس بات کی مشق کرائی جاتی ہے کہ بارہ یا چودہ بلکہ بعض اوقات چھ‌ میں گھنٹے بے آب و دانہ رہے۔ خواہ شدید گرمی کا موسم ہی کیوں نہ ہو اور پھر رات کو نماز تراویح میں کھڑا رہنا۔ حاصل یہ نکلا کہ ہر مسلمان ایک موس سپاہی ہے۔ بسکٹ، کیک، سوڈا اور لیمونیڈ تو بجائے خود رہے بلکہ پانی پئے بغیر اور کھانا کھائے بغیر

---

[1] مثلاً پروفیسر ولانا یعسب خاں صاحب احمد اور قافلہ طیف اتی صاحب شاہد ثانی :- اصل میں روح کا تقوی، نفس کی طہارت، خواہشوں کا حبس، قوتوں کا احتساب اور جذبات کا ایثار ہے اور چونکہ مخلوقات کے لئے غذا کی خواہش سب سے بڑی مجبور کن خواہش ہے۔ اس لئے درس صبر و صلوٰۃ ش تولید ا تعمیم تحمل اور نفوذ انقیاد و ایثار نفس کے لئے اسی خواہش کے ترک کرنے کا حکم دیا گیا۔ حقیقۃ الصیام صفحہ ۸ مولانا ابوالکلام آزاد)

اگر ضرورت پیش آئے تو دن اور رات کو چوبیس گھنٹے مسلسل کام کر سکتا ہے اور فتوحات اسلامیہ میں اس قسم کے واقعات تاریخوں میں موجود ہیں - جو قوم سطح زمین پر اپنے چالیس کروڑ افراد رکھتی ہو اور وہ ان اصولوں کی پابند ہو جائے اور پھر یہ فیصلہ کرے کہ تخت یا تختہ - وہ عظیم قوم کبھی مٹ نہیں سکتی - ظاہر و باطن اور زمین و آسمان کی تمام طاقتیں اس کی خدمت کے لئے وقف ہو جائیں گی -" [1]

مولانا کی نظر اب روزے کے اخروی فوائد پر پڑتی ہے - سابقہ گناہوں سے پروردگار عالم مغفرت فرماتے ہیں - حدیث قدسی ہے - انا اجزی بہ اور آئندہ احادیث [2] سے ثابت کرتے ہیں کہ روزہ دار کے حق میں روزہ اور قرآن حکیم کی سفارش قبول کی جائے گی - روزہ اور قرآن مجید مثالی وجود میں مجسم [3] ہو کر بارگاہ قدسی میں حاضر ہو کر سفارش کریں گے -

---

[1] رسالہ فلسفہ روزہ ص ۹ - ۱۰ مصنفہ احمد علی مرحوم علیہ الرحمۃ

[2] عن عبداللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الصیام والقرآن یشفعان للعبد یقول الصیام ای رب انی منعتہ الطعام والشہوات بالنہار فشفعنی فیہ و یقول القرآن منعتہ النوم باللیل فشفعنی فیہ فیشفعان

(رواہ بیہقی فی شعب الایمان) مشکوٰۃ شریف کتاب الصوم ص ۱۶۹

[3] - حاشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو .

اس رسالے کے خاتمہ پر علماء کرام کی تقریظات موجود ہیں ۔ جو رسالے کی اہمیت اور افادیت پر دال ہیں ۔

" فلسفۂ زکوٰۃ "

قولہ تعالیٰ : اقیموا الصلوٰۃ و اتوالزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین

ابتدائیے رسالہ میں مصنف مدّ ظلہ العالی نے اس رسالے کی غرض و غایت ان الفاظ میں پیش کی ہے :

" اسلام کی بنیاد[1] پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے توحید و رسالت کا اقرار ، نماز ، روزہ حج اور زکوٰۃ ۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا سراسر کفر ہے اور اقرار کے بعد عمل میں سستی کرنا فسق و فجور کہلاتا ہے ۔ چنانچہ اس چھوٹے سے رسالے میں زکوٰۃ کے متعلق احکام اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لئے شرعی[2] سزائیں نقل کی گئی ہیں ۔ بعد ازاں زکوٰۃ میں مسلمانوں کے لئے اخلاقی ، اقتصادی معاشرتی اور سیاسی فوائد جو مضمر ہیں وہ تحریر کئے ہیں "

بقیہ حاشیہ صفحۂ سابق :۔ [3] جس جہاں میں ہم ہوتے ہیں اور رکھتے ہیں اسے عالم ناسوت کہتے ہیں ۔ اس کے علاوہ تین جہان اور بھی ہیں ۔ عالم ملکوت ، عالم جبروت ، عالم لاہوت ۔ عالم ملکوت کو عالم مثال بھی کہتے ہیں ۔ عالم مثال میں یہاں کی ہر چیز کا وجود ہے ۔ بلکہ ان چیزوں کا بھی وجود جن کا یہاں نہیں ہے ۔ مثلاً احسان ، روزہ ، قرآن وغیرہ لہٰذا قیامت کے دن روزہ اور قرآن انسانی شکل میں متشکل ہوکر بارگاہ ایزدی میں روزہ دار کی سفارش کریں گے ۔" (رسالہ فلسفہ روزہ ص ۱۵ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

بقیہ حواشی آئندہ صفحہ پر

زکوٰۃ کی ادائیگی فرمانِ شاہنشاہی ہے۔ مولانا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پیش فرماتے ہیں:

"[1]عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث معاذا
الی الیمن ۔ فقال ادعھم الی شھادۃ ان لا الہ الا اللہ
وانی رسول اللہ فان ھم اطاعوا لذالک فاعلمھم ان اللہ
افترض علیھم خمس صلوات فی کل یوم ولیلۃ فان ھم
اطاعوا لذالک فاعلمھم ان اللہ افترض علیھم صدقۃ فی
اموالھم توخذ من اغنیاءھم وترد فی فقرائھم "

(بخاری شریف باب وجوب الزکوٰۃ)

حواشی صفحہ سابق : ۱ رسالہ فلسفہ زکوٰۃ ص ۳ ـ ۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم ۔

۲ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم
بعذاب الیم یوم یحمی علیھا فی نار جہنم ۔ فتکوی بھا جباھھم و
جنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون

(سورہ توبہ آیت نمبر ۳۵)

1 مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوٰۃ ص ۱۶۹ فصل اول ۔

سونے چاندی کی زکوٰۃ کے تشریحی احکام کا بیان نقل کیا جاتا ہے۔ اونٹ، گائے اور بکری، گھوڑے گدھے، خچر، معدن، دفینہ اور زمین کی پیداوار کا علیحدہ علیحدہ نصاب درج کیا جاتا ہے۔ پھر مصارف زکوٰۃ کو نص قرآنی سے پیش فرماتے ہیں۔ بعد ازاں فلسفۂ زکوٰۃ کی مصلحات کا ایک طویل سلسلہ ہو جاتا ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

مصلحت اوّل[1]: زکوٰۃ دینے والے کے اخلاق کی اصلاح۔

مصلحت دوم: بعض احادیث میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یا ابن آدم انفق انفق علیک

مصلحت سوم:۔ زکوٰۃ دینے والوں پر آخرت کی رحمت ولقّٰھم نضرۃ وسرورا۔

مصلحت چہارم:۔ زکوٰۃ لینے والوں کی اخلاقی اصلاح۔ اگر امرا باقاعدہ زکوٰۃ تقسیم کریں تو انشاءاللہ تعالیٰ بہت سے لوگ جو ناداری اور بیکاری کے باعث ہر طرح کے جرائم (چوری، ڈاکہ، قرضہ لے کر واپس نہ کرنا) کرگزرتے ہیں ان سے باز آجائیں۔

مصلحت پنجم:۔ زکوٰۃ لینے والوں کی معاشرتی اصلاح۔ زکوٰۃ لینے کے بعد والدین کی خدمت کر سکے گا۔ بیوی بچوں کی ضروریات پوری کرے گا۔ اور وہ اس سے راضی ہوں گے۔

---

[1] رسالہ فلسفہ زکوٰۃ ص ۲۰ ۔ ۲۱ وغیرہ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

دفعہ ششم :- زکوٰۃ لینے والے کی اقتصادی اصلاح[1] :- تمام معاشرے میں چند سال کے بعد غرباء امراء بن جائیں گے -

دفعہ ہفتم :- زکوٰۃ کا سیاسی فائدہ[2] - مجاہدین اسلام کی حرارت ایمانی حمیت اسلامی اور سرفروشی کا جذبہ ہی اسلام کی عزت کا محافظ اور اس کے وقار کا پاسبان ہے - مسلمانوں کی زکوٰۃ کا بیت المال جب مجاہدین کی روش ، کپڑے اور باقی ضروریات کا کفیل ہوگا تو آپ دیکھیں گے کہ مجاہدین اسلام کے جھنڈ کے جھنڈ پرندوں کی طرح قطاریں باندھ کر میدان جہاد میں امنڈ کر آئیں گے - ادھر سے خدا تعالیٰ اس توحید پرست محافظ اسلام فوج کی پشت پناہی کے لئے زمین و آسمان کی تمام قوتوں کو مدد کے لئے میدان میں لا اتاریں گے تو مجاہدین کی فتح اور کفار کی شکست لازمی نتیجہ ہوگا - ولو قاتلکم الذین کفروا لولّوا الادبار ثم لا یجدون ولیّا ولا نصیرا -"[3]

بعد ازاں دعوت اہل السنۃ کے عنوان کے تحت بایں الفاظ رقم طراز ہیں :

---

[1] مصارف زکوٰۃ - انّما الصدقات للفقراء والمسٰکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللّٰہ وابن السبیل فریضۃ من اللّٰہ - واللّٰہ علیم حکیم (سورہ توبہ آیت ۶۰)

[2] رسالہ فلسفہ زکوٰۃ ص ۲۵ - ۲۲ مصنفہ حضرت لاہوری

[3] ۸م ؛ ۲۲

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک عہد میں زکوٰۃ کے لئے بیت المال تھا ۔ اب بحیثیت مجموعی ہندوستانی مسلمانوں کو کسی ایک مرکز سے وابستگی نہیں ہے ۔ ہم اپنے بیت المال منعقدہ دروازہ شیرانوالہ (انجمن خدام الدین) کا تعارف کراتے ہیں ۔

اس مد میں کم و بیش زکوٰۃ جمع ہوتی ہے اور اس مد سے سارا مال یتامی ، بیوگان اور مساکین وغیرہ کی ضروریات پر تقسیم ہوتا رہتا ہے ۔ اور اس رقم میں سے اکثر ان طلبہ علوم کو بھی کھانا ، سامان نوشت و خواند اور ان کی رہائش کا بھی انتظام کیا جاتا ہے جو مختلف صوبجات ہند (مثلاً پنجاب ، یوپی ، بنگال ، مدراس ، بہار ، آسام ، سندھ ، سرحد وغیرہ) اور ریاست ہائے ہند (بہاولپور ، خیرپور ، سندھ ، حیدر آباد دکن) اور بیرون ہند مثلاً افغانستان ، چین ، بخارا ، ایران وغیرہ سے محض تفسیر قرآن حکیم پڑھنے کے لئے آتے ہیں ۔ یہ خوبی زکوٰۃ کو ایک مرکز پر جمع کرنے کے باعث پیدا ہوگئی ہے ۔" [1]

---

[1] رسالہ فلسفہ زکوٰۃ ص ۲۴ مصنفہ حضرت لاہوری

آخری عرضداشت :-

"برادران اسلام جب زکوٰۃ ادا کرنے کے باعث اندرون ملک بھوک اور تنگ دستی ختم ہو جائے تو سرحدات اسلامی پر بھی استحکامات کر دیے جائیں ۔ تاکہ دشمن آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کی جرأت نہ کرے اور مسلمانوں کے لیے وہ دن کتنا مبارک ہوگا کہ تسلط کفار سے آزاد ، سوائے خدائے قدوس کے اور کسی کے غلام نہیں ہوں گے ۔ اسلام آزاد ، قرآن آزاد ، ایمان آزاد اور مسلمان آزاد ہوگا ۔ وما علینا الا البلاغ و علی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین ۔" [1]

اس رسالہ پر آٹھ جید علماء کرام کی تقاریظ موجود ہیں ۔

---

[1] فلسفہ زکوٰۃ ص ۲۸ مصنفہ مولانا احمد علی لاہوری

رسالہ فلسفہ عید قربان

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم (۳۷ ، ۲۲)

مولانا اس رسالے کی ابتداء ایک حقیقۃ الحقائق کے اعلان سے کرتے ہیں اور وہ یہ ہے :

دنیا کا ہر عقلمند انفع چیز کو پسند کرتا ہے ۔ جب یہ ایک ایسی ہستی کا مضمون ہے جس کی عقل محدود ہے ۔ فہم نارسا ، اکثر حالات مستقبلہ سے عاجز و بیکس ہے ۔ جس کے فیصلے محض ظن و تخمین پر ہیں ۔ تو کیا اس عالم الغیب والشہادۃ ۔ قادر مطلق فعال لما یرید کا یہ دستور العمل نہیں ہونا چاہیئے ۔ وہ تو حکیم علی الاطلاق ہے ۔ اس کا کوئی کام اور کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا ۔" [۱]

مولانا مذکورہ بالا مقدمہ سے نتیجہ اخذ کرتے ہیں :

حکم الہی کی تعمیل کے لئے حکمت و مصلحت کا سمجھنا ضروری قرار نہیں دیا جاتا ۔ بلکہ ایمان بالغیب پر اکتفا کیا گیا ہے ۔ قولہ تعالی " ذلک الکتاب لا ریب فیہ ۔ ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب " [۲] (۲ : ۱)

---

[۱] رسالہ فلسفہ عید قربان ص ۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

[۲] رسالہ فلسفہ عید قربان صفحہ ۳ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

پھر فرماتے ہیں کہ وہ اپنے مخلص بندوں کو نعمت حکمت سے بھی سرفراز فرماتا ہے ۔ ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیرا ۔ ۲ : ۲۶۹

مولانا فرماتے ہیں کہ نسل انسانی کی ابتدا سے قربانی کا عمل اب تک جاری و ساری ہے[1]۔

پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا ذکر فرماتے ہیں اور اس کے نتائج پر یوں گوہر افشانی کرتے ہیں

۱ ۔ جب[2] حضور رضا الٰہی کے لئے بیٹا ذبح کرنے کو تیار ہو گئے تو اپنی جان قربان کرنے میں انہیں بطریق اولیٰ کوئی دریغ نہیں تھا ۔

۲ ۔ جب جان اور مال قربان کرنے کے لئے تیار تھے تو مال کی قربانی کا کیا عذر ہو سکتا ہے ؟

۳ ۔ جب ان کے ہاں جان ، اولاد اور مال رضاء الٰہی کے مقابلے میں کوئی چیز نہ تھا تو وہاں حبِ وطن محبت الٰہی کا کب مقابلہ کر سکتی تھی ؟

۴ ۔ جب اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں جان اور اولاد کی پرواہ نہیں کرتے ۔ تو اعزہ و اقرباء کے تعلقات انہیں دروازہ الٰہی سے کب ہٹا سکتے ہیں ۔

---

[1] واتل علیہم نبأ ابنی آدم بالحق اذ قربا قربانا الخ سورہ مائدہ ۵ آیت ۲۷

[2] رسالہ فلسفہ عید قربان ص ۔۔ مولانا احمد علی مرحوم مغفور

۵ ۔ جب جان ، اولاد اور اعزہ اس درجہ ہم (رضا الٰہی) پر ان کے قربان ہو چکے ہیں تو حب جاہ اسباب دنیا انہیں کب یاد الٰہی سے غافل کر سکتی ہے ؟

۶ ۔ جب رضائے الٰہی انہیں جان اور اولاد سے زیادہ عزیز ہے تو کوئی تجارت و زراعت یا صنعت و حرفت ان کا دل کس لبھا سکتی ہے ۔"

"سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام دراصل ملت ابراہیمی کے مجدد ہیں ۔ آپ نے بھی اپنی امت کو حصول رضا الٰہی کی خاطر قربانی کی یاد تازہ کرائی تاکہ امت محمدیہ کے ہر فرد سے ابراہیمی خوشبو آئے اور ہر کلمہ گو کا نور ایمان ابراہیمی نور سے مشابہ ہو ۔"[1]

مولانا فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ قربانی کرتے وقت جذبات ابراہیمی کا دھیان رکھیں ۔ انہی دل کے پاکیزہ جذبات کا نام تقویٰ ہے ۔ لن ینال اللہ لحومها ولا دماؤها ولکن ینالہ التقوی منکم"

---

[1] وجاہدوا فی اللہ حق جہادہ ۔ ہو اجتباکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملۃ ابیکم ابراہیم ۔ ہو سماکم المسلمین (سورہ حج نمبر ۲۲ آیت ۷۸ رکوع ۱۰)

اب مولانا فلسفہ عید قربان پر غور فرماتے ہیں ۔ آپ قربانی کی یاد تازہ کرنے کو امت کی سرمدی کامرانی کا راز بتاتے ہیں ۔ قربانی کے عمل کو خدائے ذوالجلال کی مدد کا نشان گردانتے ہیں ۔ مسلمانوں کو وحدت ناموس ملی کی دعوت دے کر ان کو پیغام نصرت دیتے ہیں ۔ کفار کی ناکامی کے ازلی سبب[1] کا ذکر کرتے ہیں اور بعد ازاں اسلامیان عالم کی موجودہ حالت حالیہ (انتشار ۔ تعدد علماء) پر اظہار تاسف[2] کرتے ہیں ۔ پھر عمل صالح[3] کو کامیابی کا ضامن قرار دیتے ہیں اور انجام کار مسلمانوں کو مواعیت الہی یاد کراتے ہیں تاکہ وہ اپنے مقام کو پہچانیں ۔

---

[1] اعداء اسلام میں اصولاً بجائے وحدت کے انتشار ہے ۔ تحسبهم جمیعاً وقلوبهم شتّی ذلک بانهم قوم لا یعقلون ۔ (۵۹:۱۴)

[2] ہائے افسوس صد افسوس ۔ آج دنیا میں الٹا نظر آ رہا ہے ۔ جن کی کمش میں وحدت تھی ۔ وہ انتشار میں وشار ہیں اور جن کی ناکامی و نامرادی کا اعلان لوح محفوظ سے آ چکا تھا ۔ وانّ اللہ موهن کید الکفرین (سورہ انفال) ۔ وہ آج سریر آرائے وحدت نظر آتے ہیں (رسالہ فلسفہ ۸ : ۱۸ عید قربان ص ۱۱ مولانا احمد علی)

[3] انّ اللہ لا ینظر الی صورکم وما الی اموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم

رسالہ

"وظیفے"

انسان[1] کا فطری تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ جس کو ہر انسان خواہ مسلم ہو یا کافر[2] اپنی عقل سے مانتا ہے۔ جب اسباب ظاہری جواب دے دیتے ہیں تو فطرت سلیمہ ہادی بنتی ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے دروازے کے اور کہیں تیری حاجت پوری نہیں ہوگی۔ جب انسان خدا کو مالک اور خالق مانتا ہے تو اس سے رشتۂ محبت قائم رکھنا چاہتا ہے۔ اب خدا کس چیز سے خوش ہوتا ہے۔ وہ صرف ذکر الٰہی سے خوش ہوتا ہے۔ لیکن اب شیطان لعین بندہ کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور غیروں کے دروازہ پر جانے کی ترغیب دلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کے ذریعے بندہ کو شیطان کے فریب سے بچاتا رہا ہے اور اب اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی اور رسول بنا کر بھیجا۔[4] آنحضرت[3] صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب نبوت کی ضیا باریوں نے شرک وکفر کے سیاہ بادلوں کو سطح قلوب سے ہٹا دیا اور اس مبارک وطن حبیب کا ہر فرد مسلم مظہر انوار الٰہی بن گیا۔ لیکن رسول پاک نے فساد امت کی پیشینگوئی بھی فرمائی ہے۔ اس موقعہ پر فساد امت کا فرض ہے کہ گم کشتگاں راہ ہدی کو شاہراہ محمدی پر لائیں اور سوسو شہید[5] کا ثواب پائیں۔

---

[1] رسالہ "وظیفے" ص ۳ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

[2] ولئن سألتهم من خلقهم ليقولن الله ۔ فانّی یؤفکون ۔ سورہ زخرف ۲۲ آیت ۸۳

[3] واذا غشیهم موج كالظلل دعوا الله مخلصین له الدین ۔ سورہ نمبر ۲۱ آیت ۳۲

[4] رسالہ "وظیفے" ص ۵ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

اب حضرت مولانا دعا کی فضیلت اور ذکر الٰہی کے فضائل کی طرف رجوع فرماتے ہیں :

" لہٰذا اگر آپ قبولیت دعا اور رحمت الٰہیہ کے امیدوار ہونا چاہتے ہیں تو فقط اللہ تعالیٰ کا ذکر کیجئے ۔ اور اسی سے مانگیے ۔ جن الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو یاد فرمایا ہے لہٰذا انہیں اذکار نبویہ کو میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ۔" [1]

اس کے بعد مولانا چند ایک اذکار نقل فرماتے ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصحابہ کرام کو تلقین فرماتے ہیں ۔ مولانا ان کے فضائل کے ساتھ مسلمانوں کو ان پر عمل کرنے کی ترغیب و تشویق دلاتے ہیں ۔ آپ کا منشاء یہ ہے کہ موجودہ زمانے کے لوگ گمراہ پیروں کے خود ساختہ وظائف سے اجتناب کریں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے وظائف پڑھ کر کے صحابہ کرام کی طرح خدا اور رسول خدا کو راضی کر سکیں ۔ کیونکہ صحابہ کرام فرائض کی احسن ادائیگی کے علاوہ نفلی عبادات میں بھی نہایت واضحانہ ذوق و شوق سے حصہ لیتے تھے جیسا کہ قرآن حکیم کے مطالعہ سے پتہ چلتا

حاشیہ صفحہ سابق :-

[5] عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید (رواہ البیہقی)

[1] رسالہ " وظیفے " ص ۸ مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ

ہے کہ وہ رشک ملائکہ جماعت تھی جس کی خصوصی عبادت کو سیماھم فی وجوھھم[1] من اثر السجود کی سند عطا ہوئی اور دوسری جگہ ان ربک[2] یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی الیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الذین معک ۔ واللہ یقدر الیل والنہار (سورۂ مزمل) کی شہادت خداوندی موجود ہے ۔ اور وہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا تمغہ خاص لے کر چلے ہیں ۔

---

[1] سورہ فتح پارہ ۲۶ آیت ۲۹

[2] سورہ مزمل آیت ۲۰ شروع

رسالہ

شرح اسماء اللہ الحسنی جلّ جلالہ وعم نوالہ

وللہ الاسماء الحسنی فادعوہ بہا ۔

مولانا مذکورہ بالا رسالہ کی ابتداء میں ارشاد فرماتے ہیں :

" اگر نظام عالم پر غور کرکے دیکھا جائے تو ہر چیز کی ایک غرض و غایت نظر آتی ہے ۔ انسان کی پیدائش کی بھی ایک مصلحت اور حکمت ہے ۔ جو اللہ تعالی نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے ۔وما خلقت الجن والانس الّا لیعبدون لہذا انسان کا حسن و قبح ، شرافت و رذالت ، دیانت و خیانت اسی حکمت اور مصلحت پر پرکھی جائے گی ۔ اگر فرائض عبودیت ادا کرنے میں تیزگام ہے ۔ سر بکف اور ہوشیار ہے تو حسن ، شریف اور دیانتدار کہلائے گا ورنہ ان کے مخالف الفاظ کا مصداق بن جائے گا ۔" [1]

اب رسالہ کی تصنیف کی غرض و غایت بیان کرتے ہیں :

" اللہ تعالی کے جلالی اور جمالی اسماء حسنی کی فہرست اسے سنا دی جاتی ہے تاکہ خدائے قدوس وحدہ لا شریک لہ کو صحیح طور پر پہچان لے ۔

---

[1] رسالہ شرح اسماء اللہ الحسنی ص ۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

جہاں تک اسماء اللہ الحسنیٰ کے تعبّد و تخلق کا تعلق ہے آپ فرماتے ہیں کہ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی کی کتاب "المقصد الاسنیٰ فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ" اور قدوۃ المحققین مولانا عبدالحق محدث دہلوی کی شرح مشکوٰۃ شریف سے پورا استفادہ کیا گیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں

"سب سے پہلے اسماء اللہ الحسنیٰ کی شرح کی گئی ہے بعد ازاں بتایا گیا ہے کہ اگر انسان ان اسماء کا مظہر[1] بننا چاہے تو کس طرح اپنے آپ کو ان خصوصیات سے متخلق بنائے اور اگر اپنے مالک عزّ و جلّ مجدہ کی اس صفت کے سامنے حق عبودیت ادا کرنا چاہے تو کس طرح ادا کرے۔"[2]

---

[1] "جاننا چاہئیے کہ عالم سب کا سب حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کا مظہر ہے۔ اگر مظہر میں حیات ہے تو اسی واجب تعالیٰ کی حیات کا آئینہ ہے اور اگر علم ہے تو اس کے علم کا آئینہ ہے اور اگر قدرت ہے تو اس کی قدرت کا آئینہ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ لیکن اس کی ذات کا عالم میں نہ کوئی آئینہ ہے نہ کوئی مظہر ہے بلکہ حق تعالیٰ کی ذات کو عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے اور کسی چیز میں شراکت نہیں۔ اگرچہ وہ اسم میں ہو یا وہ شراکت صورت میں ہو۔ ان اللہ لغنیٌّ عن العالمین۔ برخلاف اسماء و صفات کے کہ عالم کے ساتھ اتنی مناسبت رکھتے ہیں اور صوری مشارکت ان کے درمیان ثابت ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ میں علم ہے ممکن الوجود میں بھی اس علم کی

یہ رسالہ ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے ۔ اس میں حضرت مولانا نے اسلام
کے ان اسرار و معارف کے چہرے سے پردہ اٹھایا ہے جس کو تصوّف و احسان
اور تزکیہ قلوب کی روح رواں کہنا چاہئیے ۔ امام غزالی جیسے فلسفی اسلام
اور مفکر قرآن کا تبحر علمی تمام افراد امت پر روز روشن کی طرح عیاں ہے
مولانا لاہوری نے اس رسالے میں معرفت کردگار کی دعوت دی ہے کیونکہ جب
انسان عبدیت کی صف میں کھڑا ہو کر اپنے مالک حقیقی کی عظمت کا احساس
دل میں رکھ کر اپنے سر نیاز کو جھکانا چاہتا ہے تو اس کو کسی عارف راہ
طریقت کی احتیاج پیدا ہوتی ہے

من از طریق نہ پرسم رفیق مے جویم
کہ گفتہ اند نخستین رفیق بعدہٗ طریق (اقبال)

بقیہ حاشیہ صفحۂ سابق :- صورت ثابت ہے ۔ جس طرح وہاں قدرت ہے
یہاں بھی قدرت کی صورت ہے ۔ پر حساب ذات کے کہ عکس اس دولت سے
بے نصیب ہے اور اس کو قیام بذات خود حاصل نہیں ہے بلکہ عکس چونکہ
حق تعالیٰ کی صفات کی صورتوں میں مخفی ہے اس لئے سب کا سب وہی ہے
اور اس میں جوہریت کی بو نہیں اس کا قیام حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ
ہے ۔ تمام ممکنات کا قیوم حق تعالیٰ ہے ۔
(مکتوب نمبر ۲۵ ص ۱۲۲ دفتر دوم مصنفہ حضرت مجدد الف ثانی مرحوم)
۲؎ رسالہ شرح اسماء اللہ الحسنیٰ ص ۳
۱؎ زبور عجم ص ۱۶۰ علامہ اقبالؒ

اس رسالے کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص یقیناً اسماء اللہ الحسنیٰ اور صفات الٰہیہ کے اسرار و خواص تک بقدر استعداد و وجدان رسائی حاصل کر سکے گا ۔ اور پھر جس اسم الٰہی کو ورد زبان بنائے گا بفضل ایزد منعان روحانی لذت سے نوازا جائے گا ۔ اس رسالے میں طالب صادق کو بآسانی تقرب دربار احدیت اور رشتۂ عبودیت کو استوار کرنے کے رموز و نکات ہاتھ آ سکتے ہیں کیونکہ صفات الٰہی کا اس سے بہتر اور منزّہ تصوّر ہر لحاظ سے ناممکن ہے ۔ خدائی صفات میں مطہریت اور تخلّق و تعبّد کا عارفانہ ذکر یقیناً فردوسی اثرات رکھتا ہے ۔

کاش ! مسلمان اس منکوش صحیفہ کو بار بار پڑھنے اس میں تدبّر و تفکّر کرنے اور اس کے قدوسی نیوضات سے بہرہ مند ہونے کی سعی کریں ۔

مے لذّت بادہ ندانی بخدا تا نچشی

رسالہ

بہشت اور دوزخ کی پہچان

"اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں متنوعہ اقسام کی چیزیں پیدا کی ہیں اور ہر ایک چیز کی صورت سیرت ، خاصیت علیحدہ علیحدہ بنائی ہے ۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ شکل بھینس کی ہو اور اندر سے بکری ہو یا بظاہر گائے ہو اور اندر سے گدھا ہو ۔ اس پر انسان کو بھی قیاس کر لیجئے ۔ مسلمانوں کی دو قسمیں ہیں ۔ نیک اور بد اچھا اور برا ۔ بھلا مانس اور بدمعاش ۔ مومن کامل اور ناقص ۔ قانون اسلام کا پابند اور مخالف ۔" [1]

اس تمہید کے بعد مولانا رسالہ مذکورہ بالا کا لب لباب بیان فرماتے ہیں

"یہ چھوٹا سا رسالہ اس لئے ہدیۂ ناظرین ہو رہا ہے تاکہ وہ اپنے اقوال و اعمال کو اس آئینہ میں دیکھ کر پرکھ لیں کہ وہ قانون الٰہی کے موافق یا مخالف میں سے کس فہرست میں آسکتے ہیں ۔" [2]

---

[1] رسالہ "بہشت اور دوزخ کی پہچان" ص ۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

[2] ایضاً ص ۲

اب قرآن حکیم سے بہشتیوں کی علامات بیان کرتے ہیں :

۱ ۔ والذین اجتنبوا الطاغوت ان یعبدوھا و انابوا الی اللہ لھم البشری ۔ فبشر عباد [1]

۲ ۔ قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون والذین ھم عن اللغو معرضون والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون ۔ والذین ھم لفروجھم حافظون والذین ھم لامٰنتھم و عھدھم راعون والذین ھم علی صلوٰتھم یحافظون [2]

القصہ قرآن حکیم کی بائیس آیات سے اہل جنت کی علامات نقل فرماکر بارہ احادیث کو بھی اس ضمن میں بطور استشہاد پیش کیا ہے ۔

بعد ازاں چودہ آیات قرآنیہ اور نو احادیث مقدسہ سے اہل دوزخ کے نشانات کو نقل فرمایا ہے ۔

رسالہ کے آخیر پر دوزخ سے بچنے کا طریقہ بیان فرماتے ہیں

" برادران ملت ! جن جرموں کی سزا آپ سن چکے ہیں کہ دوزخ ہے اگر ان گناہوں کے ہونے کے بعد آپ چاہیں کہ دوزخ کی سزا سے بچ جائیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ گناہ ہونے کے بعد دل میں شرمندگی ہو اور سچے دل سے عہد

---

[1] سورہ زمر ۳۹ آیت ۱۷

[2] سورہ مومنون ۲۳ آیت ۹

کرلیں کہ آئندہ یہ گناہ نہیں کریں گے ۔ اسی کا نام
توبہ ہے ۔ اور ارادہ سے دروازہ اسی پر بخشش کے لئے
ماتھ پھیلائیں گے تو خالی نہیں آئیں گے[1] ۔ عن سلمان
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ربکم حیی کریم
یستحیی من عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردھما صفراً
(رواہ الترمذی وابوداؤد) دوسری حدیث : عن
ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ
یقبل التوبۃ العبد مالم یغرغر (رواہ الترمذی و ابن ماجہ)

زیر بحث رسالے کے چند صفحات کے مطالعہ سے قاری اپنی روزِ حیات کا محاسبہ کرے گا اور نہایت وثوق سے اپنے انجام کو بڑی حد تک معلوم کرلے گا ۔ اور یقیناً اصلاح اعمال کے درپے ہو جائے گا ۔ کیونکہ فطری استعداد[2] انسانی جذبات و خیالات کے حسن و قبح پر متنبہ کرتی رہتی ہے ۔ اگرچہ انسان عذرات[3] لنگ سے خواہشات کی زنجیروں میں جکڑا ہوا بدی کی راہوں میں بھٹکتا پھرتا ہے ۔

---

[1] رسالہ بہشتی اور دوزخی کی پہچان ص ۲۷ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم
[2] فالھمھا فجورھا وتقوٰھا (پارہ ۳۰ ۔ سورہ الشمس آیت ۸)
[3] بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ (سورہ قیامہ ۷۵ آیت ۱۵)

رسالہ

"خدا کی نیک بندیاں"

قولہ تعالیٰ - یاایّہاالذین اٰمنوا قوا انفسکم واہلیکم نارا ۶۶ : ۶

اس رسالے کے شروع میں مولانا مرحوم نے انہی کا ذکر فرماکر مسلمان بہنوں کو منعمِ حقیقی کے شکریہ اور عبادت کی ترغیب دلاتے ہیں - پھر دلائل عقلیہ میں بھی احسان مندی اور منت پذیری کے احسانات کا ثبوت پیش کرتے ہیں -

"ہمارا خدا وہ ہے جس نے مٹی سے انسان پیدا کیا - آسمان سے مینہ برسایا - کھانے کے لئے ہزاروں قسم کے میوہ جات ، ترکاریاں ، اناج اور پھر ہماری خدمت کے لئے قسم قسم کے جانور پیدا فرمائے - غرضیکہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے بیٹھیں تو حساب و شمار سے باہر ہیں - حیوانات میں محسن کی قدر کا جذبہ پایا جاتا ہے - کتّا سوکھے ٹکڑے کھا کر اپنے مالک کے سامنے دم ہلاتا ہے بلی گھر والوں کے پاؤں میں پھرتی ہے" [1]

---

[1] رسالہ "خدا کی بندیاں" ص ۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

اس سے آگے مولانا مسلمان عورتوں کو اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول کی قانون کی اہمیت یوں اجاگر کرتے ہیں :

"میری بہنو ! لڑکی کا اصل خاندان میں سے ہونا
سلیقہ شعار ہونا ، حسن و کمال ظاہری میں اپنی
ہم جولیوں سے اچھی ہونا ، خدا تعالیٰ کی نظر میں
ہیچ ہے ۔ اگر تمہارے دل میں خوف خدا نہیں ،
تمہارے جسموں میں اس کی بندگی کا حق ادا کرنے کا شوق نہیں ،
تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری کوئی قدر و قیمت نہیں ۔" [1]

مولانا فرماتے ہیں کہ اس مختصر رسالے میں صرف ایک آیت اور ایک حدیث شریف پیش کی جاتی ہے ۔

قولہ تعالیٰ : ان المسلمین والمسلمات والمؤمنین والمؤمنات والقانتین
والقانتات والصّٰدقین والصّٰدقات ۔ والصّٰبرین والصابرات والخاشعین
والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات
والحافظین فروجہم والحافظات والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات
اعد اللہ لہم مغفرۃ واجراً عظیماً ۔ [2]

---

[1] عبارت ماخوذ از رسالہ "خدا کی نیک بندیاں" مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم ص ۵

[2] شان نزول : ۔ ام عمارہ انصاریہ سے روایت ہے ۔ وہ کہتی ہیں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی ۔ میں نے عرض کیا مجھے تعجب ہے ہر چیز مردوں ہی کے حق میں نازل ہوتی دیکھتی ہوں اور میں نہیں دیکھتی کہ عورتوں کا

سابقہ آیت شریفہ سے مولانا دین شرطیں جن پر مالک اللہ تعالیٰ کا وعدہ

مغفرت اور نجات یاد دلاتے ہیں اور ان کی شرائط کا نہایت اختصار سے لیکن

جامع تعارف بھی پیش فرماتے ہیں :

"اسلام[1] :- اسلامی شریعت جو حکم دے اس پر عمل

کرکے دکھانا اسلام ہے - مثلاً شریعت کلمۂ توحید پڑھنا

نماز پڑھنا ، رمضان کے روزے رکھنا - زکوٰۃ ادا کرنا -

حج کرنا ضروری قرار دیتی ہے - لہذا ان امور پر عمل

کرنا اسلام ہے -

ایمان :- فقط ظاہری احکام کا بجا لانا بارگاہ الٰہی میں

قبول ہونے کے لئے کافی نہیں - جب تک دل سے ان

چیزوں کو سچا نہ جانے جن کے متعلق اسلام دل کی تصدیق

چاہتا ہے -

قنوت :- قنوت کے معنی مطلق فرمانبرداری بھی ہے اور

اخلاص بھی - ہر عمل حبات ریا سے پاک ہو اور

اخلاص پر مبنی ہو -

صدق :- اللہ تعالیٰ کے قبول بندوں کی صفت سچ بولنا ہے -

بقیہ حاشیہ صفحۂ سابق : حکم یعنی کسی میں آیا ہو - اس کے بعد یہ آیت

نازل ہوئی (ترمذی شریف) حیدر نامہ تفسیر سورہ احزاب ص ۴۹ سے ۳ ملخص

[1] رسالہ "خدا کی بیٹ بیٹیاں" ص ۱۰ - ۱۱ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

رسول خدا نے فرمایا ہے کہ ایک آدمی جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ
بولتے بولتے یہاں تک نوبت آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ
میں اسے جھوٹوں کی فہرست میں لکھا جاتا ہے۔

صبر :۔ پانچویں صفت صبر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو
حکم ملے اس پر ہمت سے عمل کرنا۔

خشوع :۔ بارگاہ خداوندی میں نہایت عاجزی کی چھٹی صفت
عاجزی کرنا ہے۔ زبان سے عاجزی کرنا اور باقی اعضاء کی عاجزی
نماز میں رکوع و سجود ادا کرنے سے ہوتی ہے۔

صدقہ :۔ ساتویں صفت خیرات کرنا ہے۔ عورتوں[1] کی عادت
ہے کہ برادری میں بیاہ شادی کی رسموں پر ہزاروں میں
ہزاروں روپیہ خرچ کر دیتی ہیں لیکن کسی بیوہ یتیم یا
یتیم بچے یا کسی دین کے کام میں چندہ کے لئے کہا جائے
تو چار پیسے خرچ کرنا بھی بار گراں کرتی ہیں۔

صوم :۔ آٹھویں صفت روزہ رکھنا ہے۔

---

[1] رسالہ خدا کی نیک بندیاں ۔ ص ۱۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

حفظ الفروج :- " خدا تعالیٰ کی نیک بندیوں کی تعریف[1] پاک دامن ہونا ہے"۔

کثرت ذکر :- " اللہ تعالیٰ[2] کی نیک بندیوں کی دسویں صفت اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرنا ہے ۔"

حضرت مولانا نے ابتدائی مضمون میں فرمایا کہ اس رسالے میں ایک آیت اور ایک حدیث کی تشریح پر اکتفا کیا جائے گا ۔ عن[3] ابن عمر عن النبی قال کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ والامیر راع والرجل راع علی اہل بیتہ والمرءۃ راعیۃ علی بیت زوجہا وولدہ فکلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ

اپ نہایت اختصار سے اس کی تشریح کرتے ہیں ۔ پھر حفاظت مال پر قلم اٹھاتے ہیں :

" مرد کا کمایا ہوا مال عورت کے پاس امانت ہے ۔ بعض عورتوں کی عادت ہے کہ اگر ان کے اپنے رشتے دار آجائیں تو دودھ ، مٹھائی ، پھل ، حلوہ ، گوشت ، سویاں اور پلاؤ وغیرہ دل کھول کر پکاتی ہیں ۔ مرد اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے ۔ایسا کرنا خیانت ہے ۔ کھلانے والی گنہگار اور کھانا شرعاً حرام ہے ۔ مسلمان بہنو ! مرد کی مرضی کے بغیر اس کے مال سے کپڑا خرید کر اور پہن کر نماز بھی پڑھوگی تو قبول نہیں ہوگی ۔"[4]

---

[1] رسالہ خدا کی نیک بندیاں ص ۱۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم
[2] ایضاً ــــــــــــ ص ۱۴
[3] بخاری شریف جلد دوم ص ۷۸۳
[4] رسالہ خدا کی نیک بندیاں ــ ص ۲۰ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

حفاظت اولاد :- مولانا نے نہایت سادہ الفاظ میں حفاظت اولاد کے
سلسلے میں نہایت معنی خیز اور کار آمد ہدایات بیان فرمائی ہیں جو اس رسالے
کی جان ہیں - لہذا ہم اس کی تلخیص ترک کیے بغیر کرنا ضروری سمجھتے ہیں -

" مرد فکر معیشت میں باہر جاتا ہے اولاد گھر میں ماں
کے پاس رہتی ہے - ماں اگر جھوٹ نہیں بولتی ، گلہ نہیں کرتی
نماز کی پابند ہے - روزہ رکھتی ہے - قرآن حکیم کی تلاوت
کرتی ہے - گالی گلوچ نہیں دیتی تو بچوں اور بچیوں کے
اندر بھی اس قسم کے اوصاف حمیدہ پیدا ہو جاتے ہیں اور
اگر ماں جھوٹی ہے گلہ کرنے والی ، بد زبان ، فضول خرچ
اور بے دین ہے تو بچوں کے اندر بھی وہی بری صفتیں پیدا
ہوں گی اور یہ بچپن کی برائیاں آخر عمر تک جاتی ہیں
جس کے نتائج دنیا اور آخرت میں بھگتنے پڑیں گے - اور یہ
سب نالائق ماں کا بیج بویا ہوا ہے -" [1]

مولانا اس کی بہت شکایت کرتے ہیں کہ مائیں بچوں کی تربیت اور دینی
تعلیم کا کم خیال رکھتی ہیں - ان کو اچھے کپڑے پہنانا ، اچھا کھلانا پلانا ،
بیمار ہو جائے تو حکیم یا ڈاکٹر سے علاج کروانا اور پال پوس کر جب گھر

---

[1] رسالہ خدائی نیک ہدایات ، ص ۲۱ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

سنبھالنے کے قابل ہو جائے تو شادی کرنے دینے سے ہم نے فرض ادا کر دیا ۔
اس بات کا مطلق خیال نہیں کرتیں کہ بچوں کو اس خدا تعالیٰ کی پہچان کرائیں
جس نے انہیں پیدا کیا ۔ اس کی بندگی کا حق ادا کرنے کی تلقین کریں ۔

اس رسالے پر چند علماء کرام کی تصدیقات موجود ہیں ۔ جو ہر لحاظ
سے قابل تحسین ہیں ۔ ان لوگوں نے نہایت بے لوث طریقے سے رسالے کی
دینی افادیت کو اجاگر کرنے کی کوشش فرمائی ہے ۔ چونکہ مولانا نے عورت کو
دینی فرائض و حقوق سے آگاہی دلائی ہے لہذا اس صنف کی رہنمائی کو تمام
حضرات نے نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے ۔

فصل

—— حقوق و فـــــرائض ——

تمام شرائع اور عقلی نظریات کے آئینہ میں جب انسان کی خلافت ارضی کے جزئیات پر ناقدانہ نظر ڈالی جاتی ہے تو حقوق و فرائض کے تار و پود کے سوا اس میں کوئی اور چیز کم ہی ملتی ہے۔ انسان مخلوق ہے۔ حاکم بھی ہے۔ محکوم بھی ہے اور بالطبع مدنی ہے اور یہی وہ ممتاز ترین اور اشرف مخلوق ہے جس کے متعلق خالق ارض و سما نے اپنی آخری کتاب ہدیٰ میں اعلان فرمایا ہے۔ خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ گویا تحت الثریٰ کے آخری ذرّے سے لے کر فلک الافلاک کے آخری کنارے تک موالید ثلاثہ اور فلکیات کے تمام کرّات کا تعلق حیات انسانی سے ہے۔ سنّ شعور سے لے کر لحد قبر تک انسان حقوق و فرائض کے میدان کا شہسوار ہے حقوق کی ادائیگی اور ہمہ وقت فرض پر آمادگی و تصرّف اس کی فطرت کا اقتضاء ہے۔

خداوند عالم نے قرآن حکیم میں حقوق و فرائض کی بجا آوری کا جا بجا حکم دیا ہے[1] اور رسول انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان وحی ترجمان سے اس کی وضاحت بیان فرمائی ہے[2]۔ حقوق والدین، اولاد کا حق، حقوق زوجین

---

[1] وفی اموالھم حق للسائل والمحروم (ذاریات ۵۱ آیت نمبر ۱۹)

وآت القربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل (بنی اسرائیل ۱۷ آیت نمبر ۲۶)

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا و بالوالدین احسانا و بذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم

(سورہ نساء ۴ آیت ۳۶)

اہل قرابت کے حقوق ، ہمسایہ کے حقوق ۔ یتیموں کے حقوق ۔ بیوگان کے حقوق ۔ حاجتمندوں کے حقوق ۔ بیمار کے حقوق ۔ غلاموں کے حقوق ۔ مہمان کے حقوق ۔ مسلمانوں کے باہمی حقوق ۔ انسانی برادری کے حقوق اور جانوروں کے حقوق غرضیکہ حقوق کا ایک غیر ختامی سلسلہ چلا گیا ہے ۔ دراصل اسلام کیا ہے ؟ عبادات اور حقوق و فرائض کی منظم اور تشریحی صورت ہے ۔

متقدمین اور متاخرین علماء کرام نے اپنی اپنی دینی بصیرت کے لحاظ سے حقوق و فرائض کی یاد دہانی کے لئے ہزاروں بلکہ لاکھوں صفحات حوالہ قلم کئے ہیں ۔ اس سلسلے میں مولانا احمد علی لاہوری علیہ الرحمہ کی مساعی جمیلہ کا نہایت اختصار سے جائزہ لیا جاتا ہے ۔

حاشیہ صفحہ سابق :-

۱ ان لزوجک علیک حقا و لزورک علیک حقا ولاہلک علیک حقا (بخاری شریف) دوسری جگہ : قال لنفسک علیک حقا ۔ فان لجسدک علیک حقا و لعینک علیک حقا ۔ باب صیام التطوع مشکوۃ شریف ص ۱۹۶، ۱۷۰

رسالہ

(خدا کی وصیتیں)

" برادران اسلام ! ہمارا یہ ایمان ہے کہ ہم خدائے قدوس کے بندے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں ۔ یہ دنیا فانی ہے ۔ ہم سب کو مر کر خدا کے روبرو کھڑے ہو کر اپنے عملوں کا حساب دینا ہے ۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم دنیا میں وہ راستہ تلاش کریں جس پر چلنے سے خدا تعالے راضی ہو ۔" [1]

اب مولانا حقوق کی تفصیل پیش کرکے اس کی مختصر تشریح بیان کرتے ہیں ۔

" حقوق کا اجمالی نقشہ "

اللہ تعالی کا حق ۔ رسول خدا کا حق ۔ قرآن مجید کا حق ۔ اسلام کا حق ۔ والدین کا حق ۔ عورت کا حق ۔ مرد کا حق ۔ اولاد کا حق ۔ رشتہ داری کا حق ۔ عام مسلمانوں کا حق ۔ ہمسایہ کا حق ۔ مال کا حق ۔ دنیا کا حق ۔ آخرت کا حق ۔

" خدا تعالے کا حق "

خدا تعالی ایک ہے ۔[2] سارے جہاں کو فقط اسی نے بنایا ہے ۔[3] سارے[4]

---

[1] رسالہ خدا کی وصیتیں ص ۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

[2] والھکم الہ واحد (سورہ بقرہ ۲ آیت نمبر ۱۶۳)

[3] وھوالذی خلق السموت والارض بالحق (انعام ۶ آیت ۷۳)

[4] وللہ ملک السموت والارض (آل عمران نمبر ۳ آیت ۱۸۹)

جہاں کا حفظ وہی مالک ہے۔ سارے جہاں کا انتظام فقط اللہ تعالیٰ[1] ہی کرتا ہے۔ رزق کا انتظام[2] اسی کے قبضہ میں ہے۔ غیب داں[3] فقط اللہ تعالیٰ ہے۔ اولاد دینا فقط اللہ تعالیٰ[4] کا کام ہے۔ فقط اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو۔ مولانا نے پہلے اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر ثابت کیا۔ توحید، حاکمیت، بادشاہت ہر طرح کی تمام کی بات ذو رزاقیت، قدرت اور علم محیط میں غیر کی شرکت کا شائبہ بھی تسلیم نہ کیا جائے اور یہی چیز عقیدہ توحید کی روح ہے۔

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حق"

قولہ تعالیٰ: وما ارسلنا[5] من رسول الا لیطاع باذن اللہ

"اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں مسلمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنائیں اور شب و روز کا وہی دستور العمل بنائیں جو آپ کا تھا۔"

---

1. ان الحکم الا للہ (سورہ یوسف ۱۲ آیت ۴۰)
2. فی السماء رزقکم وما توعدون (سورہ ذاریات[51] آیت ۲۲)
3. وللہ غیب السموت والارض (سورہ نحل[16] آیت ۷۷)
4. یہب لمن یشاء اناثا و یہب لمن یشاء الذکور او یزوجہم ذکرانا و اناثا و یجعل من یشاء عقیما (شوری ۴۲ آیت ۵۰)
5. سورہ نساء[4] آیت نمبر ۶۴

"قرآن حکیم کا حق"

قولہ تعالیٰ : انّ ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم (بنی اسرائیل ۱۷ : ۹)

"قرآن پاک ہدایت ہے۔ مسلمان کا فرض ہے کہ شاہنشاہ حقیقی عزّ اسمہ وجلّ مجدہ کے فرمان (قرآن مجید) کو اپنی زندگی کا دستورالعمل بنائے ۔ تاکہ دنیا اور آخرت کی ذلّتوں سے بچ جائے۔" [1]

"اسلام کا حق"

قولہ تعالیٰ : وامرت ان اسلم لربّ العٰلمین (سورہ مومن) [2]

جو شخص عملی طور پر اللہ تعالیٰ کا تابع فرمان نہیں بنتا اور مسلمان کہلاتا ہے تو اس کا دعویٰ زبانی ہے ۔ جو شخص پلاؤ ، قورمہ ، بریانی ، کباب کی زبانی تعریف کرتا ہے کیا اس کا پیٹ بھر جائے گا ۔ ہرگز نہیں ۔ یہی حال بد عمل اسلام کے مدّعی کا ہے ۔"

"والدین کا حق"

اب اس ضمن میں مولانا کے ارشادات گرامی سنیے :

"ماں باپ سے ہر طرح نیکی کرو ۔ خواہ کافر ہی کیوں نہ ہوں اور غصہ میں آکر ان کو کسی غلطی پر ادنیٰ لفظ "ہوں" کا بھی نہ کہو اور ادب کے لحاظ سے ان کے روبرو انسان اپنے کو حقیر خیال کرے اور ان کے حق میں ہمیشہ دعائے خیر کی جائے ۔" [3]

---

۱ - رسالہ خدا کی رضا ص ۱۳ ۲ - ایضاً ۳ - ایضاً ص ۱۲

"عورت کا حق مرد پر"

عورتوں کو مہر[1] خوشی سے ادا کرنا ، عورتوں سے اچھا[2] سلوک کیا جائے ۔ ان کو دکھ دینے کی نیت[3] سے اپنے نکاح میں مت بند رکھو ۔ تاکہ تم ان پر زیادتی کرو اور عورتوں کا[4] مردوں پر ویسا ہی حق ہے جیسا کہ مردوں کا عورتوں پر ہے اور مردوں کو عورتوں پر ایک قسم کی فضیلت حاصل ہے ۔

مولانا مذکورہ بالا قرآنی مفہومات کی تشریح نہایت موثر انداز میں فرماتے ہیں ۔

"مرد کا حق"

قولہ تعالیٰ : الرّجال قوّامون[5] علی النساء

قولہ تعالیٰ : فالصالحات قانتات حافظات للغیب[6] بما حفظ اللہ

۱؎ واتوا النساء صدقاتھن نحلۃ الخ نساء ۴ آیت نمبر ۴

۲؎ وعاشروھن بالمعروف نساء رکوع ۳ آیت نمبر ۱۹

۳؎ ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا سورہ بقرہ ۲ آیت ۲۳۱

۴؎ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف سورہ بقرہ ۲ آیت ۲۲۸

۵؎ سورہ نساء ۴ آیت نمبر ۳۴

۶؎ سورہ نساء ۴ آیت ۳۴

"عورت مرد کو اپنا حاکم سمجھے اور حاکم بھی وہ
جسے اللہ تعالی نے اس کا حاکم تجویز کیا ہے ایسے
حاکم کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے"[1]

"اولاد کا حق"

مولانا فرماتے ہیں :

"باپ کے ذمہ فرض ہے کہ اولاد کی جسمانی تربیت
کرے اور پھر ان کو دوزخ کی آگ سے بچائے - ان کو
کتاب و سنّت کی تعلیم دلائے -"

"رشتہ داروں کے حقوق"

یسئلونک ماذا ینفقون - قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین
والیتمی والمسکین وابن السبیل وما تفعلوا من خیر فان اللہ بہ علیم [2]

مولانا فرماتے ہیں :

"اللہ تعالی کی رضا حاصل کرنے کے لئے جو مال خرچ
کیا جائے اس میں والدین اور رشتہ داروں کا بھی حق ہے بلکہ
اپنے محتاج رشتہ داروں میں خرچ کرنے سے دگنا ثواب ملتا
ہے - البتہ ان کی خوشنودی کے لئے مصرف خرچ

---

[1] رسالہ خدا کی دوستی ص ۱۸ - ۱۹ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم
[2] اپنے x x حق سورہ بقر رکوع ۲۶ آیت نمبر ۲۱۵

کی اجازت نہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
الا صاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ۔ رشتہ داروں کے ساتھ
صلہ رحمی کرو ۔ قطع رحمی نہ کرو ۔" [1]

" ہمسایہ کا حق "

قولہ تعالی :۔ واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا [2] و بالوالدین احسانا وبذی
القربی والمسکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب (سورہ نساء
رکوع ۲ آیت نمبر ۳۶)

پھر اس کے بعد مال کا حق ۔ دنیا کا حق اور آخرت کا حق بیان فرماتے
ہیں ۔

" مال کو خدا کی طرف سے امانت جانے اور نیک کاموں میں
خرچ کرے ۔ دنیا کے عیش کو مقصود بالذات نہ بنائے
بلکہ اسباب دنیاوی کی اصلاح کے لئے صرف کرے ۔ ورنہ اس
سے بڑھ کر کوئی جاہل غیر مآل اندیش کوتاہ نظر اور فریب
خوردہ نہیں ہوگا ۔" [3]

---

[1] رسالہ خدا کی مرضی ص ۲۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

[2] سورہ نساء آیت نمبر ۳۶

[3] رسالہ خدا کی مرضی ص ۲۲ ، ۲۵ ، ۲۶ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

رسالہ

"مسلمان عورت کے فرائض"

قولہ تعالیٰ : من عمل صالحاً من ذکر او انثیٰ وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ۔[1]

مولانا دنیا اور آخرت کی رنگینیوں کا موازنہ فرماتے ہیں ۔ دونوں جہانوں کے اسباب راحت و آرام پر تبصرہ کرتے ہیں ۔ عورتوں کو مخاطب کرکے ان کو مسلمانہ زندگی کے فرائض سے آگاہ کرتے ہیں اور ساتھ ہی حقیقی عزت (آخرت کی کامرانی) کا دار و مدار عمل صالح پر قرار دیتے ہیں ۔ نجات اخروی اعمال حسنہ اور خصائل ستودہ کے بغیر ناممکن ہے ۔

مولانا کی زبان سے محولہ بالا رسالہ کی غرض و غایت حسب ذیل ہے :

"عزیز بہنو ! اس چھوٹے سے رسالے کا مقصد یہ ہے کہ
تمہارے ذمہ جو فرائض ہیں ان سے آپ کو آگاہ کیا جائے
تاکہ ان پر عمل کرکے تم بارگاہ الٰہی میں عزت پاؤ" ۔[2]

فرائض کی اجمالی فہرست :۔ اللہ تعالیٰ کا حق ۔ رسول اللہ کا حق ۔ ماں باپ کا حق ۔ رشتہ داروں کا حق ۔ اولاد کا حق ۔ خاوند کا حق ۔ پڑوسی کا حق ۔ باقی لوگوں کا حق ۔

---

[1] سورہ النحل ۱۶/ رکوع ۱۳ پارہ ۱۴ آیت ۹۷

[2] رسالہ "مسلمان عورت کے فرائض" ص ۲ مصنفہ مولانا احمد علی

مولانا اللہ تعالیٰ کی خصوصی صفات بیان فرماتے ہیں ۔ اس سلسلے

میں ہم " خدا کی موت " رسالہ کے ضمن میں تفصیل سے تحریر کر چکے ہیں ۔

مولانا نے اس ضمن میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے

" عن معاذ قال قلت یا رسول اللّٰہ ۔ اخبرنی بعمل

یدخلنی الجنّۃ و تباعدنی من النّار ۔ قال لقد سالت عن

امر عظیم ۔ انّہ یسیر علی من یّسرہ اللّٰہ تعالیٰ علیہ لعبد

اللّٰہ ولا تشرکہ شیئا ً و تقیم الصلوٰۃ و توتی الزکوٰۃ و تصوم

رمضان و تحجّ البیت ۔" (الحدیث)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حق بیان کرتے ہوئے بھی مولانا نے ایک

حدیث بیان فرمائی ہے جس کا لب لباب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو ماں باپ سے بڑھ کر آپ کی محبت عزیز ہونی چاہیئے ۔

" ماں باپ کا حق "

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رغم انفہ

رغم انفہ قیل من یا رسول اللّٰہ ۔ قال من ادرک والدیہ عند الکبر

احدھما اوکلاھما ۔ لم یدخل الجنّۃ " (رواہ مسلم)

رشتہ داری کا حق بیان کرتے ہوئے احادیث مقدسہ سے استشہاد

کرتے ہیں ۔ عن جبیر ابن مطعم قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یدخل

الجنّۃ قاطع (متفق علیہ) مشکوٰۃ شریف باب البر والصلۃ ص ۴۱۹

مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور

اولاد کا حق بیان کرتے ہوئے مولانا احادیث مقدسہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور اس کے بعد عام ہدایت کے کلمات آپ کی زبان پر جاری ہوتے ہیں :

"دنیا دار اکثر بیٹیوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جب بیٹی پیدا ہوتی ہے تو خوش نہیں ہوتے۔ ان کی خدمت کو بوجھ خیال کرتے ہیں "[1]

"عزیز بہنو! غور کرو تو حدیث کی رو سے دو بیٹیاں آخرت میں وہ کام آتی ہیں کہ بیٹے سو بھی کام نہیں آ سکتے۔ اس سے بڑھ کر کوئی شرف ہو ہی سکتا کہ قیامت کے دن سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ تمہیں بہشت میں جگہ ملے۔"

اس کے بعد مولانا جدید تعلیم نسواں اور اس ماحول پر نہایت کڑی تنقید فرماتے ہیں۔

"میری بہنو! آج کل بڑے شہروں میں لڑکیوں کی تعلیم کی طرف بڑی توجہ ہے۔ لڑکیاں سکولوں اور کالجوں میں تعلیم پا رہی ہیں۔ وہاں دینی تعلیم نہیں دی جاتی۔ اس تعلیم

---

[1] رسالہ مسلمان عورت کے فرائض ص ۱۱ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

جدید کے نصاب سے خوف خدا ، محبت الہی ، فکر عاقبت ، نجات آخرت کے ذرائع بتلانا ، ان پر عمل کروانا حرف غلط کی طرح مٹا دیا گیا ہے ۔ بلکہ ان کو گانا بجانا سکھایا جاتا ہے ۔ ڈرامہ ، سنیما عورتوں کی تعلیم کا جزو بنائے جا رہے ہیں ۔ خود ہی اندازہ کر لو کہ اس تعلیم کے کیا نتائج نکلیں گے ۔ لہذا یہ نہ سمجھنا کہ تعلیم دلا کر تم عند اللہ بری الذمہ ہو جاؤگی ۔" [1]

" خاوند کا حق "

" میری بہنو ! مسلمانوں کے گھر پیدا ہونے سے تمہاری نجات نہیں ہوگی ۔ بعض عورتیں مردوں کو اپنا تابع بنانا چاہتی ہیں کہ مرد جو کمائے ان کی ہتھیلی پر لا کر رکھ دے ۔ نہ ماں کو دے ۔ نہ باپ کی خدمت کرے ۔ نہ کسی بہن بھائی کا حق ادا کرے ۔ ایسی صورت میں اگر مرد نے بیوی کا کہا مان لیا تو دونوں ہی دوزخ کا ایندھن بنیں گے وما علینا الا البلاغ ۔" [2]

---

[1] رسالہ مسلمان عورت کے فرائض ص ۱۵ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

[2] ایضاً ص ۱۲

اب اس ضمن میں ارشاد نبی کریم پیش کرتے ہیں :

"عن ابو ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لو کنت امر احدا ان یسجد لاحد لامرت المراۃ ان تسجد
لزوجہا ۔" [1]

اب مولانا "مرد کی ناراضی کے اسباب" [2] پر بہت خاص تبصرہ فرماتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں کہ اس قسم کی غلطیوں سے مسلمان عورت کو ہر لحاظ سے بچنا چاہئیے ۔

"پڑوسی کے حقوق"

اب مولانا "مسلمان عورت کے فرائض" میں ہمسایہ کے حقوق پر زور دیتے ہیں ۔ کیونکہ ہمسایوں کے ساتھ مروت برتاؤ کا تعلق مستورات ہی سے ہوتا ہے ۔

---

[1] [illegible] (رواہ ترمذی)

[2] عورت کا بد زبان ہونا ۔ بعض عورتیں مرد کے ماں باپ کو برا بھلا کہہ دیتی ہیں ۔ عورت کا فضول خرچ ہونا مرد کی مرضی کے بغیر عورت گھر سے باہر جائے ، خواہ رشتہ داروں کے گھر ہی جائے جن لوگوں کے سامنے مرد عورت کا کھلے منہ جانا پسند نہیں کرتا ان ہی کے سامنے جانا "
(رسالہ "مسلمان عورت کے فرائض" ص ۱۷) ۔

"عام انسانوں کے حقوق"

عن جریر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس[1] ۔ مولانا کے ارشادات گرامی :

"عزیز بہنو ! اگر تم چاہتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے تو تمہیں چاہئیے کہ ہر ایک انسان پر (خواہ مسلمان ہو یا کافر) رحم کرو ۔ پرند چرند اور حیوانات پر رحم کیا کرو ۔ گائے ، بھینس ، بھیڑ ، بکری وغیرہ کو وقت پر پانی نہ پلانا ، کم چارہ کھلانا ، ہر وقت باندھے رکھنا ، ان کے بچوں کو بھوکا مارنا اور سارا دودھ لینا سراسر ظلم ہے "[2]

اس موضوع جریدہ پر علماء کرام نے تقریبات نظم میں ہم صرف ایک ہی نقل کرتے ہیں :

" علماء امت نے صنف ذکور کی طرف ہی زیادہ تر اپنی توجہ مبذول فرمائی ہے اور صنف نسواں کی طرف کما حقہ التفات نہیں فرمایا ۔ اس امر کو محسوس کرتے ہوئے محی السنۃ قامع البدعۃ اخلاص مجسم حضرت مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین

---

[1] متفق علیہ مشکوٰۃ شریف باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق ص ۴۲۲

[2] "مسلمان عورت کے فرائض" ص ۲۰ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

نے اصلاح نسواں کا سلسلہ جاری فرمایا ۔ یہ رسالہ اصلاح نسواں کے لئے نہایت مفید ہے ۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو اجر جزیل اور طبقۂ نسواں کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عنایت فرمائے ۔ وہو الموفق والمستعان " [1]

---

[1] حضرت مولانا محمد خلیل صاحب سابق مفتی ریاست مالیر کوٹلہ)

رسالہ
"پیر اور مرید کے فرائض"

ما کان[1] لبشرا ان یوتیہ اللہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادا" لی من دون اللہ ا

برادران اسلام ! سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر چار فرائض عائد کئے گئے - ھوالذی[2] بعث فی الامیین رسولا" منھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین - اس آیت کے نقل کرنے کے بعد مولانا فرماتے ہیں :

" حاصل یہ نکلا کہ رسول اللہ کی صحبت سراپا اکسیر تھی جس کے باعث جاہل زیور علم سے آراستہ ہو جاتے تھے اور ان کا باطن کدورت بشری کے غبار سے پاک ہو جاتا تھا - ان کی زبان پر قال اللہ تعالے وقال الرسول تھا اور دل غرور ، تکبر ، انانیت ، جاہ طلبی ، زر طلبی حسد ، بغض اور کینہ سے قطعا" نا آشنا تھے - آج کل کی اصطلاح میں جس مسلک حق کو تصوف کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے یہ اس تزکیہ نفس کا تبدیل شدہ نام ہے -" [3]

---

[1] پارہ ۳ رکوع ۸ آیت ۷۹

[2] سورہ جمعہ ۲۸ پارہ آیت ۲

[3] رسالہ پیر اور مرید کے فرائض ص ۳ ، ۵ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم لاہوری

وکان السلف یسمّون اهل الدین والعلم القراء فیدخل فیهم العلماء والنسّاک ثم حدث بعد ذالک اسم الصوفیه والفقراء [1]

مولانا اس کے بعد احادیث سے ثابت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کی بیعت بدعت نہیں۔

اب حضرت مولانا اپنے بیان کی تصدیق کے لئے مندرجہ ذیل عبارت نقل فرماتے ہیں:

" طریقت اور شریعت کی نسبت : ۔ شریعت کے تین جز ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص۔ جب تک ان تینوں کی تکمیل نہ ہو شریعت کا حق ادا نہیں ہوتا اور جب شریعت کا حق ادا ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی۔ جو دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے اعلیٰ ہے و رضوان من اللہ اکبر۔ لہٰذا شریعت متضمن دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں کی کفیل ہے۔" [3]

---

[1] (الفرقان بین اولیاء الرحمن واولیاء الشیطان)
عبارت نقل از رسالہ پیر اور مرید کے فرائض مصنفہ حضرت مولانا احمد علیؒ ص ۵

[2] عن جریر بن عبداللہ قال بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والنصح لکلّ مسلم (متفق علیہ) مشکوٰۃ ص ۴۲۲
(بخاری ومسلم) مشکوٰۃ شریف باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق ص ۴۲۲)

[3] مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ العزیز جلد اوّل مکتوب سی و ششم نقل از رسالہ پیر اور مرید کے فرائض ص ۲ و ۷ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

اب مولانا طریقت اور حقیقت پر تبصرہ کرنے کے بعد "خاص احسان" کا عنوان قائم کرتے ہیں۔

"ہاں اگر وہب پروردگار کی رحمت نوازی کسی شخص میں فطرۃ یہ صلاحیت ودیعت فرمادے اور اس پر بلا طلب و جستجو کواڑ عرفان کی راہ میں کھل جائیں تو یہ قادر ذوالجلال کا خاص احسان ہے۔" ۱؎

اب شریعت محمدیہ کے خلاف چلنے والوں کا ذکر کرتے ہیں:

"حقیقت و طریقت کے دونوں مسلک شریعت اسلام کے خادم ہیں لہذا اگر کوئی شخص ایسی چیز پیش کرے جو شریعت کے خلاف ہو اور اس کو تصوف اور پیری سے منسوب کرے تو وہ مردود و ناقابل التفات ہے۔" ۲؎

"تقسیم عمل"

حضرت مولانا خیرالقرون قرنی کے دور صحابہ سے لے کر بعد کے ادوار کا تجزیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم و تزکیہ دونوں کے امام و معلّم تھے۔ حضور انور کی صحبت میں صحابہ کرام کے سینے نور علم سے منوّر ہوتے تھے۔ اس پر تزکیۂ نفس

۱؎ رسالہ پیر و مرید کے فرائض ص ۹

۲؎ رسالہ پیر اور مرید کے فرائض ص ۱۰ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

کا ایسا رنگ چڑھ جاتا تھا کہ ان کا سینہ حسد ، کینہ ، جاہ طلبی ، زر پرستی اور خود پسندی کی کدورتوں سے بالکل پاک ہو جاتا تھا ۔ پھر صحابہ کرام نے اپنے شاگردوں (تابعین) کو علم و عمل کی تعلیم دی ۔ ان دو چار قرنوں کے بعد جب رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کو زیادہ بُعد ہوا ۔ تو لوگ ثبات و استقلال کے جوہر سے عاری ہونے لگے اور فطرتوں کی بلندی زوال پذیر ہوئی اب علم و تزکیہ دو جداگانہ چیزیں قرار پائیں ۔ علمی خدمت کرنے والے علماء کرام کہلائے اور عملی رنگ چڑھانے والے صوفیاء عظام کہلائے ۔"[1]

علماء ربانی اور صوفیاء باکبار کے ساتھ مولانا نے علماء سوء کی بھی نشان دہی فرمائی ہے کہ ان کی زندگی کا نصب العین محض روٹی کمانا ، تعویز سے جینا ، مسلمانوں کو لڑا کر اپنے حلوے مانڈے کی خیر منانا ہے اور پھر اس جگہ ایک لطیفہ نقل فرماتے ہیں :

---

[1] رسالہ پیر اور مرید کے فرائض ص ۱۰ و ۱۱ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

"عزیزے شیطان لعین را دید کہ فارغ نشستہ است و از تضلیل و اغواء خاطر جمع ساختہ ۔ آں عزیز سرّ آں پرسید ۔ لعین گفت کہ علماء سوء ایں وقت دریں کار بامن مدد عظیم کردند ۔ و مرا ازیں مہم فارغ ساختند ۔ واقعی دریں زمان ہر سستی و مداہنتے کہ در امور شرعیہ واقع شدہ است ۔ و ہر فتورے کہ در ترویج ملت و دین ظاہر گشتہ است ہمہ از شومی علماء سوء است و فساد نیّات ایشاں ۔ آرے علماء آخرت از دنیا بے رغبت اند ۔ و از حبّ جاہ و ریاست و مال و رفعت آزاد اند ۔ از علماء آخرت اند و ورثۂ انبیاء اند علیہم الصلوٰت والتسلیمات و بہترین خلائق ایشانند ۔" [۱]

"جعلی صوفی"

"جعلی صوفی سے مراد خانہ ساز فقیر ہے جسے با خدا صوفیاء کرام کے اخلاق حمیدہ سے کوئی نسبت نہیں ہے ۔ ان کا سیاہ یا جوگیا لباس ترک لذّات کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ خوب پرلے درجے کے حریص ، طمّاع اور عیّار واقع ہوئے ہیں ۔" [۲] دراصل کھوٹے پیر اور جعلی صوفی دین کے دشمن ہوتے ہیں

---

[۱] مکتوب نمبر ۳۳ حصہ اوّل مصنفہ حضرت مجدد الف ثانی مرحوم

[۲] رسالہ "پیر اور مرید کے فرائض" ص ۱۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

"سچے پیر کی پہچان"

مولانا سچے پیر کی صفات حسب ذیل نقل فرماتے ہیں :

"پہلی[1] شرط :- اسے کتاب و سنت کا علم ہو - یہ ضروری نہیں ہے کہ پورا عالم ہو - بلکہ کم از کم تفسیر مدارک ، جلالین یا ان جیسی کوئی تفسیر کسی عالم سے پڑھی ہو اور حدیث میں کم از کم مصابیح السنۃ کی تحصیل ہو -

دوسری شرط :- عدالت اور تقوی - اس پر لازم ہے کہ کبائر سے اجتناب کرے اور صغائر پر مُصِر نہ ہو -

شرط سوم :- دنیا سے بے رغبت اور آخرت کا طالب ہو - ضروری عبادتوں کو ہمیشہ ادا کرے اور صحیح حدیثوں میں جو اذکار مروی ہیں - ان کو بالالتزام ادا کرے - اس کا دل یاد الٰہی میں ہر وقت شاغل اور باطن میں ہر وقت اسی کی دھن رہے -

چوتھی شرط :- لوگوں کو نیکی کا حکم کرے - برائی سے روکے - صاحب مروّت ہو اور عقل کامل سے موصوف ہو تاکہ جس چیز کا حکم کرے یا روکے اس پر اعتماد کیا جا سکے -

---

[1] (رسالہ قول الجمیل مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

پانچویں شرط :۔ مدت مدید بڑے بڑے صالحوں کی صحبت میں گزاری

ہو۔ان سے ادب سیکھا ہو۔

اب مولانا مرید صادق کے فرائض کا ذکر کرتے ہیں :

۱ ۔ مرید اپنا مقصد معیّن کرے

۲ ۔ بیعت سے پہلے چند روز پیر کی صحبت میں رہ کر اس کے

صفات کا خود مشاہدہ کرے ۔

۳ ۔ اندازہ لگائے کہ اس کو پیر کی صحبت میں اطمینان قلب حاصل

ہوتا ہے یا نہیں ۔

۴ ۔ استخارہ بھی کرے ۔

۵ ۔ مرید اپنے پیر کو معصوم نہ سمجھے ۔

۶ ۔ اگر پیر کا حکم صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم یا خالق کون و

مکان کے حکم کے خلاف ہو تو شرک فی الرسالۃ اور شرک باللہ

یقیں کرکے تعمیل نہ کرے ورنہ پہلی صورت میں مرید کافر اور دوسری

صورت میں مشرک ہو جائے گا (والعیاذ باللہ)[1]

محولہ بالا رسالہ پر علماء کرام کی تقریظات موجود ہیں جو کہ رسالے کی

اعتقادی اور عملی احادیث کی تحسین کا پہلو لئے ہوئے ہیں ۔

---

[1] رسالہ پیر و مرید کے فرائض ص ۱۹ ، ۲۰ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

فصل نمبر ۲

"اصلاح رسوم"

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الآخر وذکر اللہ کثیرا۔" ؎۱

قرآن حکیم نے اطاعت رسول خدا کو اطاعت الٰہی ؎۲ فرمایا اور مذکورہ بالا آیت کریمہ سے یہ امر بہ صراحت واضح ثابت ہے کہ سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کو پروردگار عالم نے اسوہ حسنہ فرمایا ہے گویا کہ آپ کی زندگی تا قیام قیامت حیات انسانی کے ہر دور کے لئے دنیاوی اور اخروی کامیابی کا بے بدل نمونہ ہے اور اس کی خلاف ورزی ہر اعتبار سے نامرادی و محرومی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا ؎۳۔ چونکہ نسل

؎۱ سورۃ احزاب ۳۳ آیت نمبر ۲۱

؎۲ "حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ رسول کی اطاعت کو عین اپنی اطاعت فرمایا ہے پس خدا تعالیٰ کی وہ اطاعت جو رسول اللہ کی اطاعت کے سوا ہو وہ حق تعالیٰ کی اطاعت نہیں اور اس مطلب کی تاکید و تحقیق کے لئے لفظ قد لایا تاکہ کوئی بوالہوس ان دونوں طاعتوں کے درمیان جدائی ظاہر نہ کرے۔"

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۱۵۲ ص ۲۵۸ مطبوعہ)

(باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ فرمائیں)

انسانی کو صراط مستقیم سے بھٹکانے کے لئے شیطان رجیم اور اس کے چیلے چانٹے یوم الحشر تک کارگاہ ہستی میں اپنے کام میں لگے رہیں گے اور ہر طریقے سے ابلیسی نظام کو کامیاب بنانے کی کوشش کرتے رہیں گے ۔ لہٰذا دین مصطفوی میں بھی رسومات باطلہ کا راہ پانا ممکن ہے اور اس کے تاریخی شواہد بھی موجود ہیں ۔

عہد نبوت ، عہد صحابہ اور تابعین کے مبارک زمانے کے بعد آہستہ آہستہ حرص و آز کے پتلے مذہبی لبادہ پہن کر مخلصین اور راسخین کی صفوں میں آگھسے ۔ میدان سیاست میں ملوکیت کے دلدادگان نے اسلامی جمہوری اقدار کو پامال کرنا شروع کر دیا ۔ چونکہ پروردگار عالم کو خیر الانام کی بقاء و

حاشیہ صفحۂ سابق :-

[2] ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی (ترمذی)

فضلت علی الانبیاء بست ۔ اعطیت جوامع الکلم ۔ ونصرت بالرعب و احلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجداً و طہوراً و ارسلت الی الخلق کافۃ و ختم بی النبیون (مسلم)

امت مرحومہ میں ابتداء[1] قرن اوّل سے صالحین کی جماعت اور ہر صدی میں ایسی بزرگ ہستیاں منصۂ شہود پر جلوہ گری کرتی رہیں اور آئندہ بھی کرتی رہیں گی۔ جن کی مساعیٔ جمیلہ و مشکورہ سے دین اسلام کا چہرہ روشن اور تاباں رہے گا۔ اگرچہ اس چہرہ پر بھی بدعات، عقائد باطلہ اور رسومات قبیحہ کا دور دورہ بھی نظر آتا رہے گا۔ جیسا کہ ادوار سابقہ میں حامیان دین کی اصلاحی سرگرمیاں اور اہالیان کی چیرہ دستیاں منظر عام پر آتی رہی ہیں۔ سابقہ سطور کے مطالعہ اور تعمق کی روشنی میں اب ہم حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری علیہ الرحمۃ کا اصلاح رسوم اور احیاء سنت کا عمل قدرے شواہد و ادلہ سے پیش کرتے ہیں۔

---

[1] لا تزال من امتی ظاہرین علی الحق حتی یاتیھم امر اللہ وھم ظاہرون (متفق علیہ) ترمذی شریف (ابواب الفتن ص۲)

ان اللہ تعالیٰ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ من یجدد لھا دینھا (ابو داؤد — حاکم — بیہقی)

"تذکرہ الرسوم الاسلامیہ"

اس رسالے میں مولانا نے ابتداء تحریر میں آیات قرآنیہ سے اتباع رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت اور مخالفت کرنے والوں کے انجام بد پر روشنی ڈالی ہے اور اس کے بعد اس تحریر کو مدینہ مسلمین کرنے کی غرض و غایت پیش کی ہے ۔

"برادران عزیز ! آپ کو اس مذکورہ الصدر عتاب سے بچا کر عنداللہ و عند الرسول سرخرو کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے سچے تابع فرمانوں کی رسوم صالحہ کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے خدا تعالیٰ سے مستدعی ہوں کہ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ قیامت کے دن دربار الٰہی میں سرخرو ہو کر پیش ہوں ۔" [1]

"بچہ پیدا ہونے کا دن"

بچہ پیدا ہونے کے بعد سب سے پہلے نہلا دھلا کر دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہنی چاہئے ۔ اس کے بعد تحنیک [2] مستحب ہے ۔

---

[1] ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی و نصله جهنم وساءت مصیرا" ۔ نساء ۴ آیت ۱۱۵)
(رسالہ ہذا ص ۵)

[2] عن عائشة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یؤتی بالصبیان فیبرک علیهم ویحنکهم

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۶۲ نقل از رسالہ تذکرۃ الرسوم الاسلامیہ
مرتبہ حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ

" عقیقہ کے احکام "

احادیث نبویہ[1] سے عقیقہ کے احکام بتاتے ہیں اور پھر باقی ضروری امور کی وضاحت بھی احادیث مقدسہ[2] سے ہی پیش کرتے ہیں ۔ گویا عہد حاضرہ میں عہد نبوی کی یاد کو زندہ کیا جا رہا ہے ۔ اب علماء احناف[3] کے اقوال "ضیا" نقل فرماتے ہیں ۔

" ختنہ کے احکام "

ختنہ کرنا مسلمانوں[4] کا مذہبی شعار ہے ۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس من الفطرۃ الاستحداد و الختان و قص الشارب و نتف الابط و تقلیم الاظفار ۔ اس موقعہ پر دعوت کرنا اگر غیر مذکورہ مشروع کاموں (گانا ، بجانا ، سودی قرضہ اٹھانا ، نام و نمود کے لئے دعوت کرنا) سے پرہیز کیا جائے تو کوئی مواخذہ نہیں ۔" —

---

[1] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغلام مرتهن بعقیقته یذبح عنه یوم السابع ویسمی و یحلق عن الغلام شاتان وعن الجاریة شاة (رسالہ مسلم) مشکوٰۃ ص ۳۶۲ باب العقیقہ

[2] وعق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الحسن بشاۃ وقال یا فاطمہ احلقی راسه و تصدقی بزنة شعرہ فضة ۔ مشکوٰۃ شریف باب العقیقہ ص ۳۶۲

[3] عقیقہ مستحب ہے ۔ اگر ساتویں دن نہ ہو سکے تو چودھویں دن اور اگر اس دن بھی نہ ہو سکے تو اکیسویں دن ۔ عقیقہ میں بھیڑ ، بکری ، دنبہ خواہ نر ہو یا مادہ سب جائز ہیں ۔ گوشت کی تقسیم تین حصے کر لیں ۔ ایک حصہ فقراء اور مساکین کو ۔ دو حصے اپنے اور اپنے رشتہ داروں اور ہمسایوں پر خرچ کرے ۔ (رسالہ ہذا ص ۸)

منگنی کے احکام

" اپنے کفو سے سب سے زیادہ دیندار اور خوش خلق لڑکے سے نسبت کرنا چاہئیے ۔ کسی رسم و رواج کی ضرورت نہیں ۔ اگر بالمشافہہ معاملہ طے ہو جائے تو بھی منگنی ہے ۔ لڑکے اور لڑکی کی عمر کا تناسب بھی ملحوظ رہے ۔" ؎۱

سنت طریقہ کا نکاح

اب حضرت علی اور حضرت فاطمہ ؎۲ کی شادی کا ذکر فرماتے ہیں اور مسلمانوں کو بایں الفاظ ہدایت کرتے ہیں :

" لڑکی کی رخصتی پر کسی قسم کا تکلّف نہیں ہونا چاہئیے ۔ چنانچہ رسول خدا نے حضرت فاطمہ کو امّ ایمن کے ہمراہ حضرت علی کے گھر بھیج دیا تھا۔ دیکھو یہ دونوں جہان کی شہزادی کی رخصتی ہے جس میں نہ دھوم ہے نہ دھام ۔ نہ میانہ ہے نہ پالکی نہ پکھیر وغیرہ۔

حاشیہ صفحہ سابق :- ؎۱ رسالہ ہذا ص ۹ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

؎۱ رسالہ ہذا ص xx ۱۰ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

؎۲ " احباب کو بلانا سنتوں میں ہے ۔ حضرت فاطمہ کے نکاح پر حضرت انس کو حضور اکرم نے فرمایا کہ جاؤ اور ابوبکر و عمر و عثمان اور طلحہ و زبیر اور ایک جماعت انصار کو بلا لاؤ "۔

(رسالہ ہذا ص ۱۱ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

رسم نہیں خلافِ شرع ہے۔ اس رسم قبیحہ سے بچیں۔ بالخصوص جبکہ مسلمان اور ذمہ دار پڑھے لکھے قرضہ سودی اٹھالیتے ہیں۔

اب رسالہ کے اختتام پر حسابِ میراث کے متعلق شرعی احکام کا تذکرہ کرتے ہیں:

"ہر مسلم کا فرض ہے کہ ان رسوم اسلامیہ کی خود پابندی کرے اور رشتہ داروں اور دوست احباب کو ان کی پابندی کی ترغیب دے اور جو ان رسوم کا لحاظ نہ رکھیں تو ان لوگوں کی خلافِ شرع رسوم میں ہرگز شرکت نہیں کرنا چاہئیے۔"

---

* شہادۃ العلماء رد علی حرمۃ المزامیر *

* باجوں کی حرمت *

کنتم امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتومنون باللہ ۔ [1]

یہ جریدہ از روئے شریعت باجوں کی حرمت پر مبنی ہے۔

"عزیز بھائیو! [2] غالباً کسی شخص کو بھی اس میں شک نہیں ہوگا کہ باجہ بجوانا دین نہیں بلکہ کھیل [3] تماشا ہے اور اس امر پر فخر کرنا ہے کہ ہم دوسروں سے کم نہیں ہیں اور باجے کے بغیر برات بے زینت ہے۔"

"بھائیو! [4] باجہ بجوانا لغو ہے۔ علاوہ ازیں دنیا کے نفع کی بجائے سراسر نقصان ہوتا ہے کیونکہ اپنی حلال کی کمائی میراثیوں اور بھانڈوں کی نذر کرنی پڑتی ہے اور لغو اس کام

---

[1] پارہ نمبر ۴ سورہ آل عمران آیت ۱۱۰

[2] رسالہ ہذا ص ۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

[3] اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولہو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ ثم یہیج فتراہ مصفرا ثم یکون حطاما ۔ وفی الآخرۃ عذاب شدید ومغفرۃ من اللہ ورضوان ۔ وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور ۔
(رکوع سورہ حدید ۵۷ آیت ۲۰)

[4] رسالہ ہذا ص ۲ والذین لا یشہدون الزور واذا مروا باللغو مروا کراما ۔
(پارہ ۱۹ رکوع ۴ آیت ۱۸)

کرکھٹے میں جس میں نہ دین کا فائدہ نہ دنیا کا "۔

اس سلسلے میں مولانا کے ارشادات ملاحظہ ہوں :

"بندہ[1] کہلوایا ہے تو بندہ بن کر دکھاؤ ۔ حکم شہنشاہی کے آگے سر جھکاؤ اور اغراض نفسانی کے پورا کرنے کے لئے جو سرکشی کر رہے ہو اس سے باز آجاؤ ۔ ورنہ یوم الحساب[2] میں کیا جواب دوگے ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس دنیاوی فرحت اور سرور عارضی پر دائمی راحت کو قربان کر بیٹھو " ۔

اب مسئلہ مذکورہ بالا کی تائید میں احادیث نبوی[3] اور اقوال فقہا[4] سے استشہاد فرماتے ہیں ۔ اس رسالہ کے اختتام میں علماء معاصر کی چودہ تصدیقات موجود ہیں ۔

---

[1] رسالہ شہادۃ النصاریر علی حرمۃ المزامیر مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم ص۲

[2] واما من اوتی کتابہ وراء ظهره فسوف یدعو ثبورا ° ویصلی سعیرا ° انہ کان فی اهلہ مسرورا ° (پارہ ۳ رکوع آیت ۱۰)

[3] صوتان ملعونان فی الدنیا والآخرة مزمار عند نعمة ورنة عند مصیبة

(حافظ المحدث علامہ جلال الدین سیوطی بروایت حضرت انس بزاز)

کو کہتے ہیں جس میں نہ دین کا فائدہ نہ دنیا کا "۔

اس سلسلے میں مولانا کے ارشادات ملاحظہ ہوں :

" بندہ[1] کہلایا ہے تو بندہ بن کر دکھاؤ ۔ حکم شہنشاہی
کے آگے سر جھکاؤ اور اقوال نصاریٰ کے پورا کرنے کے لئے
جو سرکشی کر رہے ہو اس سے باز آجاؤ ورنہ یوم[2] الحساب
میں کیا جواب دو گے ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس دنیاوی فرحت اور
سرور عارضی پر دائمی راحت کو قربان کر بیٹھو "۔

اب مسئلہ مذکورہ بالا کی تائید میں احادیث[3] نبوی اور اقوال فقہا[4] سے استشہاد فرماتے ہیں ۔ اس رسالہ کے اختتام میں علماء معاصر کی چودہ تصدیقات موجود ہیں ۔

---

[1] رسالہ شہادۃ المنحاریر علی حرمۃ المزامیر مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم ص ٢

[2] واما من اوتی کتابہ وراء ظہرہ فسوف یدعو ثبورا ۔ ویصلی سعیرا ۔ انہ کان فی اہلہ مسرورا (پارہ ٣ رکوع آیت ١٠)

[3] صوتان ملعونان فی الدنیا والآخرۃ مزمار عند نعمۃ ورنۃ عند مصیبۃ

(حافظ الحدیث علامہ جلال الدین سیوطی بروایت حضرت انس بزار)

یکون فی امتی خسف ومسخ اذا ظہرت القینات والمعازف (میری امت میں بعض لوگ زمین میں غرق ہوں گے اور ان کی صورتیں بھی مسخ ہوں گی ۔ یہ عذاب تب ہوں گے جب گانے والی عورتیں اور آلات لہو (باجہ) ظاہر ہوں گے (ترمذی شریف) ج ٢ ص ٢٦٨ عن عمران بن حصین)

[4] استماع الملاہی والتغنی کلہا حرام (مبسوط)

رسالہ "اسلام میں نکاح بیوگان"

اسلام کی ضیا پاشیوں کے باوجود بعض خاندانوں میں ہندوانہ تہذیب کے اثرات پائے جاتے ہیں ۔ یہ لوگ اپنی بیٹی یا بہن کے رانڈ ہونے پر اس کے عقد ثانی میں ارادۃً تساہل و تسامح سے کام لیتے ہیں ۔ بلکہ اپنی غیرت اور اس بیچاری کی عصمت کا یہ نشان سمجھتے ہیں کہ اس کی دوبارہ شادی نہ کی جائے ۔ جس کے نتیجے میں ہزاروں طرح کی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں ۔ لیکن اسلام دین فطرت ہے ۔ لہذا اس کا تقاضا ہے کہ سوسائٹی کی اس محرومہ مظلومہ (بیوہ) کی دستگیری کی جائے ۔

حضرت مولانا لاہوری محولہ بالا جاہلانہ ظلم وستم (بیوگاں کا نکاح ثانی نہ کرنا) کے خلاف سخت احتجاج کرتے ہیں ۔ اور مسلمانوں کو اس مسئلے کے متعلق مشیت ایزدی اور رسالت کے فیصلوں سے آگاہ کرکے صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت کرتے ہیں ۔ وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ واللہ واسعٌ علیم ۔

"مفسرین حضرات میں سے خازن اور صاحب مدارک وغیرہ نے والذین یتوفون منکم[1] (الخ) کی تفسیر میں صاف لکھا ہے

---

[1] والذین یتوفون منکم ۔ ویذرون ازواجاً یتربصن بانفسہن اربعۃ اشہر وعشرا فاذا بلغن اجلہن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن بالمعروف ۔ واللہ بما تعملون خبیر ۔ (پارہ ۲ رکوع ۱۲ سورۃ بقرہ۲ آیت ۲۳۲)

کہ جس عورت کا خاوند مر جائے تو وہ اپنی عدت گزارنے کے بعد خطبہ کرنے والوں کے لئے بیشک اپنا سنگار بناؤ کرے ۔"

اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی پیش کرتے ہیں

" عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ لا تنکح الایم حتی تستامروا تنکح البکر حتی تستاذن ۔ قالوا یا رسول اللہ وکیف اذنہا ۔ قال ان تسکت " [1]

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح گیارہ ہیں ۔ ازواج مطہرات کے اسماء گرامی یہ ہیں ۔ حضرت خدیجہ ، حضرت زینب ۔ حضرت سودہ ۔ حضرت عائشہ ۔ حضرت حفصہ ۔ حضرت ام سلمہ ۔ حضرت زینب بنت جحش ۔ حضرت ام حبیبہ ۔ حضرت جویریہ ۔ حضرت میمونہ ۔ حضرت صفیہ ۔ ان گیارہ پاک بیبیوں میں سے سوائے حضرت عائشہ کے باقی سب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرا نکاح ہوا ۔ آپ کی چار صاحبزادیاں ہیں ۔ حضرت زینب ، حضرت رقیہ ۔ حضرت ام کلثوم ۔ حضرت فاطمہ ۔ ان میں سے حضرت رقیہ اور ام کلثوم کا نکاح دوبارہ حضرت عثمان سے ہوا ہے ۔" [2]

---

[1] متفق علیہ [2] رسالہ نکاح بیوگان ص ۷ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی

مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۰

حضور اکرم کی سیرت پاک سے اپنے مضمون کی تائید میں ثبوت پیش کرکے فرماتے ہیں :

" اے مسلمانو ! کیا محبوب سے محبّت کے یہی معنی ہیں کہ اس کی نقل و حرکت اور اس کی طرز معاشرت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے اور خود بھی اس سے متنفّر رہے - یا محبِّ صادق اس کو کہا جاتا ہے جو محبوب کی ہر ادا پر فدا ہو ۔" —

اب خصوصیت سے بیوگان کے قرابت داروں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں :

" بھائیو ! جہاں تم سے اور کاموں کی باز پرس ہوگی وہاں ان بیوہ بے کس و بے بس مستورات کے متعلق بھی سوال ہوگا ۔ (کلّکم راع و کلّکم مسئول عن رعیّتہ " [1]

" بیوہ بہنوں سے درخواست " کے ماتحت فرماتے ہیں :

"عزیز بہنو ! جب تم نے کلمۂ طیّبہ لا الٰہ الّا اللّٰہ پڑھا ہے اور کفر کی تمام رسموں اور عاروں سے اپنے آپ کو نکال کر سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا دامن پکڑا ہے

---

[1] رسالہ ہذا صفحہ ۱۰ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

تو کیا وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نکاح ثانی کی اجازت بلکہ حکم دے اور رسول خدا اس پر عمل کرکے دکھائیں (چونکہ ہمارے پہلے ہندوانہ مذہب میں عار سمجھا جاتا تھا ۔اس لئے ہم اس سے پرہیز کریں) تو خود ہی انصاف کرو کہ تم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ساتھ دیا یا کفر اور کافروں کا ۔" [1]

مذکورہ عبارت ایک خوبی اور موثر نصائح کا مجموعہ ہے جس میں سے ہم نے صرف چند فقرات نقل کئے ہیں ۔علماء معاصر نے اس رسالے کی افادیت پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے جو بخوف اختصار نقل نہیں کیا جاتا ہے ۔

مولانا کے ایک ایک لفظ میں دعوت حق کا پیغام موجود ہے ۔ آپ نے نہایت احسن طریقہ سے بیوگان کو (نکاح ثانی کی صورت میں) خوشنودی پروردگار اور اتباع خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید فرمائی ہے ۔آپ نے تبشیر و تنذیر کے تمام مواقع پیش کئے ہیں ۔آپ نے عزت و عصمت کی حفاظت اور خوف خدا کا واسطہ دے کر تجرد کی زندگی کو معیوب پر خطر اور مزلۃ الاقدام قرار دیا ہے اور نکاح ثانی کو محافظ اخلاق حسنہ ثابت کیا ہے ۔

---

[1] رسالہ ہمدرد ص ۱۱ ۔ ۱۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

اگر پندے ز درویشے پذیری

هزار امت بمیرد تو نمیری

بتولی باش - پنهان شو ازین عصر

که در آغوش شبیرے بگیری ؎

؎ رباعیات "ارمغان حجاز" از علامه ڈاکٹر محمد اقبال علیه الرحمة
ص ۱۳۳

"احکام شب براءت"

مولانا نے اس رسالے کی ابتداء میں بڑی تحقیق و تفحص سے ثابت کیا ہے کہ لیلۃ مبارکۃ[1] کے متعلق مفسرین حضرات کے دو اقوال ہیں۔

چند آیات قرآنیہ سے لیلۃ المبارکہ کا لیلۃ القدر مراد ہونا ثابت کرنے کے بعد مولانا نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی متعلقہ شب براءت نقل فرماتے ہیں جن میں اس مبارک و مسعود رات کے فضائل و اسرار عظیمہ و احوال اور مسنونہ عبادات کا ذکر کیا ہے۔

احادیث نبی کی اور احادیث منقولہ کے مطالب و مفاہیم کو باترتیب درج فرماتے ہیں۔ بعد ازاں فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال متعلقہ شب براءت بھی شامل مضمون کرتے ہیں۔

---

[1] انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین (سورہ دخان، پارہ ۲۵) کی تفسیر میں مختلف تفاسیر مثلاً السراج المنیر، معالم التنزیل، البیضاوی، الجلالین میں سے مفسرین کے اقوال منقول ہیں۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ اس رات سے مراد لیلۃ القدر ہے اور بعض کی رائے ہے کہ اس رات سے مراد شب براءت ہے۔ بہرحال تحقیق یہی ہے کہ شب براءت کا ذکر صریح قرآن شریف میں نہیں ہے البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں تفصیل سے موجود ہے۔

رسالے کے شروع میں ایک سوال[1] ہے۔ اب اس کا جواب[2] تحریر فرماتے ہیں۔

اب شب برات پر چراغاں اور آتشبازی کو اسراف سے تعبیر کرکے اس کے متعلق بیان فرماتے ہیں:

"اسراف لغت میں بے اندازہ اور لاف و گزاف کے طور پر خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ یعنی جس خرچ میں نہ آخرت کی بہتری مقصود ہو اور نہ دنیا کا کوئی بھلا ہو۔ نہ رضائے الٰہی حاصل ہو اور نہ کسی انسانی ضرورت میں صرف ہو۔ یہ نقص شب براۃ کے چراغاں اور آتشبازی میں پورے طور پر موجود ہے۔ خدا کے بندو! اللہ تعالیٰ قرآن شریف کی سورۂ تکاثر میں فرماتے ہیں:

ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم "[3]

---

[1] شعبان کی پندرھویں رات جس کو مسلمان شب برات کہتے ہیں اس کے متعلق اسلامی احکام کیا ہیں؟ اور موجودہ وقت میں جو کچھ مسلمان کرتے ہیں دن کو حلوا لچی، رات کو چراغاں اور آتشبازی۔ آیا ان چیزوں کا بھی ثبوت ہے؟ بینوا توجروا۔

[2] سوال کے پہلے حصّے کا جواب گذشتہ سطور میں دیا جا چکا ہے۔

[3] رسالہ احکام شب براۃ ص ۱۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

دراصل مولانا نے بدعت وباطنی رسومات کے خلاف ہمیشہ ہی جہاد کیا اور احیائے سنت گویا آپ کی طبیعت ثانیہ ہی بن چکی تھی۔ اس پُر آشوب زمانے میں خود آپ کی زندگی سنّتِ نبویہ کی ایک زندہ جاوید مثال تھی۔ آپ اپنے لواحقین اور معتقدین میں اسی مبارک روشِ حیات کو اپنانے کا پرچار کرتے تھے۔

رسالہ موسومہ تحفۂ معراج النبی

قولہ تعالیٰ : سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی (الخ)

مولانا آغاز تحریر میں خلاصہ عقائد اسلامیہ[1] اور فرقۂ ناجیہ کی راہ عمل پر روشنی ڈالتے ہیں ۔ بعد ازاں چند عنوانات[2] تجویز فرماکر ان پر بالترتیب تبصرہ کرتے ہیں ۔ آپ کی عبارات میں کتاب و سنت کے حوالے اور مفسرین حضرات کے اقوال بطور شواہد موجود ہیں :

---

[1] برادران اسلام : ہم خدائے عزوجل وحدہ لاشریک کے بندے ہیں اور سید المرسلین علیہ السلام کی امت ہیں ۔ مذہب ہمارا اسلام ہے ۔ جس کا مجموعہ احکام قرآن ہے اور اس کی شرح حدیث[4] خیرالانام ہے ۔ سرور کائنات کا فرمان ہے کہ آپ کی امت میں تہتر فرقے ہوں گے ۔ بہتر دوزخ میں جائیں گے اور ایک بہشت میں جائے گا ۔ نجات پانے والے فرقے کی راہ عمل وہی ہوگی جس کا ذکر خلاصہ عقائد اسلامیہ میں آچکا ہے ۔ وہ اس دائرہ سے باہر نہیں جاتا ۔ اپنی طرف سے کوئی ایسی چیز ایجاد نہیں کرتا جس سے مقصد اسلامی فوت ہو ۔ مصنوعیات اسلامی بنا ہوں اور حلقہ بگوشان اسلام میں افلاس آئے اور تفریق ہوجائے
(رسالہ تحفۂ معراج النبی ص ۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم)

[2] معراج جسمانی ہوا یا روحانی — بعض خلاف شرع رسومات
معراج کا عقلی ثبوت — حدیث المعراج
روایات معراج میں سالوں کا اختلاف — تحفۂ معراج
نتیجۂ اختلاف — وجہ تالیف تحفۂ معراج

(رسالہ تحفۂ معراج النبی ص ۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح[1] اور جسم مبارک دونوں کو مکہ معظمہ سے بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں کے اوپر حضور الٰہی جل شانہ و عزّ برہانہ میں پہنچایا گیا۔

اس سلسلے میں بعض حضرات نے نہایت نکتہ آفرینی[2] اور دقیقہ رسی سے کام لیا ہے اور اس کے لئے تاریخ و سیر سے شواہد پیش کئے ہیں۔

---

[1] والحق الذی علیہ اکثر الناس و معظم السلف و عامۃ الخلف من المتاخرین من الفقہاء المحدثین و المتکلمین انہ اسری بروحہ و جسدہ صلی اللہ علیہ وسلم و یدلّ علیہ قولہ سبحانہ و تعالیٰ "عجعج سبحن الذی اسری بعبدہ لیلاً" و لفظ العبد عبارۃ عن مجموع الروح و الجسد (تفسیر خازن جلد ثالث)

[2] "لیکن حضور اکرم چونکہ سرور انبیاء اور سیّد اولاد آدم تھے۔ اس لئے اس حظیرۃ القدس اور بارگاہ لا مکاں میں آپ کو وہاں تک رسائی حاصل ہوئی۔ جہاں تک کسی فرزند آدم کا قدم اس سے پہلے نہیں پہنچا تھا اور وہ مشاہدہ کیا جو اب تک دوسرے مقربان بارگاہ کی حد نظر سے باہر رہا تھا۔"

(سیرۃ النبی حصہ سوم ص ۳۹۵ سیّد سلیمان ندوی مرحوم)

خبر ملی ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں (علامہ اقبال)

دوسری جگہ علامہ اقبال نے "یا معشر الجن و الانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان (الخ) سے حضور اکرم کے معراج جسمانی کی دلیل پکڑی ہے۔ لاتنفذون

اب اختصار روایات بلحاظ سنوں و شہور پر حضرت مولانا تاریخی واقعات پیش کرتے ہیں اور فتح الباری اور عینی (شرح بخاری شریف) کے سولہ حوالہ جات نقل فرماتے ہیں :

مولانا بعد ازاں خلاف شرع[1] رسوم کی نشاندہی کرتے ہیں - جو کہ معراج النبی کے موقعہ پر جہلا میں مروج ہیں - حدیث تحفۂ معراج شریف بھی نقل کی گئی ہے اور اس کے بعد تحفۂ معراج (نماز) کے موضوع پر نہایت بلیغانہ انداز میں چند معنی خیز سطور پیش کرتے ہیں -

---

[1] روز روشن کی طرح واضح ہے کہ رسول خدا بارگاہ ایزدی سے پانچ وقت کی نمازوں کا تحفہ لائے ہیں - لہذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ تحفہ اور تبرک جو رسول پاکؐ لائے ہیں اس کو قبول کرے اور اس تحفۂ معراجیہ کو تا دم لحد ہاتھ سے نہ جانے دے - جو شخص اس تحفہ کو قبول نہیں کرتا گویا وہ معراج شریف کی برکت آسمانی سے محروم رہنا چاہتا ہے اور حضور انورؐ کا وہ ہاتھ جو اپنی امت کے ہر کلمہ گو کو تحفۂ معراجیہ دینے کے لئے بڑھا ہوا ہے - اس سے تحفہ لینے سے انکار کر رہا ہے -

(رسالہ تحفۂ معراج ص ۱۵ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم)

رسالہ تحفۂ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم

قولہ تعالٰی : اِنّ فی ھٰذا لبلاغا لقوم عٰبدین ۔ وما ارسلنٰک الّا رحمۃ للعٰلمین ۔ [1]

" برادران ملّت ! وہ کونسا لمحہ ہے جسے خیرالخلائق سید البشر خاتم الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت با سعادت پر فخر نہیں ؟ ہر مسلم حضور سراپا نور کے وجود کو ابر رحمت خیال کرتا ہے ۔ یہی نہیں بلکہ آپ رحمۃ للعٰلمین ہیں ۔

مسلمانوں کو حضور سراپا نور کے ظہور کی خوشی اس لئے ہے کہ آپ کی برکت سے انہیں وہ آب حیات ملا جس سے وہ دنیا میں مردہ قوم سے زندہ قوم بن گئے ۔ ذلیل سے عزیز قوم بن گئے ۔ جھگڑالو سے صلح جو بن گئے ۔ راہزن سے محافظ راہ بن گئے ۔ چور سے پاسبان بن گئے ۔ بد اخلاق سے با اخلاق بن گئے ۔ بد امن سے امن پسند اور غیر متمدن سے متمدن اور بت پرست سے خدا پرست بن گئے ۔ " [2]

---

[1] پارہ ۱۷ سورۂ انبیاء ۲۱ آیت ۱۰۶

[2] رسالہ تحفۂ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا اس کے بعد بعثت نبوی سے ماقبل حالات پر تبصرہ فرماتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں :

"جب دنیا ایک ظلمت کدہ تھی۔ اور خدمیں مقتداء خود اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے تھے۔ نظام عالم کو جس جامع ہادی کی ضرورت تھی ان تمام خوبیوں کا حامل عالم تقدیر میں سیّد المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین شعیم المخلصین کا وجود با جود تھا۔ اس لئے دست قدرت نے قرعہ فال بنام صدر الاوّلین والآخرین صداء ابن واق میں نکالا۔" [1]

اب فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا کیا فرض ہے :

" امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ہر فرد پر لازم ہے کہ ان کمالات محمدیہ کا مظہر و مترجم بنے۔ اس حال محمدی کو سب سے پہلے اپنا حال بنائے اور بعد ازاں اس نور و مشن محمدی کو اپنا مشن قرار دے۔" [2]

---

[1] قولہ تعالیٰ : یاایّھا الّذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل و یصدّون عن سبیل اللہ ۹ : ۳۴

[2] رسالہ تحفہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مصنفہ حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ ص ۷

مولانا اب سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض اربعہ کی

تشریح و توضیح بیان فرماتے ہیں جن پر نصوص قرآنیہ دال ہیں ۔ ھوالذی

بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب و الحکمۃ

و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین [1]

" (۱) قرأۃ یتلوا علیھم آیاتہ ۔ تلاوت مسنونہ کے دو جزو ہیں ۔

الفاظ کا دہرانا اور معانی کا سمجھنا ۔ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ (وسلم) کی طرح

تلاوت کا حق صحیح تب ہی ادا ہو سکتا ہے کہ پڑھنے والا دونوں کا لحاظ

رکھے ۔ بیشک قاعدہ شرعی ہے کہ ہر ایک حرف تہجی قرآن کی تلاوت

پر دس نیکیاں ملتی ہیں ۔ لیکن ایک پارہ تلاوت کرنے والا اپنی جہالت علمی

کے باعث بازار یا دفتر میں جاکر عملی مخالفت کرتا ہے ۔ اور روزانہ تلاوت

کے باوجود فاسق رہتا ہے ۔لہذا معنی سمجھ کر پڑھنے والا اگر ایک رکوع

کی تلاوت کرتا ہے تو وہ تھوڑے دنوں میں انشاءاللہ تعالی اعلی درجے کا

پرہیز بن جائے گا ۔

(۲) تزکیۂ تصوف :۔ طرائق اربعہ نقشبندی ۔ قادری ۔سہروردی

اور چشتی کے ذریعے سے جو تزکیہ کرایا جاتا ہے ۔اس کا مطلب صرف یہ

ہوتا ہے کہ ذاکر کے دل میں محبت الہی کا ذوق اس طرح غالب ہو جائے

---

[1] سورہ جمعہ ۶۲ آیت نمبر ۲ پارہ ۲۸

جس طرح محبّ و محبوب کا تعلق ہوتا ہے۔

(۳) درسِ سوم :- ویعلمهم الکتاب : معلمِ قرآن اس استعداد کا ہونا ضروری ہے جس سے متعلمین کے شکوک و شبہات رفع ہوں۔ اور ان کا دل کتاب اللہ کی معانی کے علاوہ مصالح و حکم سے بھی روشن ہو اور ان کے قلوب میں کتاب اللہ کے حقائق و معارف سے منزّل کتاب جلّ مجدہ وعزّ اسمہ کی عظمت و رفعت کا سکّہ بیٹھ جائے اور اس کتاب پاک کی تعلیم ربّانی کا وہ نشہ ان پر چڑھے کہ جب تک ساری دنیا کو پیغام حق پہنچا نہ لیں چین نہ آئے۔

(۴) درسِ چہارم تعلیم حکمت :- حکمت کے معنی دانش ہے۔ یعنی مقاصد قرآن حکیم پڑھانے کے بعد درسگاہ نبوی سے صحابہ کرام کو وہ فہم و دانش اور عقل و شعور سکھایا جاتا تھا کہ وہ دنیا بھر کے بہادر جرنیلوں سے بڑھ کر بہادر جرنیل تھے۔ دنیا بھر کے علماء سے بڑھ کر وہ عالم تھے۔" [1]

اب آخری عرضداشت کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں کہ ہر کلمہ گو کا فرض ہے کہ سال کے بارہ مہینے اور ہر مہینے کے تیس دن اور ہر دن کے

---

[1] رسالہ تحفہ جہاد النبی ص ۹ - ۱۰ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

چوبیس گھنٹوں اور ہر گھنٹے کے ساٹھ منٹوں میں حکمت میلادالنبی کو اپنا حال بنائے اور دوسرے بنی نوع انسان کو اس نعمت عظمیٰ کی شرکت کے لئے دعوت دیتا رہے [1]

رسالہ کے اختتام پر موجودہ مجالس میلاد کی چند رسومات کی نشاں دہی فرماکر ان سے اجتناب کرنے کی ہدایت کرتے ہیں ۔

---

[1] رسالہ تحفہ میلادالنبی ص ۱۱ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

رسالہ

مال میراث میں

"حکم شریعت اور اختیار رواج کی سزا"

× — سوال — ×

ترکہ میت میں شرع محمدی سے انکار کرکے رواج کے مطابق مال تقسیم کرنے والوں کی شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں کیا سزا ہے؟ بینوا توجروا۔

× — الجواب — ×

مولانا نے مذکورہ بالا سوال کا جواب با صواب دینے سے پہلے مذہب اسلام، مسلمان، کافر اور فاسق کی ذہنی نقطہ نگاہ سے تعریف بیان فرمائی ہے۔

آپ شریعت سے انکار کرکے رواج پر فیصلہ کرنا کرانا کفر قرار دیتے ہیں[1] اور زبانی انکار کی بجائے عملی انکار کو عصیان سے تعبیر کرتے ہیں۔ جس کی سزا دوزخ ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

"برادران ملت! اگر زبانی اقرار شریعت کرنے کے باعث ہم حکم کفر سے بچ بھی گئے لیکن عملاً انکار کرنے کی وجہ سے دوزخ میں جا گرے تو ہم نے گویا حقیقت اسلام کو نہ پایا بلکہ اپنی بد کرداریوں کے باعث سید المرسلین

---

[1] ویقولون آمنا باللہ وبالرسول واطعنا ثم یتولی فریق منہم من بعد ذلک وما اولئک بالمومنین۔ واذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینہم اذا فریق منہم معرضون (سورہ نور رکوع ۶) آیت ۴۷

کے پاک دامن پر یہ بدنما داغ لگا ہی دیا کہ محمدی

کہلا کر دوزخی ہے۔"[1]

اس کے بعد مولانا ارشاد کرتے ہیں کہ اگر حکومت خلاف شرع تقسیم میراث کا فیصلہ کر گیا ہے تو ورثاء کا حق ہے کہ اسے واپس شرع کر دیں اور یہ کوئی جرم نہیں۔ اب آپ تارکین شریعت یعنی رواجی مسلمانوں کے دیگر اعمال صالحہ کے مردود ہونے کا خطرہ ظاہر کرتے ہیں۔ انسان خواہ کتنا ہی مصیبت زدہ کیوں نہ ہو اگر اس کی خوراک[2] و پوشاک اور تربیت مال حرام سے ہوئی ہے تو اس کی دعا بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوتی۔ اس کی خیرات[3] بھی نامقبول ہے۔

اب شریعت نو توڑ ترکے رواج پر عمل کرنے کے معاشرتی نقائص گنواتے ہیں اور انجام کار رواجی مسلمان پر پانچ[4] دفعات لگا کر مجرم ثابت کرتے ہیں۔

---

[1] رسالہ میراث ص ۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

[2] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الرجل یطیل السفر اشعث اغبر یمد یدہ الی السماء یا رب یا رب ومطعمہ حرام ومشربہ حرام وملبسہ حرام وغذی بالحرام فانی یستجاب لذالک (رواہ مسلم)

[3] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا (رواہ الترمذی)

[4] (الف) اللہ تعالیٰ کا مخالف ہے (ب) رسول خدا کے دین کا دشمن ہے (ج) قرآن مجید سے عناد رکھتا ہے (د) قانون معاشرت انسانی کا بیخ کن ہے۔ (ھ) اپنی حیثیت روز سے اخوان حمید کا خون کر رہا ہے"

(رسالہ حق میراث ص ۱۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

دینی حلقوں میں اس رسالے کو بڑی عزت اور اہمیت کی نگاہ سے دیکھا گیا اور کئی علماء کرام کی تصدیقات و تقریظات اس کے اختتام پر درج ہیں۔ سب حضرات کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مولانا نے معاشرتی نقائص اور اس کے برے نتائج و عواقب کو بہایت مناسب وقت اجاگر کیا۔ اگر مسلمان اس رسالے کے مضامین پر عمل پیرا ہو جائیں تو کئی قسم کے روحانی امراض اور بد اخلاقیوں سے نجات حاصل کر لیں۔

رسالہ
"فوٹو کا شرعی فیصلہ"

"برادران اسلام! خدائے قدوس وحدہ لا شریک کی ہدایات سے منہ موڑنے اور اسوۂ سید المرسلین کو چھوڑنے کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ مسلمان اپنی دنیا اور آخرت کے مآل سے بے خبر ہیں۔ واقعی یہ نتیجہ نکلنا ہی چاہئے تھا کیونکہ عالم الغیب والشہادۃ کا اس جرم کے متعلق آج سے تیرہ صدیاں پہلے یہ اعلان ہو چکا ہے[1]

ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم۔ اولئک ھم الفاسقون"

(پارہ ۲۸ سورہ حشر)

اب آپ تصویر کشی کے مفاسد شمار کرتے ہیں:

قرآن حکیم سے ثابت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اس جرم[2] میں مبتلا ہوئی اور بالآخر خدا تعالیٰ نے آسمان اور زمین سے پانی بھیج کر انہیں غرق کر دیا۔ اس قوم کے بت[3] دراصل اللہ تعالیٰ کے بعض صالحین بندے تھے۔ جن کی تصویریں بنا کر یہ لوگ پوجا کرتے تھے۔

---

[1] رسالہ فوٹو کا شرعی فیصلہ ص ۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

[2] وقالوا لا تذرن آلھتکم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث و نسرا
(سورہ نوح ع ۱ پارہ ۲۹ آیت ۲۳)

[3] ولا تذرن ھولاء خصوصا ھی من اسماء الرجال کانوا بین آدم و نوح

"سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ جو امراض یہود و نصاریٰ میں پیدا ہوئے تھے وہی امراض مسلمانوں میں ضرور رونما ہوں گے ۔ چنانچہ قرون سابق بعض صالحین کی تصویر کشی کا مسلمانوں میں رواج ترقی کر رہا ہے ۔ یہاں تک کہ ہندوستان کے بعض علاقوں میں اپنے مرشد کی تصویر قرآن حکیم میں رکھی جاتی ہے ۔ قرآن مجید کھولنے کے بعد سب سے پہلے مرشد کے فوٹو کو آنکھوں سے لگایا جاتا ہے بعد ازاں قوم کے لیڈروں اور بعض مخلص احباب کے فوٹو تعظیماً دیواروں پر آویزاں کئے جاتے ہیں ۔" [1]

بقیہ حاشیہ صفحۂ سابق :

علیہما السلام ۔ فلما ماتوا صوّروہم تبرکاً بہم فلما طال الزمان عبدوا الخ
(تفسیر بیضاوی)

(ب) "یہی وہ چیز ہے جس کو تمام اقوام متمدنہ نے مشاہیر پرستی سے تعبیر کیا ہے ۔ انسان کی ایک عالمگیر غلطی یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو اس کی روح کے لئے اختیار کرتا ہے ۔ لیکن آگے چل کر صرف اس کے جسم ہی کی پرستش کرنے لگتا ہے ۔ مشاہیر و سلف پرستی کا اصلی مقصد تو اعمال حسنہ کی یاد تھی لیکن نتیجہ بالعموم یہ نکلا کہ اعمال کی یاد مٹ گئی اور محض انسانوں کی شخصیتوں اور ناموں کی پوجا ہونے لگی ۔ ہر شخص محض رسوم و اسماء کی عظمت و پرستش پر ہی قانع ہو گیا ۔ یہی وجہ ہے کہ مشاہیر پرستی بسا اوقات دنیا میں بت پرستی کا ذریعہ ثابت ہوئی اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ اعمال کی جگہ افراد و اسماء کی پرستش ہوئی جس نے دو تین نسلوں کے بعد انسان کو بت پرستی تک پہنچا دیا ۔" (تذکرات حسین — اخبار عام کلکتہ دسمبر ۱۹۲۱ء مولانا ابوالکلام آزاد)

---

[1] فوٹو کا شرعی فیصلہ ص ۲ مولانا احمد علی مرحوم

اب مولانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین[1] پیش کرتے ہیں - جو تصویر کشی کو ممنوع قرار دیتے ہیں اور انبیاء کرام[2] علیہم السلام کی تصاویر کا ذکر کرتے ہیں - بعض مستثنیات[3] کا بھی آپ نے اندراج فرمایا ہے - فوٹو کے باعث اخلاقی اور اقتصادی[4] نقصانات کا ذکر بڑی شد و مد سے کرتے ہیں - اور اس رسم بد سے نجات حاصل کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں -

---

[1] حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے ، فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا - آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ مستحق عذاب کے تصویریں کھینچنے والے ہیں (رواہ البخاری) باب عذاب المصورین یوم القیمۃ باب ۸۹ ص ۸۸۰/۲

[2] خود سید المرسلین کے حکم سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تصویروں کو حضرت عمر نے محو فرمایا

(رسالہ فوٹو کا شرعی فیصلہ ص ۹) مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

[3] " مثلاً مروّج سکے - یا نوٹ پر تصویر ہے - یا ڈاکٹری یا انجینئری میں تعلیم پانے والے طلبہ کے لئے تصویر کشی کی قلمی مشق لازمی ہے اور بعض مجبوری کی صورتیں ہیں جیسے پاسپورٹ لہٰذا ان مجبوریوں میں حرمت تو ان اشیاء کی وہی ہی رہے گی البتہ اضطرار کے باعث عفو کی امید ہے -

(رسالہ فوٹو کا شرعی فیصلہ ص ۱۰ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

[4] " رسالہ فوٹو کا شرعی فیصلہ ص ۱۱)

المختصر مولانا نے قرآنی دلائل اور حضور اکرم کے ارشادات فرامین پیش کرکے اپنے رسالے کو مدلل بنایا ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ مرض آخر شرک میں جاکر منتج ہوتا ہے۔

اس رسالے پر کچھ تصدیقات ہیں ۔ ہم فقط دو[1] کو ہی حوالہ قلم کرتے ہیں۔

---

[1] تصویر کا کھچوانا ، رکھنا ، شائع کرنا سب ناجائز ہے ۔ یہ میری سخت غلطی تھی کہ تصویر کھچوائی تھی اور البلاغ کو با تصویر نکالا تھا میں اب غلطی سے تائب ہو چکا ہوں۔

(مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم ص ۱۲ ــــ رسالہ فوٹو کا شرعی فیصلہ ــــ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

احقر نے یہ رسالہ دیکھا ۔ الحمد للہ ! کہ جناب مولف نے ایک ضروری مسئلہ جو روز مرہ پیش آتا ہے اور اس میں ہر طرح سے تہاون ہو گیا ہے ۔ پورا صحیح اور درست لکھ دیا ۔ اور احادیث صحیحہ سے بقدر حاجت ثابت کر دیا (اسوہ المحققین حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری ۔ رسالہ فوٹو کا شرعی فیصلہ ــــ ص ۱۳)

آخری عنوان

پیغام بیداری

ہم حضرت مولانا احمد علی مفسّر قرآن کے مخصوص دائرہ عمل پر نظر ڈالتے ہیں ۔ آپ اپنے عہد میں لاہور جیسے مرکز تہذیب و تمدن میں احکام قرآنیہ اور ارشادات مصطفویہ کی نشر و اشاعت کے لئے ایک منفرد ادارہ کی حیثیت رکھتے تھے اور اپنی خوابیدہ قوم کو پیغام بیداری دیتے رہتے تھے ۔

"رسالہ پیغام رسول"

مولانا آغاز جریدہ میں ارشاد فرماتے ہیں :

برادران اسلام ! آج ہم مسلمانان ہندوستان جن گونا گوں مصائب و آلام کا شکار ہو رہے ہیں ہمارا فرض ہے کہ مذہب اسلام میں ان کا علاج تلاش کریں ۔جس کے متعلق ہمارا ایمان ہے کہ وہ کامل اور مکمل ہے ۔ ہر گمراہ کا رہنما ہر مغموم کا غمخوار ، ہر ملت مجروح کے لئے شفاء مرہم ہے ہر معصوم کے لئے شریان ہے اور بے کس کا فریاد رس ہے ۔" [1]

مسلمانوں کی بدحالی اور غیر اقوام کے حملے :-

" کہیں شدھی کی آندھی چل رہی ہے ۔کہیں سنگھٹن کا حربہ تیز کیا جا رہا ہے ۔ کہیں مسلمان سود در سود کے شکنجے میں پڑے ہیں اور ادھر فرنگی کی ہندو نواز حکومت ہندو سے ایک دفعہ بھی نہیں پوچھتی کہ تم نے پچاس روپے دے کر تین سو کہاں سے بنا لئے ۔" [2]

مولانا ہماری بد قسمتی کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ باوجود مصائب و آلام کا شکار ہونے کے ہم باہمی منافشت اور فرقہ بندی [3] کو ہوا دے رہے ہیں ۔

---

[1] رسالہ پیغام رسول ص ۳ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

[2] ایضـــا"

[3] افلاس و فقر کی وجہ سے مسلمانوں کی قوت میں ضعف اور ان کے نظام اجتماعی میں کمزوریاں پیدا ہوئیں ۔ اور امراء و سلاطین کے باہمی تنازعات نے

جس کا نتیجہ واضح ہے کہ ہماری انفرادی اجتماعی اور دینی شان و شوکت کلیتہ" ختم ہوجائے گی۔

مولانا فرماتے ہیں کہ شدھی کی ترویج اس شکل میں ہوتی ہے کہ اس میں طمع زر کا حربہ استعمال کیا جاتا ہے۔غریب مسلمانوں کو دو چار سو روپیہ سود کا معاف کر دیا اور ان کے بال بچوں کو شدھ کر لیا۔ یا گاؤں کے بڑے چوہدری کو بڑی رقم کا لالچ دے کر تمام گاؤں کو شدھ کر لیا ان کو سمجھایا کہ تم تو ہمارے بھائی بند تھے مسلمانوں نے بہکا کر تم کو اسلام میں داخل کر لیا ہے۔

اب مولانا شدھی کے دام تزویر سے بچنے کی نہایت موثر تجویز پیش کرتے ہیں:

"مسلمان کے پاس تحریک شدھی کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے ایک ایسا بہترین حربہ ہے جس سے بآسانی اس کا قلع قمع ہوسکتا ہے اور وہ حربہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

علہ بقیہ حاشیہ صفحہ سابق:

مسلمانوں میں اختلاف و افتراق اور تشتت و انتشار کے قابل نفرین بیج بوئے۔ وہ آپس کے جھگڑوں میں مصروف ہوگئے اور غیروں کو ان پر دست درازی کرنے اور ان کے حقوق پامال کرنے کا موقعہ نو مل گیا۔"

(اتحاد اسلامی ص ۵۲ (مضامین مولانا جمال الدین افغانی علیہ الرحمہ مترجم عبدالقدوس قاسمی)

کے الفاظ ایک فرمان کی تحصیل ہے ۔" [1]

آگے فرماتے ہیں :

" اگر ایک ماہ مسلمانوں کا ہر پیر و جوان ، جاہل و عالم عام و خاص ، شاہ و گدا اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس فرمان مصطفوی پر ہمت سے عمل کرے تو میں سمجھتا ہوں کہ ایک مہینے کے اندر اندر شدھی کی رو کے سامنے سدِّ سکندری کھڑی کی جا سکتی ہے ۔ یاد رہے قرون اولی میں تبلیغ کی بدولت اسلام کو عالمگیری کا تمغہ امتیاز ملا تھا ۔" [2]

" تحریک سنگھٹن سے ہندوؤں میں تبدیلی روح پھونکی جا رہی ہے ۔ ہندوؤں نے آج اس قومی بہبود کا قدم اٹھایا ہے ۔ لیکن اسلام نے آج سے تیرہ سو سال قبل دنیا میں آتے ہی مسلمانوں کو سنگھٹن کا سبق پڑھایا ہے ۔ اسلامی سنگھٹن میں ہر روز پانچ دفعہ حاضری پر مجبور کیا گیا ہے ۔

---

[1] عن حذیفہ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال والذی نفسی بیدہ لتامرون بالمعروف ولتنہون عن المنکر او لیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عذابا من عندہ ثم لتدعنہ ولا یستجاب لکم (رواہ الترمذی)

[2] رسالہ پیغام رسول ص ۸ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

بیمار تو بیمار اندھوں کو بھی اس وکز سے غیر حاضری

کی اجازت نہیں ۔ مولانا نے اس موقعہ پر کم از کم چار

احادیث نبوی پیش فرما کر استدلال کیا ہے کہ جو شخص

مسلمانوں کی تندنیس صدا پڑھنا لیّبیک نہ کہے اور روزانہ

پانچ وقتہ صبح و شام اس اجتماع ملّی میں شریک نہ ہو

وہ سچّے مخلص دیانتداروں کی جماعت میں شمار ہونے کے قابل

نہیں بلکہ ایک حدیث میں اس کی تعزیری سزا قتل ہے ۔" [1]

اس کے بعد آپ اسلامی سنگٹھن کی تعریف بیان فرماتے ہیں ۔ باجماعت

نماز کی ہمہ گیری پر گوہر افشانی کرتے ہیں جس کا ایک ایک فقرہ اسلام کی

اجتماعی زندگی کا بے بدل فلسفہ پیش کرتا ہے ۔

"سودی قرضہ" :۔ اس سلسلے میں مولانا کے افکار پر غور فرمائیے :

" سودی قرضہ کا اژدہا بھی ہر صوبۂ ہند میں مسلمانوں

کو بے دریغ نگل رہا ہے ۔ بعض خبروں سے سنا ہے کہ سات

کروڑ ہندوستانی مسلمانوں پر پچھتر کروڑ روپیہ غیر اقوام کا قرضہ

---

[1] رسالہ پیغام رسول ص ۹ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

ہے جس کا سود انہیں ہر سال پندرہ کروڑ روپیہ
دینا پڑتا ہے ۔ جس قوم کی جیب سے اتنا روپیہ ہر سال
بطور جرمانہ نکل جائے اور پھر پچھتر کروڑ کی مقروض
ہو رہنا ایسی مصیبت زدہ قوم کو کب چین و آرام کبھی
نصیب ہو سکتا ہے ۔ یہ قوم دوسری قوموں کی نظر
سے گر جاتی ہے ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار "[1]

آپ اس مذکورہ مرض مہلک کا سبب اور علاج بیان فرماتے ہیں :

" انسان کے اندر قوت ارادی کی اہمیت ہے ۔ انسان کی
اصلاح و فساد کا دار و مدار فقط قوت ارادی پر ہے ۔ اگر
انسان کی قوت ارادی سود لینے اور دینے سے متنفر ہو جائے
دنیا کی ہزار ذلتیں آئیں ، لاکھ رسوائیاں اور بدنامیاں
اس پر نازل ہوں لیکن سود کی لعنت کو اپنے حق میں بدترین
لعنت خیال کرے ۔ خدا تعالیٰ اور رسول خدا کی لعنت[2] سے
اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کا عزم بالجزم کرے ۔"[3]

---

[1] رسالہ پیغام رسول ص ۱۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

[2] عن جابر قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاہدیہ وقال ہم سواء (رواہ مسلم)

[3] رسالہ پیغام رسول ص ۱۵ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

آپ مولانا تمام مسلمانانِ ہند کو اسلامی اتحاد کا پیغام دیتے ہیں آپ کے پیغام میں مولانا جمال الدین افغانی[1] کی روح کارفرما نظر آتی ہے ۔

موجودہ رسالہ کی تائید میں آٹھ جید اہلِ قلم علماءِ کرام نے تقریظات لکھی ہیں ہم بخوفِ اختصار ان کی نقل سے معذرت خواہ ہیں ۔

---

[1] ان کی سرحدیں ایک دوسرے سے متصل ہیں اور وہ قرآنی دستور کی ایک وحدت جامعہ میں منسلک اور متحد العقیدہ ہیں ۔ تعداد میں وہ [illegible] کروڑ ہیں شجاعت اور بہادری میں سب زمانوں اور سب قوموں میں ممتاز ہوتے چلے آئے ہیں پھر کیا یہ ان کا کام نہیں کہ وہ دیگر اقوام کی طرح یکدل و یک زبان ہو کر اعداء کی مدافعت اور ناموس قومی کے بچاؤ کے لئے اقدام پر اتفاق رائے کر لیں ۔ ان سے اس قسم کا اتفاق کا صادر ہونا کوئی انوکھا کام نہیں ۔ اتفاق ان کے اصول دینی کا اہم رکن ہے ۔ کیا ان میں ہر ایک کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو اللہ تعالیٰ کے قول انما المومنون اخوۃ کی روشنی میں دیکھے اور اتحاد و یکجہتی کی ایک مضبوط چٹان اور سدِّ سکندری کھڑی کر کے ان سیلابوں کا رخ پھیر دیں جو ہر طرف سے ان کو گھیرے ہوئے ہیں (مضامین جمال الدین افغانی مرحوم ص ۶۳ اتحاد اسلامی)

رسالہ " اسلام ہند خطرہ میں "

حضرت مولانا نے اس رسالے کا آغاز کائنات ارض و سماوی کی انواع و اقسام اشیاء ، ان کی متنوعہ صورتیں ان کے گوناگوں خصائص اور مخلتف فوائد کی طرف اشارات کرتے ہوئے فرمایا ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کی اقسام کا تذکرہ آپ کے پیش نظر ہے اور اسی عالمانہ اور محققانہ تمہید و تحقیق سے تمثیلی طور پر ایک نہایت معنی خیز نتیجہ اخذ کرتے ہیں ۔ [1]

مسلمانوں کے من حیث القوم نقصانات پر تبصرہ کرتے ہیں :

" ہندوستان میں مختلف اقوام (ہندو ، پارسی ، عیسائی یہودی اور مسلمان) بستی ہیں ۔ مسلمان ہندوستان میں آٹھویں صدی عیسوی کے ابتداء میں آئے اور انیسویں صدی کے درمیانی حصے ۱۸۵۷ء تک تقریباً ساڑھے گیارہ سو سال انھوں نے اس ملک پر حکومت کی ۔ اب جتنا نقصان ہوا فقط مسلمان کا ہوا ۔ " [2]

مولانا مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی کو دیکھ کر فرماتے ہیں :

" در اصل ہم عذاب الٰہی میں گرفتار ہیں ۔ " [3]

---

[1] " ایک درخت کا پھل توڑ کر پتے جھاڑ دئیے جائیں ۔ شاخیں اور تنے کاٹ دئیے جائیں ۔ جڑ اکھڑوا دی جائے ۔ اب اس کو کوئی درخت نہیں کہتا ۔ اسی طرح اگر کسی قوم کی خصوصیات قومی فنا ہو جائیں ۔ اگرچہ اس کے اجزائے منتشرہ دنیا میں موجود ہوں لیکن اس کو زندہ قوم نہیں کہا جا سکتا ۔ "

(رسالہ اسلام ہند خطرہ میں ، ص ۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

مسلمانان[1] ہند کو چار طبقوں میں تقسیم کرتے ہیں - ان کے لیل و نہار
اور ان کے حسن و قبح بیان کرکے ان کی اصلاح شیخہ پر لزھتے ہیں - علماء
حق اور علماء سو کے مناقب کا ذکر کرتے ہیں - جدید تعلیم یافتہ[2] طبقہ
کی یورپین طرز زندگی پر اظہار تاسف فرماتے ہیں -

"تعلیم یافتہ طبقہ میں مجاہد فی سبیل اللہ بھی ہیں -
وہ اگرچہ قلیل بلکہ اقل ہیں - ان کا وجود کفر کے لئے خار
چشم - ان کی تقریریں کفر کے حق میں پیغام موت - ان کی
نقل و حرکت کفر کے وجود میں نشتر جراحی - کثر اللہ امثالہم
وبارک فی اعمالہم "[3]

حواشی صفحہ سابق: [2] رسالہ ہذا ص ۵ از مولانا احمد علی مرحوم

[3] قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم
او یلبسکم شیعا و یذیق بعضکم باس بعض - ۶۵:۶

---

[1] ۱ - طبقہ علماء ۲ - طبقہ جدید تعلیم یافتہ ۳ - طبقہ اہل دولت
و ثروت ۴ - عوام

[2] یہ طبقہ نصاب اسلام (کتاب و سنت) کی بجائے نصاب تعلیم یورپ
کا حامی ہے - تہذیب اسلامی کی بجائے تہذیب یورپ کا دلدادہ - تمدن
اسلامی سے متنفر - تمدن یورپ کا فدائی (رسالہ ہذا ص ۱۰)

آگے تیسرے اور چوتھے طبقے کے متعلق فرماتے ہیں :

" مسلمانوں کا دولت مند طبقہ عموماً زر پرستی میں محو
تعیش کا دلدادہ اور ضروریات مذہبی سے ناواقف ۔ عوام
کا طبقہ لاعلم ہے ۔ نان شبینہ کا محتاج جس کے
ہاتھ میں پڑ گیا ، اسی کا ہو رہا ۔" [1]

مولانا مسلمانوں کی اسلام سے اور قوانین اسلام سے غفلت شعاری اور عدم واقفیت کو آئندہ نسل کے حق میں ہلاکت خیز محسوس کرتے ہیں ۔ فرماتے ہیں اگر یہی لیل و نہار رہے تو بھارت سبھا کی طرح (مذہب کی کوئی ضرورت نہیں) ہندوستانی مسلمانوں کی آئندہ پود کلمۂ توحید سے بھی ناپلد رہ جائے گی ۔

"علاج خطرہ"

"۱ ۔ ہر [2] کلمہ گو مرد ہو یا عورت ۔ بچہ ہو یا بوڑھا ۔ اسلامی تعلیم کا ضروری حصہ لازماً سیکھے ۔

۲ ۔ اس کے بعد تاجر بنے یا ملازم یا زراعت پیشہ بنے ۔ اپنے اقوال و اعمال میں اس نور الہی کی مخالفت نہ کرے ۔

---

[1] رسالہ ہذا ص ۱۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

[2] ایضاً ص ۱۴

۳۔ کلمہ گو مسلمان بھائی کی حمایت فرض اور اس کی مخالفت گناہ عظیم یقین کرے۔

۴۔ علماء امت اور رہنمایان قوم خود بھی عامل ہوں۔"

رسالہ موسومہ " اسلام اور ہتھیار "

سوال :- " منقول از روزنامہ " انقلاب " مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۳۵ء

" سول اینڈ ملٹری گزٹ " نے شیخ خالد لطیف گابا کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے " عالم دین " بننے کی کوشش کی ہے۔ اور کہا ہے کہ اسلام نے کبھی مسلمانوں کو تلوار باندھنے کا حکم نہیں دیا۔ ہمارے خیال میں " سول " اور دوسرے غیر مسلم اخباروں کا شریعت اسلامی کے متعلق اس قسم کی غلط بیانی کرنا صریح مداخلت فی الدین اور توہین مذہب ہے۔ علماء اسلام کو چاہئیے کہ تلوار کے متعلق تمام دینی احکام مسلمانوں غیر مسلموں اور حکومت کے خداوندوں کی اطلاع کے لئے شائع کردیں۔"

اس ضمن میں مولانا فرماتے ہیں

" قرآن کی تعلیم فقط تلوار نہیں بلکہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے وقت کے تمام ہتھیاروں سے مسلح رہیں۔ بندوق ، توپ ، ہوائی جہاز ، آبدوز کشتیاں وغیرہ سامان جنگ میں

رسالہ موسومہ " اسلام اور ہتھیار "

سوال :- " منقول[1] از روزنامہ " انقلاب " مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۲۵ء

" سول اینڈ ملٹری گزٹ " نے شیخ خالد لطیف گابا کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے " عالم دین " بننے کی کوشش کی ہے۔ اور کہا ہے کہ اسلام نے کہیں مسلمانوں کو تلوار باندھنے کا حکم نہیں دیا۔ ہمارے خیال میں " سول " اور دوسرے غیر مسلم اخباروں کا شریعت اسلامی کے متعلق اس قسم کی غلط بیانی کرنا صریح مداخلت فی الدین اور توہین مذہب ہے۔ علماء اسلام کو چاہئیے کہ تلوار کے متعلق تمام دینی احکام مسلمانوں غیر مسلموں اور حکومت کے خداوندوں کی اطلاع کے لئے شائع کردیں۔"

اس ضمن میں مولانا فرماتے ہیں

" قرآن کی تعلیم فقط تلوار نہیں بلکہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے وقت کے تمام ہتھیاروں سے مسلح رہیں۔ بندوق، توپ، ہوائی جہاز، آبدوز کشتیاں وغیرہ سامان جنگ میں

---

[1] رسالہ اسلام اور ہتھیار ص ۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

پائے جاتے ہیں۔ اس لئے قوة تیار کرنے سے مراد مندرجہ

بالا اسباب مہیا کرنا مسلمانوں کا فرض ہے۔[1]

قاعدہ یہ ہے کہ امر کے صیغہ سے وجوب کے معنی نکلتے ہیں۔ نماز کیوں

فرض ہے۔ زکوٰۃ کیوں فرض ہے؟ قرآن مجید میں اقیموالصلوٰة اور اتوالزکوٰة کا

فقرہ آیا ہے۔ یعنی اعدّولھم ما استطعتم من قوۃ میں اعدّوا امر کا صیغہ ہے۔

اس کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ اے مسلمانو! تمہارا فرض ہے کہ دشمنوں کے لئے[2]

ہتھیار وغیرہ تیار رکھو۔

ہتھیار ہونے سے اسلام کا مقصد دشمنان اسلام پر رعب و داب[3] قائم

کرنا ہے۔ جہاں لڑنے والوں سے لڑنا بھی فرض ہے کیونکہ اسلام فرمانبرداری

کو بزدلی بے غیرت بے حمیت بنانا نہیں چاہتا۔ بلکہ وہ اپنے پیروں کو غیرت

حمیت، حفاظت نفس کی تعلیم دیتا ہے اور ساتھ ہی نہایت بلند پایہ

شرافت انسانی کے آداب بھی سکھاتا ہے۔

---

[1] واعدو لھم مااستطعتم من قوۃ و من رباط الخیل ترھبون بہ عدوا اللّٰہ و عدوکم

وآخرین من دونھم لا تعلمونھم۔ اللّٰہ یعلمھم وما تنفقوا من شئی فی سبیل

اللّٰہ یوف الیکم وانتم تظلمون (سورہ انفال ۸؛ ۶۰)

[2] اللّٰہ تعالٰی نے مسلمانوں کو مسلح ہونے کا حکم اس لئے نہیں دیا کہ دشمن

پر ٹوٹ پڑیں۔ بلکہ مسلح ہونے کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے: ترھبون بہ

عدو اللّٰہ وعدوکم۔ جو لوگ مسلمانوں کی جان، مال، عزت اور اسلام پر حملہ

آور ہوں ان کی مدافعت کرنا مسلمان کا مذہبی فرض ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد

اب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ پیش کرتے ہیں -

عن عقبہ بن عامر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی المنبر یقول واعدّو لھم ما استطعتم من قوۃ الا انّ القوۃ الرمی - الا انّ القوۃ الرمی الا ان القوۃ الرمی (رواہ مسلم -مشکوۃ) (مشکوۃ شریف - باب اعداد آلۃ الجہاد فصل اوّل ص ٣٣٦)

عن عقبۃ بن عامر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من علم الرمی ثم ترکہ فلیس منّا او قد عصی عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احتبس فرساً فی سبیل اللہ ایماناً باللہ و تصدیقاً بوعدہ، فانّ شبعہ و ریّہ وروثہ و بولہ فی میزانہ یوم القیامہ (رواہ البخاری) مشکوۃ شریف - باب اعداد آلۃ الجہاد فصل اوّل ص ٣٣٦

بقیہ حواشی صفحہ سابق :- ہوتا ہے - قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا - ان اللہ لا یحبّ المعتدین (رسالہ ہذا ص ٨) سورہ بقرہ ٢ رکوع ٢٤ آیت نمبر ١٩٠

٣ ولا تعتدوا ان اللہ لا یحبّ المعتدین کے ضمن میں اسلام کا فیصلہ -
اغزوا ولا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیداً (رواہ مسلم) [illegible] (مشکوۃ شریف باب الکتاب الی الکفار و دعائہم الی الاسلام ص ٣٢١)

خدا کی راہ میں خدا کا نام لے کر لڑنا ، خیانت نہ کرنا ، بد عہدی نہ کرنا دشمن کے ساتھ ، ہاتھ ، ناک ، کان نہ کاٹنا ، بچوں کو قتل نہ کرنا)

انطلقوا باسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ لا تقتلوا شیخاً فانیاً ولا طفلاً ولا صغیراً ولا امراۃ ولا تغلوا و ضمّوا غنائمکم واصلحوا و احسنوا ان اللہ یحب المحسنین (ابو داؤد کتاب الجہاد X مشکوۃ شریف کتاب الجہاد فی القتال فیہ ص ٣٣٢)

نوٹ : محولہ بالا رسالہ پر اکابر علماء حق کی تصدیقات موجود ہیں -

مذکورہ بالا احادیث کے بعد نتیجہ اخذ فرماتے ہیں

"کیا ان ارشادات نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے معلوم ہونے کے بعد کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبعین کو ہتھیار رکھنے کا کوئی حکم نہیں دیا ۔ ایسا کہنا سراسر بہتان اور افترا ہوگا ۔"

انجام کار فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑنے اور قتل و قتال کرنے سے منع کیا گیا ہے اور دشمنوں پر تعدّی سے منع فرمایا ہے کیونکہ مسلمان کا جہاد کرنا اور صلح کرنا محض رضائے الٰہی کے لئے ہے ۔

رسالہ " خلق محمدی "

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی لتمام مکارم الاخلاق و کمال محاسن الافعال ۔

مولانا آغاز مضمون میں رقم طراز ہیں :

" اے نبی الثقلین سید الکونین خاتم الانبیاء و رحمۃ اللہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری امت تمہیں خبر بھی ہے کہ تمہاری نجات کس چیز پر موقوف ہے ؟ تمہاری نجات اتباع سید المرسلین ، شفیع المذنبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہے اور اتباع سے مراد یہ ہے کہ اخلاق و عادات ، معاملات دین نکاح ، طلاق ، شادی و غم ، نشست و برخاست خوراک و پوشاک غرضیکہ اپنی زندگی کے ہر کام میں ہر قدم قدم پر رسول خدا کے مقدس نمونہ کو سامنے رکھیں " [۱]

اس کے بعد مدرجہ وضاحت سے رسالہ ہذا کی تحریر کا مقصد بیان فرماتے ہیں :

" آج مسلمانوں کی آپس میں ناچاقی ، تکفیر بازی ، عیب جوئی ، طعن و تشنیع ، تحقیر و تذلیل کو دیکھ کر سیم القلب درد دل رکھنے والے مسلمان کا دل کباب

---

[۱] رسالہ ہذا ص ۲ ، ۳ مولانا احمد علی مرحوم

ہوتا ہے - خدا جانے کہ عالم ارواح میں جس وقت یہ حالات
رسول خدا کے سامنے پیش ہوتے ہوں گے - تو آپ کے قلب
مبارک پر موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کی تباہی و بد اخلاق
کا کتنا صدمہ ہوتا ہوگا - یہ ناچاقیاں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی
کا پیش خیمہ ہیں -" [1]

اب مولانا کافر محارب [2] اور اسلامی جہاد کے مقاصد [3] پر روشنی ڈالتے ہیں
باقی اقوام بھی جنگ و قتال کرتی ہیں - لیکن جہاد [4] مسلم اور غیر مسلم

---

[1] رسالہ ہذا ص ۵ از مولانا احمد علی مرحوم

[2] قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین (۲ ۱۹۵)

[3] انبیاء کرام کا فرض ہے کہ مخالفین اور باغیوں (فاسق و فاجر) کو سمجھا بجھا کر قانون شاہنشاہی (کیونکہ بادشاہ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے) کے حلقہ بگوش بنانے کی کوشش کریں - لیکن جو لوگ امن پسند رعایا پر حملے کرنے سے باز نہ آئیں - تو ملت و ملت کی حفاظت کے لئے اپنی سپاہ بھیجیں - اور انہیں حکم دیں کہ فاقتلوھم حیث وجدتموھم اصطلاح اسلامی میں اس چیز کا نام " جہاد " (رسالہ ہذا مولانا احمد علیؒ مرحوم ص ۹)

[4] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام ملائکہ کی طرح اللہ تعالیٰ کے مقدر کئے ہوئے حکم کی تنفیذ کے لئے بمنزلہ اعضا و جوارح کے تھے - اصحاب رسول کی یہ جہد بلیغ جو جہاد فی سبیل اللہ کے سلسلہ میں ان سے ظہور میں آئی - اس اصول کلیہ پر مبنی تھی جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے ان کو دی تھی - اس پر عمل جملہ اعمال صالحہ میں سب سے بڑا تھا - اور دشمنوں

میں بہت بڑا فرق ہے ۔ حضور اکرم کا علم جہاد پیغام رحمت تھا اور مولانا اس میں دلائل و براہین سے اپنے مقصد کی توضیح فرماتے ہیں ۔

" غیر مسلم قومیں اپنی ہوس گیری میں بعض اوقات بہا امتیاز خون کی ندیاں بہا دیتی ہیں ۔ ہر مرد و عورت ہر بچے اور بوڑھے پر تیغ بے نیام چلا دیتی ہیں ۔ حال کا واقعہ دیکھ اس درندگی کا بیّن ثبوت ہے ۔ جس میں فرانسیسیوں نے بے گناہ شہری آبادی پر گولہ باری کی اور پچیس ہزار سے زائد امن پسند شہری آبادی کو مع ان کے در و دیوار پیوند زمین کر دیا لیکن حضور اکرم کا علم جہاد بلند کرنا عین رحمت الٰہی تھا ۔ آپ نے جہاد صرف میدان مقابلہ میں آنے والے کفار کے ساتھ کیا ہے اور وہ بھی سخت مجبور ہو کر کیونکہ ان کفار کو بھی شمشیر بے دریغ کے ساتھ تبلیغ کی جاتی تھی تاکہ وہ لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں یا اپنے ملک میں رہ کر اسلام کی عظمت کو مان لیں ۔" [۱]

حاشیہ صفحہ سابق :۔ کا قتل و اسر جو کچھ بھی ان سے ظہور میں آیا وہ در حقیقت اللہ تعالیٰ کا فعل تھا اور ان کی حیثیت اعضا و جوارح کی تھی ۔ فلم تقتلوهم ولكن الله قتلهم ۔ وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى ۔ (حجۃ اللہ البالغہ حصہ دوم ص ۲۸۲ شاہ ولی اللہ مرحوم)

[۱] رسالہ خلق محمدی ص ۱۰ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

مولانا اپنے قرآن پاک اور سیرۃ النبی کے واقعات سے ثابت کرتے ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر محارب سے کیا سلوک روا رکھتے تھے۔[1] پھر مسلمانوں کو دعوت اتحاد و اتفاق دیتے ہیں۔ عوام سے گزر کر علماء اور زُہّاد کو بھی یہی دعوت دی جاتی ہے اور خدا کے ہاں سرفرازی اور سرخروئی کا صرف ایک ہی ذریعہ بتاتے ہیں۔ کہ جامۂ محمدی کو زیب تن کرو ورنہ دربار الٰہی سے ذلیل کرکے نکالے جاؤگے۔

---

[1] لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم و تقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین۔ اسماء بنت ابوبکر سے روایت ہے، فرماتی ہیں میرے ہاں میری ماں آئی۔ وہ مشرک تھی۔ اس وقت آئی جبکہ مکہ معظمہ پر کفار قریش کا قبضہ تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری ماں میرے ہاں آئی ہے اور وہ اسلام سے منحرف ہے۔ کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس سے صلہ رحمی کا حق ادا کرو۔ مشکوٰۃ شریف باب البر والصلہ جلد دوم ص۴۱۸، ۴۱۹

(رسالہ خلق محمدی ص ۱۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

اختتام پر منافقین[1] کے ساتھ حضور سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن مروت اور مہربانہ سلوک ذکر کیا گیا ہے اور بعد ازاں نہایت تاکید سے ہدایت فرماتے ہیں کہ مسلمان کا مسلمان کے متعلق بدگمانی رکھنا جرم عظیم ہے ۔ مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے۔ مسلمان پر غصے میں آکر ہتھیار سے اشارہ کرنا حرام ہے ۔

---

[1] اس رسالے کے اختتام پر بعض جید علماء کرام کی تصدیقات مندرج ہیں

رسالہ نجات دارین کا پروگرام

قولہ تعالیٰ امن اتبع رضوان اللہ کمن باء بسخط من اللہ [1]

یہ تقریر حضرت مولانا نے کسی الوداعی تقریب سعید پر ارشاد فرمائی ہے ۔ آغاز تقریر میں دنیائے دوں اور آخرت کی حیات ابدی کا تقابلی نقشہ پیش کیا گیا ہے ۔ آخرت کی تیاری کو مولانا مقصود حیات قرار دیتے ہیں ۔ دنیا کی زندگی کھیل تماشہ ہے ۔ چند روزہ ہے اور آخرت کی نعمتیں ہے اور وہ لوگ جو مجازات پر یقین نہیں رکھتے ان کو مرنے کے بعد داخل جہنم کیا جائے گا ۔

[2] پھر نیک خصال اور صالح فطرت افراد انسانی کا ذکر کرتے ہیں اور آیات قرآنیہ سے استشہاد کرتے ہیں ۔ بعد ازاں طالب آخرت کے فرائض اور اوصاف حوالہ قلم کرتے ہیں ۔ مکر منافقت اور اعمال حسنہ کی ترغیب کے بعد موجودہ تعلیم میں اصلاح و تطہیر کی اشد ضرورت محسوس کرتے ہیں ۔

---

[1] ۳ : ۱۶۲

[2] ومن اراد الآخرۃ وسعیٰ لہا سعیہا وہو مومن فاولئک کان سعیہم مشکورا ۔

(بنی اسرائیل ۳ رکوع ۲ آیت ۱۹)

ومنہم من یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار ۔ اولئک لہم نصیب مما کسبوا واللہ سریع الحساب (بقرہ پارہ ۲ رکوع ۲۵) آیت نمبر ۲۹

"جب تک انسان کو تعلیم نہ دی جائے وہ ایک طرح حیوان
ہی ہے ۔کیونکہ اسے پہننے کھانے پینے بولنے بڑوں کا
ادب کرنے اور چھوٹوں پر مروت کرنے کی تمیز نہیں رکھتا ۔
لوازمات انسانیت سے آگاہ کرنے کے لئے تعلیم ضروری ہے ۔
مسلمان کو دو قسم کی تعلیم کی ضرورت ہے ۔ تعلیم معاش
میں تجارت ، زراعت ، صنعت وغیرہ شامل ہیں ۔ یہ تعلیم
حیوانی ضروریات کو پورا کرنے کی کفالت کرتی ہے ۔ کھانا
پینا ، بچے جننا اور ان کی پرداخت کا کام انسان حیوانی
ہیں اور یہ چیز دوسرے حیوانات میں بھی پائی جاتی ہے
انسان قدرے ستھرے انداز میں اور حیوانات کثھرے طریقے
سے کھاتے پیتے ہیں ۔ حالانکہ بعض جانوروں اور حیوانوں
میں بھی ستھرے جانور موجود ہیں ۔ بئے کا گھونسلہ صنعت
فطری کا ایک حیرت زا شاہکار ہے ۔ باز کوّے سے زیادہ
پاکیزہ نظر آتا ہے ۔

لیکن انسان کو انسان بنانے والی تعلیم فقط انبیاء علیہم
السلام دیتے ہیں جس سے انسان کو بتلایا جاتا ہے کہ اے
انسان ! تجھے کس نے بنایا ۔ اس دنیا میں کیوں بھیجا ؟
کامیاب زندگی کا معیار کیا ہے ؟ مرنے کے بعد کیا حالات پیش
آئیں گے ؟ تو خالق کی نافرمانی سے برباد ہو جائے گا ۔

حالت کو سنوارنے کے لئے تجھے مہیں تجویز کرنا چاہئیے۔"[1]

موجودہ تعلیم کے نقائص

موجودہ تعلیم کے طرق اور نتائج و عواقب پر مولانا کی تنقید ملاحظہ ہو:

" سرکاری مدارس کے موجودہ نصاب تعلیم کا نصب العین فقط سرکاری نظام کے چلانے کے لئے ہر قسم کے ادنے اور اعلیٰ کلرکس مہیا کرنا ہے ۔ سرکاری درس گاہوں میں تعلیم یافتہ نوجوانوں سے علوم دینیہ کی واقفیت ، اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق ، تہذیب و تمدن اسلامی کے عملی احیاء کا ذوق اور اسلام کے حفظ و بقا کے لئے دوڑ دھوپ کی توقع رکھنا یہ ایسی چیزیں ہیں جس طرح ایک شخص سراب سے آب کی توقع رکھے بلکہ اعلیٰ اخلاق پیدا ہونا تو درکنار مخلوط تعلیم سے لڑکوں اور لڑکیوں کے اخلاق کے بگڑنے کا سخت خطرہ ہے ۔"[2]

---

[1] رسالہ نجات دارین کا پروگرام ص ۱۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

[2] ایضاً ص ۱۳

اس کے بعد اپنی تائید میں مفکر اسلام علامہ اقبال مرحوم اور لسان العصر اکبر الہ آبادی کے اشعار پیش کرتے ہیں :

ایں ز خود بیگانہ ایں مست فرنگ
نان جو می خواہد از دست فرنگ

(مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق ! ص ۲۵ از علامہ اقبال)

چشم بینا سے ہے جاری جوئے خوں
علم حاضر سے ہے دیں زار و زبوں

(بال جبریل ص ۱۸۰ از علامہ اقبال)

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

(اکبر الہ آبادی مرحوم)

مذکورہ بالا نتائج کے علاوہ بیکاری کی عام وباء پر بھی آپ کی نظر پڑ جاتی ہے اور بعد ازاں تعلیم جدید کے زہریلے اثرات کو دور کرنے کے لئے تریاق پیش کرتے ہیں اور وہ تریاق قرآن مجید کی تعلیم ہے ۔

عورتوں کی تعلیم

مولانا نوجوانوں کی جدید تعلیم پر ناقدانہ نظر ڈالنے کے بعد مستورات کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ۔

" عورت کے لئے تعلیم بھی ایک اشد ضروری چیز ہے ۔ البتہ مردوں اور عورتوں کی تعلیم میں امتیاز ہونا چاہئیے ۔ عورت کے لئے وہ تعلیم مناسب ہے جو اسے اپنے وراثی حیات سے آگاہ کرے اور وہ تعلیم کی بدولت خوش اسلوبی سے اپنی ذمہ داریاں نبھائے اور دنیا میں عزت و آرام پائے ۔"[1]

بعد ازاں مولانا مرد و زن کی متاہلانہ زندگی پر تبصرہ کرتے ہیں ۔

حضرت مولانا اس تعلیم پر[2] معترض ہیں جو کہ مستورات کو آج کل دی جاتی ہے ۔

---

[1] رسالہ نجات دارین کا پروگرام ص ۱۹ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

[2] سکولوں اور کالجوں میں آج کل جو تعلیم دی جاتی ہے خلاف فطرت ہونے کے علاوہ مہلک نتائج پیدا کرتی ہے جس سے علماء کرام تو بیزار ہیں ہی خود مسلمان تعلیم یافتہ طبقہ بھی چلا اٹھا ہے

یہی ہے جو تعلیم نسواں تمہاری — یہی ہے جو ابلیس کی پاسداری
وہ بدنام جلوہ گری کالجوں کی — مسلمان لڑکی پری کالجوں کی
نمائش کی خاطر وہ صورت چھپانا — وہ مصنوعی انداز میں شرم کھانا
نگاہیں لڑانا ادائیں دکھانا — یہی ہے نئی روشنی کا زمانہ

(نفیس خلیلی بی اے امرتسری)

علاوہ ازیں مولانا ابوالاثر حفیظ جالندھری اور لسان العصر اکبر الہ آبادی کے اشعار بھی نقل فرماتے ہیں ۔

مولانا اپنے موضوع[۱] کی تقویت کے لئے دنیا کے چند دانشوروں کے اقوال بھی پیش کرتے ہیں ۔ جس سے ایک طرف آپ کی وسعت مطالعہ اور دوسری طرف اصلاح ملّت کے جذبہ کا اندازہ ہو سکتا ہے ۔

---

[۱] کسب معاش کے میدان میں عورت کے قدم رکھنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ گھریلو زندگی تباہ ہوگئی ۔ رفتہ رفتہ عورت کے فطری مشاغل اس سے چھن گئے ۔ جب گھر اجڑ گیا تو مرد و زن دونوں نے اس کو خیر باد کہہ دیا اور اس طرح گھر کا وہ امن چین جو دس ہزار سال تک قائم ہوا تھا ایک ہی نسل کے ہاتھوں برباد ہوگیا ۔
(از اخبار الصدق لکھنو یکم اکتوبر ۱۹۳۹ء ول ڈورانٹ امریکہ کا مشہور مصنف)

" برلن ۲ ستمبر گیسٹاپو کے چیف ہملر نے جرمنی کی تمام عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ بچے پیدا کریں خواہ ان کی شادی ہوئی ہو یا نہ ہو ۔ احکام کی خلاف ورزی کرنے والے کو غداری کے جرم میں سزا دی جائے گی " (اخبار ملاپ ۲ ستمبر ۱۹۲۱ء)

بعد ازاں انطونی ایم لیوڈوویسی کی کتاب وومن کی عبارت پیش کرتے ہیں اور اس ضمن میں ایک بلند پایہ ہندو خاتون مضمون نگار تالیہار دیوی نے انگریزی روزنامہ سٹیٹسمین میں " تعلیم یافتہ بیویاں " کے تحت ایک مضمون لکھا ہے اس کا اقتباس پیش کرتے ہیں

" تعلیم یافتہ بیوی سے جب ایک گھر چلانے کا تقاضا ہوتا ہے تو وہ آپ کو بالکل بیکار پاتی ہے ۔ جب وہ امتحان پاس کر لیتی

الغرض ! حضرت مولانا سابقہ اقوال و اقتباسات سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ہماری قوم نہ دنیا میں عزت پانے کے قابل رہے گی نہ آخرت کی نجات حاصل کرنے کی مستحق ۔ تعلیمی ڈگری نے بعد ملازمت کی خواہش عورتکو مرد کی پابندی سے آزاد کرئے گی ۔ لہذا لڑکیاں مجرّد رہنا پسند کریں گی ۔ جوکہ ماتوں اسہی کی سراسر خلاف ورزی ہے جس کا نتیجہ ہی خطرناک برآمد ہوگا ۔

"قوم کی اقتصادی بدحالی کے اسباب"

مولانا کے خیال میں صرف دو چیزیں مسلم قوم کی بدحالی کی ذمہ دار ہیں

۱ ۔ ہندووانہ رسم و رواج

۲ ۔ تمدن یورپ کی دلدادگی

ہندووانہ رسم و رواج کے ضمن میں آپ سادہ مسلمانوں کا رسوم اسلامیہ سے بے بہرہ ہونا اور ہر موقعہ پر ہندووانہ رسوم کی پابندی کرنا ذکر فرماتے ہیں ۔

"ان کی اصل عہد نبوی عہد صحابہ کرام اور تابعین کے مبارک زمانے میں مفقود ہے لہذا مسلمانوں میں یہ نتائج ہندو معاشرہ کے اثرات کا نتیجہ ہیں ۔" [۱]

حاشیہ صفحہ سابق :-

ہے تو جسمانی طور پر اس کی طاقت ختم ہو چکتی ہے ۔ باطنی طور پر چھچھوری اور نمائش پسند بن جاتی ہے ۔ ڈگری حاصل کرنے کے بعد زیادہ توجہ خواتین کو زندگی کے حقائق سے دور اور سطحی ذہنیت کی کیچڑ میں لے جا رہی ہے ۔"

[۱] رسالہ ہذا ص ۲۱ ۔ ۲۳ کی تلخیص ۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

تمدن یورپ کی دلدادگی

"برادران اسلام ! مسلمانوں کی اقتصادی بد حالی کا ایک سبب تو تمدن ہندووانہ کی جکڑ بندیاں تھیں۔ دوسرا سبب تمدن یورپ کی فریفتگی ہے۔ دو سو روپیہ ماہوار تنخواہ ہو یا پانچ خواہ ہزار ماہوار تنخواہ ملتی ہو دونوں ضروریات زندگی پورانہ ہونے کے باعث افسردہ خاطر رہتے ہیں۔کیونکہ یہ حضرات جنھوں تنخواہ پانے کے بعد اگر اپنی وضع قطع تمدن و معاشرت سابقہ ہندوستانی طریقہ پر رکھتے توکوئی زیادہ خرچ نہ ہوتا لیکن یہ لوگ جوں جوں زیادہ تنخواہ پاتے ہیں یورپین تمدن اختیار کرتے جاتے ہیں۔" [1]

آگے چل کر "تمدن یورپ کی بدترین چیز" کے عنوان کے تحت سینما کے متعلق نہایت شرح وبسط سے تحریر فرماتے ہیں۔

---

[1] رسالہ ہذا ص ۲۵ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

مولانا سنبھلی پر مسلمانوں کا روزانہ اسراف اور تضییع اوقات کا ماتم کر رہے ہیں ۔ فرماتے ہیں لاہور میں بیس سنیما گھر ہیں ۔ ان میں تخمیناً پچاس ہزار روپیہ یومیہ خرچ ہوتا ہے ۔ اخبار صدق کے حوالہ سے رقم طراز ہیں :[۱]

"صدق صفحہ ۱۲ میں سنیما کا تذکرہ تھا ۔ اب ایک اور حقیقت کا تذکرہ سنئیے ۔ لاہور میں تقریباً بیس سنیما ہیں ۔ ان میں سے کئی ایک نے اپنے شو ہفتہ میں عورتوں کے لئے وقف کر رکھا ہے ۔ دوپہر کے وقت اس کو میٹنی شو کہتے ہیں ۔ اس کا وقت ۲ بجے سے ساڑھے چھ بجے تک ہے ۔ ان اوقات میں سینکڑوں نہیں ہزاروں مسلمان برقع پوش عورتیں سنیما دیکھنے جاتی ہیں ۔ جس وقت تمام تماشا ختم ہو جاتا ہے عورتوں کا وہ ہجوم سڑکوں پر ہوتا ہے کہ شریف آدمی کے لئے راستہ چلنا دشوار ہوتا ہے اور لاہور کا علم پیرس ہے کہ کسی سے کم نہیں ہوتا ۔ یہ سیلاب جو ہمارے گھروں تک پہنچ گیا ہے لاہور ہی تک محدود نہیں ہے چھوٹا بڑا ہر شہر اس کی زد میں آ چکا ہے ۔"

---

[۱] سنیما کے دیکھنے سے وقت ضائع ، روپیہ برباد اور اخلاق خراب ہوتے ہیں ۔ خود منبع تہذیب و تمدن (انگلستان) اس سے نالاں ہے ۔ مسٹر ہاورڈ وہائٹ ایم اے ایم آر جی ان کا شمار انگلستان کے ابتدائی تعلیم کے ماہرین میں ہے ۔ سکول کی تعطیلات کے موضوع پر لکھتے ہیں : "ادھر لڑکے تعطیلات میں گھر پہنچے ادھر ماں باپ نے مارے لاڈ پیار کے ایسے فلموں کے دکھانے کی بھرمار کر دی جو سراسر مضر اور ہیجان جذبات کے باعث ہوتے ہیں ۔

(ماخوذ از ہندو مدراس)

"سیاسی رہنماؤں کے لئے صحیح راہ عمل"

انتخاب کا غلط طریقہ

"امیدوار[1] برادری کو برادری کا واسطہ دے کر ووٹ لیتا ہے ۔ برادری اس کی قابلیت اور عدم قابلیت کو نہیں دیکھتی ۔ امیدوار ووٹ خریدتا ہے ۔ جلسوں پر ہزاروں روپے خرچ ہوتے ہیں ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روپیہ برباد وقت ضائع ووٹروں میں باہمی منافرت ، عیب چینی اور سب سے بڑھ کر یہ چیز ہے کہ ایسے امیدواروں کی اللہ تعالے[2] مدد نہیں کرتا ۔" اب مولانا آیات قرآنی سے انتخاب کا صحیح طریقہ اور لیڈر کے اوصاف بیان کرتے ہیں ۔ اور مشورہ دیتے ہیں کہ لوکل بورڈوں ، میونسپل کمیٹیوں ، اسمبلیوں یا دوسرے عہدوں پر اپنے مسلک کے اعلیٰ درجے کے عقلمند ، مآل اندیش اور اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کو سمجھنے والے بہادر شمع اسلام کے جانباز سپاہی ناموس نبوی کے جاں نثار فدائی منتخب کیا کریں تاکہ اسلام کا بول بالا ہو ۔

---

[1] رسالہ نجات دارین کا پروگرام ص ۲۲ از مولانا احمد علی مرحوم

[2] رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مسلمانوں میں کوئی عہدہ مانگ کر لے تو اللہ تعالے اس کی مدد چھوڑ دیتا ہے ۔

"استحکام پاکستان"

قولہ تعالیٰ : ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم -[1]

حضرت مولانا پاکستان کے وجود کا دنیا کے نقشے پر ابھرنا پروردگار عالم کے احسان عظیم سے تعبیر فرماتے ہیں - ڈاکٹر لیاقت علی خاں مرحوم نے جو قرارداد پاکستان ۷ مارچ ۱۹۴۹ء کو دستور ساز اسمبلی میں پیش کی تھی اس کے متعلق مولانا کا ارشاد ملاحظہ ہو :

"وہ دراصل میرے دل کی آواز ہے یہی وجہ ہے کہ میں پورے طور پر اس کا موید ہوں اور میری معروضات کا عنوان "استحکام پاکستان" بھی اس قرارداد کی تائید ہے" -[2]

اب قرارداد کو من وعن نقل کرتے ہیں اور وزیر اعظم لیاقت علی مرحوم کی تقریر کے اقتباسات نقل فرماتے ہیں -

اس کے بعد مبارک باد کے عنوان سے چند سطور پیش کرتے ہیں -

"میں وزیر اعظم پاکستان ڈاکٹر لیاقت علی خاں صاحب کی خدمت میں مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صحیح راستہ سمجھایا - اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ انہیں ان پاکیزہ خیالات کو عملی جامہ پہنانے کی بھی توفیق عطا

---

[1] سورہ محمد صلعم پارہ ۲۶ آیت ۷

[2] رسالہ استحکام پاکستان ص ۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

فرمائے ۔ وہ قدامت پسندی اور رجعت پسندی کے معنوں میں نہ ٹھہرائیں اور اللہ تعالی ان کو ان پاکیزہ خیالات پر قائم رکھے۔" [1]

"پاکستان کی گراں قیمت" کے عنوان سے ۱۹۴۷ء کے خونچکاں المیہ کا نقشہ نہایت جانگداز اسلوب سے پیش کرتے ہیں :

" لیکن اس نعمت کے حاصل کرنے کے لئے ہمیں جو قیمت ادا کرنی پڑی ہے اس کے تصوّر سے بھی دل کانپ اٹھتا ہے آنکھوں میں اندھیرا آجاتا ہے اور بدن لرزہ براندام ہوجاتا ہے ۔ دس لاکھ مسلمان مردوں اور عورتوں کی تڑپتی ہوئی لاشوں کا تصوّر کیجئے جو خون میں لت پت ہیں ۔ ان کی بے گور وکفن لاشیں جنگلی درندوں کی خوراک بنا دی جائیں عمر رسیدہ ماؤں کو موت کے گھاٹ اتار کر جوان عورتوں کو لعین جبراً پکڑ کر لے جائیں ۔ ساٹھ ہزار جوان مسلمان عورتیں وہ بے ایمان جبھت آزاد پاکستان کی قیمت کے سلسلے میں ہم سے چھین کر لے جائیں ۔ دہلی کے شہر میں دس ہزار مسلمانوں کا قتل ہونا اور ارد گرد چالیس ہزار کا قتل ہونا ، صوبہ بہار میں مسلمانوں کا قتل عام ، مشرقی پنجاب میں دس لاکھ مسلمانوں

---

[1] رسالہ استحکام پاکستان ص ۹

کا قتل اور ساٹھ ہزار عورتوں کے اغوا ہونے کے علاوہ ۲۵ لاکھ
مسلمانوں کا اپنے وطن و دیار سے بے خانماں ہو کر حدود
پاکستان میں آجانا بھی ایک ایسا حادثہ ہے جس کی مثال
تاریخ میں کم ملے گی۔" [1]

آگے مولانا پاکستان کے عروج و ارتقاء کے وسائل پر تبصرہ کرتے ہیں۔
ان کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک مادی[2] اور ایک روحانی وسیلہ۔
مادی وسائل میں غلہ، چمڑا، ادویہ اور پٹ سن کی پیداوار اور ان اشیاء
کا ضروریات زندگی کی کفالت کرنا نہایت وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔

دوسرے نمبر پر روحانی وسائل و ذرائع پر نظر ڈالتے ہیں تو قرن اول
کی سعادات کے نزول کا باعث روحانی ذرائع پر منحصر بیان کرتے ہیں:

"یہ روحانی وسائل بفضلہ تعالیٰ پاکستان کے لئے مخصوص
ہیں۔ نہرو اور پٹیل کی حکومت کے لئے یہ وسائل مفقود
ہیں۔ یہ روحانی وسائل اگر ساتھ آجائیں اور مادی وسائل
کمزور ہوں تو بھی مسلمان سلطنت مادی وسائل والی سلطنت
پر یقیناً فتح پا سکتی ہے۔ یہی وہ وسائل تھے جنہیں

---

[1] رسالہ استحکام پاکستان ص ۱۰ - ۱۱ مصنفہ مولانا احمد علی علیہ الرحمہ

[2] ایضاً ص ۱۳

مہیا کرکے عرب کا بادیہ نشین ہندو کسریٰ اور قیصر
کی تربیت یافتہ فوجوں کے مقابلے میں جاتا تھا اور اپنے
سے پچاس گنا فوج کو شکست دے کر حمد و ثناء الٰہی
کے گیت گاتے ہوئے واپس آتا تھا ۔" [1]

اب مولانا کے سامنے استحکام پاکستان کا مسئلہ درپیش ہے ۔ آپ نہایت تدبّر و تفکّر کے بعد پانچ چیزوں کو خداداد مملکت (پاکستان) کے احیاء و استحکام کے بنیادی پتھروں میں شمار کرتے ہیں ۔ ان کی تفصیل و توضیح میں اپنی دینی فراست و بصیرت سے کام لے کر قوم کے سامنے آخری لائحہ عمل پیش کرتے ہیں ۔

۱ ۔ ذاتی مفادات کی قربانی

۲ ۔ آئندہ الیکشن میں پابند صوم و صلوٰۃ متدیّن شخص کو ووٹ دینا ۔

۳ ۔ تعلیم قرآن لازم ہو

۴ ۔ نماز

اور ۵ ۔ جہاد

---

[1] " خالد بن ولید نے جنگ موتہ میں اپنے سے پچاس گنی فوج کو جو سلطنت روما کی قواعد داں اور آہنی فوج تھی اپنے رضاکاروں کی ہمت و معاونت سے شکست دے دی تھی ۔" (رحمۃ اللعالمین جلد سوم ص ۳۰۱ مطبوعہ شیخ غلام علی کشمیری بازار لاہور مصنفہ قاضی سلیمان منصورپوری)

ذاتی مفادات کی قربانی کے سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں :

"ذمہ داران حکومت پاکستان دل میں اس بات کا عہد کرلیں کہ ہم ہر موقع پر ذاتی مفاد کو قومی مفاد پر قربان کردیں گے ۔ بجائے اس کے کہ ہم اپنے آپ کو سرسبز و شاداب کریں ۔ ہم مسلمان قوم کو سربلند ، سرفراز دیکھنا چاہتے ہیں ۔ ہم حاکمانہ اقتدار کے ذریعے سے اقربا نوازی اور دوست پروری کی لعنت سے ہمیشہ پرہیز کریں گے اور ہر موقعہ پر حق بحقدار رسید کو اپنا شیوہ بنائیں گے ۔" [1]

دوسری چیز جو پاکستان کو استحکام اور بقائے دوام دینے کی ضامن ہے وہ یہ ہے :

"برادران اسلام ! اگر آپ نے پاکستان میں اسلام کی تعمیر اور اس کو از سر نو زندہ کرنے کے لئے ایسے لوگوں کے ہاتھ میں باگ ڈور دے دی جو قرآن مجید اور سنت نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے بے بہرہ ہوں تو یہ اسلام پر ایک بہت بڑا ظلم ہوگا ۔ لہذا میں مشورہ دیتا ہوں کہ پاکستان کے آئندہ الیکشن میں ماضی کی طرح سرمایہ داری اور زمینداری

---

[1] رسالہ ہذا ص ۲۰ ۔ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اہلها واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ۔ ان اللہ نعما یعظکم ۔ ان اللہ کان سمیعا بصیرا (سورہ نساء رکوع ۸)

کے دسترخوانوں سے زردہ، پلاؤ اور قورمہ کھا کر
اور نقد روپیہ وصول کرکے ووٹ نہ دیں بلکہ سرکار مدینہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی یونیورسٹی کا سند یافتہ ہو اس کے
علاوہ اس کی گذشتہ زندگی عملاً اس بات کی گواہ ہو کہ یہ
سرکار مدینہ کا سچا نام لیوا ہے۔ نمازی ہو۔ زکوٰۃ ادا
کرتا ہو۔ حج فرض ہے تو حج کر چکا ہو۔"[1]

تیسرے نمبر پر آپ قرآنی تعلیمات کے نافذ ہونے پر زور دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی جامعیت کے سلسلے میں مولانا قائد اعظم مرحوم کے خط کے وہ فقرے[2] نقل فرماتے ہیں جو انہوں نے اگست ۱۹۴۴ء کو مسٹر گاندھی کو لکھے تھے اور پھر اسی نہج کا پیغام عید[3] کے موقعہ پر مسلمانان پاکستان کو دیا تھا۔

مولانا فرماتے ہیں:

---

[1] رسالہ ہذا ص ۲۱ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

[2] "قرآن مسلمانوں کا ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں مذہبی اور مجلسی، دیوانی اور فوجداری، عسکری اور تعزیری، معاشی اور معاشرتی غرضیکہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ کے امور حیات تک، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، جماعت کے حقوق سے لے کر فرد کے حقوق و فرائض تک، دنیوی زندگی میں جزا و سزا سے لے کر عقبے کی جزا و سزا تک ہر فعل و قول اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔"

[3] "ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی تعلیمات محض عبادات و اخلاقیات تک محدود نہیں۔ بلکہ قرآن کریم مسلمانوں کا دین و ایمان اور قانون حیات ہے یعنی مذہبی معاشرتی تجارتی تمدنی عسکری عدالتی اور تعزیری احکام کا مجموعہ ہے۔"
(قائد اعظم کا پیغام عید ۱۹۴۵ء)

"اے پاکستان کے مسلمان ! قائد اعظم مرحوم کے ان اعلانات کے بعد تیرے لئے ہرگز زیبا نہیں کہ تو اپنی رہنمائی کے لئے کارل مارکس، لینن اور سٹالن کے دروازے کو کھٹکھٹائے"

حکومت خداداد پاکستان کا فرض ہے کہ وہ پرائمری سے لے کر ایم-اے تک قرآن مجید کی تعلیم کو لازم کردے۔" [1]

اب آپ قرآنی تعلیمات کے معجزنما نتائج کے اثبات کے لئے تاریخی شواہد پیش کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی تعلیم کے سحر حلال پر مولانا یوں مورخانہ قلم اٹھاتے ہیں:

"اسلام نے دنیا میں جو عظیم الشان انقلاب برپا کیا اس کی کوئی نظیر اقوام و ادیان عالم کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ تہذیب و تمدن کے مرکزوں سے دور عرب کی بے آب و گیاہ سرزمین میں ایک قوم آباد تھی۔ اچانک اس میں ایک جنبش نظر آتی ہے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ صحرا سے نکل کر

---

[1] رسالہ ہذا ص ۲۵ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

ساری دنیا پر چھا جاتی ہے ۔ نہ افریقہ کے بہادر نہ ایشیا[1] و یورپ کے رومی تک اس کو روک پاتے ہیں ۔ روم و ایران اس وقت دنیا کی دو با جبروت اور عظیم الشان شاہنشاہیاں تھیں ۔ یہ دونوں اپنی پوری قوت کے ساتھ آگے بڑھیں تاکہ اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک دیں ۔ لیکن تنکے کی طرح بہہ گئیں ۔ قادسیہ کے میدان میں ایران کی سطوت و جبروت کا آفتاب غروب ہو گیا ۔ یرموک کے کنارے رومی شکوہ و اقتدار کا خاتمہ ہو گیا اور قیصر و کسریٰ کے تخت ہائے عزت و جلال سرنگوں ہو گئے ۔ عرب کے بدوؤں نے حکومت و فرمانروائی کی باگیں اپنے ہاتھ میں لے لیں اور گلہ بان نگہبان عالم اور جہاں جہانبانی کے فرائض انجام دینے لگے ۔"[2]

---

[1] "شوکت و ہیبت کا یہ عالم تھا کہ عباسی خلیفہ کی زبان پر ایک تہدید آمیز کلمہ کے آتے ہی ادھر فغفور کا سر ہوا" جھکتا اور ادھر یورپ کا عظیم ترین بادشاہ لرزہ بر اندام ہوتا ۔ انہی میں محمود غزنوی ملک کشا سلجوقی، اور صلاح الدین ایوبی گزرے ۔ جو قرون متوسطہ کی کتاب تاریخ میں سرنامہ کی حیثیت کے مالک ہیں ۔ مشرق میں امیر تیمور گورگان، مغرب میں سلطان محمد فاتح، سلطان سلیمان عثمانی جیسے با رعب شہنشاہوں کے طنطنے اب بھی کانوں میں گونج پیدا کر رہے ہیں ۔ مسلمانوں کے ناماہی تسخیر بحری بیڑے بحر ابیض، بحر احمر اور بحر ہند میں اقتدار و تصرف کے واحد مالک رہے"
(مضامین جمال الدین افغانی مرحوم ص ۵۰)

[2] رسالہ "استحکام پاکستان" ص ۲۸ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

قرآن حکیم کے معجزہ نما اثرات و نتائج کے بعد مولانا کی نگاہیں استحکام پاکستان کے سلسلے میں چوتھے اصول پر پڑتی ہیں۔ ہم سابقہ اوراق میں مولانا کے رسالہ "فلسفۂ نماز" کے فردوسی پھولوں کی خوشبوؤں سے اپنے مشام جاں معطر کر چکے ہیں۔ اس جگہ بھی آپ نے چند اضافات ضروریہ کے ساتھ اس عبادت و عبدیت کے خصائص، فوائد، اسرار و خواص اور اسلام کے تمام عناصر و ارکان میں اس کی روحانی نوعیت کو نہایت پرعظمت الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ مسلمان کی اقتصادی، سیاسی، تمدنی، معاشرتی اور اخلاقی زندگی پنجگانہ اصول فروز ہدی کی صیانت نماز کی ادائیگی کے[1] صدقے میں ہی میسر آ سکتی ہے۔ مولانا اس موقعہ پر حضرت عمر کے ایک خط کی نقل پیش کرتے ہیں۔

---

[1] عن عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کتب الی عمالہ ان اہم امورکم عندی الصلوٰۃ فمن حفظہا و حافظ علیہا حفظ دینہ ومن ضیعہا فہو لما سواہا اضیع (الحدیث) ترجمہ: "حضرت عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے تمام سرکاری عاملوں کو حکم بھیجا کہ تمہاری تمام ذمہ داریوں میں سب سے بڑھ کر میری نظر میں نماز ہے۔ جس نے خود اس کی پابندی کی اور دوسروں سے بھی پابندی کرائی۔ اس نے اپنے دین کو بچا لیا اور جس نے نماز کو ضائع کیا تو وہ دوسرے کاموں کو زیادہ ضائع کرتا ہوگا۔"

حضرت مولانا علیہ الرحمہ کی پاکیزہ نگاہوں میں پانچویں چیز جو پاکستان کو زندہ و پائندہ بنا سکتی ہے اور اسکو ناقابل تسخیر قوتوں سے ہمکنار کر سکتی ہے وہ فریضۂ "جہاد" ہے۔

"جہاد جہد للبقاء[1] کا نام ہے۔ جس طرح دوسری قومیں اپنی بقا کے لئے ہر ممکن کوشش کرتی ہیں اسی طرح مسلمانوں کو بھی حق ہے کہ اپنی قوم کو زندہ رکھنے اور سر بلند و سرفراز کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں ہلائیں۔"

غیر مسلم اقوام قومیت اور وطنیت یا بعض اپنے خود ساختہ نظریات کے ماتحت جان دیتی ہیں لیکن مسلمان اپنے حقیقی مولے عزّاسمہ و جل مجدہ کی رضا کے لئے جیتا ہے اور اسی کی رضا حاصل کرنے کے لئے مرتا ہے۔ "انّ صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ ربّ العلمین"

حسن خاتمہ کے طور پر فرماتے ہیں

"اگر حکومت پاکستان کے ذمہ دار حضرات ان پانچ چیزوں کو سنگ بنیاد پاکستان قرار دے کر ان پر اس کی تعمیر کریں

---

[1] رسالہ استحکام پاکستان ص ۲۵ مولانا احمد علی مرحوم

خبردار! اس مخلوق میں شمار کئے جانے کی کوشش نہ کرو۔جس کے ہاتھوں میں اللہ تعالےٰ نے فتح کا جھنڈا دینا پسند نہ کیا اور اس کو اپنے اقدام سے پیچھے ہٹا کر یہ آواز دی گئی کہ جہاد سے جی چرانے والوں میں شامل ہو کر بیٹھے رہو۔ خبردار! اللہ منافقوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔ رضوا بان یکون مع الخوالف و طبع اللہ علی قلوبھم فھم لا یفقھون۔
(اتحاد اسلامی سید جمال الدین افغانی علیہ الرحمہ ص ۲۵)

تو اللہ تعالیٰ کی زمین و آسمان کی قوتیں ان کی پشت
پناہ ہوں گی اور یہ طاقتیں مسخر بن جائیں گا۔"[1]

مولانا قدامت پرستی اور رجعت پسندی کے طعن و تشنیع سے بے نیاز ہو کر ارباب حکومت کو صدیقی و فاروقی طرز حکومت پر عمل کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ آپ کو کتاب و سنت کی حاکمیت میں شعائر اللہ کی حفاظت و صیانت، اسلام کا غلبہ و استحکام امت مسلمہ کی عظمت رفتہ کی بازیابی کے پاکیزہ آثار و قرائن اور نجات دارین کے تابندہ نقوش نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے صمیم دل و دماغ سے نصف صدی سے بے لوث خدمت دین کے بعد اس پاکستان سے فقط یہی صلہ مانگتے ہیں کہ مملکت خداداد کا قانون "الملک اللہ والحکم للہ" کا آئینہ دار ہو۔

---

[1] سبق پڑھ پھر صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا
(علامہ اقبال مرحوم) (بانگ درا ص ۳۰۸)

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ

— بحیثیت خطیب —

فن خطابت :- فن خطابت انسانی کمال کا دوسرا نام ہے - مذہبی مسائل ہوں یا سیاست کے میدان میں فکر و حس کی جولانیاں ہوں - فتح و کامرانی کا سہرا ہمیشہ حسن خطابت کے سر پہنچتا ہے - احساسات و مہیّجات جذبات و عواطف اور گرد و پیش کی کیفیات و قرائن کی عکاسی کا انحصار متکلم اور خطیب کی خداداد استعداد پر مبنی ہے - ہم نے حسن تکلم کے علاوہ ساحروں کو بارہا دیکھا ہے کہ وہ ہر مجمع پر اپنے بلیغ و فصیح انداز سے سامعین کو وجد میں لا سکتے ہیں - اگرچہ ان کے پیش کردہ دلائل و براہین کو فلسفہ و منطق کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو وہ چنداں وقیع نہیں ہوتے -

انبیاء کرام کا فریضہ ابلاغ بھی خطابت سے شروع ہوتا ہے اور ان کا حسن کردار نیابت الہی کا منصب انابت الی اللہ کا شرف ان کے فن کی تصدیق میں سونے پر سہاگہ کا کام دیتا ہے - تمام کائنات کے سائنس دان مل کر نہایت تک انسان کی تحدید سے قاصر رہیں گے کیونکہ ہر لمحہ نئے سے نئے احساسات و واردات کی ترجمانی کے لئے زبان کا کھولنا صرف انسان کا خاصّہ ہے - گویا تمام حواس ظاہری و باطنی کے مدرکات کو الفاظ کا جامہ پہنانا اور کلمات وحی کو من و عن بیان کرنا محض انسان کے ساتھ مختص ہے -

فرنچ مصنف موسیو لیبان کی کتاب جس کا عربی میں ترجمہ کیا گیا ہے

اور اس کا نام روح الاجتماع ہے انگریزی میں اس کتاب کا نام Crowd

ہے عربی زبان میں فتحی پاشا زغلول نے اس کا ترجمہ کیا ہے ۔ اس کتاب

میں جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ پر بحث کی گئی ہے ۔دنیا کے لٹریچر

میں یہ کتاب اپنی نوعیت کے اعتبار سے نادرات کی فہرست میں ہے کیونکہ ڈاکٹر

لیبان سے پہلے اس علم (نفسیات) کی تدوین نہیں ہوئی تھی ۔ اگرچہ ابن

خلدون کی منتشر عبارتیں اس علم کے بعض جزئیات کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

ڈاکٹر لیبان صاحب خطیب کی کامیابی کے وسائل کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے

ہیں :

" جو شخص جماعت کو اثر پذیر کرنا چاہتا ہے اس کو

چاہئیے کہ جماعت کو اثر پذیر کرنے کے لئے حسب ذیل

وسائل اختیار کرے :

الف : استدلال سے گریز کرے

ب : تمثیلی بیانی یعنی کسی واقعہ کو تشبیہات یا استعارات

کی صورت میں بیان کرے ۔

ج : بعض خاص الفاظ جو جماعت کے نزدیک پسندیدہ ہیں

ان کو زیادہ استعمال کرنا اور جو الفاظ اور جملے جماعت

نا پسند کرتی ہے ان کے استعمال سے حتی الامکان احتراز

کرنا ۔

د : جماعت کو آمادۂ عمل اور اثر پذیر کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے مذہبی عقائد یا موروثی خیالات سے زیادہ استدلال کرے ۔

ط : مدعیانہ اور تحکمانہ طرز خطابت

ظ : الفاظ اور معانی کی تکرار " [1]

اسی طرح دیباچہ کی چند سطور بھی درج ذیل کی جاتی ہیں :

" البتہ یہ ضروری ہے کہ ابن سینا نے شفاء میں خطابت پر نہایت زور سے تحریر کیا ہے ۔ وہ لکھتا ہے :

" خطبہ دیتے وقت خطیب کو کون سے الفاظ اور کس قسم کے جملوں کا استعمال کرنا چاہئیے ۔ قیاسات اور قیاسات خطابی میں کیا فرق ہے ۔ خطیب جو استدلال پیش کرتا ہے اس کی کیا نوعیت ہوتی ہے ۔ تمثیل اور استقراء یعنی کس کا جماعت پر زیادہ اثر ہوتا ہے ۔ تشبیہات و استعارات سے مجمع کس طرح اثر پذیر ہوتا ہے ۔ مدح و ذم یا رغبت و نفرت کے جذبات پیدا کرنا ہوں تو اس کے لئے خطیب کیا کیا تدابیر اختیار کر سکتا ہے ۔" [2]

---

[1] روح الاجتماع ص ۲۹ مقدمہ مترجم

[2] روح الاجتماع دیباچہ ص ۳۱ ــ ڈاکٹر لیبان فرانسیسی مترجم مولوی [illegible] مطبع معارف [illegible] اعظم گڑھ

اب ہم خطابت پر تبصرہ کرتے ہوئے ان قدسی النفس آداب خطابت پر بھی طائرانہ نظر ڈالتے جائیں گے ۔ جن پر ہمارے اسلاف کرام اور اخلاف عظام نے عمل کرکے اپنی مبلغانہ زندگیوں میں کامیابی حاصل کی ۔ وہ آداب قرآنی اوراق کے چند قصص میں تلاش و تفحص سے مل سکتے ہیں ۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو معجزات سے لیس کرکے فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا جاتا ہے تو موسیٰ علیہ السلام اپنی بے بضاعتی کا احساس کرتے ہوئے بے ساختہ محو دعا ہو جاتے ہیں [*] ۔ ان کی دعا انشراح صدر ، فہم ابلاغ حق میں غائبانہ اعانت اور حسن تکلم کے ثمرات حاصل کرنے کے علاوہ قد اوتیت سؤلک [*] یا موسیٰ کے مقام رفیع تک پہنچ جاتی ہے لیکن اس کے باوجود فرستادگان الٰہی کو حکم ہوتا ہے کہ میرے ذکر [۱] میں ہرگز سستی نہ برتنا [۲] اور فرعون سے خطاب کرتے ہوئے مرسلانہ شفقت اور فلاح خلق کا حریصانہ جذبہ [۳] پیش نظر رہے ۔ تاکہ فرعون کو قبول حق کی (دعوت) میں اپنی شکست و اہانت کی بجائے سرفرازی اور عزت کا احساس پیدا ہو ۔

---

[۱] ولا تنیا فی ذکری سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۴۲

[۲] فقولا له قولا لینا لعله یتذکر او یخشیٰ سورہ طٰہٰ آیت ۴۴

[۳] لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف الرحیم پارہ ۱۱ سورہ توبہ آیت ۱۲۸

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالی نے مجھ کو جوامع الکلم بنایا ہے۔ یہ خاصۂ رسول خدا ہے کہ آپ کے ارشادات گرامی قدر کے الفاظ کم ہوتے تھے لیکن دُرِ معانی و معارف سے پُر ہوتے تھے۔ فقط قرآن عزیز کی الہامی تاثیرات ہی مشرکین اور کفار کے قلوب سے ہوس کے اعتقادی تکدرات کو دور کرکے ان کو جلائے ایمان و ایقان سے منوّر نہیں کر دیتی تھیں۔ بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن تکلّم اپنی جوامع الکلمی کی خدا داد خاصیت سے دلوں کے تسخیر کرنے میں ید طولی کا کام کرتا تھا۔ ادھر آپ کی زبان مبارک کھلی تو ادھر سامعین کے قلوب میں خشیت و رقت کے جذبات کروٹیں لینے لگتے تھے۔

آپ کی روز مرّہ کی گفتگو (احادیث مقدسہ) میں بھی پیغام خداوندی (وقولوا للنّاس حسناً) کو ہر موقعہ پر ملحوظ خاطر رکھا جاتا تھا۔

علم لم

قرآن حکیم نے کائنات ارض کے مبلغ اکبر سید الاولین و الآخرین صل اللہ علیہ وسلم کا تعارف بایں الفاظ کرایا

فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولک [1]

معلوم ہوا کہ نرم خوئی کا سحر حلال پتھر دلوں کو بھی موم کر سکتا ہے اور اس کے برعکس خصلت کی درشتی سے تالیف و اتحاد کا تصور بھی نا ممکن ہے ۔گو سر پر تاج ختم المرسلین چمک رہا ہو لیکن اگر حسن تخاطب میں ملکوتی تاثر نہ ہو جس کے اجزائے ترکیبی عفو ، نرم خوئی ، شفقت اور مروّت و تلطف ہوتے ہیں تو سامعین میں تنفّر و تعسر [2] کے پیدا ہونے کا غلط خدشہ باقی رہتا ہے ۔

دعوت و تبلیغ کو حکمت مرسلانہ اور موعظت محسنانہ سے وابستہ و منوط [3] کیا گیا ہے ۔ بلکہ مجادلہ کے موقعہ پر بھی آمائے مدنی اپنے خلق عظیم کے اقتضاء سے فریق ثانی کے مقابلے میں احسن نظر آئیں تاکہ اتمام حجّت کا کوئی پہلو تشنہ تکمیل نہ رہ جائے ۔

---

[1] پارہ ۴ آیت ۱۵۹

[2] حدیث : یسّروا ولا تعسّروا و سکّنوا ولا تنفّروا (متفق علیہ ـ بخاری شریف باب الآداب باب ۲۳۲ ۔

[3] ادع الی سبیل ربّک بالحکمۃ و موعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالّتی ھی احسن (پارہ ۱۴ سورہ نحل ۱۶ آخری رکوع آیت ۱۲۵)

اب ہمارے پیش نظر حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ کے انداز خطابت ہیں ۔ مولانا ہمارے نزدیک تقریباً وہبی طور پر اپنے اکابر کی تربیت کے نتیجہ کی وجہ سے یا پچاس سال کی درس و تدریس کی مہارت و مزاولت کی بنا پر محولہ بالا آداب خطابت پر بڑی حد تک حاوی تھے ۔ آپ کے سامنے مختلف ادوار حیات میں مختلف اذہان کے لوگ آتے رہے ۔ وہ بھی آئے جو آپ کے درس قرآن کے حلقہ کو بلکہ آپ کو نیست و نابود کرنے کا تہیہ کئے ہوئے تھے اور وہ بھی آئے جو آپ کے پاؤں تلے آنکھیں بچھاتے تھے ۔ مگر زمانے نے پوری طرح ربع صدی میں آپ کو مخلصانہ استقامت ، مہمانہ مروّت و مدارات اور پیکر للّٰہیت بن کر اپنے مقصد کو نباہتے ہوئے دیکھا ۔ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ خطبہ جمعہ کے لئے اس شخص کو منبر رسول پر بیٹھ کر حاضرین کو خطاب کرنا چاہئیے جو اپنے سامعین کے روحانی امراض کی تشخیص و تشخیص کر سکے اور پھر کتاب و سنّت کی روشنی میں ان کے لئے صحیح علاج بھی پیش کرنے کی اعلیٰ ترین صلاحیت رکھتا ہو ۔

دوسری چیز جو متعدد دفعہ راقم الحروف نے مولانا کی زبان حقیقت ترجمان سے سنی وہ یہ ہے کہ

" اللّٰہ تعالیٰ ایک جمعہ کی تقریر اور ایک درس قرآن میں جو کچھ مجھ سے کہلوائے سامعین میں سے جو کوئی میرے معروضات کو لوح دل پر لکھ کر لے جائے اور اس پر صادقانہ جذبہ سے زندگی بھر عمل پیرا رہے ۔ اگرچہ تا وقت دوبارہ

کتاب و سنّت کا وعظ سننے کا اس کو موقعہ میسر نہ آئے
انشاءاللہ تعالیٰ وہ نجات دارین حاصل کرے گا۔"

ہم نے آپ کے مذکورہ بالا دعویٰ کو ہر لحاظ سے پہچانا۔ آپ کے ارشادات نہایت جامع ہوتے تھے۔ کتاب و سنّت کا نچوڑ اور احکام دینیہ کے اکثر و بیشتر تمام اجزاء کی تشریح آپ کی تقاریر میں پائی جاتی تھی آپ فرمایا کرتے تھے

"پورے قرآن مجید اور صحاح ستہ کا خلاصہ یہ ہے
کہ بندہ خدا کو بعبادت اور مخلوق کو بخدمت راضی رکھے۔"

آپ کے جذبات میں صدق و صفا، انداز تکلم میں بزرگانہ تشویق و ترغیب مصلحانہ متانت، سادگی اور جاذبیت کے انوار ہوتے تھے۔عام شعلہ بیاں مقررین کی طرح سامعین کو اقبال و روم کے اشعار سے خوش تو نہیں کر سکتے تھے لیکن اس لاہور کی گرویدگی کا یہ عالم تھا کہ کئی لوگ میل سفر کرکے آپ کے فرمودات سننے کے لئے حاضر ہو جاتے تھے آپ کے خطبۂ جمعہ میں علماء کرام اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی اکثریت ہوتی تھی۔تقریر کا ہر جملہ مذہبی رنگ میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد اور حقوق العباد میں حقوق والدین اور حقوق اولاد پر اکثر نظر رہتی تھی۔اصلاح احوال کا پہلو ہر موضوع پر نمایاں ہوتا تھا۔ توحید، رسالت اور معاش و معاد کے مہتمّہ مسائل پر عام زبان میں نہایت موثر طریق سے تبصرہ ہوتا تھا۔آپ جب تک تقریر فرماتے تھے۔حاضرین

کا ذوق سماعت لحمہ بلحمہ تیز تر ہوتا ہوا معلوم ہوتا تھا ۔ قوم کی بد حالی بد ذوقی اور باطنی ، بے راہروی ، فرنگیانہ تہذیب کی کورانہ تقلید ، دینی تعلیم سے محروی ، عوام اور حکام کا لا ابالیانہ رویہ ، رسومات قبیحہ کی مسلمانوں میں ترویج اور عقائد باطلہ کی تعمیم پر جب لب کشائی فرماتے تو بعض مقرر پر ایک لمحہ کے لئے خاموش ہو جاتے تھے ۔ اس وقت معلوم ہوتا تھا کہ شاید آپ جیبی میں آکر بد دعا نہ دیں لے ۔ یا کسی آنے والے عذاب اسہی کی پیش گوئی فرمائیں گے مگر آپ جب دوبارہ زبان کھولتے تو رشد و ہدایت کے پھول آپ کے منہ سے جھڑتے تھے ۔ اصلاحی تدابیر کا ایک ناقابل فراموش درس ہوتا تھا ۔ ہم نے سادگی میں اتنی جاذبیت کم ہی دیکھی ہے ۔ ایک کھدر پوش ، بزرگ صورت ، سفید ریش ، تہذیب صحابہ کا نقیب مائدہ میں قرآن حکیم جنتوں میں مصلحانہ سلجھدگی کے انوار ، زبان کے نکات نذیری و بشیری کے آئینہ دار اور حاضرین میں ہر ذوق کا آدمی اور کبھی حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم اور خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان اللہ مرحوم جیسی عدیم المثال شخصیتیں !

فکر عاقبت ، رزق حلال ، تعلیم قرآن پر زور ، علماء کی محبت اولیاء امت سے عقیدت ، سنت نبوی پر نجات دارین کا مدار اور باقی مسائل حاضرہ کے مختلف ابواب کی تشریح و توضیح آپ کے پسندیدہ موضوعات (خطبات جمعہ) ہوتے تھے ۔ ہفت روزہ خدام الدین کے اجراء کے بعد حضرت کے خطبات ہر شمارے میں چھپ جاتے تھے اور ہزاروں گھروں میں شمع ہدایت کا کام دیتے

تھے ۔ بعض عنوانات درج ذیل ہیں :

۱ ۔ دنیا میں ہمیشہ سے انسانوں کی دو ہی قسمیں رہی ہیں ۔

اللہ تعالےٰ کی اصطلاح میں ان کے نام یہ ہیں :

حزب اللہ ۔ حزب الشیطان

۲ ۔ مرتے دم تک مسلمان رہنے کا حکم

۳ ۔ اسلام نظام رحمت ہے ۔

۴ ۔ ہر فرقہ کے علماء کرام اور ہر فرقہ کے دیندار عوام سے ایک دردمندانہ

اپیل ۔

۵ ۔ انسان کی ترقی کا صحیح مفہوم

۶ ۔ قرآن مجید سے فیض حاصل کرنے کی شرائط

---

۱ ۔ خطبۂ جمعہ مورخہ ۱۸ جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۵۹ء
از مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

۲ ۔ خطبہ جمعہ مورخہ ۱۲ شوال ۱۳۷۵ھ / ۲۵ مئی ۱۹۵۶ء از مولانا علیہ الرحمہ

۳ ۔ خطبۂ جمعہ مورخہ ۲۲ رمضان المبارک / ۴ مئی ۱۹۵۶ء از مولانا علیہ الرحمہ

۴ ۔ خطبۂ جمعہ مورخہ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ / ۲۶ جولائی ۱۹۵۷ء از ایضاً

۵ ۔ خطبۂ جمعہ مورخہ ۹ جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ / ۲۶ جولائی ۱۹۵۷ء ایضاً

۶ ۔ خطبۂ جمعہ مورخہ ۱۹ شعبان ۱۳۷۶ھ / ۲۲ مارچ ۱۹۵۷ء ایضاً

۷ ۔ دربار الٰہی سے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رحمۃ للعالمین کا لقب عطا ہوا ہے ۔ رحمۃ للعالمین کی شان کے شواہد ۔

یہ خطبات رسالہ خدام الدین میں چھپ کر پاکستان کے مختلف شہروں اور بیرون ملک لندن ، کویت ، مدینہ منورہ اور باقی ممالک میں علم و عرفان کے بادل برساتے رہے ۔ ان کی تعداد تقریباً تین سو ہے ۔ اگر حضرت شیخ التفسیر مرحوم کی حیات عارفانہ کے آخری چھ سال کی تبلیغی سرگرمیوں کا اندازہ لگانا مقصود ہو تو آپ کے خطبات جمعہ کا بنظر تعمق مطالعہ کیجئے ۔ ان کی ہر سطر میں حضرت والا جاہ کے خون جگر کی چاشنی ہے ۔ بلا شک و ریب آپ کی پیرانہ سالی میں خدمت دین کے یہ زندہ جاوید شاہکار ہیں ۔ ان کو کتابی صورت میں شائع کرایا جا چکا ہے ۔ ان کے مطالعہ سے ہر طالب صادق کتاب و سنت کی تجویز کردہ پاکیزہ زندگی کا سراغ لگا سکتا ہے ۔

؎ جہانے را دگرگوں کرد یک مرد خود آگاہے ! (زبور عجم ص۲۱)

راقم الحروف کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ نیلہ گنبد کی جامع مسجد میں "رحمۃ للعالمین" کے عنوان پر آپ گوہر افشانی کر رہے تھے ۔ دوران تقریر آپ کی زبان مبارک سے نکلا !

؎ خطبہ یوم الجمعہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق ۹ اگست ۱۹۵۷ء از مولانا احمد علی علیہ الرحمہ

ع افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را !

اللہ ! اللہ ! وہ کس قدر اندوہناک جذبات تھے کہ جن کے غلبہ و استیلا سے حضرت مولانا کی گھگھی بندھ گئی اور آن واحد میں ہزاروں انسان آبدیدہ ہوکر رہ گئے ۔ اس طرح شیرانوالہ کی جامع مسجد میں واقعات کربلا موضوع تقریر تھا ۔ فرط رقت سے آپ چپ ہوگئے ۔ چند لمحات کے لئے سامعین بھی اشکباری میں آپ کے ہمنوا رہے ۔

رمضان المبارک کا آخری جمعہ شیرانوالہ دروازہ سے باہر باغ کے وسیع و عریض صحن میں ہوتا تھا ۔ شامیانوں کا بڑا پر شکوہ انتظام کیا جاتا ۔ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مریدین اور معتقدین بیرون شہر سے حاضر ہوتے ۔
ہزاروں میں
شہریوں کی شمولیت بھی بڑی ہوتی تھی ۔ ان علمی اور روحانی بہاروں کو دیکھ کر بعینہٖ ایک صاحب دل کہہ اٹھتا تھا ۔ الہی ! اس مسلمانوں کی دنیا (باہم) ابھی قرآنی شاہی لوگوں الہامی قوتیں سے بلند کر رہا ہے جس کی آواز سے امت مسلمہ کا بھولا بھٹکا کارواں پھر سے چمک گیا ہے اور ہمہ تن گوش ہوکر اللہ تعالے کا آخری پیغام سن رہا ہے ۔

اکثر و بیشتر آپ کی زبان پر دعوت الی اللہ اور قوم کی خوشحالی کی دعائیں ہوتی تھیں ۔ بعض اوقات فرماتے کہ آپ مجھ سے اچھے ہیں میں نے کتاب و سنت اور اس کے متعلقہ علوم و معارف کی برسوں تحصیل کی ۔

پھر مسجد میں آیا ہوں ۔ لیکن آپ نے ان الہامی علوم کو حاصل بھی نہیں کیا ۔ مگر آپ مسجد میں نہایت خوشی سے تشریف لائے ہیں ۔ مجھ میں اور آپ میں صرف یہ فرق ہے کہ میں یہاں قرآن مجید سنانے کے لئے آیا ہوں اور آپ کو اللہ تعالیٰ سننے کے لئے لایا ہے ۔ آپ یسّروا ولا تعسّروا وسکّنوا ولا تنفّروا (متفق علیہ) پر ہر موقعہ نگاہ رکھتے تھے ۔ یہی وجہ تھی آپ کی مجلس میں قرآن فہمی ، ترک معصیت، حسن عمل ، ذکر الٰہی اور خدمت خلق کا جذبہ پیدا ہوتا تھا ۔

ذہنی کمالات

زیر بحث عنوان میں حضرت مولانا لاہوری نور اللّٰہ مرقدہ کے ذاتی کمالات اور متابعت سنّت کے واقعات کا نقشہ پیش کیا جائے گا لیکن ہم تمہید و طوطیہ کے طور پر مقام سنّت پر مختصر تبصرہ کرنا چاہتے ہیں ۔ تاکہ اطاعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی اہمیت کے اکثر گوشے آنکھوں کے سامنے آجائیں ۔

مقام سنّت

انّما کان قول المؤمنین اذا دعوا الی اللّٰہ ورسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا واطعنا ۔ واولٰئک ھم المفلحون ۔ ومن یطع اللّٰہ ورسولہ ویخش اللّٰہ ویتقہ فاولٰئک ھم الفائزون [۱]

---

[۱] سورۂ نور پ ۱۸ رکوع ۶ آیت نمبر ۵۱

دوسری جگہ اطاعت رسول کی تاکید نصوص قرآنیہ میں بایں الفاظ وارد ہوئی ہے ۔

وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللّٰہ ورسولہ امرا ان یکون لہم الخیرة من امرہم ومن یعص اللّٰہ ورسولہ فقد ضلّ ضلالا مبینا [۱]

ان آیات سے معلوم ہوا کہ رسول خدا کے تمام فیصلے منصفانہ ہوتے تھے اور ان کے فیصلوں کی تسلیم میں حکم خدا کی اطاعت مضمر ہے ۔ سابقہ عبارت کی وضاحت کے سلسلے میں ۔

" یہ اطاعت اور مطلقا " سر الکندگی اور تمام فیصلوں کے قطعی حق اور منصفانہ فیصلہ ہونے کی ربّانی ذمہ داری ہر حاکم وقت سلطان زمانہ کے لئے نہیں ۔ یہ انبیاء کے لئے خاص ہے ۔ دو شخصوں کے باہمی جزئی و شخصی مقدمات کا فیصلہ ظاہر ہے کہ خود اللہ تعالیٰ وحی قرآنی کے ذریعہ نہیں کرتا تھا ۔ بلکہ رسول کے فہم نبوّت اور حکمت شرح صدر تعیین حقیقت اور ارادت (دکھانا اور سوجھانا) کے ذریعہ فرماتا تھا ۔

---

[۱] سورہ احزاب ۳۳ پارہ ۲۲ رکوع ۲ آیت نمبر ۳۶

لیکن کلیات کی حیثیت سے وہ یقیناً وحی قرآنی کے مطابق ہوتا تھا اور ان کلیات کے مطابق ان جزئیات کا فیصلہ خود اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھاتا تھا۔ آپ کے ان قضایا اور فیصلوں کی رسامندانہ اطاعت ہر مسلمان پر قیامت تک ضروری ہے۔ آپ کے فیصلے بحکم خدا غلطی سے پاک، ظلم سے بری اور بے انصافی سے منزّہ تھے اور دنیا میں رسول کے سوا کسی انسان کو اس بے گناہی اور عصمت کا مرتبہ اور رتبہ حاصل نہیں۔"[1]

سید سلیمان ندوی علیہ الرحمہ نے دوسرے[2] مقام پر رسول پاک کے وجود مسعود اور آپ کے منصب کی اہمیت کو اجاگر فرمایا ہے۔ سابقہ آیات و دلائل سے ثابت ہوا کہ صحائف سماوی کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کے وجود مسعود کا ہونا اس لئے ضروری ہے کہ مشیت الٰہی کی ترویج و اشاعت کا مقصد تب ہی پورا ہو سکتا ہے جب افراد قوم میں سے (منہم و منکم) ایک برگزیدہ الٰہی احکام خداوندی کو عملی جامہ پہنائے اور قوم کو اپنی متابعت کی دعوت دے۔ پس قوم انسان کی ساری تاریخ میں یہ سنت اللہ جاری و ساری رہی ہے۔

---

[1] سیرۃ النبی مصنفہ مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم ص ۱۸۵ جلد چہارم

[2] وکیف تکفرون و انتم تتلی علیکم آیات اللہ و فیکم رسولہ۔ آیت کے آخری ٹکڑے سے ثابت ہوا کہ کفر سے بچانے والی دو مستقل چیزیں ہیں۔ آیات الٰہی اور خود رسول کا مستقل وجود۔ اگر صرف کتاب الٰہی اس کام کو انجام دے سکتی تو رسول کے ذکر کی حالت بلکہ خود بعثت کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے واضح ہوا کہ اللہ کی کتاب صامت (صحیفۂ قرآن) اور کی کتاب ناطق (رسول) سے مل کر

حتیٰ کہ ربّ السموٰت والارض نے منشائے تخلیقِ عالم کے ظہور کا ارادہ فرمایا۔ یہ وہ مبارک ساعت تھی جس میں تمام عہودِ گذشتہ کی سعاداتِ قدسیہ اور معارف وعلومِ ابدیہ مجموعی حیثیت سے مکہ معظمہ کے دُرِّ یتیم کے دل پر نازل ہونے شروع ہوئے۔[1] نبوّت و رسالت کا یہ آخری عہد تھا جس کے مطلع سے آفتابِ ختمِ نبوّت طلوع ہوا جس کی شعاعوں نے عالمِ علوی اور سفلی کے تمام گوشوں کو رحمت و ہدایت[2] کے انوار سے منوّر کر دیا۔

حاشیہ صفحۂ سابق :-

اپنے فریضہ کو انجام دیتی ہے۔

(سیرۃ النبی جلد چہارم ص ۱۸۷)

---

[1] فانہ نزّلہ علیٰ قلبک ۔ پارہ اوّل ۔ رکوع ۱۲ شروع ۔

[2] وما ارسلنٰک الّا رحمۃ للعٰلمین ۔
۲۱/۱۰۷

اب تمام دنیا کو ایک پیغام دیا گیا ۔ یہ اولاد آدم کے لئے نجات دارین کا پیغام تھا ۔ اس پر عمل پیرا ہونے والا محبوب[1] خدا بن جائے گا اور محبوبیت کا یہ معیار تا یوم الحشر قائم رہے گا ۔ ختم نبوت کے تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے مبارک[2] الفاظ میں بھی یہی روح کار فرما ہے ۔ قرآن حکیم نے اپنے تئیس سالہ نزول میں محمد مصطفی احمد مجتبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں حال اور مستقبل کی تمام نسلوں کو مخاطب کرکے فرمایا ۔ وما آتٰکم[3] الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ ؕ دوسرے مقام پر من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ؕ الغرض رسول انس و جان مقصود تخلیق اور محبوب خدا ہیں ۔ اور آپ اسوۂ حسنہ کے حامل ہیں ۔ لہٰذا آپ کی متابعت ہی عین دین اسلام ہے ۔

---

[1] قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور الرحیم (پارہ ۳ آل عمران) آیت نمبر ۳۱

[2] لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین (بخاری شریف باب ۸ کتاب الایمان ۔ مسلم شریف کتاب الایمان باب جامع اوصاف الاسلام ص ۲۲۰) ۔

[3] پارہ ۲۸ سورہ الحشر ۵۹ آیت نمبر ۷

اب ہم حوالہ بالا حقائق کے آئینے میں حضرت مولانا احمد علی نوراللہ مرقدہ کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں ۔ اتباع سنت آپ کا حال تھا ۔ رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں آپ اپنے ہر عمل حیات کو حضور اکرم کی سیرت مبارکہ کے سانچے میں ڈھالنے کی فکر میں رہتے تھے ۔ ہم واقعات اور مشاہدات سے اس عنوان کو زیب داستاں بناتے ہیں ۔ ہم حضرت مولانا محمد شعیب[1] صاحب کے تعاون اور مشورہ کا اس سلسلے میں تہ دل سے احترام کرتے ہیں کیونکہ اس موضوع کی طرف انھوں نے ہماری رہنمائی فرمائی ۔

" آداب لباس "

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو رضا و خوشنودی الٰہی کا وسیلہ بھی کیا ۔ اور حضور اکرم کی عالی شخصیت کے اثر و صحبت نے انکی روحوں میں اسلام و ایمان کی ایسی تخم ریزی کی تھی کہ وہ اتباع رسالت مآب کو ہی عین دین سمجھتے تھے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سادہ اور موٹا لباس پسند فرماتے تھے ۔ آپ کا لباس[2] چادر ، قمیص اور تہمد ہوتا ۔ پاجامہ کبھی استعمال نہیں فرمایا لیکن امام احمد اور اصحاب سنن اربعہ نے روایت کی ہے کہ آپ نے منا کے بازار میں

---

[1] حضرت مولانا محمد شعیب صاحب بوہمہ کے ہاں میں اور حضرت مولانا لاہوری مرحوم کے ممتاز خلفاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے ۔

[2] سیرۃ النبی جلد دوم ص ۲۰۱ ۔ ۲۰۲ ۔ مصنفہ مولانا شبلی نعمانی مرحوم

پاجامہ خریدا تھا ۔ حافظ ابن قیم نے لکھا ہے کہ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ پہنا بھی ہوگا ۔ موزی کی عادت نہ تھی ۔ لیکن نجاشی نے جو سیاہ موزے بھیجے تھے آپ نے استعمال فرمائے ۔ عمامہ کا شملہ کبھی دونوں مبارک پر کبھی دونوں شانوں کے بیچ ، عمامہ کے نیچے ٹوپی کا التزام تھا ۔

ارشاد نبوی ہے

" احلّ الذہب والحریر للاناث من امتی وحرّم علی ذکورہا "[1]

حضرت شاہوری علیہ الرحمہ نے ساری زندگی سادہ اور سفید لباس پہنا ۔ آپ کھدر کا کرتہ ، کھدر کی شلوار ، کھدر کی ٹوپی[2] اور اس پر کھدر کا عمامہ پہنا کرتے تھے ۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے ۔ کان قمیص[3] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الرسغ (حضور اکرم کے مبارک کرتے کی آستینیں کلائی تک ہوتی تھیں ۔ حضرت مولانا کو ساری زندگی آپ کے متعلقین نے ایسا ہی کرتہ زیب تن کرتے دیکھا ۔ جس کی آستین کلائی تک ہوتی تھیں ۔ مولانا عجز و انکساری کا نادر المثال پیکر تھے ۔ ارشاد مصطفوی ملاحظہ ہو :

---

[1] ترمذی شریف ، ابواب اللباس ص ۲۱۷ مطبوعہ منشی نولکشور ۔ لکھنؤ

[2] ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس (ابوداؤد و ترمذی)

(ابواب اللباس ترمذی شریف ص ۲۲۲ مطبوعہ نولکشور ۔ لکھنؤ)

[3] ترمذی شریف ؛ آداب اللباس ، باب ما جاء فی القمص ص ۲۲۲

" جو شخص باوجود قدرت کے عاجزی کی وجہ سے کسی
کے لئے یا بیش لباس کو ترک کرے گا اللہ تعالی اسکو
قیامت کے روز تمام مخلوقات کے سامنے بلائے گا ۔ اور اس کو
اختیار دے گا کہ ایمان والوں کے لباس میں سے جو لباس چاہے
پہن لو ۔ تم نے دنیا میں اللہ تعالے کے لئے قیمتی لباس
ترک کیا اب جنّت کے بہترین لباس میں جو پسند کرو ،
پہنو ۔" (سبحان اللہ والحمد اللّلہ) [1]

" سفید کپڑے پہنا کرو ۔ کیونکہ سب سے اچھا لباس ہے اور اس
سفید کپڑے میں اپنے مردوں کو کفنایا کرو ۔" [2]

مولانا لاہوری نے تمام زندگی سفید موٹا کھدر پہنا اور اسی مشابہت
اور مشابہت ملبوسات کو دیکھ کر سید الاحرار سید عطاءاللہ شاہ بخاری مرحوم
نے فرمایا تھا

" مولانا لاہوری عہد صحابہ کے نقیب ہیں ۔"

ملبوسات کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی ترجمان الفاظ

سنئیے :

---

[1] ترمذی شریف ، آداب اللباس منقول از جوامع الکلم ص ۱۹۲

[2] ترمذی شریف ، باب ما جاء فی البشر البیاض ص ۲۲۷

ان اللّٰہ لا ینظر الی من جرّ ازارہ بطرا۔[1]

مولانا لاہوری ساری زندگی اس مبارک سنّت پر عمل پیرا رہے ۔ ہزاروں عقیدت مندوں اور تلامذہ نے آپ کی روش کو عین سنت نبوی سمجھ کر اس پر عمل کیا ۔

مولانا عصا اور پاپوش کی سنت پر بھی عمل فرماتے تھے ۔ سردیوں میں معمولی جرابیں پہنا کرتے ۔ ایک چمڑے کا ایک چھوٹا سا تھیلا اور طیلسان (رومال) آپ کے پاس ہوتا تھا ۔ آپ کی سادگی میں جاذبیت تھی ۔ ہر وقت مسترشدین کی نگاہیں آپ کے دیدار کی منتظر رہتی تھیں ۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ التفسیر کو حضور اکرم کے اسوہ حسنہ میں ایمان و اعمال حسنہ کی جھلکیں نظر آتی تھیں ۔ آپ عاشق سنت تھے اور آپ کے گرویدہ حضرات آپ کی اسی خوبی کی بنا پر آپ پر جان تک چھڑکتے تھے ۔ علامہ اقبال مرحوم نے آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشّاق کی امتیازی شان یوں الفاظ پیش کی ہے ۔

عاشقان او ز خوبان خوب تر
خوب تر زیبا تر و محبوب تر

---

[1] موطاء امام مالک : باب ما جاء فی اسبال الرجل ثوبہ ص ۳۲۲

کھانے پینے میں اتباع سنت

پروردگار عالم نے رسول انس و جاں صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوبیت کے سانچے میں ڈھالا ہے اور ہر وہ بلند بخت انسان جو محبوب خدا کے اعمال، اقوال اور ترجیحات کا اتباع کرے گا محبوب خدا بن جائے گا[1]

اب ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے آئینہ میں مولانا احمد حسن علیہ الرحمہ کے اعمال حیات کا جائزہ لیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

کل امر ذی بال لم یبداء ببسم اللہ فھو ابتر[2]

دوسری جگہ

لا تشربوا فی انیۃ الذھب والفضۃ ولا تاکلوا فی صحافھا
فانھا لھم فی الدنیا ولکم فی الآخرۃ[3]

اکل و شرب کے سلسلے میں یہ بھی فرمان نبوی ہے

لا یاکل احدکم بشمالہ ولا یشربن بھا فان الشیطان یاکل
بشمالہ ویشرب بھا۔[4]

---

[1] قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم ۔ واللہ غفور رحیم
پارہ ۳ آیت ۳۱ ۔ سورۃ آل عمران ۳

[2] بخاری شریف باب ۲۲۲ کتاب الاطعمہ ۔ مسلم شریف

[3] بخاری شریف باب ۷۰ ۔ ۳۲۹

[4] مؤطاء امام مالک النہی عن الاکل بالشمال ص ۳۲۸ مطبع مجتبائی دہلی

حضرت مولانا اکثر پند و نصائح کی مجالس میں حاضرین اور مسترشدین کو رزق حلال کی تاکید فرماتے تھے ۔ آپ اکثر کہا کرتے کہ رزق سے جسمانی قوتیں نشوونما پاتی ہیں اور اعضاء و اعمال کا صدور ارادہ اور قوت سے وقوع پذیر ہوتا ہے لہذا رزق حلال سے پیدا شدہ قوت نیک اعمال کی طرف مائل ہوتی ہے ۔ حرام اور مشتبہ مال کے استعمال سے ذکر الٰہی کی لذت سلب ہو جاتی ہے بلکہ حرام خوری سے فطرت سلیمہ کے انوار بجھ جاتے ہیں ۔ آپ فرمایا کرتے تھے ۔ پروردگار عالم اولیاء کرام کو اگر چاہے تو وہ نور فراست اور چشم بصیرت عطا فرماتا ہے ۔ جس سے وہ حلال اور حرام ملی ہوئی اشیاء کو جدا حلال و جدا حرام کرکے جدا کر سکتے ہیں ۔

مولانا کو ہمیشہ سنت نبوی کے مطابق کھانا کھاتے ہوئے پایا گیا ۔ سادہ برتنوں میں کھانا ، ہاتھ صاف کرنا اور بعد[1] از طعام ہاتھوں کا صاف کرنا اور اس زمین پر بیٹھنا جو مسنونہ نشست ہے[2] کھانا کھانے کے بعد برتن کو انگلیوں سے[3] صاف کرنا اور انگلیوں کو منہ سے اچھی طرح صاف کر لینا چاہیئے ۔ پانی ٹھہر ٹھہر کر تین سانس[4] میں پینا چاہیئے ۔ پانی کے برتن

---

[1] سیرۃ النبی حصہ ششم ص ۸۹ آداب طعام مصنفہ سید سلیمان ندوی
(برکۃ الطعام الوضوء قبلہ و الوضوء بعدہ (ابو داؤد)

[2] ما اکل متکئا ــ بخاری شریف ، کتاب الاطعمہ باب نمبر ۳۸

[3] بخاری شریف کتاب الاطعمہ باب ۲۷۷

[4] بخاری شریف کتاب الاشربہ

میں سانس[۱] نہیں لینا چاہئیے ۔ مذکورہ بالا آداب طعام کے نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت لاہوری ان سنن پر عمل پیرا تھے ۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی سے پتہ چلتا ہے کہ مل کر[۲] کھانا کھانے میں برکت ہے کیونکہ یہ عادت تمام افراد خانہ میں تالیف و موانست کے جوہر کو چمکاتی ہے ۔

مولانا نے ہمیشہ اپنے صاحبزادوں (مولانا عبیداللہ انور ، حافظ حمیداللہ مرحوم) اپنے پوتوں (محمد اجمل ، محمد اکمل) اور اپنی پوتی رقیہ کو اپنے ہمراہ شریک طعام فرماتے ۔ حافظ حبیب اللہ (آپ کے بڑے صاحبزادہ) کا بیان ہے کہ مکہ معظمہ میں آپ ہمارا انتظار فرماتے اور جب سب اکٹھے ہوجاتے تب کھانا کھاتے ۔

---

۱ کتاب الاشربہ بخاری شریف باب ۲۸ ۔ ۳۲۷

۲ قالوا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ یا رسول اللہ انا ناکل ولا نشبع قال لعلکم تاکلون تفرقون ۔ قالوا نعم ! قال فاجتمعوا علی طعامکم واذکروا اسم اللہ یبارک لکم فیہ باب ۳۵ بخاری شریف ، کتاب الاطعمہ

کھانے میں عیب نہیں نکالنا چاہئیے [1] ۔ کیونکہ اس سے گھر والوں اور کام کرنے والوں میں شریق پیدا ہوتی ہے ۔ حضرت لاہوری ہر کھانا نہایت رغبت سے تناول فرماتے ۔ اگر کھانے میں کوئی خامی بھی ہوتی تو آپ ذکر نہ فرماتے ۔ ایک دن نماز عشاء کے بعد آپ نے کھانا کھایا ۔ اماں جان کے علاوہ افراد خانہ سو چکے تھے ۔ تقریباً دو دن کے بعد پتہ چلا کہ آپ کو جس برتن میں سالن ڈال کر دیا گیا تھا اس میں پسا ہوا نمک تھا ۔

اماں جان کی چارپائی پر بیٹھ کر کھانا کھایا جاتا ۔ بچے بھی ہمراہ ہوتے اور آپ خوش طبعی سے فرمایا کرتے کہ ہم آپ کی چارپائی پر اس لئے بیٹھ کر کھاتے ہیں کہ چیونٹیاں آپ کی سہیلیاں ہیں [2] ۔ بعد میں ان کو آپ کی چارپائی پر ہی آنا چاہئیے ۔

کھانے کی چیزوں کو ڈھانپ کر رکھنے کی تاکید فرماتے ۔ پانی ہمیشہ بیٹھ کر پیتے اور کھانے کے بعد دعا بھی پڑھتے [3] ۔

---

[1] سیرۃ النبی ص ۸۰۲ جلد ششم ۔ بخاری شریف (کتاب الاطعمہ) باب ۲۲۶

[2] جمیلہ کوثر (راوی) حضرت مولانا احمد علی صاحب کی نواسی

[3] الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا و جعلنا من المسلمین (سیرۃ نبوی)

بخاری شریف باب ۲۲۹ ــ کتاب الاطعمہ ۔

مذکورہ بالا آداب طعام کے اثرات تمام افراد کنبہ اور شرکاء طعام
پر نہایت غیر شعوری طور پر نہایت احسن نتائج پیدا کرتے ۔ دراصل آپ
کی بزرگانہ روش حیات سنت مصطفوی پر عمل کرنے والوں کے لئے ہزاروں برکات
کی حامل تھی ۔

" آداب ملاقات "

ہم اس باب کے شروع میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس احادیث نقل کرتے ہیں اور پھر ان کی روشنی میں حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کی زندگی پر غور و خوض کرتے ہیں۔

عالم ربانی بنفس ایزد متعال پیغمبر ونت کی متابعت میں فنا ہوتا ہے اور نبوت کے سراپا مہرا سے ہمیشہ کسب ضیا کرتا ہے۔ حسن سلوک کے متعلق ارشاد نبوی ہے

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تبارک وتعالیٰ یقول یوم القیامہ این المتحابون لجلالی الیوم اظلھم فی ظلی یوم لاظل الا ظلی ۔ [1]

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبسمک الی وجہ اخیک لک صدقۃ [2]

---

[1] موطا امام مالک باب فی المتحابین فی اللہ ص ۳۷۷

[2] ترمذی شریف ابواب البر والصلہ ص ۲۲۱

حضرت مولانا لاہوری اپنے آشناؤں اور نا آشناؤں سے نہایت حسنِ[1]
اخلاق سے پیش آتے تھے ۔ آپ کی ملاقات کے لئے علماء کرام سے لے کر ہر
خاص و عام حاضر ہوتا تھا ۔ لیکن چند منٹوں کی صحبت کے بعد جب واپس
ہوتا تو اس کو یہی گمان غالب ہوتا تھا کہ حضرت مولانا نے میرے ساتھ
خصوصی مروت و تلطف کا سلوک کیا ہے ۔ حضرت کا اخلاق آپ کی تعلیمات
کی ہمنوائی کرتا اور یہی خوبی امراء و غرباء کی گرویدگی کا باعث بنتی ۔

وزراء چٹائیوں پر آکر نہایت ادب سے بیٹھتے تھے ۔ اور ان سے
نہایت خوش[2] کلامی ، خندہ پیشانی ، نرم گوئی[3] اور لہجے کی آہستگی سے
سے پیش آتے تھے ۔ وہ لوگ جو آپ کے حلقہ و محبت کے اسیر[4] تھے وہ یوں

---

[1] انّ صاحب حسن الخلق لیبلغ بہ درجۃ صاحب الصوم والصلوۃ (ترمذی
باب حسن الخلق ص ۲۲۸)

اسلام کے چاروں ارکان پر عمل کرنے سے اگر اخلاق حسنہ ظاہر نہ ہو
تو سمجھ لینا چاہئیے کہ وہ درخت ہیں جن میں پھل نہیں ۔ وہ پھول ہیں
جن میں خوشبو نہیں ۔ وہ قالب ہیں جن میں روح نہیں (سیرۃ النبی حصہ
ششم — سید سلیمان ندوی)

[2] الکلمۃ الطیّبۃ صدقۃ (بخاری شریف باب ۵۹۰ کتاب الادب)

[3] انّ اللہ یحبّ الرفق فی الامر کلّہ (بخاری شریف ـ کتاب الاداب باب ۵۹۱)

[4] — ہر یہ بیٹھے ہیں ترے ہی زنجیر
کس طرح کی یہ پابندی ہے —

محسوس کرتے تھے ۔ جیسے کوئی خوش نصیب بچہ مادر مشفق کی آغوش عاطفت میں مسرور ہو ۔ آپ پر عالم نزع کے اوقات رہتے ۔ جسم مبارک میں تکان اور عضلات میں درماندگی کا احساس ہوتا تھا ۔ نوجوان مریدین آپ کے پاؤں ، شانے ، پنڈلیاں ، ہاتھ ، بازو اور کمر دبانے کے لئے قریب ہوتے ۔ تو ان کو ہدایت فرماتے کہ جب تک میرے پاس بیٹھے ، ذکر قلبی میں شاغل رہیے ۔[1]

ملاقات کے اوقات مخصوص نہیں تھے ۔ آپ ہر نماز کے بعد مل سکتے تھے ۔ آپ ساری نمازیں با جماعت پڑھتے ۔ تکبیر سے پہلے مسجد میں تشریف لے آتے سنتیں پڑھتے ۔ بابا قائم الدین[2] مرحوم نے ساری زندگی آپ کے شانہ بشانہ داہنی طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھی ۔

باہر سے آنے والے لوگ السلام علیکم کے بعد آپ سے مصافحہ[3] کرتے اور بیٹھ جاتے ۔ آپ نہایت مشفقانہ انداز میں خیریت پوچھتے اور اپنے حکمت اثر

---

[1] بلکہ جب ہم ذکر قلبی میں غفلت کرتے تو حضرت ایک دفعہ قدرے جہر سے " اللّٰہ " فرمایا کرتے ۔ (راقم الحروف احقر)

[2] ایک بہرہ اور گونگا مزدور جو لکڑیاں بیچ کر گزر اوقات کرتا تھا اس نے مسجد میں رہنا شروع کیا ۔ روٹی کا انتظام حضرت کے گھر سے کیا گیا ۔ یہ شخص باوجود اپنی فطری کمزوریوں (توتلی زبان ۔ بہرہ پن) کے نماز عشاء کے بعد قرآن مجید کا ترجمہ کرتا (راقم الحروف)

[3] رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ سلام کا تکملہ ہاتھ کا پکڑنا یعنی مصافحہ ہے کہ مدینہ میں سب سے پہلے یہ تحفہ اہل یمن لائے ۔

بیان سے سامعین کو محظوظ فرماتے ۔ عام جلسوں ، جمعہ کے اجتماعی
اور خصوصاً جمعۃ الوداع کی نماز کے بعد مصافحہ کا سلسلہ اتنا طویل ہوجاتا
کہ ہم لوگ گھبرا جاتے تھے ۔ لیکن حضرت مولانا عین دھوپ ، شدید
سردی میں عین پیرانہ سالی میں کسی شائق کو ہرگز محروم نہیں رکھتے تھے۔
خلق خدا کی دلجوئی[1] ہر حال میں پیش نظر ہوتی تھی ۔ بعض حضرات
سے معانقہ بھی فرماتے ۔

دوسروں کی حاجت[2] براری میں ہر وقت مدد فرماتے ۔ اگر کوئی تخلیہ میں
ملنا چاہتا تو آپ فوراً قبول فرمالیتے ۔ کسی کی درپردہ بات دوسرے آدمی
کے علاوہ سامنے بیان نہ فرماتے ۔ جب آپ حجرہ سے باہر تشریف لاتے تو آپ
السلام علیکم کہنے میں ہمیشہ تقدیم فرماتے ۔ اپنے سے چھوٹی عمر بلکہ بچوں
تک کو " آپ " کے لفظ سے مخاطب فرماتے اور یہی وہ خلق عظیم کا سحر
حلال تھا جس کی برکت سے آپ دلوں پر حکومت کرتے تھے اور اغیار بھی
آپ کی حسن صورت کو دیکھ کر آپ کے[3] مسلک کی پیروی کرنے لگتے تھے ۔

---

[1] حدیث قدسی : یقول اللہ تعالی وجبت محبتی للمتحابین فیّ والمتجالسین
فیّ والمتزاورین فیّ والمتباذلین فیّ
(موطا امام مالک باب ما جاء فی المتحابین فی اللہ ص ۳۷۷)
[2] قال اشفعوا فلتؤجروا (بخاری شریف — باب تعاون المؤمنین باب ۵۹۲)

[3] دل بدست آور کہ حج اکبر است — از ہزاران کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ بنیاد خلیل آزر است — دل گذرگاہ جلیل اکبر است
(مولانا روم)

آپ چلا کر نہ بولتے ۔ نہایت باوقار طریق سے گفتگو فرماتے ۔[1]

لایعنی کلام آپ کی زبان سے کبھی نہ سنا گیا ۔ صرف ہدایت کے کلمات[2] آپ کی زبان پر جاری ہوتے تھے ۔ ہر شخص کی استعداد کے مطابق کلام فرماتے ۔ جہاں تک استفادہ کا تعلق ہے آپ کسی کے گھر جاتے ہوئے اگر صاحب خانہ آپ کے ہمراہ ہوتا تو اس کو پہلے گھر جانے کا اشارہ فرماتے جب وہ باہر آکر عرض کرتا تو پھر اس کے گھر میں قدم رنجہ فرماتے ۔

حاشیہ صفحہ سابق :-

۳ ایک مولوی صاحب ہماری مسجد موضع بھانبکے میں تشریف لائے ۔ حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کا ذکر چھڑا تو فرمانے لگے کہ میں مرزائی تھا ۔ آپ کے حجرے میں ملاقات ہوئی ۔ بڑی شفقت سے ملے ۔ اسی طرح دوسری دفعہ اور اسی طرح تیسری دفعہ مجھ کو شرف ملاقات حاصل ہوا ۔ مجھ پر حضرت کی روح کا اتنا اثر ہوا کہ میں نے حضرت کے سامنے مرزائیت سے توبہ کی اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی (راقم الحروف ۔ لال دین)

---

۱ واقصد فی مشیک ان انکر الاصوات لصوت الحمیر ۔ پارہ ۲۱ سورہ لقمان آیت ۱۹

۲ لا تکثروا الکلام بغیر ذکر اللہ تعالیٰ ۔ فتقسوا قلوبکم وان القلب القاسی بعید من اللہ تعالیٰ ولکن لا تعلمون (موطا امام مالک (ما یکرہ الکلام بغیر ذکر اللہ) ص ۳۸۷ مطبع مجتبائی دہلی ۔ مثنوی میں ہے

ہر کہ از [illegible] نصیب

[illegible]

(اقبال علیہ الرحمہ)

میری امیمہ جمیلہ کوثر (حضرت کی نواسی) کا بیان ہے کہ جب حضرت ہمارے گھر میں تشریف لاتے تو سیڑھیوں سے نیچے کھڑے ہو کر میرے بھائی عبداللہ یا عبدالواحد کا نام لے کر آواز دیتے ۔ ہم سب منتظر ہو جاتے ۔ بچے حضرت نانا جان مرحوم کے استقبال کے لئے سیڑھیوں کی طرف لپکتے ۔ آپ کے چہرے پر پدرانہ تبسم ہوتا تھا اور بار بار ہم سب کے سروں پر دست شفقت پھیرتے ہوئے آگے بڑھتے ۔ ہمارے کھانے کے لئے ضرور کچھ لاتے اور ریزگاری بھی ہم سب میں تقسیم فرماتے ۔

عملی امور میں اتباع

حضرت مولانا لاہوری علیہ الرحمہ اذان[1] کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل فرماتے اور با جماعت[2] نماز پڑھتے اور تکبیر اولیٰ میں

---

[1] اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول المؤذن ثم صلوا علیّ فانه من صلی علیّ صلوۃ صلی اللہ علیه بها عشراً ثم سلوا اللہ لی الوسیلۃ فانها منزلۃ فی الجنۃ لا تنبغی الا لعبد من عباد اللہ وارجوا ان اکون انا هو فمن سأل لی الوسیلۃ حلت له الشفاعۃ

(مسلم —— بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب الاذان حدیث نمبر ۲۰۲)

[2] لقد هممت ان آمر فتیتی ان یجمعوا حزم الحطب ثم آمر بالصلوۃ فتقام ثم احرق علی اقوام لا یشهدون الصلوۃ (ترمذی شریف باب فضل الجماعۃ ص ۳۰) ۔

شامل ہونے کا نہایت مستعدی سے اہتمام کرتے ۔ آپ کے مہمانوں میں متعدد شخصیتیں بھی موجود تھیں ۔ لیکن با جماعت نماز میں ہرگز تساہل نہ برتتے ۔ مسجد سے باہر تشریف لانا ، مسجد میں داخل ہونا ، جوتا اتارنا اور جوتا پہننا ان تمام مواقع میں آپ کو ہمیں سنتِ نبوی پر عمل کرتے ہوئے دیکھا گیا ۔ مسجد میں کسی طرح کی خرید و فروخت نہ کرتے ۔ اپنی اولاد کی تربیت میں دین اسلام کو ملحوظ رکھا ۔ ان کی پیدائش وفات اور شادی کے اوقات سنّت کے مطابق گزارے ۔

اپنی بیٹیوں کی شادی کے موقعہ پر حسب و نسب کے بتوں[1] کو پاش پاش کرکے دینِ حق کی مردہ روح (مساوات و مواخات) کو دوبارہ زندہ کر دیا ۔ بڑے بڑے دیندار لوگوں کو نسلی امتیازات میں جکڑا ہوا دیکھا گیا ۔ لیکن حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کی شخصیت ایسی حساسیت سے پاک تھی ۔

---

[1] علامہ اقبال علیہ الرحمہ کی لوحِ مزار پر یہ رباعی کندہ ہے جو دین اسلام کی حقیقتِ ابدی کی ترجمان ہے ؎

نہ افغانیم و نے ترک و تتاریم
چمن زادیم و از یک شاخساریم
تمیزِ رنگ و بو بر ما حرام است
کہ ما پروردۂ یک نو بہاریم

(لالۂ طور) پیامِ مشرق ص ۵۲ علامہ اقبال علیہ الرحمہ

" حضرت مولانا اور شعائر اللہ "

امام الہند، حجۃ اللہ البالغہ علی الارض حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنی تصنیف حجۃ اللہ البالغہ میں شعائر اللہ کی عظمت و حُرمت کے متعلق ایک عارفانہ تبصرہ فرمایا ہے۔ ہم اس کے اقتباسات پیش کرتے ہیں اور پھر مولانا لاہوری کی حالاتِ زندگی سے کچھ نظائر پیش کریں گے جس سے شعائر اللہ کے ساتھ آپ کا عشق صادق ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب "۔

"معلوم ہونا چاہیئے کہ شعائر اللہ کی عبارت ـــ شعائر الٰہیہ کی تعظیم اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرّب حاصل کرنے پر قائم ہے۔ وہ طریقہ جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے مقرر کیا ہے یعنی عالم تجرّد میں جو امور و اشیاء ہیں ان کی نقل و حکایت ایسے امور اور ایسی اشیاء کے ذریعہ کی جائے جن کا اخذ کرنا اور استعمال کرنا انسان کی قوّت بہیمیہ کے لئے آسان ہو۔ شعائر اللہ سے ہماری مراد وہ ظاہر و محسوس امور اور اشیاء ہیں جن کا تقرر اس لئے ہوا ہے کہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔ ان امور واشیاء کو خدا کی ذات سے ایسی مخصوص نسبت ہے کہ ان کی عظمت و حرمت کو لوگ عین اللہ تعالیٰ کی عظمت و حرمت سمجھتے ہیں اور ان کے متعلق کسی قسم کی بھی کوتاہی ذات

خداوندی کے متعلق کرتا ہیں سمجھتے ہیں ۔ ان

شعائرالہیہ کی عظمت و حرمت انسانی قلوب کی پہنائیوں میں

اس طرح راسخ ہوجاتی ہے کہ قلوب کو کاٹ دیا جائے تب

بھی وہ ان سے نکل نہیں سکتی ۔" [1]

اس کے بعد ایک طویل تشریح و توضیح کے بعد فرماتے ہیں

بڑے بڑے شعائر الہیہ چار ہیں ۔ کتاب اللہ ۔ رسول اللہ

کعبۃ اللہ اور صلوۃ اللہ " پھر ان کے اعظم شعائر اللہ ہونے

کے اسرار و معارف بیان فرماتے ہیں ۔

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ حصہ اوّل باب ۷ شعائر الہیہ کی تعظیم و

احترام ص ۱۶۹

"کلام اللہ اور حضرت مولانا مرحوم"

اس سلسلے میں ہم نے "مولانا بحیثیت مفسّر قرآن" کے عنوان پر قدرے مبسوط خاص تبصرہ کیا ہے لہٰذا انہیں خیالات و استدلالات کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ اس جگہ اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ مولانا بفضل ایزد تعالیٰ ان تمام علوم و معارف سے کما حقہ واقف تھے۔ جن کی تحصیل ایک عالم ربّانی کے لئے لابدی ہے اور ائمہ فن نے تفسیر کے لئے مندرجہ ذیل "پندرہ علوم میں مہارت کا ہونا ضروری قرار دیا ہے:

۱۔ علم لغت ۲۔ نحو ۳۔ صرف ۴۔ اشتقاق کا جاننا

۵۔ علم معانی ۶۔ علم بیان ۷۔ علم بدیع ۸۔ علم قراءت

۹۔ علم عقائد ۱۰۔ اصول فقہ ۱۱۔ اسباب نزول ۱۲۔ ناسخ و منسوخ کا علم ۱۳۔ علم فقہ ۱۴۔ علم حدیث ۱۵۔ ان سب کے بعد علم وہبی ہے۔ جو حق سبحانہ و تقدس کا عطیہ خاص ہے وہ اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ جس کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے۔ "من عمل بما علم ورثہ اللہ علم۔"[۱]

---

[۱] الاتقان حصہ دوم ص ۵۷۱ تا ۵۷۵ مصنفہ علامہ جلال الدین سیوطی
الاتقان قرآن فہمی کے لئے بنیادی کتاب ہے جس کو علامہ جلال الدین سیوطی نے صد ہا کتب کے عمدہ جواہرات اور مفید و نادر معلومات سے مزین کیا ہے۔ اس میں قرآن مجید کے اسی انواع علوم کا تذکرہ ہے۔ یہ کتاب اپنی افادیت اور جامعیت کی وجہ سے ہر دور میں مقبول رہی ہے۔

"حبِّ مصطفیٰ اور حضرت مولانا"

مذکورہ عنوان کی تشریحات و توضیحات کے لئے "اتباعِ سنت" کے عنوان کی طرف رجوع فرمائیے ۔ لہذا ہم کعبۃ اللہ اور حضرت لاہوری کے عنوان کے ضمن میں چند سطور شامل مقالہ کرتے ہیں ۔ تعارف و تمہید کے طور پر کعبۃ اللہ کے چند فضائل درج ذیل ہیں :

زمانہ کہنہ بتاں را ہزار بار آراست
من از حرم نگذشتم کہ پختہ بنیاد است (ایمان مرحوم)

ان اوّل بیت[1] وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعلمین ۔ دوسری جگہ فیہ آیات[2] بینات مقام ابراہیم ۔ کعبۃ اللہ کائنات ارضی کے لئے دارالامان ہے ۔ ومن دخلہ کان آمنا ۔

اس سے زیادہ اس کی عظمت و رفعت شان کی کیا دلیل ہو سکتی ہے ۔ کہ اس عمارت کی تعمیر کے لئے خداوند عالم نے ملت مسلمہ کا مونس اکبر خلیل الرحمن حضرت ابراہیم علیہ[3] السلام کو منتخب فرمایا ۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بحیثیت مزدور کام پر لگایا ۔ کیا چشم فلک نے ایسا جلیل القدر

---

[1] پارہ ۴ سورہ آل عمران آیت ۹۶

[2] ایضـــــــــاً آیت ۹۷

[3] و اذ یرفع ابراہیم القواعد من البیت و اسماعیل ، پارہ اوّل سورہ بقر آیت ۱۲۷

معمار ایسا حلیم الفطرت مزدور اور ایسا وسیع الوسعت مکان دیکھا ہے ؟ کیا معمار اور مزدور کی محنت و جانفشانی کی نگرانی کے فرائض خود خداوند قدوس ادا نہیں کر رہا تھا ۔ اب مکان کی تعمیر کے بعد مالک مکان کے حضور میں وہ کون تھے جو ہاتھ پھیلا کر اور گردنیں جھکا کر عرض پرداز تھے ۔ کہ الہی نہ ہماری سعی اور دیانت کا یہی اقتضاء تھا کہ ہم اس مکان کو ہر لحاظ سے مکمل تریں لیکن بڑا ممکن ہے کہ اس میں چند ایک خامیاں رہ گئی ہوں لہذا تو اپنے فضل وکرم سے اس کو شرف[1] قبولیت عطا فرما ۔

فرائض سے معلوم ہوتا ہے کہ مالک مکان نے ان کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری ادا کر دی اور ادائیگی سے پہلے ان کو اجازت مرحمت فرمائی کہ وہ اپنی مزدوری مانگیں ۔ لہذا ان دونوں باپ بیٹوں نے در کعبہ پر کھڑے ہو کر رب کعبہ سے وہ کچھ[2] مانگا کہ زمین و آسمان کی تمام تر نعمتیں (دنیا کی نعمتیں اور آٹھوں بہشت) اور عرش و کرسی کے فضائل و اکرام اگر لاکھوں بار بھی پلڑے میں رکھ دئیے جائیں تو پھر بھی وہ نعمت اپنی عظمت و رفعت میں ممتاز نظر آئے ۔ اب اللہ تعالی نے اپنے مقبول و محبوب بندوں سے اپنے گھر کی پاسبانی اور صفائی[3] کا عہد بھی کیا ۔

---

[1] ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ۔ پارہ اول سورہ بقرہ۲ آیت ۱۲۷

[2] ربنا وابعث فیہم رسولا منہم یتلوا علیہم آیاتک و یعلمہم الکتاب والحکمۃ و یزکیہم انک انت العزیز الحکیم (پارہ اول سورہ بقرہ آیت ۱۲۸)

[3] وعہدنا الی ابراہیم واسماعیل ان طہرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود (پارہ اول سورہ بقرہ آیت ۱۲۵)

آیات و احادیث سے کعبۃ اللہ کے فضائل بے شمار ثابت ہوتے ہیں - اور ان مقامات[1] کا پتہ چلتا ہے جہاں بندوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں -

اس مبارک تمہید کے بعد ہمارا مقصد چند سطور میں اختتام پذیر ہوتا ہے - حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہ حج بیت اللہ کے لئے بارہ دفعہ تشریف لے گئے - اکثر آپ کے امیر وغیرہ بھی آپ کی معیت میں ہوتے - ان کو مکہ معظمہ کی روحانی کشش بے[2] قرار رکھتی تھی - آپ بیت اللہ شریف کے دیوانوں میں سے ایک دیوانہ تھے -

---

[1] عن ابن عباس یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الملتزم موضع یستجاب فیہ الدعاء ما دعا اللہ فیہ عبد الا استجابہا - کذا فی المسلسلات للشاہ ولی اللہ دہلوی و ذکرہ الجزری فی الحصن مجملا (منقول از فضائل حج ص ۱۵۲ مصنفہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور)

حضرت [رابعہ] بصری نے جو خط مکہ والوں کو لکھا اس میں تحریر فرمایا کہ وہاں پندرہ جگہ دعا قبول ہوتی ہے - طواف کرتے وقت ، ملتزم پر - میزاب رحمت کے پاس - کعبہ شریف کے اندر - زمزم کے کنوئیں کے پاس - صفا اور مروہ پر اور ان کے درمیان دوڑتے ہوئے - مقام ابراہیم کے پاس - عرفات کے میدان میں ، مزدلفہ میں اور منی میں اور تینوں شیطانوں کو کنکریاں مارتے وقت (حصن حصین) کتاب فضائل حج ص ۱۵۳ مصنفہ مولانا زکریا) اور علاوہ اور مقامات کا بھی ذکر آتا ہے -

[2] کعبہ وہ مقام ہے جو مسلمان عرفا کے خیال کے مطابق عرش الہی کا سایہ اور اس کی رحمتوں اور برکتوں کا "مہبط القدس" ہے - وہ ازل سے اس دنیا کا معبد اور خدا پرستی کا مرکز تھا - سب بڑے بڑے پیغمبروں نے اس کی زیارت کی - اور بیت المقدس سے پہلے اپنی عبادتوں کی سمت اس کو قرار دیا - اول بیت وضع للناس (آل عمران) سیرۃ النبی جلد پنجم ص ۳۲۱ مصنفہ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمہ

حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کو ایک دفعہ مکہ معظمہ سے جدہ شریف آکر خبر ہوئی کہ آپ کو جدہ شریف میں پانچ دن قیام کرنا ہوگا ۔ آپ نے اسی وقت واپسی کا پروگرام بنایا اور مکہ معظمہ تشریف لے گئے ۔ فرمایا ۔میں اس قدر خسارے میں کیوں رہوں ۔ [1]

ابّا جان[2] مرحوم مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً کے قیام میں طواف[3] کعبہ کی کثرت فرماتے اور جب تھک جاتے تو لیٹنے یا بیٹھنے کے وقت میں اپنی نگاہیں حرم پاک پر ہی گاڑھے رکھتے تھے اور ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کعبۃ اللہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے ۔ حرمین شریفین میں بکثرت خیرات کرتے ۔ واپس آکر لاہور میں بڑی خیرات کرتے ۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں اکثر روزہ رکھتے تاکہ بول و براز کی تکلیف نہ ہو ۔مدینہ منورہ کی طرف سفر شروع ہوتا تو درود شریف کی کثرت فرماتے اور ہمارے ہمراہیوں کو بھی یہی تاکید فرماتے ۔ تمام نمازیں بیت الحرام اور مسجد نبوی میں ہی پڑھتے ۔ منیٰ میں ہماری امّاں جان اور ابّا جان بہت سی قربانیاں کرتے تھے ۔گھر کے تمام افراد کی طرف سے قربانیاں کی جاتیں ۔ حضرت ابّا جان اپنے والدین ماجدین

---

[1] حضرت مولانا عبید اللہ انور جانشین حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ (راوی)

[2] ایضاً

[3] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جلّ شانہ کی ایک سو بیس رحمتیں روزانہ اس گھر پر نازل ہوتی ہے جن میں سے ساٹھ طواف کرنے والوں پر چالیس وہاں نماز پڑھنے والوں پر اور بیس بیت اللہ کو دیکھنے والوں پر (منقول فضائل حج ص ۱۲۲ مصنفہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب)

حضرت اویس علیہ الرحمہ ، حضرت دین پوری ، بانی اساتذہ کرام اور خصوصیت سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کی طرف سے ہمیشہ قربانیاں پیش کرتے تھے ۔"

آپ کی یہ انتہائی سعادت تھی کہ آپ کی زندگی کے تمام لمحات میں آپ کے دل و دماغ پر اس ہدف کا تصور ہی مسلّط رہتا تھا ۔

؎ کیسا وہ خواب تھا کہ ابھی تک ہوں خواب میں !

"صلوٰۃ اللہ اور حضرت لاہوری"

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ نے صلوٰۃ اللہ کو اعظم شعائر اللہ میں شمار فرمایا ہے ۔ ۔ ۔ ہمیں اس موضوع پر صلوٰۃ کی فرضیت احادیث نبوی میں اس کی تاکید و ترغیب اور حضرت لاہوری کی اس مقدس فریضہ پر مزاولت اور مداومت کی تشریح و توضیح منظور ہے ۔

نماز تمام انسانی رذائل[1] سے روکنے والی قوت پیدا کرتی ہے ۔ انسان بہیمیت اور ملکیت سے مرکب ہے ۔ بہیمیت رذائل کی محرک ہے ۔

---

[1] جھوٹ ، وعدہ خلافی ، خیانت ، غداری ، بہتان تراشی ، چغلخوری ، دو رخا پن ، بدگمانی ، بخل ، حرص ، چوری ، دھوکہ بازی ، رشوت ، سود خوری ، غیظ و غضب ، کینہ ، غرور ، ریا ، حسد ، عشق کوشی ، اور شہوت وغیرہ ۔ ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر (سورہ عنکبوت ، آیت ۴۵ پارہ ۲۱)

• قرآن پاک میں مختلف دعاؤں کے پڑھنے کی تاکید ہے۔ خدا کی تسبیح و تحمید کا حکم ہے۔ دعا اور استغفار کی تعلیم ہے۔ دل کے خضوع و خشوع کا فرمان ہے۔ رسول خدا پر درود شریف بھیجنے کا امر ہے۔ اس لئے نماز کی تشکیل اس طرح کی گئی ہے کہ اس ایک عبادت کے اندر قرآن پاک کی تمام جسمانی، لسانی اور روحانی عبادتوں کے احکام یکجا ہو گئے۔ گویا مذکورہ تمام احکام کی مجموعی تعمیل کا نام نماز ہے۔"[1]

اسی نماز کی برکت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک چہروں پر سجدوں[2] انوار چمکتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو اپنی ٹھنڈک[3] اور مومنوں کے حق میں معراج سے تعبیر فرمایا۔ اور عابد بارگاہ کبریا میں قریب ترین[4] مقام حاصل کرتا ہے۔ محققین اسلام نے نماز کے صفات نہایت عمدہ طریق سے بیان فرمائے ہیں۔

---

[1] سیرۃ النبی جلد پنجم ص ۱۷ مصنفہ سید سلیمان ندوی

[2] تراہم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود (پارہ ۲۶ سورہ فتح آیت ۲۹)

[3] قرۃ عینی فی الصلوۃ (حدیث) نسائی باب عشرۃ النساء

[4] واسجد واقترب (سورہ علق) آیت ۱۹ پارہ ۳۰

حضرت مولانا لاہوری علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالے "فلسفۂ نماز"

میں ایک غیر مسلم کی شہادت نقل فرمائی ہے۔[1]

الغرض! حضرت لاہوری نوراللہ مرقدہ کی عملی زندگی ہر آن کی ادائیں اسلام کے رنگ میں رنگی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو محسوس ہوتا تھا کہ آپ کو شہانہ پر واقف ہی ہے۔ آپ کے رکوع وسجود اور قیام و قعدہ میں عجیب محویت کا عالم ہوتا تھا۔ گویا مادہ معرفت کا نصب والی رنگ عارفانہ پر پوری شدت سے عیاں ہو رہا ہے اور ہم جو کچھ خود بھی کتابوں[2] میں نماز کے اثرات اور محاسن پڑھتے ہیں حضرت لاہوری کی نماز ان سب کا ایک جامع مرقع ہوتی تھی۔

---

1. "Whoever has seen the Muslims assembled at prayer in rows carrying out the observances with astonishing uniformity, order and dignity will not fail to recognize the educational value of this disciplinary prayer. The regular meeting of all the faithful at this common prayer warnished the spirit solidarity, implanted the feeling of the equality of man. All later military success of Islam were due to the qualities which were now for the first time brought forth and developed among the Arabs discipline and contempt for death.
(Joseph Hells: Arab Civilization.")

لا الٰہ باشد صدف گوہر نماز — قلب مسلم را حج اصغر نماز
در کف مسلم مثال خنجر است — قاتل فحشا و بغی و منکر است
چوں مقام عبدہ محکم شود — کاسۂ دریوزہ جام جم شود

(علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ) اسرار و رموز

"اسلام سے پہلے عبادت کا مفہوم"

حضرت مولانا لاہوری علیہ الرحمہ کو بحیثیت پیر طریقت متعارف کرانے سے پیشتر یہ ضروری ہے کہ چند امور پر تبصرہ کیا جائے ۔ مثلاً اسلام کی آمد سے پہلے لفظ عبادت کی کیا تعبیرات تھیں ۔ اسلام نے ان کی اصلاح و تصحیح کے بعد حسن عبادت کا کیا معیار پیش کیا ؟ اس کا ماخذ کیا ہے ؟ احسان کیا ہے ؟ کشف وکرامت کا کیا مفہوم ہے ۔ مقامات و احوال علم تصوف میں کس کو کہتے ہیں ۔ اور پھر نبوت و ولایت کا باہمی ربط استفادہ اور احسن نتائج ۔

یہ کچھ امر تشویش ہے کہ مرور زمانہ میں ہر ایک آسمانی مذہب میں بھی تحریف[1] لفظی و معنوی راہ پاتی رہی ۔ ہوا پرست پیشواؤں نے تلبیس حق اور کتمان حق[2] سے اپنی دنیاوی اغراض کو پورا کیا ۔

مسیحیت کو دیکھ لیجئے وہ عیسیٰ علیہ السلام جو اپنی والدہ مریم صدیقہ کے پاکیزہ بطن سے پیدا ہوئے تھے ۔ " انی عبداللہ[3] " کا اعلان فرماتے ہیں ۔

---

[1] یحرفون الکلم عن مواضعہ پارہ ۶ سورہ مائدہ آیت ۱۳

[2] یاھل الکتب لم تلبسون الحق بالباطل و تکتمون الحق وانتم تعلمون پارہ ۳ رکوع ۷ آیت ۷۱

[3] سورہ مریم پارہ ۱۶ آیت نمبر ۳۰

ان کی امت کے احبار و رہبان نے ان کو الوہیت کا استحقاق بخشا اور پھر پروردگار عالم کی توہین سے بھی نہ ڈرے ۔ جبکہ حضرت عیسی علیہ السلام کو الوہیت[۱] کی گدی پر لا بٹھایا ۔

حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنایا گیا ۔

"یہودیوں اور عیسائیوں کو چھوڑ کر خاص عرب کے لوگ اللہ نام ایک ہستی سے ضرور واقف تھے مگر اس کی عبادت کے مفہوم سے بے خبر تھے ۔ لات ، ہبل ، عزّی اور اپنے اپنے قبیلہ کے جن بتوں کو حاجت روا سمجھتے تھے ان پر جانور قربانی کرتے ، اپنی اولادوں کی بھینٹ چڑھاتے ، میلوں میں شریک ہوتے ۔"[۲]

---

[۱] ۹ : ۳۵

[۲] سیرۃ النبی حصہ پنجم ص ۲۲ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمہ

بت پرست یونانی اپنے بادشاہوں ، ہیروز کے مجسمے اور ستاروں
کے ہیکل پوجتے تھے ۔ روم ، ایشیائے کوچک ، یورپ ، افریقہ ، مصر ،
بربر ، حبشہ ، عیسائی ملکوں میں حضرت عیسے ، حضرت مریم اور سینکڑوں
ولیوں اور شہیدوں کی مورتیاں پوجی جارہی تھیں ۔ زردشت کی مملکت میں
آگ کی پرستش کی جا رہی تھی ۔ ہندوستان سے لے کر لنکا ، ترکستان
چین ، جزائر ہند تک بودھ کی مورتیوں اور ان کی جلی ہوئی ہڈیوں کی
راکھ کی پوجا ہو رہی تھی ۔ ہندوستان میں سورج دیوتا ، گنگا مائی ،
اور اوتاروں کی پوجا ہو رہی تھی ۔ حران کے صابی سبع سیارہ کی پرستش
کی تاریکی میں پھنسا تھے ۔ یعنی تمام دنیا درختوں ، پتھروں ، جنوں
اور دیوتاؤں کی پرستش کر رہی تھی ۔ غرض عین اس وقت جب تمام دنیا
خدائے واحد کو چھوڑ کر آسمان اور زمین تک کی مخلوقات کی پوجا میں مصروف
تھی ایک بے آب وگیاہ ملک کے ایک گوشہ سے آواز آئی یاایہاالناس اعبدوا
ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم (بقرہ) ۔ لہ

علاوہ ازیں اسلام کی آمد سے پہلے یہ عام خیال تھا کہ بندہ جس
قدر اپنے اوپر تکلیف اٹھاتا ہے اسی قدر خدا خوش ہوتا ہے ۔ چنانچہ
یونانی فلسفیوں میں اشراقیت عیسائیوں میں رہبانیت اور ہندوؤں میں جوگ

لہ سیرۃ النبی جلد پنجم ص ۱۲ ، ۲۲ از سید سلیمان ندوی علیہ الرحمہ

اس اعتقاد کا نتیجہ تھا کوئی گوشت نہ کھاتا ۔ کوئی ہفتہ میں یا چالیس دن میں ایک دفعہ غذا کھاتا ۔ کوئی سر تا پا برہنہ رہتا ۔ کوئی کھڑا رہتا ۔ یا بیٹھا رہتا ۔ کوئی اپنا ہاتھ کھڑا رکھتا کہ سوکھ جائے ۔ کوئی غاروں میں رہتا تجرد اور ترک دنیا کو خدا کی محبت کا نشان سمجھا جاتا مگر نبوت محمدی نے یہ راز آشکارا کیا کہ ان میں کوئی چیز عبادت نہیں ۔[1]

"اسلام میں عبادت کا مفہوم"

چونکہ جن و انس کی تخلیق[2] کا منشاء ہی عبادت ہے لہذا اسلام نے اس منشاء الٰہی کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے نہایت واضح و عام فہم الفاظ میں پیش کیا ہے ۔

عبادت کے لفظی معنی اپنی عاجزی اور درماندگی کا اظہار ہے ۔

ہر وہ عبادت جس میں ریاکاری کا شائبہ بھی پایا جائے قابل قبول نہیں ۔

اسلام میں وہی عبادت شرف قبولیت حاصل کرتی ہے جس میں نیت[3] کا اخلاص

---

[1] سیرۃ النبی حصہ پنجم ص ۲۲ از سید سلیمان ندوی علیہ الرحمہ

[2] وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون پارہ ۲۷ سورہ ذریت آیت ۵۶ رکوع ۳

[3] انما الاعمال بالنیات کتاب الایمان باب ۴۱ صحیح بخاری

اور رضائے الہی کے حصول کا ولولہ موجود ہو۔

پروردگار عالم نے عبادت کی غرض و غایت محض حصول تقوی پر رکھی ہے۔ نماز ، روزہ اور باقی تمام عبادتیں اور انسان کے وہ تمام مشروع اعمال و افعال جن سے شریعت کی نظر میں یہ غرض (تقوی) حاصل ہو سب عبادت ہیں۔ دین اور دنیا کی حیثیت اسلام میں دو حریف کی نہیں بلکہ دو دوست کی ہو جاتی ہے۔ دین و دنیا کے کاموں میں کام کا تفرقہ نہیں۔ بلکہ غرض و غایت اور نیت کا تفرقہ ہے۔

اپنے بیوی[1] بچوں اور اپنے نفس کا حق ادا کرنا غریب اور بے کس انسانی کی امداد بلکہ اپنے بھائی کو مسکرا کر ملنا بھی صدقہ و عبادت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے ارکان خمسہ میں چار ارکان میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ہر طرح کی تعبیرات مضمر ہیں۔ حلال[2] روزی کمانا اور کھانا اللہ تعالے پر توکل[3] کرنا ، جہاد کرنا ، راستہ سے کسی ایذا دینے والی چیز کا ہٹانا حقوق والدین سے لے کر مسافر کے حقوق تک کی ادائیگی ، آپس میں اچھے تعلقات

---

[1] آنحضرت نے فرمایا تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے کہ اس کو آرام دو تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے کہ اس کو کچھ دیر سونے دو۔ تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے کہ اس کی تسلی کرو اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے کہ اس کی خدمت کے لئے کچھ وقت نکالو۔

(صحیح بخاری نمبر ۲۲۰ باب حق الضیف)

[2] یاایہاالذین امنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم واشکروا للہ ان کنتم ایاہ تعبدون

(بقرہ ۲ آیت ۱۷۲)

[3] [illegible] (سورہ ہود آیت نمبر ۱۲۳ رکوع ۱۱)

رکھنا ۔ تمام رذائل سے اجتناب اور تمام فضائل کو اپنانے کی کوشش بھی عبادت کے دائرے میں شامل ہے ۔ دراصل اسلام میں عبادت کا مفہوم ہمہ نوع حسنات کو محتوی ہے ۔ جس کی شرح میں علماء محققین لاکھوں صفحات احاطۂ تحریر میں لا چکے ہیں ۔

"نبوّت اور ولایت"

نبوت کے خصائص اور ولایت کے صفات پر قلم اٹھانا ائمہ دین اور حکماء اسلام کا حق ہے ۔ ان کا شعور قرآن فہمی میں راسخ اور احادیث کے ادراک کی فطری استعداد ان میں موجود ہوتی ہے ۔ لہذا کتاب و سنّت کی روشنی میں ان کی عبادات و تعبیرات کو مسلّمات کا مقام حاصل ہوتا ہے ۔ اس لئے ہم مجبور ہیں کہ اس باب میں حکماء امت کے چند اقوال نقل کریں تاکہ مسئلہ زیر نظر کے اکثر پہلو اجاگر ہو جائیں ۔ اب رہی یہ بات کہ ہم اس مقالہ میں اس باب کو کیوں شامل کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں ثابت کرنا ہے کہ ولایت نبوّت و رسالت کے نیّر اعظم سے مستنیر ہوتی ہے ۔ نبوّت کے انوار وہبی ہوتے ہیں اور ولایت کے کمالات کا تعلق کسبیات سے ہے ۔

عقل مجرد کار کو نبوّت کے اسرار و حکم (ما بعد الطبیعیات) پر غور و فکر کی ہرگز توفیق نہیں ہے کیونکہ یہ عقل و تخمین کے بس سے باہر ہے ۔ لہذا ہم ان حضرات کی چند سطور حوالۂ قلم کرتے ہیں جن کو خدائے وہاب نے

مجددانہ صلاحیت سے نوازا ہے۔ حالات میں تلخیص کا خیال رکھا جائے گا۔

"معلوم ہونا چاہئیے کہ مختلف قسم کے لوگوں کے طبقات میں سب سے اعلیٰ اور بالا حیثیت شخص کا ہے۔ یہ شخص ایک خاص اصطلاح اور مخصوص طریق اصلاح کے حامل ہوتے ہیں اس کی ملکی قوت اسقدر درجہ بلند ہوتی ہے۔ داعیہ حقانی جذبات حق کے ساتھ نظام مطلوب کا قائم کرنا اس کے لئے آسان اور سہل ہوتا ہے اور یہ لوگ نظام مطلوب کے قائم کرنے کے لئے مبعوث ہوا کرتے ہیں۔ ملاء اعلیٰ سے ان پر علوم عالیہ اور احوال الہیہ مترشح ہوا کرتے ہیں۔ معتدل مزاج ہوتا ہے۔ اس کی خلقت اور اخلاق و عادات بالکل صحیح و درست اور معیار ہوا کرتی ہیں۔ وہ سب سے زیادہ سنت راشدہ اور طریق ہدایت کو لازم پکڑنے والا ہوتا ہے۔ عبادات میں وہ بہت اونچا درجہ رکھتا ہے۔ معاملات میں لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف برتنے میں بہت بلند معیار رکھتا ہے۔ تدبیر کلی اور نظام اصولی کو بہت پسند اور محبوب رکھتا ہے۔ فوائد عامہ سے اس کو انتہائی رغبت۔ جس سے کسی کو تکلیف و ایذا پہنچانا گوارا نہیں کرتا۔ وہ ہمیشہ عالم غیب کی طرف مائل اور راغب رہا کرتا ہے۔ یہاں تک اس کے کلام، چہرے اور پیشانی کے تیور سے بھی ہیبت و رعب کے اثرات مترشح ہوتے ہیں۔ وہ اپنے کو ایسا

پاتا ہے کہ عالم غیب سے اس کی تائید و مدد ہو رہی
ہے۔ ایسے ادنیٰ سے ادنیٰ ریاضت پر قرب الٰہی حاصل ہو
جاتا ہے اور قرب الٰہی سے سکون و طمانیت کے دروازے مفتوح
ہو جاتے ہیں اور اس طرح پر کسی دوسرے پر نہیں ہو سکتے۔"[1]

"متکلمین میں سے بعض نے اس کو (القاء فی الروع)
دل میں ڈالنا، نبی کی حکمت قلبیہ، توفیق ازلی اور
قوت تمییز سے تعبیر کیا ہے۔ امام غزالی، امام رازی اور دوسرے
متکلمین نے اس کو ملکۂ نبوّت سے ادا کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ
صاحب اور علمائے اصول نے اس کو پیغمبرانہ قوت اجتہاد کہا ہے۔
اور صوفیہ کی عام پسند اصطلاح میں اس کو "علم لدنّی" کہا
جاتا ہے۔ مگر ان سب کے معنی تقریباً ایک ہی ہیں۔ یعنی
نبی کریم کے اندر وہ پیغمبرانہ عقلی قوت ہوتی ہے اور جس
کے ذریعے سے وہ وحیٔ الٰہی کی تشریح، اسرار شریعت کا بیان اور
دقائق حکمت کی اپنی زبان سے توضیح کرتا ہے۔"[2]

"انبیاء کرام علیہم السلام کے ان ربّانی انعامات کی فہرست
پڑھیے۔ جن کا تذکرہ قرآن مجید نے جا بجا کیا ہے۔ نبوت
کی مخصوص نعمت کے بعد فہرست میں جو چیز نظر آتی ہے وہ
علم نبوّت ہے جس کو کہیں ذکر، کہیں حکم (حق و باطل

[1] حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نوراللہ مرقدہ: حجۃ اللہ البالغہ حقیقت نبوت اور
[2] سید سلیمان ندوی: سیرۃ النبی مجلد چہارم ص ۱۲۶ - ۱۲۷ اس کے خواص ص ۲۱۵

میں تمیز کا ملکہ) کہیں حکمت (دانائی) کہیں شرح صدر کہیں تفہیم کہیں تعلیم ، کہیں ارادت (دکھا دینا ، سمجھا دینا) کہا گیا ہے ۔ ان سب مختلف الفاظ کا مفہوم وحی سے نہیں اور عقل بشری سے اور عقل نبوی کے سوا اور کیا ہے ۔ اس سے مراد وحی ہے ۔ اس لئے نہیں کہ اس کا ذکر وحی سے الگ ہوتا ہے اور عقل بشری اس لئے نہیں کہ عقل بشری خاص نبی پر کوئی انعام نہیں کہ یہ نعمت تو ہر انسان کو کچھ نہ کچھ ملی ہے ۔ اس بناء پر اس سے مراد عقل نبوی اور حکمت نبوی کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتا ۔" [1]

"ولایت"

اسی موضوع کی تضمین میں ولایت کے مقام کی اہمیت اور عظمت کا اظہار بھی ضروری ہے ۔ لہذا اس موضوع پر بھی چند علمائے امت کے اقوال ہم نقل کرتے ہیں ۔ کیونکہ اس جگہ عام مضمون نگاری کی قوتیں شل ہو کر رہ جاتی ہیں ۔

---

[1] سیرۃ النبی حصہ چہارم عنوان " ملکۂ نبوت " ص ۱۲۷

"العارف اذا كمل اتصفت روحه بالفناء الا من" [1]

"استاذنته صلى الله عليه وسلم في رد ما اورده علماء الحرمين

على بعض الصوفية فلم ياذن لي - ورايت العلماء العاملين

ومن علمهم المشتغلين بنوع من التصفية للناشرين للعلم والدين

اقرب اليه واكرم واحب عنده من هؤلاء الصوفية وكانوا من اهل

الصفا والوفا والجذب الباطني من جنس النفس الناطقة والتوحيد

وغير ذلك من المقامات الشامخة عند الصوفية" [2]

"حاصل کلام یہ ہے کہ مقام ولایت مقام نبوت کا ظل ہے اور

ولایت کے کمالات کمالات نبوت کے ظلال ہیں۔" [3]

حضرت شاہ اسماعیل شہید علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب منصب امامت میں نہایت شرح و بسط سے نبوت و ولایت پر تبصرہ فرمایا ہے۔

---

[1] فیوض الحرمین ص ۱۵۰ مشہد نمبر ۲۵ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی

[2] مشہد ۱۱ فیوض الحرمین ص ۱۲۹ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی

(مشہد آخر علماء کرام کا مقام رسول اللہ کے نزدیک بہت بلند ہے) - ترجمہ

ترجمہ :- "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان اعتراضات کی تردید کرنے کی اجازت چاہی جو علماء حرمین نے بعض صوفیاء پر کئے ہیں۔ تو مجھے اس چیز کی اجازت نہ ملی اور میں نے علماء عاملین کو دیکھا کہ جن کا علم مشتمل تصفیہ کے موافق ہے اور نشر علم و دین کرتے ہیں اور آپ کو عزیز ہیں۔ ان صوفیہ سے آپ کو محبوب ہیں۔ اگرچہ یہ اہل صفا اور وفا اور باطنی جذبہ سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ نفس ناطقہ میں ظاہر کرتے اور اہل توحید وغیرہ میں سے ہیں جو صوفیہ کے ہاں اعلیٰ مقامات ہیں۔"

[3] مکتوبات مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ مکتوب نمبر ۲۱ دوم دفتر ص ۲۳۲

اس ضمن پر قاری محمد طیبؒ صاحب کی عبارت کی چند سطور ضروری معلوم ہوتی ہیں۔

" جہاں حق اللہ جل ذکرہ کے وہ لا محدود کمالات جن کے انتساب سے آدمی خلیفۂ الٰہی قرار پاتا ہے۔ اصولی نقطہ نگاہ سے تین نوعوں میں منحصر نظر آتے ہیں۔

۱ ۔ کمالات علم و ادراک

۲ ۔ کمالات وصف و اخلاق

صنعت
۳ ۔ کمالات عمل و اعمال

اس لئے قدرتی بات ہے کہ انسان اللہ کا نائب یا خلیفہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا ۔ جب تک اس کے کمالات میں اسی طرز کمال کا نمونہ پیش کر کے نہ دکھلائے۔" [1]

اولیائے امت کی بابت ارشاد نبوی صاحبہ ہیں ۔ خداوند عالم اپنے بندوں کو کس قدر رحمت و راحت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

ان اللہ اذا احبّ عبداً دعا جبریل فقال انی احبّ فلاناً فاحبہ قال فیحبہ جبریل ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللہ یحب فلاناً فاحبوہ فیحبہ اہل السماء ثم ثم یوضع لہ القبول فی الارض [2]

---

[1] قاری محمد طیب: ایک قرآن، ص ــــ
[2] موطا امام مالک باب فی المتحابین فی اللہ ص ۲۷۸

حدیث قدسی نے بندگان الہی کے تقرب و تخلق (باخلاق اللہ)
کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے ۔

لا یزال یتقرب عبدی بالنوافل حتی احببتہ فاذا
احببتہ لکنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر
بہ ویدہ التی یبطش بہا و رجلہ التی یمشی بہا ۔ ولان
سالنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ [1]

حدیث قدسی :

من عادی لی ولیا فقد بارزنی بالحرب
(جس نے میرے دوست سے عداوت کی اس نے میرے
ساتھ اعلان جنگ کر دیا) [2]

---

[1] ترجمہ :- میرا بندہ نوافل کے ذریعہ قرب حاصل کرنے میں کمی نہیں کرتا ۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا دوست بنا لیتا ہوں ۔ جب وہ میرا دوست بن جاتا ہے تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں ۔ جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے ۔ اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ چھوتا ہے اور اس کی ٹانگیں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور جب وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے پورا کرتا ہوں اور جب وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں پناہ دیتا ہوں ۔
(بخاری شریف ؛ مشکوٰۃ باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ فصل اول)

[2] حدیث قدسی منقول از منصب امامت مصنفہ شاہ اسماعیل شہید ص ۲
باب اول ذکر کمالات انبیاء علیہم السلام
دوسرا شاہد ؛ حجۃ اللہ البالغہ حصہ دوم ص ۲۲۵ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم

حکیم الامت علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے اولیاء کرام کا تعارف کرایا ہے

بندۂ مومن سرافیلی کند ۔ بانگ او ہر کہنہ را برہم زند [1]

" خدا تمہیں سعادت بخشے ۔ تم پر واضح ہو کہ لفظ ولی بالعموم مشہور ہے اور کتاب و سنت بھی اس کے لئے گواہ ناطق ہے ۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔ ان من عباد اللہ لعبادا یغبطہم الانبیاء والشہداء ۔ قیل من ہم یا رسول اللہ صفہم لنا لعلنا نحبہم ۔ قال قوم تحابوا بروح اللہ من غیر اموال ولا اکتساب وجوہہم نور علی منابر من نور لا یخافون اذا خاف الناس ولا یحزنون اذا حزن الناس ثم تلا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ۔" [2]

---

[1] مثنوی مسافر ص ۲۵ علامہ اقبال علیہ الرحمہ بر مزار احمد شاہ بابا علیہ رحمۃ ۔

[2] حضرت علی ہجویری علیہ الرحمہ کشف المحجوب ص ۳۰۴ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز ۔ لاہور

ذکراللہ کے برکات و ثمرات

اس باب میں چند نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ کا پیش کرنا ضروری ہے ۔ تاکہ ذکر الٰہی کی فضیلت واضح ہو سکے ۔ اللہ تعالیٰ اپنے آخری پیغام میں کائنات کی سعید روحوں کو اپنے تقرّب کی دعوت حسب ذیل الفاظ میں دی ہے ۔

" فاذکرونی اذکرکم واشکروالی ولا تکفرون " [1]

" واذکر ربک کثیراً وسبّح بالعشیّ والابکار " [2]

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو حکم ہوتا ہے

ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداوۃ والعشیّ
یریدون وجہہ " [3]

" وادعوہ مخلصین لہ الدین " [4]

---

[1] سورہ بقرہ رکوع ۱۸ آیت ۱۵۲

[2] سورہ آل عمران رکوع ۴ آیت ۴۱

[3] سورہ الانعام ۵ رکوع ۶ آیت ۵۲

[4] ۷:۲۹

ادعوا ربکم تضرعاً وخفیة ۔ انه لا یحب المعتدین ۔ ولا تفسدوا
فی الارض بعد اصلاحها وادعوه خوفاً وطمعاً ۔ ان رحمة الله قریب
من المحسنین ۔" [۱]

"انما المومنون الذین اذا ذکر الله وجلت قلوبهم واذا تلیت علیهم
آیاته زادتهم ایماناً وعلی ربهم یتوکلون ۔" [۲]

"رجال لا تلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر الله" [۳]

"ویهدی الیه من اناب ۔ الذین آمنوا وتطمئن قلوبهم بذکر الله ۔
الا بذکر الله تطمئن القلوب" [۴]

چند احادیث مقدسہ کا اس ضمن میں خاص مطالعہ ہمارا موضوع زیر بحث
کی توضیح وتحسین کا باعث ہوگا ۔

"عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس
یتحسر اهل الجنة الا علی ساعة مرت بهم لم یذکروا الله
تعالی فیها ۔" [۵]

---

[۱] پارہ ۸ رکوع ۷ آیت ۵۵

[۲] سورہ انفال پارہ ۹ آیت ۲

[۳] سورہ نور پارہ ۱۸ آیت ۳۷

[۴] پارہ ۱۳ سورہ رعد آیت ۲۸

[۵] اخرجه الطبرانی والبیهقی

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ انا عند ظنّ عبدی بی و انا معہ اذا ذکرنی ۔ فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی ۔ وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منہم وان تقرّب الیّ شبراً تقرّبت الیہ ذراعاً وان تقرّب الیّ ذراعاً تقرّبت الیہ باعاً وان اتانی یمشی اتیتہ ہرولۃ ۔ [۱]

علاوہ ازیں بزرگان ملّت نے بھی فضائل بیان فرمائے ہیں کہ مشہور عالم محدث حافظ ابن قیّم کی تصنیف "الوابل الصیب" میں فضائل ذکر کی تعداد سو کے قریب ہے ۔

اب ہم حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ کو بحیثیت پیر طریقت دیکھنا چاہتے ہیں ۔

---

[۱] مشکوٰۃ شریف باب ذکراللہ عز و جل والتقرب فصل اوّل ص ۵۲۹ مطبع سعیدی ۔ کراچی

"حضرت مولانا لاہوری بحیثیت پیر طریقت"

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک امت مسلمہ میں یہ مبارک سلسلہ جاری و ساری ہے کہ مشائخ کرام اپنے عقیدت مندوں سے بیعت لیتے ہیں۔ شجرہ حسب و نسب کی طرح شجرہ صحبت کا یہ روحانی نظام پورے حزم و احتیاط سے محفوظ و محدود ہے۔ علماء ربّانی نے نبوّت کے مناصب اربعہ کے اجراء و امتداد کے لئے جہاں شریعت طاہرہ کے علوم و حکم پر لاکھوں کتب مختلف زبانوں میں لکھی گئی ہیں اور دینی تعلیمات کو شائع کرنے کے لئے اسلامی درسگاہیں قائم کی ہیں وہاں الٰہی پاکباز نفوس حضرات علماء کرام کی بھی صحبت سے تزکیہ نفس اور تصفیۂ قلوب کا کام زندہ و تابندہ ہے۔ اگرچہ یہ گروہ اب نہایت قلیل ہے لیکن ان کے وجود سے انکار کرنا پیغمبر انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض نبویہ سے سوء ظنّ کے مترادف ہوگا حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ

> "اللہ والے نایاب نہیں ہیں کمیاب ضرور ہیں اور ان کی صحبت میں وہ موتی ملتے ہیں جو شہنشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔" [1]

---

[1] "آخر حضرت کو ۱۹۳۲ء میں حضرت مولانا تاج محمود امروٹی علیہ الرحمہ نے حکم دیا۔ احمد علی بیٹا! تم خلق خدا کو بیعت کے لئے دور دراز کا سفر کرنے کی تکلیف نہ دیا کرو۔ آئندہ خود لاہور ہی میں بیعت لے لیا کرو"

(راقم الحروف ــــ لال دین اخگر)

"بیعت کا طریقہ"

حضرت مولانا مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے مریدوں سے بیعت لیتے تھے۔
بیعت ہونے والے حضرات آپ کے ساتھ ساتھ یہ فقرات کہتے :

"توبہ کی میں نے شرک سے ۔ کفر سے ۔ اللہ تعالی کی نافرمانی سے ۔ مولا اے اللہ ! میں تیرے دروازے پر آیا ہوں تو مجھے اپنا خوف نصیب فرما ۔ اپنا نام نصیب فرما ۔ اور مجھ سے وہ کام کرا جس سے تو راضی ہو ۔ میں آپ سے بیعت کرتا ہوں ۔ اس بات کی کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حکم آپ بتائیں گے اس کو مانوں گا اور اس پر عمل کروں گا اور اس بات پر میں اللہ تعالی کو گواہ کرتا ہوں ۔" [1]

ان الفاظ کے بعد آپ نہایت شفقت سے مصافحہ کے لئے اپنے دونوں ہاتھ مریدین کی طرف بڑھاتے ۔ اب ذکر قلبی کا طریقہ تلقین فرماتے ۔ آپ اپنے دست مبارک سے ان کے قلوب کی نشان دہی فرماتے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث [2] تلاوت کرتے ۔ اب اللہ ۔ اللہ (اسم ذات) کا ورد کرتے اور مریدین کو بھی اپنے ساتھ کہنے کی ہدایت فرماتے اور اکثر ارشاد ہوتا تھا کہ دل پر اللہ

---

[1] مرد مومن ص ۷۲ مصنفہ عبدالحمید خاں صاحب۔ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور

[2] الا و ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ و اذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب (صحیح بخاری کتاب الایمان باب ۳۹ (فضل من استبرأ لدینہ)

کی خفیہ میں ضرب بھی لگائی جائے ۔ پھر فرماتے کہ اللہ ہو کا ورد خاموشی سے کرنا ہوگا ۔ صبح سے شام تک ایک ہزار دفعہ ذکر کی تاکید فرماتے ۔ علاوہ ازیں چلتے پھرتے ، اور دستی کاروبار کے وقت ذکر قلبی کی مداومت کی مصلحت بیان فرماتے ۔ آپ کو فرصت کم ہوتی یا زیادہ بیعت کے طریقہ کی وضاحت نہایت اطمینان سے کی جاتی تھی ۔ یہی وجہ تھی کہ جاہل سے جاہل آدمی بھی آپ کے ارشادات گرامی ذہن نشین کرنے میں دقت محسوس نہ کرتا تھا ۔ بعد ازاں بیعت کی غرض و غایت نہایت اختصار سے بیان فرما کر ہاتھ اٹھاتے اور استقامت کی دعا کرتے ۔ جس میں تمام حاضرین شامل ہوتے تھے ۔ جاہل ہو یا عالم ہو بیعت لینے کے بعد مریدین کو مخاطب کرکے فرماتے تھے کہ ہماری جماعت میں پانچ وقت نماز پڑھنا اور کسی کو دکھ نہ دینا شرط ہے ۔

ذکر قلبی کی تلقین کے چند ماہ بعد باقی اذکار کی اجازت مرحمت ہوتی جو کہ طریقہ قادریہ راشدیہ میں مروج ہیں ۔ ذکر روحی[1] ، سری ، نفسی ، اخفی ، پاس انفاس ، ذکر ارہ ، سبع صفات یا مراقبۂ ثنائیت سلطان الاذکار نفی اثبات ، مراقبہ ، اسم ذات نورانی ۔

---

[1] مقامات ولایت ص ١٧١ مصنفہ ماسٹر لال دین ایم ۔ اے بی ٹی

معمول یہ تھا لطائف کی تکمیل کے بعد باطنی استعداد کے مطابق کشف قبور کشف قلوب اور حلال و حرام اشیاء کی طرف توجہ دلائی جاتی ۔ خاص خاص وظائف و اوراد کا تعلق ان حضرات سے ہوتا تھا ۔ جو اپنے اخلاص و ذوق روحانی کی بنا پر خلیفہ بننے کی صلاحیت رکھتے تھے ۔

خلعت خلافت کی تفویض کا معیار بھی بڑا بلند تھا ۔ حضرت مولانا محمد شعیب صاحب ساکن دیوبند خلیفہ ؓ مجاز حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں بعض حضرات کو خلافت دینا چاہتا ہوں مگر اجازت نہیں ملتی ۔

آپؒ کے حلقہ رشد میں مستورات بھی شامل ہوتی تھیں ۔ آپ ان سے زبانی بیعت لیتے تھے ۔ مصافحہ نہیں کرتے تھے ۔ اپنی وفات سے چند ماہ پہلے آپ نے ایک رات مجلس ذکر کی تقریر میں فرمایا

"الحمد للہ ! میری روحانی بیٹیاں جو اب تک وفات پا چکی ہیں ان سب کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے جہنم سے نجات عطا فرمائی ہے ۔" [1]

---

[1] "مجھ سے بیعت ہونے والی مستورات کی قبریں جنت کا نمونہ ہیں" مرد مومن ص۸۱ مصنفہ عبدالحمید خان ، لاہور

"آپ نے مجلس ذکر کی وعظ میں فرمایا کہ میری روحانی بیٹیاں جو اب تک انتقال کر گئی ہیں ان کی قبریں جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہیں ۔ ان میں سے ایک بھی جہنم میں نہیں گئی ۔" (کرامات ولایت ص ۱۷۱ مصنفہ لال دین اختر)

ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ تحصیل ٹانک ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں کی ایک نیک اختر خاتون کا ہمارے ساتھ بہت کا تعلق تھا ۔ وہ ہر وقت اذکار و اوراد میں مستغرق رہتی تھی ۔ اس نے اپنی قلبی کیفیت کو اپنے خط[1] میں لکھ کر ہم کو اطلاع دی ۔ ہم نے اس کے جواب میں لکھا "بیٹی ـــ سلمک اللہ ۔ تجھ کو لاکھوں بار مبارک ہو تو میری تمام جماعت سے سبقت لے گئی ہے ۔"

حضرت علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے پاس جو کوئی آتا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے لہٰذا ہم اس کو اللہ تعالیٰ کا نام بتا دیتے تھے ۔

---

1 "حضرت! میری یہ حالت ہے کہ جسم کا رونگٹا رونگٹا ذکر میں مشغول ہے اور بعض دفعہ میں اپنے اعضاء کے ذکر کو اپنے کانوں سے سنتی ہوں ۔ حضرت! میں اب نہ کھاتی ہوں ۔ نہ پیتی ہوں تاکہ مجھ کو بول و براز کی حاجت نہ ہو کیونکہ مجھ کو شرم آتی ہے کہ مجھ پر بارش کی طرح انوار برس رہے ہیں اور میں بول و براز میں مشغول ہو جاؤں ۔"

ضعیفہ ذاکرہ کا خط ۔ مقامات ولایت ـــ ص ۱۴۲

علمی اور روحانی کمالات ـــ مولانا احمد علی مرحوم

حضرت مولانا اپنے مریدوں کو ایک کارڈ عطا فرمایا کرتے تھے جس پر حسب ذیل وظائف ہوتے تھے ۔ ان وظائف کے فضائل کتب احادیث میں بکثرت موجود ہیں ۔ بعض وظائف کو لسان مصطفوی نے باقیات الصالحات [1] فرمایا ہے ۔ بعض کو خالد السموت والارض اور کسی کو اسم اعظم [2] سے تعبیر فرمایا ہے ۔

پہلا وظیفہ جو کارڈ پر نقل ہوتا تھا

" سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم " [3]

دوسرا وظیفہ " استغفراللہ الذی لا الہ الا ہوالحیّ القیوم واتوب الیہ ۔" [4]

---

[1] تکبیر (اللہ اکبر) تہلیل (لا الہ الا اللہ) تسبیح (سبحان اللہ) تحمید (الحمد للہ) کہنا اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ) الحدیث (باقیات الصالحات) موطا امام مالک باب ذکر اللہ ص ۴۳

[2] انت اللہ لا الہ الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد (حجۃ البالغہ حصہ دوم ص ۳۸۲ ، شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ)

[3] عن ابی ہریرہ قال قال النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان ۔حبیبتان الی الرحمان ۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم ۔
بخاری شریف ۔۔مشکوۃ شریف باب التسبیح حدیث نمبر ۲۱۹۰)

[4] التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (مشکوۃ شریف باب الاستغفار والتوبہ فصل اول حدیث نمبر ۲۲۵۴)

تیسرا وظیفہ : اللّٰھم صلّ علی سیّدنا محمد ن النبی الامّی و آلہ وبارک وسلّم ۔

مذکورہ بالا تارڈ کے پہلے وظیفے کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ کم از کم ایک سو دفعہ یومیہ پڑھا جائے ۔ دوسرا وظیفہ دو سو دفعہ یومیہ اور تیسرا وظیفہ درود شریف کم از کم تین سو دفعہ روزانہ پڑھا جائے ۔ علاوہ ازیں اور کئی اوراد و وظائف تھے جو اہل حاجت مرد و زن حضرت مولانا سے اجازت لے کر پڑھا کرتے تھے ۔ جن میں بشارت ایسی ان کے مصائب و نوائب کا حل اور بفضل خدا آسائش حیات کے اسباب و نتائج برآمد ہوتے تھے ۔ حضرت کے تعلیم کردہ وظائف وہی ہوتے تھے جو حضور امام صدر الاوّلین و الآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو باذن اللہ ارشاد فرمائے ۔ اس طرح سے احیائے سنّت کا کام بھی سرانجام پاتا تھا اور خلق خدا کو ایسی مجن و فریب پیران باطل سے نجات بھی ملتی تھی ۔

آپ کے مریدین کی تعداد لاکھوں تک پہنچی ہوئی تھی لیکن کسی کا پتہ وغیرہ نہیں لکھواتے تھے ۔ آپ کی للّٰہیت منہاج نبوّت پر استقامت ، استغنا من الخلق کا وصف ، حسن خلق ، فقراء ، مساکین ، یتامیٰ ، بیوگان ، طلباء اور مستحق [غرباء اور] غریب مسلمانوں پر بے حد ایثار[1] کی عادت شریفہ ، تمام متوسلین سے

---

[1] آپ نے انجمن کے زکوٰۃ فنڈ سے غرباء کے ماہانہ وظائف مقرر کئے ہوئے تھے تقریباً چالیس مرد و زن مستحقین مالی مدد حاصل کرتے تھے اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے (دفتر انجمن خدام الدین رجسٹر زکوٰۃ فنڈ) راوی منشی گلزار احمد ؛

متوسلین سے نرم خوئی ، خوش کلامی ، خندہ پیشانی ، بقدر استطاعت مہمان نوازی ، عامۃ الناس کی خیر خواہی کا جذبہ غرضیکہ آدمیت کا احترام اپنوں اور بیگانوں کی گرویدگی کا باعث بنا ہوا تھا ۔ لوگ سینکڑوں میلوں سے سفر کرکے شیرانوالہ کی مسجد لائن مہمان حال میں حاضر ہوتے ۔ آپ کے جمعہ اور درس عمومی کے فرمودات سے مستفیض ہوتے اور روحانی اشغال و اوراد میں رہنمائی حاصل کرکے چلے جاتے ۔ بعض لوگ مہینوں تک مسجد کے حجروں میں رہائش پذیر رہتے اور روحانی اسباق کی تکمیل آپ کی عارفانہ صحبت میں رہ کر کرتے ۔ یہ لوگ اپنے کھانے پینے کی چیزیں حضرت رحمہ اللہ علیہ کو پیش کرکے پھر استعمال کرتے ۔

بیعت کے لئے عوام کی درخواست عموماً منظور کی جاتی تھی ۔ لیکن علماء کرام کو بیعت کرنے سے پہلے استخارہ کرنے کے متعلق فرماتے اور بعض حالات میں بلا استخارہ بھی حلقہ رشد میں داخل فرماتے ۔

آپ کی خدمت اقدس میں علماء ، طلبہ ، گریجوایٹ ، وزراء ، شعراء ، حضری اور بدوی (دیہاتی) حاضر ہوتے ۔ لیکن ہر شخص کو یہ یقین ہوتا تھا کہ حضرت مولانا جس محبت اور اخلاص سے مجھ سے ملے ہیں شاید ہی ایسا مشفقانہ برتاؤ کسی کو نصیب ہوا ہوگا ۔

ہر کہ از عشق مصطفٰی سامان اوست
جملہ موجودات را فرمانروا است (علامہ اقبال)

"مجلس ذکر جہر"

کلمۂ توحید اسلام کے ارکان خمسہ میں اوّلین حیثیت رکھتا ہے ۔ یہی وہ مبارک اقرار ہے جس کی برکت سے شرک و کفر کی تاریکیاں اور اصنام پہ کی شناختیں انسانی قلوب سے یکقلم کافور ہو جاتی ہیں اور انسان سابقہ عدوان و عصیان سے بھی بری ہو جاتا ہے جیسے اس کا وجود عالم کتم سے آج ہی عالم شہود میں ظہور پذیر ہوا ہے ۔ کلمۂ توحید کے فضائل سے احادیث نبوی کا مقدس ذخیرہ لبریز ہے ۔ سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو افضل الذکر فرمایا ہے ۔ آپ ﷺ اسی تحمید و تہلیل میں ہمیشہ ذاکر و شاغل رہتے تھے ۔ کیونکہ ذاکر اور ذاکرات کے صفات کا بارگاہ ایزدی سے اعلان ہوتا رہتا تھا ۔

الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبہم [2]

لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ [3]

---

[1] ربیعہ بن کعب سلمی آپ کے آستانہ پر پہرہ دیتے تھے ۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی تسبیح و تہلیل کی آواز سنتے سنتے میں تھک جاتا تھا اور مجھے نیند آجاتی تھی (مسند ابن حنبل ص ۵۹)

[2] پارہ ۴ آیت نمبر ۱۹۱ سورہ آل عمران

[3] پارہ ۱۸ آیت نمبر ۳۷ ۔ "اٹھتے بیٹھتے ، چلتے پھرتے ، کھاتے پیتے ، سوتے جاگتے ، وضو کرتے ، نئے کپڑے پہنتے ، سوار ہوتے ، سفر میں جاتے ، واپس آتے ، گھر میں داخل ہوتے ، مسجد میں قدم رکھتے ، غرض ہر حالت میں آپ کے دل و زبان ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے ۔ چنانچہ اسی بنا پر احادیث میں مختلف اوقات کے لئے کثرت سے ادعیہ ماثورہ منقول ہیں ۔ آخر زندگی میں جب سورہ اذا جاء نصر اللہ اتری جس میں تحمید و تسبیح کا حکم ملا ہے تو

اس مختصر فضائل و ثمرات کے تذکرہ کے بعد اب ہم حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ کی مجلس ذکر کا بیان زیب قرطاس کرتے ہیں :

نماز مغرب کے بعد ہر جمعرات کو مولانا اپنے مریدوں کی ایک معتدبہ جماعت کے ساتھ مسجد کی کسی علیحدہ جگہ میں بیٹھ کر ذکر جہر کی مجلس منعقد فرمایا کرتے تھے ۔ سب سے پہلے اعوذ باللہ اور بسم اللہ کے بعد گیارہ دفعہ سورہ اخلاص پڑھی جاتی تھی ۔ اس کے بعد تمام حاضرین ہاتھ اٹھا کر حضرت مولانا کے ارشاد کے مطابق دعا کرتے تھے کہ الٰہی سورہ اخلاص کا ثواب سیدنا عبدالقادر جیلانی پیر سبحانی کی روح پر فتوح کو پہنچے ۔

اب حضرت تین دفعہ افضل الذکر لا اله الا الله محمد رسول الله پڑھتے اور حاضرین بھی پڑھتے ۔ اس کے بعد دس تسبیح کے وقفے کے برابر لا اله الا الله کا ورد شروع ہوتا ۔ پھر اتنے ہی وقفے کے لئے الا اللہ کا ذکر کیا جاتا ۔ پھر اتنے ہی لمحات کے لئے اللہ کا ورد کیا جاتا اور بعد ازاں ہو کا ذکر ہوتا اور ذکر جہر اختتام پذیر ہوتا ۔ حضرت رحمہ اللہ علیہ ہر وقفے اور حصۂ ذکر کی تبدیلی کے موقعہ پر اپنی تسبیح کو زمین پر مارتے ۔ تاکہ حاضرین بھی آپ کی اقتداء میں ذکر کے دوسرے حصے میں مشغول ہو جائیں ۔ ہو کے ذکر کے بعد کچھ ساعت کے لئے مراقبہ ہوتا ۔ اس میں

بقیہ حاشیہ صفحۂ سابق :-

امہات المومنین کا بیان ہے کہ ہر وقت اور ہر حالت میں زبان مبارک پر تسبیح و تہلیل جاری رہتی تھی ۔

ابن سعد جزء الوفاة

لطیفۂ قلبی پر توجہ ہوتی اور اللہ ہی کہا جاتا ۔ آپ کی مجلس میں چلا کر ذکر کی اجازت نہیں تھی ۔ آپ نہایت خفیف اور دبی ہوئی عاجزانہ آواز سے ذکر کرتے اور حاضرین بھی آپ کی پیروی میں اپنی آوازوں کو دھیمی رکھتے تھے ۔ مراقبہ کے بعد دعا[1] ہوتی ۔ اور مختصر تقریر بھی کی جاتی ۔ تقریر میں امراض روحانی کے اسباب و علل اور مناسب علاج و پرہیز بتایا جاتا ۔ احوال و کیفیات قلبی کا احساس رکھنے والے حضرات کو دلی طور پر اعتراف تھا کہ حضرت مولانا روحانی معالج ہیں ۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ ہمہ تن اشتیاق بن کر ان مجالس میں حاضری دیتے تھے ۔ دراصل حضرت لاہوری علیہ الرحمہ نے اس دور الحاد و زندقہ میں روحانیت کے چمنستان کی آبیاری فرما کر مسلمانان ہند و پاک پر بہت بڑا احسان و امتنان فرمایا کیونکہ کلمہ طیبہ کا ورد ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام نے اعمال توحید کا ایک جامع اور سبحانی

---

[1] اللّٰھم انک عفو تحب العفو فاعف عنا ۔ ربنا آتنا فی الدّنیا حسنة و فی الآخرة حسنة وقنا عذاب النّار ۔ اللّٰھم انّا نجعلک فی نحورھم و نعوذ بک من شرورھم اللّٰھم استرنی بستر الجمیل و ادخلنا الجنّة بغیر حساب یا مقلب القلوب ثبت قلبنا علی دینک ۔ اللّٰھم نعوذ بک من عذاب القبر و عذاب النار و من فتنة المحیا و الممات و من فتنة المسیح الدجال ۔ اللّٰھم ھون علینا سکرات الموت ۔ ربّنا ھب لنا ازواجنا و ذریتنا قرة اعین واجعلنا للمتقین اماما ۔ اللّٰھم وفقنا لما تحب و ترضی واجعل آخرتنا خیراً من الاولی ۔

عبدالحمید خاں صاحب : مرد مومن ، ص ۱۳۸

نعمت ہے ۔ اکابر ملّت اور علماء اسلام نے اس مبارک کلمۂ توحید کو نہایت پسندیدہ اور پُر مغز حسین و جمیل الفاظ[1] سے تعبیر فرمایا ہے جزو مجالس ذکر کے بعد کی تقاریر کے عنوانات اکثر مندرجہ ذیل ہوتے تھے ۔ رزق حلال صدق مقال ، ذکر الٰہی کی اہمیت ، اخلاص ، خشیت الٰہی ، نجات تزکیہ پر موقوف ہے ۔ باطن کی بصیرت حاصل کرنے کا طریقہ حسد ، بغض ، کینہ جاہ طلبی ، زر طلبی ، غیبت ، بد نظری ، بد ظنی وغیرہ روحانی امراض پر نہایت بصیرت افروز تبصرہ ہوتا تھا اور نماز عشاء کے لئے مجلس ذکر برخاست ہو جاتی تھی ۔

---

[1] کلمۂ توحید ، کلمۂ اخلاص ، کلمۂ تقوی ، کلمۂ طیبہ ، عروۃ الوثقی ، دعوۃ الحق ، ثمن الجنۃ (احیاء العلوم امام غزالی علیہ الرحمہ)

مَثَلُ کَلِمَةً طَیِّبَةً کَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ

شجرہ خاندان عالیہ قادریہ رشیدیہ

مجتبیٰ مصطفیٰ

احمد یا محمد

[illegible]

الٰہی بحرمت [illegible] علی بن ابی طالب	مدینہ شریف
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ	بصرہ
الٰہی بحرمت حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ	بغداد شریف
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حبیب عجمی رحمۃ	بصرہ
الٰہی بحرمت حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ	بغداد شریف
الٰہی بحرمت حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ	بغداد شریف
الٰہی بحرمت حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ	بغداد شریف
الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ	بغداد شریف
الٰہی بحرمت حضرت عبد الواحد تمیمی رحمۃ اللہ	بغداد شریف
الٰہی بحرمت حضرت ابو الفرح طرطوسی رحمۃ اللہ	طرطوس
الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابو الحسن ہنکاری قرشی	بغداد شریف
الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخزومی	بغداد شریف
الٰہی بحرمت حضرت شاہ محی الدین عبد القادر جیلانی	بغداد شریف
الٰہی بحرمت حضرت شیخ سیف الدین عبد الوہاب	بغداد شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید صفی الدین صوفی رحمۃ	بغداد شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید ابو العباس احمد رحمۃ	حلب شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید مسعود رحمۃ اللہ	حلب شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ	حلب شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ	حلب شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید شمس الدین جیلانی بغدادی	حلب شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید محمد غوث گیلانی الحسنی	اوچ شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید عبد القادر ثانی رحمۃ	اوچ شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید عبد الرزاق رحمۃ اللہ	اوچ شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید حامد گنج بخش کلاں رحمۃ	اوچ شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید عبد القادر ثالث رحمۃ	اوچ شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید عبد الرزاق [illegible] رحمۃ	اوچ شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید حامد گنج بخش ثانی رحمۃ	اوچ شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید شمس الدین ثانی رحمۃ	اوچ شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید محمد صالح رحمۃ اللہ	اوچ شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید عبد القادر جیلانی [illegible]	سیالکوٹ [illegible]
الٰہی بحرمت حضرت سید محمد بقا رحمۃ اللہ	پیر کوٹ [illegible]
الٰہی بحرمت حضرت سید محمد [illegible] رحمۃ	پیر کوٹ [illegible]
الٰہی بحرمت حضرت شاہ حسن رحمۃ اللہ علیہ	[illegible] شریف

ترکیب ذکر جہر

[illegible]

* شجرہ خاندان عالیہ قادریہ راشدیہ *

*حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کرام *

مندرجہ ذیل حضرات حضرت مولانا شیخ المشائخ علیہ الرحمہ کے خلفاء مجاز ہیں :

۱ ۔ الحاج مولانا حافظ محمد حبیب اللہ علیہ الرحمہ (حضرت مولانا احمد علی کے خلف اکبر) (مکہ مکرمہ)

۲ ۔ الحاج مولانا عبدالہادی خلیفہ الرشید سلطان العارفین حضرت دین پوری (خانپور)

۳ ۔ الحاج مولانا ابوالحسن علی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ۔

۴ ۔ مولانا الحاج عبدالعزیز علیہ الرحمہ خلیفہ مجاز شیر یزدانی میاں شیر محمد نوراللہ مرقدہ ثم خلیفہ مجاز حضرت لاہوری ۔

۵ ۔ الحاج حضرت مولانا بشیر احمد مرحوم و مغفور ، جامع مسجد پسرور ۔ سیالکوٹ

۶ ۔ جانشین حضرت شیخ التفسیر حضرت مولانا قاری عبداللہ انور مد ظلہ العالی ۔لاہور

۷ ۔ مولانا حافظ حمیداللہ علیہ الرحمہ خلیفہ الرشید حضرت لاہوری (لاہور)

۸ - حضرت مولانا محمد شعیب صاحب (میاں علی شیخوپورہ)

۹ - قاضی زاہدالحسینی صاحب جامعہ مدنیہ کیمبل پور

۱۰ - حضرت مولانا عرض محمد (کوئٹہ)

۱۱ - سید احمد شاہ بخاری مرحوم و مغفور چوکیرہ - سرگودھا

۱۲ - مولانا ہارون صاحب تمریجانی - سکھر

۱۳ - حضرت مولانا گل محمد صاحب (ایران)

۱۴ - حضرت مولانا محمد حسن صاحب (خانیوال)

۱۵ - مولانا قاضی عبداللطیف صاحب - جہلم

۱۶ - حضرت مولانا حافظ غلام رسول صاحب ڈیرہ اسماعیل خان

۱۷ - جناب قاری عبدالکریم صاحب ترکستانی حال کراچی

۱۸ - حضرت مولانا محمد علی صاحب (سرگودھا)

۱۹ - مولانا عبدالمجید صاحب - رحیم یار خان

۲۰ - مولانا احمد شاہ صاحب دیوانی (سندھ)

۲۱ - حاجی نور محمد صاحب چونگل

۲۲ - حضرت مولانا امین الحق صاحب - شیخوپورہ

۲۳ - حضرت مولانا غلام قادر صاحب - ملتان

۲۴ - حضرت مولانا محمد حسن صاحب - سندھ

۲۵ - حضرت مولانا دوست محمد صاحب غوث پوری

۲۶ - حضرت مولانا عبداللہ صاحب دین پور (سندھ)

یہ تمام خلفاء عظام تعلیمات اسلامی میں مہارت تامّہ رکھتے ہیں اور ان لوگوں نے حضرت شیخ المشائخ کی ہدایت کے مطابق رضائے الٰہی کی خاطر خلق خدا کی فلاح و بہبود کو رات دن پیش نظر رکھا ہے۔ اور اپنی اپنی جگہ اعلائے کلمۃ الحق اور اصلاح احوال میں نہایت مستعدی سے کوشاں ہیں ۔

حضرت شیخ التفسیر معمولات قادریہ کی روزانہ تکمیل فرماتے ۔آپ اس وقت تک چارپائی پر استراحت نہیں فرماتے تھے[1] جب تک آپ کے اوراد و وظائف ختم نہیں ہو جاتے تھے ۔ معمولات یومیہ سے کچھ زائد پڑھے گئے اذکار حسب ذیل ہیں :

۱ ۔ استغفار	۱۲۵۰۰۰ بار
۲ ۔ سبحان اللّٰہ و بحمدہ سبحان العظیم	۱۲۵۰۰۰ بار
۳ ۔ لا الٰہ الّا اللّٰہ	۱۲۶۰۰۰ بار
۴ ۔ رب اغفر لی لفضلک	۱۲۵۰۰۰ بار
۵ ۔ یا ستّار و یا غفار	۱۲۵۰۰۰ بار
۶ ۔ یا رحمن یا رحیم	۱۲۵۰۰۰ بار

معمولہ پانا یاد الٰہی کی مشغولیت اور محویت پوری مواظبت کے ساتھ مولانا کو اولیاء اللّٰہ کی صف میں لا کر کھڑا کر دیتی تھی ۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے

---

[1] راوی حضرت مولانا عبداللّٰہ انور صاحب جانشین حضرت شیخ التفسیر

دیکھا کہ بڑے بڑے صاحبِ ثروت[1] اور اہلِ علم و فضل آپ کے پاس حاضر ہوتے۔ لیکن فرطِ ادب سے ان کی گردنیں جھک جاتی تھیں۔ آپ کے نورانی چہرے پر نظر پڑتے ہی بے ساختہ خدا کی یاد تازہ ہو جاتی تھی اور علم و دولت کے سارے نشے ہرن ہو جاتے تھے۔

آپ اولیاء کرام کی تعریف میں فرمایا کرتے تھے:

"نبوّت کا دروازہ بند ہو چکا ہے لیکن کمالاتِ نبوی کے حاملین قیامت تک رہیں گے۔ ان کی صحبت میں اصلاحِ حال ہوتی ہے۔ اللہ والے موتیوں سے بھی گراں قیمت ہوتے ہیں موتی ملنے ارزاں لیکن اللہ والے ملنے گراں۔ وہ نایاب نہیں ہیں کمیاب ضرور ہیں۔ اگر کامل مل جائے تو اس کے قلب سے ادب، عقیدت اور اطاعت کی تین تاریں جوڑنے سے فائدہ ہوتا ہے۔"[2]

---

[1] ہیبتِ مردِ خدا از لا الٰہ! علامہ اقبال علیہ الرحمہ مثنوی مسافر ص 43

[2] حضرت مولانا محمد شعیب صاحب خلیفۂ مجاز حضرت لاہوری علیہ الرحمہ

" کشف و کرامت "

" خوارق و کرامات کا ظاہر ہونا ولایت کی شرط نہیں ۔ کیونکہ ولایت قرب الٰہی سے مراد ہے جو ما سوی کے نسیان کے بعد اللہ تعالٰی اپنے بندوں کو عطا کرتا ہے ۔ بعض کو یہ قرب عطا فرماتے ہیں لیکن غائبانہ حالات پر اطلاع نہیں بخشتے۔ اور بعض کو یہ قرب بھی دیتے ہیں اور غائبانہ اشیاء کی اطلاع بھی بخشتے ہیں ۔ بعض کو قرب کچھ نہیں دیتے ۔ لیکن غائبانہ حالات پر اطلاع دے دیتے ہیں ۔ یہ تیسری قسم کے لوگ اہل استدراج ہیں ۔ نفس کی صفائی نے ان کو غائبانہ کشف میں مبتلا کرکے گمراہی میں ڈالا ہے ۔ یحسبون انہم علی شئ الا انہم ہم الکٰذبون ۔ استحوذ علیہم الشیطٰن فانسٰہم ذکراللہ اولٰئک حزب الشیطٰن الا حزب الشیطان ہم الخاسرون ۔ پہلی اور دوسری
۱۸ ۱۹
قسم کے لوگ جو دولت قرب سے مشرف ہیں ۔ اولیاء اللہ ہیں نہ غائبانہ امور کا کشف ان کی ولایت کو بڑھاتا ہے ۔ نہ عدم کشف ان کی ولایت کو گھٹاتا ہے ۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ عدم کشف والا بباعث زیادہ قرب کے جو اس کو حاصل ہوتا ہے ۔ کشف والے شخص سے افضل و پیش قدم ہوتا ہے ۔ " [1]

---

۱ ۔ مکتوبات دفتر دوم امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی ص ۲۲۲ مکتوب ۹۲

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی شاہ علیہ الرحمہ تھانوی نے التکشف

میں اولیاء کرام کی اقسام پر سیر حاصل نظر ڈالی ہے :

" جاننا چاہئیے کہ اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک تو
وہ جن کے متعلق خدمت ، ارشاد و ہدایت اصلاح قلوب
تربیت نفوس ، تعلیم طرق ، اور قرب و قبول عنداللہ ہے اور
یہ حضرات اہل ارشاد کہلاتے ہیں اور ان میں سے اپنے عصر
میں جو اکمل و افضل ہو اور اس کا فیض اتم و اعم ہو اس کو
قطب الارشاد کہتے ہیں اور یہ نائب حقیقی ہوتے ہیں ۔
دوسرے وہ ہیں جن کے متعلق خدمت و اصلاح معاش ، انتظام
امور دنیویہ و دفع بلیات ہے کہ اپنی ہمت باطنی سے
باذن الہی ان امور کی درستی کرتے ہیں اور یہ حضرات اہل
تکوین کہلاتے ہیں ۔ ان میں جو اعلی و اقوی اور دوسروں پر
حاکم ہوتا ہے اس کو قطب التکوین کہتے ہیں ۔"

اب ہم حضرت مولانا کے واقعات زندگی پر غور کرکے ان کے احوال و مقامات کا جائزہ
لینا چاہتے ہیں جس سے آپ کا مقرب الہی ہونا مدلل اور مسلم طور پر ثابت
ہو سکے ۔ یہ باب واقعات پر مبنی ہے اس میں نہایت ثقہ اور متقی رواۃ کی

---

[1] التکشف ص ۹۲ مصنفہ حضرت سید اشرف علی تھانوی حکیم الامت
علیہ الرحمہ ۔ نقل از مرد مومن مصنفہ عبدالحمید خاں تیرہ ورسٹی لاہور ص ۸۳

شہادت کو حسب استطاعت حزم و احتیاط سے درج کیا جائے تا کہ "پیراں نمی پرند و مریداں می پرانند" کے غبار سے اس کے جزئیات کو ہر طرح محفوظ و مصئون رکھا جا سکے۔

"فاضل دیوبند حضرت مولانا عبدالغفور[1] صاحب ساکن کوئٹہ

کے دو خواب"

پہلا خواب :- "میں نے خواب میں محراب کی شکل کا ایک دروازہ دیکھا ۔ جس پر جلی حروف سے "قطب الاقطاب" کے الفاظ تحریر تھے ۔ میں نے اپنے پاس ایک مجذوب کو دیکھا جس کو میں پہلے سے بھی جانتا تھا میں نے اس سے پوچھا کہ حضرت ! یہ دروازہ آپ کا ہے ؟ اس نے نفی میں

---

[1] حضرت مولانا عبدالغفور صاحب کوئٹہ سے شیرانوالہ لاہور تشریف لائے ۔ یہ دونوں خواب آپ نے میرے سامنے بیان فرمائے ۔ میں ان دنوں حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کی سیرت کا دوسرا حصہ (مقامات ولایت) لکھ رہا تھا ۔ مولانا فرماتے تھے کہ ان خوابوں کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ چند دنوں سے میں حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کے روحانی مقام کے متعلق علماء کرام اور صوفیہ عظام سے سوال کر رہا تھا جس کا حل پروردگار عالم نے اپنے لطف خاص سے رویائے صادقہ کی صورت میں مجھ احقر الانام پر منکشف فرمادیا ۔ الحمد للہ علی ذالک "

(احقر راقم الحروف لال دین اخگر)

جواب دیا ۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا یہ دروازہ میرا ہے ؟ تو پھر بھی اس کا وہی جواب تھا ۔ بعد ازاں میں نے استفسار کیا کہ حضرت فرمائیے یہ دروازہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری کی ذات گرامی قدر سے منسوب ہے ؟ تو میں نے دیکھا کہ اس مرد حق آگاہ کے چہرے پر بشاشت کے انوار دمکنے لگے ۔ اور وہ اثبات کے انداز میں مسکرانے لگے ۔"۔

دوسرا خواب :- میں نے خواب میں ایک نورانی چہرہ بزرگ کو دیکھا میں نے ان سے سوال کیا کہ آپ کے نزدیک حضرت شیخ التفسیر کا روحانی مقام کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا کہ وہ قطب عالم میں تھے ۔ لیکن میں نے ان سے عرض کیا کہ میرا تو یقین ہے کہ حضرت لاہوری ہمارے عہد کے قطب الاقطاب تھے ۔ میری بات سن کر وہ مثبت اور مسرت آگیں طریق سے مسکرانے لگے اور خاموش ہوگئے ۔"

"تائید ایزد متعال"

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ایک دن نماز مغرب کے بعد مسجد سے باہر تشریف لے جا رہے تھے تو راقم الحروف[۱] کو فرمایا کہ آ جاؤ ۔ میں بڑی مسرت سے اپنے آقائے روحانی کے پیچھے پیچھے چل دیا ۔ آپ بکی دروازے کے پولیس اسٹیشن سے کچھ آگے ایک گلی میں داخل ہوگئے ۔ قریب ہی دائیں جانب

---

[۱] لال دین اختر ایم اے بی ٹی

ایک مسجد نظر پڑی ۔ حضرت نے ایک آدمی سے پوچھا کہ حافظ صاحب کہاں ہیں ؟ اس نے جواب دیا کہ حافظ صاحب بیمار ہیں ۔ آج نماز ظہر کے بعد ان کو گھر لے گئے ہیں ۔ حضرت یہ الفاظ سن کر واپس ہوئے ۔ اب حضرت نے بازار میں پہنچ کر احقر کو ساتھ ساتھ چلنے کا اشارہ فرمایا ۔ جب میں قریب ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ایک دن صبح درس قرآن مجید کے بعد ایک سادہ پوش آدمی مسجد میں ایک طرف کھڑا پایا گیا ۔ میں نے اس کے قریب جاکر سلام کے بعد پوچھا کہ کیا آپ کو میرے ساتھ کوئی کام ہے ؟ وہ میرا بازو پکڑ کر قدرے خلوت میں لے گئے اور فرمانے لگے

"حضرت مولانا ! آج میں آپ کے درس میں تمام وقت بیٹھا رہا ۔ اس سے پیشتر اور مساجد میں بھی درس سن چکا ہوں مگر آپ کے درس میں ایک محیرالعقول منظر دیکھنے میں آیا ہے ۔ آپ جتنا عرصہ درس قرآن حکیم میں مشغول رہے آپ کے دائیں بائیں صحابہ کرام کی ایک جماعت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کھڑی رہی ۔ آپ جب کوئی فقرہ ختم کرتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے "صدقت صدقت" درس کے ختم ہونے پر وہ نورانی منظر ختم ہوگیا ۔"

مولانا محمد صابر صاحب حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کی خدمت اقدس

میں برسوں حاضری کا شرف حاصل کر چکے ہیں - انہوں نے مجھ سے یہ

واقعہ بیان فرمایا تو کہا کہ حضرت نے یہ واقعہ اپنے پیر طریقت حضرت مولانا

سید تاج محمود قدس سرہ سے بیان فرمایا تھا تو آپ نے سن کر جواب

دیا

" کہ وہ شخص کوئی ابدال ہوگا یا ابدال ہونے والا ہوگا "

ایک دن آپ درس قرآن حکیم میں حسب معمول مشغول تھے - حاضرین پر

آیات الہی کے اثرات نمایاں تھے - اس ملکوتی فضا میں آپ نے نہایت مسرت زا

لہجے میں فرمایا کہ اللہ تعالے نے مجھ احقر الانام سے لاہور میں چار

مسجدیں تعمیر کرائی ہیں - ان کی تعمیر میں مردوں اور عورتوں کا مساویانہ حصہ

ہے - فرمانے لگے کہ اگلے دن ایک آدمی آیا تھا - اس نے اپنا خواب یوں

بیان کیا

" حضرت خواب میں میں نے میدان محشر کا منظر دیکھا

تمام لوگوں کے اعمال میدان میں تولے جا رہے تھے - اتنے

میں آپ کی مساجد کو لا کر میزان میں رکھا گیا - میں نے

دیکھا کہ مساجد کی عمارت یقیناً نور بنی ہوئی تھی - "

اسی دن درس میں فرمایا کہ ایک دن ایک آدمی نے آکر اپنا خواب بیان کیا - کہنے

لگا

"حضرت ! میں آپ کے خدام میں سے ہوں ۔ ایک رات میں نے خواب میں احکم الحاکمین ربّ العزّت کا دیدار دیکھا قیامت بپا تھی ۔ اور لوگ خوف و ہراس سے بھاگتے ہوئے پھرتے تھے ۔ اب لوگوں کے اعمال نامے تلنے لگے ۔ لوگ باری باری اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہو رہے تھے ۔ حضور باری تعالیٰ میں جو شخص پیش ہوتا اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر آگ رکھ دیتے ۔ میں دہشت سے کانپ رہا تھا حتی کہ میری باری بھی آگئی ۔ میں ڈرتے ڈرتے قریب ہوا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر جنّت کے پھلوں کا ایک خوشہ رکھا جس کی وجہ سے میری روح فردوس مشاق میں محو ہوگئی ۔"

یہ وہ واقعات ہیں جن کا تعلق بندگان خدا کے رویائے صادقہ سے ہے ۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ تمام مجاہدات کا مقصد یہ ہے کہ طالب کے دل میں جلا پیدا ہو جائے ۔ دل کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کے پاک نام کی برکت سے روشن ہو جائیں ۔ ظاہری آنکھوں کا کیا ہے یہ تو کتّوں اور بلّیوں کی بھی ہوتی ہیں ۔ اس کے بعد آیات قرآن پڑھتے :

"وقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن والانس لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا ۔ ولہم آذان لا

یسمعون بہا اولئک کالانعام بل ہم اضلّ ۔ اولئک ہم

الغافلون ۔" [۱]

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ کا

ضروری حوالے پیش فرمایا کرتے تھے

انّہم کانوا قوما عمین [۲]

اس لہجہ میں فرمایا کرتے تھے ۔ اگر انسان کے دل کی آنکھیں بینا ہوں ۔ تو ان سے دیکھ کر چلے ۔ ورنہ اپنی لاٹھی کسی بینا کے ہاتھ میں پکڑا دے تاکہ وہ اس کو منزل مقصود تک لے جائے ۔ دور حاضرہ کے نبّاض فطرت اور اسلامی حقائق کے مفکر علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے بھی

"دل کی آنکھیں" [۳]

پر زور دیا ہے ۔

تمام ادیان و شرائع کے ظہور و نمود کی غرض و غایت یہی ہے کہ خلق خدا کی دنیوی اور اخروی زندگی میں ہم آہنگی پیدا کی جائے تاکہ اولاد آدم دارین میں کامیاب ہوسکے ۔ قرآن حکیم کا ارشاد ملاحظہ ہو :

---

[۱] پارہ نو ، سورہ اعراف ، آیت نمبر ۱۷۹

[۲] پارہ نمبر ۸ سورہ اعراف آیت نمبر ۶۴

[۳] ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی

ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

(بانگ درا "غزلیات" ص ۱۰۵ علامہ اقبال علیہ الرحمہ)

"الٓر ۔ کتب انزلنه الیک لتخرج الناس من الظلمٰت الی النور
باذن ربھم الی صراط العزیز الحمید" [۱]

الغرض ! مولانا ناموری اپنے عہد کے ایک ممتاز عالم ربّانی تھے ۔ تا دم واپسیں اپنے حلقۂ اثر کے مرد و زن کو کفر و شرک اور بدعت کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام کے نورانی ماحول میں لاتے رہے ۔

ہفت روزہ "خدام الدین" کا اجراء ہو چکا تھا ۔ حضرت مولانا علیہ الرحمہ نے ایک دن فرمایا

"اگلے دن ایک آدمی ملنے کے لئے آیا ۔ مسجد کے حجرے میں علیحدہ وقت لیا ۔ ملاقات کے ساتھ اپنی بغل سے رسالہ خدام الدین نکال کر میرے سامنے رکھ دیا اور کہنے لگا "حضور ! ہم کنجر ہیں اور ہمارا کنبہ اسی افراد پر مشتمل ہے ۔ ہم چند مہینوں سے اس رسالے کا مطالعہ کرتے رہے ہیں جس کے نتیجے میں ہم تمام مردوں اور عورتوں نے بدکاری سے توبہ کر لی ہے ۔ اب ہم اپنا مکان چھوڑ کر دوسری جگہ جا رہے ہیں ۔ حضرت ! آپ ہمارے لئے استقامت کی دعا فرمائیں"

جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خود آگاہے [۲]

(علامہ اقبال علیہ الرحمہ)

---

[۱] سورہ ابراہیم شروع پارہ ۱۳ آیت نمبر ۱

[۲] نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں ——

"کشفِ قلوب"

پروردگارِ عالم کے الطافِ کریمانہ نے حضرت شیخ التفسیر کو نورِ بصیرت اور مومنانہ فراست سے نوازا تھا ۔ یہی وجہ تھی کہ عامۃ الناس علماءِ خیر مصلحین ملت اور اولیاءِ امت آپ کو نہایت عزّت و احترام کی نگاہوں سے دیکھتے تھے ۔ مجالسِ اذکار کی مختصر مگر جامع و مانع تقریروں میں صاحبِ دل سامعین کو حدِ یقین تک احساس ہوتا تھا کہ ہمارے قلوب کا تزکیہ و تصفیہ ہو رہا ہے ۔ ہم چند ایک واقعات کے درج ذیل کرنے سے پہلے حضرت کے اپنے فرمودات گرامی ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں ۔

"میں نے بفضلِ ایزدی سندھ سے بڑی نعمتیں حاصل کی ہیں ۔ ان میں سے ایک دل کی بصیرت ہے ۔ میرا دعویٰ ہے کہ چار سال کا خرچ بیوی بچوں کو دے کر میرے پاس آجاؤ ۔ مسجد لائن سبحان والی میں نیم کے پیڑ کے نیچے بٹھلا دوں گا ۔ اور صرف وہ چیزیں کھانے کو دوں گا جو حلال ہوں گی ۔ حرام کھانے سے یہ نور حاصل نہیں ہوتا ۔ میں نے خود چالیس سال صرف کئے ہیں ۔ لیکن تم کو چار سال میں بفضلِ ایزد تعالیٰ سکھا سکتا ہوں ۔"

بقیہ حاشیہ صفحۂ سابق : جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس ان کی
الٰہی ! کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں
(علامہ اقبال علیہ الرحمہ) بانگِ درا ص ۱۲۸

اگر یک قطرہ خوں داری اگر مشت پرے داری
بیامن با تو آموزم طریق شاہبازی را [1]

ایک دفعہ ایک شخص بیعت ہونے کے لئے حاضر ہوا ۔ تین دن تک رہا اور بیعت ہونے کی درخواست کرتا رہا مگر حضرت مولانا انکار ہی فرماتے رہے ۔ آخر اس نے عرض کیا کہ حضرت ! جو کوئی آتا ہے آپ اس کو بیعت کر لیتے ہیں لیکن مجھ کو انکار کرتے ہیں ۔ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا ؟ آپ یہ سن کر اس کو اندر لے گئے اور پوچھا کہ سچ بتاؤ تم کس لئے بیعت ہوتے ہو ۔ اس نے عرض کیا حضرت ! میں ایک آدمی سے رشتہ مانگتا ہوں مگر وہ لوگ آپ کے مرید ہیں ۔ رشتے کی شرط یہ ہے کہ میں آپ کا مرید ہو جاؤں ۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا

"میں نے بار بار تیرے دل کی طرف توجہ کی ہے مگر اس کو انکار کرتے ہوئے پایا ۔ اگر میں اندھا ہوتا تو تجھ کو بیعت کر لیتا ۔" [2]

---

[1] علامہ اقبال علیہ الرحمہ : زبور عجم ص ۱۲۹ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور

پرورش دل کی اگر مد نظر ہے تجھ کو
مرد مومن کی نگاہ غلط انداز ہے بس (علامہ علیہ الرحمہ)

[2] حضرت مولانا محمد صابر صاحب ساکن کوٹ عبدالمالک (خادم خاص)

ایک دفعہ راقم الحروف (لال دین اختر) نے ارادہ کیا کہ میں حضرت سے پوچھونگا اگر کسی مرید کو خواب میں اپنے روحانی پیشوا سے کچھ ارشادات غیبیہ سننے کا موقعہ ملے تو کیا اس کی اطلاع پیر صاحب کو بھی ہوتی ہے ۔ میں نے ابھی سوال بھی نہیں کیا تھا کہ رستے میں چلتے چلتے مجھ کو قریب بلا کر فرمانے لگے کہ خواب میں اگر کسی کو اپنے مرشد کامل کی زیارت ہو اور کوئی اطلاع و بشارت کی صورت بھی وقوع پذیر ہو تو اس کی اطلاع پیر صاحب کو ہونا ہر گز ضروری نہیں ۔ در اصل خدا تعالے کی طرف سے صحیح خبر کا القاء مرید صادق کے دل میں کیا جاتا ہے اور پیر کی صورت میں اس لئے ظہور ہوتا ہے تاکہ صاحب خواب کو اس اطلاع میں شک و ریب کی گنجائش نہ رہے ۔ کیونکہ اس کو یقین ہوتا ہے کہ میرے پیر صاحب جب بیداری میں ہر بات سچی کرتے ہیں تو خواب میں بھی صحیح اطلاع دے رہے ہیں ۔

حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کے متوسلین اور مہجورین کے پاس ایسے واقعات کی کمی نہیں لیکن خوف طوالت سے ان کو درج نہیں کیا جا سکتا ۔

کشف حالات

ایک دفعہ آپ نے کسی کے ہاں کھانے کی دعوت قبول فرمائی ۔ کھانے کے بعد پھل کے ساتھ چلغوزہ کی گریاں بھی رکھی گئیں ۔ آپ نے ان سے زیادہ شوق فرمایا ۔ صاحب خانہ جو پہلے سے ہی حضرت کے کشف حال کا قائل تھا عرض پرداز ہوا ۔ حضرت ! آپ کو دوسرے پھلوں کی نسبت چلغوزے زیادہ پسند آئے ہیں ۔ آپ نے فرمایا " ان میں نورانیت زیادہ دکھائی دیتی ہے "۔

دراصل یہ گریاں صاحب خانہ کی چھوٹی صاحبزادی نے وضو کرکے اور دونفل پڑھنے کے بعد ذکر الٰہی میں مشغول رہ کر تیار کی تھیں ۔

ایک دفعہ حج وعمرہ سے واپس تشریف لائے تو فرمایا اس سال تمام حجاج کرام میں جس کا حج سب سے زیادہ ارفع تھا وہ بزرگ حبشہ کے رہنے والے تھے ۔

" قطب التکوین "

راقم الحروف کے مخدوم دیرینہ مولوی حیات محمد صاحب ساکن رکھسانوالہ ضلع شیخوپورہ کا بیان ہے کہ میری زمین میں مزارع مجھے کو ناجائز تنگ کرتے تھے ۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ ان سے نجات ملے لیکن کوئی صورت ہی نہ آئی ۔ ایک دن میں حضرت علیہ الرحمہ کی صحبت میں آپ کے گھر کی طرف جا رہا تھا دل میں بار بار خیال آتا کہ میں حضرت سے دعا کے لئے عرض کروں لیکن ہر بار طبیعت رک جاتی تھی ۔ حتےٰ کہ آپ اپنے دولتخانہ پر

پہنچ گئے ۔ میں نے حضرت سے مودبانہ مصافحہ کیا ۔ حضرت پردے کے اندر قدم رکھنے ہی باہر تشریف لائے ۔ میں ٹھہر گیا ۔ میرے قریب تشریف لا کر فرمانے لگے "آپ فکر نہ کریں کام ہو گیا ہے ۔ اطمینان سے جائیں" میں نے حضرت سے یہ بھی نہ پوچھا کہ کونسا کام ہو گیا ہے ۔ بہر صورت آپ کے ارشاد میں ایک روحانی مسرت کا پیغام تھا ۔ آخر شام تک میں اپنے گاؤں میں پہنچ گیا ۔ میری بیوی خلاف معمول خوش تھی ۔ روٹی وغیرہ میرے سامنے لائی ۔ اور الحمد للہ کہہ کر بتانے لگی کہ آج وہ مزارع ہماری زمین چھوڑ کر چلے گئے ہیں بلکہ اپنا چھپر اور مویشیوں کے کھونٹے بھی اکھاڑ کر لے گئے ہیں ۔ بیوی کی یہ باتیں سن کر حضرت والا شان کے اطمینان بخش الفاظ یاد آئے اور میرے یقین میں کہا معتدبہ اضافہ ہوا ۔

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد مرحوم شجاع آبادی نے راقم الحروف کے سامنے یہ واقعہ بیان فرمایا :

"ایک دفعہ میرا بازو ٹوٹ گیا اور علاج کے بعد درد وغیرہ جاتا رہا لیکن میرا ہاتھ منہ تک نہیں پہنچتا تھا ۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں گرفتاریاں ہوئیں ۔ تو ملتان جیل میں میرے بعد حضرت لاہوری بھی گرفتار ہو کر تشریف لائے اور علماء کرام بھی وہاں موجود تھے لیکن حضرت نے مجھ کو فرمایا کہ قاضی صاحب ! آپ نماز پڑھایا کریں ۔ میں نے

تعمیل حکم میں نماز پڑھانی شروع کر دیں۔ ایک دن جماعت
میں حضرت مولانا عین میرے پیچھے کھڑے تھے۔ جب سجدے
میں گئے تو آپ کی مبارک جوتیوں کی نوک میرے پاؤں کے تلوے
میں لگی۔ مجھ پر یہ واقعہ بڑا شاق گزرا۔ میں نے اگلی نماز
کی جماعت نہ کرائی۔ ایک دو دن کے بعد حضرت نے مجھ کو
دوبارہ فرمایا۔ قاضی صاحب! آپ نماز پڑھایا کریں۔ میں نے
خادمانہ عرض کیا حضرت! تعمیل ارشاد میں مجال عذر نہیں
لیکن یہاں آپ کے خدام میں اچھے اچھے علماء موجود ہیں۔
میں تو اچھی طرح وضو کرنے سے بھی معذور ہوں۔ میرا ہاتھ
منہ تک نہیں جاتا۔ یہ سن کر حضرت نے نہایت شفقت سے
میرا بازو پکڑا۔ اپنے دست مبارک کو میرے ٹوٹے ہوئے بازو
پر پھیرا اور فرمایا اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ شفاء اسی کے ہاتھ
میں ہے۔ اور اسی قسم کے چند ایمان افروز کلمات آپ کی زبان
سے صادر ہوئے۔ میں خاموشی سے سنتا رہا۔ نماز عشاء پڑھی
گئی۔ سونے کا وقت آیا۔ سب سو گئے۔

پروردگار عالم کی قسم! اگلی صبح کو میں نے نماز کے
لئے وضو کیا۔ میرے دونوں ہاتھ بالکل ٹھیک تھے۔ اللہ!
اللہ! انبیاء کرام کے معجزات اور اولیاء امت کے خوارق و کرامات
قدرت ایزدی کے مظاہر ہیں۔ قرآن پاک نے خوارق عادت کی

اطلاع مختلف مقامات پر دی ہے۔"

" حضرت! میرے پیٹ میں کینسر تھا۔ ایکسرے لیا گیا ہو ہسپتال میں داخلے کا فیصلہ ہوا۔ میں حضرت اقدس سے دعا کرانے کے لیے حاضر ہوئی۔ پدرانہ شفقت سے میری بات سنی۔ پھر آپ نے دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا شفا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔ جلد شفا ہو جائے گی۔ رخصت ہونے پر مجھ کو یقین ہو گیا تھا کہ میں تندرست ہو گئی ہوں۔ اگلے دن میں نے ہسپتال میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ شام کو ڈاکٹر صاحب آئے۔ مجھ کو سمجھانے بجھانے کی کوشش کی۔ میں نہ مانی۔ آخر کار دوبارہ ایکسرے کا فیصلہ ہوا۔ دوبارہ ایکسرے کرایا گیا۔ بفضل ایزد شفا، پھوڑے کا نشان تک بھی موجود نہیں تھا۔" ؎

" سکھر کے حکیم محمد رمضان صاحب جو [illegible] حضرت اویسی کی زیارت سے مشرف ہو چکے تھے۔ ایک دفعہ حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، حضرت! میں بہت سے بزرگان دین کی زیارت کا شرف حاصل کر چکا ہوں۔

؎ حاشیہ صفحہ سابق: واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیہا فتکون طیرا باذنی و تبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتیٰ باذنی
پارہ ۷ سورہ المائدہ آیت ۱۱۰

۱؎ حضرت مولانا عبداللہ انور جانشین حضرت شیخ التفسیر کے سامنے بیگم محمودہ

مگر حسنین رضی اللہ عنہما کی زیارت سے تاحال محروم ہوں۔ میں سکھر سے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ آپ میرے حق میں دعا فرمائیں۔ حضرت یہ شعر سن کر مسکرائے اور اپنے خادم خاص مولانا صابر صاحب کو فرمانے لگے کہ حکیم صاحب کو میرے حجرے میں میرے بستر پر سلا دیں۔ حکیم صاحب حضرت کے لحاف میں حجرے کے فرش پر سو گئے۔ حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت لاہوری بھی آپ کی معیت میں تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ آپ چارپائی پر رونق افروز ہوئے اور صاحبزادگان بھی آپ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضرت مولانا نے مجھ کو خواب کے دوران فرمایا کہ حکیم صاحب! یہ امام حسن ہیں اور یہ امام حسین ہیں۔" [1]

حضرت جی سندرانہ مرحوم کے واقعات پڑھنے ہوں تو آپ کے سوانح حیات کے دوسرے حصے "تذکرہ مقامات" کے صفحہ ۲۲۶ پر سلطان بابا چن شہاب اور عبدالواحد سندھ صاحب پیشتر ملتانی کے واقعات زندگی کا مطالعہ کیجئے۔

---

[1] مرد مومن ص ۱۲۵ مصنفہ عبدالمجید خان فیروز سنز لمیٹڈ لاہور

حضرت مولانا حافظ غلام رسول صاحب (ڈیرہ اسماعیل خاں) مولانا لاہوری کے خلیفہ مجاز ہیں۔ حضرت کے پاس تربیت باطنی کے لئے حاضر ہوئے۔ مجاہدہ میں حافظ صاحب کا قدم بہت آگے تھا۔ زہد و ریاضت سے جسم سوکھ کر کانٹا ہوگیا۔ دوران قیام انقباض کی کیفیت طاری ہوئی۔ حضرت کے حجرے میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے فرمایا، مولانا کوئی کام ہے۔ عرض کیا حضرت میں تباہ ہوگیا۔ تین دن سے انقباض کی سخت شکایت ہے۔ حافظ صاحب کا بیان ہے کہ میری بات سن کر حضرت علیہ رحمہ نے میری چھاتی پر اپنے دائیں ہاتھ کی انگلی پھیری۔ اس وقت میری کیفیت ٹھیک ہوگئی۔

" قبولیت دعا "

بجلوت اند و کمند ے بہ مہر و ماہ پیچند[1]
بخلوت اند و زمان و مکاں در آغوشند

اولیاء اللہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔ ان کی برکات روحانیہ سے شجر و حجر بھی متمتع ہوتے ہیں۔ استجابت دعا، عنایت غیبیہ اور تقرب الہیہ کا ثبوت ہوتی ہے۔

حضرت مولانا کی زندگی کے ایک دو واقعات اس ضمن میں درج کئے جاتے ہیں:

---

۱ علامہ اقبال علیہ الرحمہ زبور عجم ص ۱۷۵

مولانا محمد صابر صاحب حضرت لاہوری کی دامنِ شفقت سے لڑکپن سے ہی وابستہ رہے۔ بابا قائم دین مرحوم گھاس فروخت کرکے اپنی روزی کمانے والا مزدور تھا۔ اب عرصۂ بیس سال سے حضرت کی مسجد میں درویشانہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ ہر دو گوہر حضرت کی صحبت میں انوار فیض سے دمکتے رہے۔ یہ چند ایک ایسے لوگ تھے جن کی درویشی پر اصحاب صفہؓ کی معیت کا گمان ہوتا تھا۔

"ایک دن حضرت اپنے حجرے کے سامنے تشریف فرما تھے۔ اتنے میں بابا قائم دین حاضر خدمت ہوکر اپنی توتلی زبان میں کہنے لگا، مولوی جی! دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو حج کروائے۔ حضرت نے ہواً ہاتھ اٹھا لئے اور ہم دونوں کا نام لے کر حج کی دعا فرمائی۔ حضرت کی دعا ہمارے حق میں حرف بحرف قبول ہوئی۔ ہم دونوں اگلے سال ایک ہی ہوائی جہاز میں حج و زیارت حرمین شریفین کے لئے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔"[1]

---

[1] راوی مولانا محمد صابر صاحب۔ اب کوٹ عبدالمالک میں مقیم ہیں۔

"خواجہ نذیر احمد مرحوم حضرت لاہوری کے خاص مریدیں میں سے تھے ۔ آں کا بیان ہے کہ میرے بھائی خواجہ لطیف اکبر صاحب محکمہ ریلوے میں ملازم تھے ۔ ایک دفعہ ان کا تبادلہ ایک ایسے اسٹیشن پر ہونے والا تھا جہاں تین اسٹیشن ماسٹروں کو قتل کیا جا چکا تھا ۔ بھائی صاحب حضرت صاحب کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوئے ۔ حضرت نے دعا فرمائی اور کچھ پڑھنے کے لیے بھی ارشاد فرمایا ۔ بھائی صاحب ، اب متعلقہ افسر کے پاس حاضر ہوئے منّت عرض کیا کہ میرا تبادلہ وہاں نہ کیا جائے ، اس نے ایک نہ سنی ۔ آرڈرز لکھنے شروع کر دیئے لکھنے کے بعد دیکھا تو کسی اور آدمی کا نام لکھا گیا ۔ کاغذ پھاڑ ڈالا اور اسی طرح دو اور کاغذوں پر آرڈرز لکھنے کی ناکام کوشش کی ۔ بار بار کسی اور آدمی کا نام لکھا جاتا آخر کار کہنے لگا بھائی صاحب ! جائیے ۔ آپ اسی اسٹیشن پر کام کریں جہاں پہلے سے کام کرتے ہیں ۔ آپ کا مرشد بڑا کامل معلوم ہوتا ہے ۔" [1]

؎ بر در میکدہ آں مرد قلندر باشند
که ستانند و دہند تاج شہنشاہی را

---

[1] مقامات ولایت ص ۲۵۰ سوانح حیات مولانا احمد علی علیہ الرحمہ

پانی پت کے ایک ظالم عامل کے متعلق وہاں کے ایک قلندر نے اس علاقہ کے حاکم اعلیٰ کو لکھا تھا۔

باز گیر آں عامل بد گوہرے
ورنہ دادم ملک تو با دیگرے

حضرت شیخ التفسیر علیہ رحمہ نے ۱۹۵۸ء میں مکہ معظمہ میں غلاف کعبہ کو تھام کر عکسی قرآن حکیم کی طباعت کے لئے دعا مانگی تھی۔جس کو ربّ العزّت نے نہایت پر اسرار طریق سے قبول فرمایا۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے حجرے میں بیٹھا تھا۔اتنے میں دو مخیّر حضرات میرے پاس تشریف لائے۔میں ان سے واقف نہیں تھا۔انھوں نے انجمن خدّام الدین کے کسی کار خیر میں معاونت کی پیشکش کی۔میں نے ان کے سامنے عکسی قرآن مجید کی طباعت کا ذکر کیا۔وہ تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے گئے۔چند دن کے بعد آئے۔پچاس ہزار کی رقم خطیر طباعت قرآن حکیم کی خاطر میرے حوالے کر گئے۔آپ اس واقعہ پر دلی مسرّت محسوس کر رہے تھے۔آپ کا رونگٹا رونگٹا محو تشکّر معلوم ہوتا تھا۔حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت لاہوری مستجاب الدعوات تھے اور متوکّل علی اللّٰہ تھے۔اکثر درس میں فرمایا کرتے تھے[1]

؎ خدا خود میر سامان است ارباب توکّل را

---

[1] مولوی عبدالواحد بیگ صاحب ملتانی (راوی) بیگ صاحب حضرت والا شان کے بڑے مقرّب اور آپ کے دفتر میں بطور محرّر کام کرتے تھے۔

کشف قبور

حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کو اللہ تعالیٰ نے کشف قبور کی نعمت سے نوازا تھا بلکہ آپ کے بعض خلفاء کو بھی یہ روحانی دولت میسّر ہے ۔

حضرت کی ایک مریدہ[1] کے دو بیٹے فوت ہو گئے ۔ اس نے حضرت سے دونوں بیٹوں کی قبروں کا حال پوچھا ۔ آپ نے مکاشفہ کے بعد فرمایا کہ ایک جنتی ہے اور دوسرا دوزخ میں ہے ۔ اس عورت نے عرض کیا حضور ! آپ نے ٹھیک فرمایا ۔ ایک بیٹا شہادت کی موت جاں بحق ہوا اور دوسرا خودکشی سے مرا ۔

مولانا سیّد گل بادشاہ صاحب کا بیان ہے کہ میں نے ڈیرہ اسماعیل خاں میں حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی کی موجودگی میں حضرت لاہوری سے پوچھا :

" حضرت ! آپ مولانا اسماعیل شہید اور مولانا سیّد احمد بریلوی کے مزارات پر تشریف لے گئے تھے ۔ کیا وہاں کچھ باتیں کشفاً معلوم ہوئیں ۔ آپ نے فرمایا وہاں میں نے مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمہ کے مزار پر مراقبہ کیا ۔ تو فی الواقع انہی کا مزار تھا ۔ لیکن جب سیّد احمد بریلوی کی قبر پر مراقبہ کیا تو صاحب قبر نے بتایا کہ میں سیّد احمد بریلوی

---

[1] حضرت مولانا عبداللہ انور (راوی)

نہیں ہیں۔ ہوت غلطی سے مجھ کو سیّد احمد بریلوی کہتے ہیں۔ انہوں نے اپنا نام سیّد احمد بتایا۔" [1]

راقم الحروف نے خود حضرت لاہوری کی زبان مبارک سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے سفینۃ الاولیاء مصنفہ دارا شکوہ میں پڑھا کہ حضرت علی ہجویری علیہ الرحمہ کا مزار لاہور کے قلعے کے اندر غربی کونے میں ہے۔ میں نے اپنے چھوٹے لڑکے حافظ حمید اللّٰہ صاحب کو ساتھ لیا اور قلعے میں چلے گئے۔ وہاں جا کر ادھر ادھر دریافت کیا مگر کسی مزار کا سراغ نہ ملا۔ آخر کار ہم قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔ شاہ جہاں کی مسجد کے دروازے سے باہر مجھ کو خدائے ذوالمنن کے فضل سے انوار ولایت نظر آئے اور اب میں بتا سکتا ہوں کہ حضرت علی ہجویری علیہ الرحمہ کا سر مبارک کہاں ہے اور پاؤں مبارک کہاں ہیں۔ لیکن عامۃ الناس میں فتنہ پھیلنے کا اندیشہ ہے اس کے بعد حضرت مولانا نے صاحب قبر کے ساتھ جو مکاشفہ و مراقبہ میں گفتگو ہوئی اس کو دہرایا جو کہ حسب ذیل ہے۔

"اس علی ہجویری منم۔ از غزنی آمدہ بودم۔ اینجا بر لب دریا نشستہ بودم۔ ایں جا مردم و ایں جا دفن کردہ شدم۔ او ہر کہ مشہور است۔ مقام من است و از شہر ماست۔"

---

[1] حضرت مولانا محمد صابر صاحب (راوی)

مذکورہ بالا واقعہ کے بعد ہم جناب احسان قریشی صابری ، پرنسپل گورنمنٹ کالج کمرشل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ سیالکوٹ کا اپنا بیان قدرے اختصار کے ساتھ نقل کرتے ہیں جو کہ آپ نے محولہ بالا حضرت علی ہجویری علیہ الرحمہ والے واقعہ کے ضمن میں ہفت روزہ خدام الدین میں ۱۵ مارچ ۱۹۶۳ء کے شمارہ میں شائع کروایا تھا ۔

سر خدا کہ عارف و سالک بکس نگفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

"حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا کشف قبر"

از احسان قریشی صابری صاحب

شمارہ ہفت روزہ خدام الدین ـــ ۱۵ مارچ ۱۹۶۳ء

خلاصہ :- " راقم الحروف (احسان قریشی) کو حضرت شیخ التفسیر سے عمر بھر صرف ایک ہی دفعہ ملنے کا اتفاق ہوا اور وہ ملاقات ہی ایسی ملاقات ہے جس پر ہزاروں ملاقاتیں قربان کی جا سکتی ہیں ۔ چھ سات سال ہوئے کہ احقر نے اخبارات میں یہ خبر پڑھی کہ حضرت شیخ التفسیر نے اپنے کشف کی بنا پر فرمایا ہے کہ حضرت علی ہجویری کی قبر لاہور کے قلعہ میں ہے ۔ میں اس خبر کو پڑھ کر بڑا حیران ہوا اور دل میں ٹھان لی کہ کسی جمعرات لاہور جا کر حضرت مولانا

احمد علی صاحب سے ضرور ملاقات کروں گا ۔ حضرت کی زیارت بھی ہو جائے گی اور اپنے دل کے شکوک بھی رفع کر لوں گا ۔ چنانچہ اگلی جمعرات کو لاہور روانہ ہوگیا ۔ حضرت اقدس مفتی حسن محمد علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ احقر ان کے ہاتھ پر بیعت تھا ۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ مولانا احمد علی صاحب سے ملنا ہے اور فلاں بات کے متعلق گفتگو کرنا ہے ۔

حضرت مفتی حسن محمد صاحب کے ارشادات گرامی

مفتی صاحب نے میری عرض سن کر فرمایا

"میاں احسان ! وہاں شوق سے جاؤ ۔ لیکن ادب ملحوظ خاطر رہے ۔ جتنا تم میرا ادب کرتے ہو ، اس سے دس گنا زیادہ اُن کا ادب کرنا ۔ یاد رکھو ۔ اس وقت سلسلہ عالیہ قادریہ کا کوئی شیر بیشہ اور ایسا شہر روئے زمین پر زندہ انسانوں میں موجود نہیں ۔ جیسے مولانا احمد علی صاحب ہیں ۔ تمہاری باتوں سے تو معلوم ہوتا ہے جیسے تمہیں ان کی باتوں کا یقین نہیں ہے ۔ تم شوق سے ان سے سوالات پوچھو ۔ مگر ادب ملحوظ خاطر رہے ۔ مولانا احمد علی صاحب کی آواز سے زیادہ اونچی آواز بھی مت نکالنا ۔ تم انگریزی خواں انسانوں میں میں نے ایک کمی دیکھی ہے کہ جب کوئی شیخ پکڑتے ہو تو اس کا ادب تو بہت کرتے ہو لیکن دوسرے سلاسل کے بزرگوں کا ادب کما حقہ نہیں کرتے ہو ۔"

میں نے مفتی صاحب سے دست بستہ عرض کیا کہ حضرت ! مولانا صاحب

کی جوتیوں کی خاک کو بھی اپنے سے افضل سمجھتا ہوں ۔آپ اطمینان رکھیں ۔ احقر بڑے ہی ادب سے گفتگو کرے گا ۔

القصہ ! احقر نماز عصر کے وقت شیرانوالہ دروازہ کی مسجد میں حاضر ہوا اور حضرت سے پانچ منٹ تخلیہ میں بات کرنے کی اجازت طلب کی ۔ آپ نے اجازت دے دی ۔ جب میں نے آپ کی خدمت میں سوال کیا تو آپ نے جواب دیا " قلعہ میں مدفون بزرگ اور بھاٹی گیٹ میں دفن شدہ بزرگ دونوں ایک ہی نام ، ایک ہی شہر اور ایک ہی محلہ کے رہنے والے ہیں ۔ اور میں دونوں کو اہل اللہ سمجھتا ہوں ۔" میں نے سمجھا ، حضرت اس کی تفصیلات میں جانا نہیں چاہتے ۔ چنانچہ میں نے اجازت چاہی لیکن حضرت نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو میری بات پر اعتبار نہیں آیا کہ ایک اور علی ہجویری بھی قلعہ میں مدفون ہیں ۔ میں نے عرض کیا کہ اگر میں ہاں میں جواب دیتا ہوں تو سوء ادب ہے جس سے میرے مرشد نے مجھے منع فرمایا ہے اگر نہ میں جواب دوں تو کذب بیانی ہے ۔ فرمانے لگے ، آپ کس کے مرید ہیں ؟ میں نے عرض کیا ، حضرت مفتی حسن محمد صاحب سے ارادت رکھتا ہوں ۔ فرمایا آپ کے شیخ بہت بڑے بزرگ ہیں ۔ ان کے مدارج بحمد للہ بڑے بلند ہیں ۔ پھر فرمایا میری بات صحیح تھی یا آپ کو میری بات میں شک ہے ۔ میں نے عرض کیا حضرت سوء ادب کی شماتت کی اماں پاؤں تو عرض کروں ؟ فرمایا ، نہیں

نہیں ، صاف صاف بات کریں - اس میں کوئی سوء ادب نہیں -" انہوں نے عرض کیا "کہ پھر مجھے شک ہے کہ علی ہجویری نام کوئی اور بزرگ موجود ہیں -" حضرت نے فرمایا "کہ آپ نے سچ کہا ہے اور اپنے دل کی بات کھول کر کہی ہے - اب آپ اس طرح کریں کہ دو تین منٹ مراقبہ میں بیٹھیں اور دل میں اس بات پر غور کریں کہ علی ہجویری نام کوئی بزرگ لاہور کے قلعے میں مدفون نہیں ہیں -"

چنانچہ احقر نے آنکھیں بند کرلیں اور مراقبہ میں چلا گیا - ناگہاں کیا دیکھتا ہوں کہ میں قلعہ لاہور میں بیٹھا ہوں ، ایک قبر شق ہوئی اور ایک سفید لباس نورانی صورت بزرگ وہاں سے نمودار ہوئے اور اتنا فرمانے لگے "وہ علی ہجویری ہیں یہ ہم نام ہیں ، ہم شہر اور ہم وطن ہیں" اتنا کہہ کر وہ بزرگ غائب ہوگئے اور میں نے آنکھیں کھول دیں - میں نے آپ حضرت کے ہاتھ چومے اور واپس آگیا - فی الواقع حضرت کا کشف اکمل تھا - حضرت کا کمال تھا کہ بیداری میں ہی احقر کو قلعہ والے بزرگ کی زیارت کرا دی -"

مردان
یکے بدامن آشنا آویز

زیار اگر نکتۂ محرمانہ مے خواہی (انہاں علیہ الرحمہ)

یہ اولیا کرام کا گروہ ہے - یہ زمرہ لا یحزنون کے ممتاز رکن ہیں - ان کا وجود دین حقہ کی دلیل ہے - ان کی صحبت خزف ریزوں کو در شاہوار کی تابہا کی عطا کرتی ہے -

وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے
جو ہر نفس سے کرے عمر جاوداں پیدا

(اقبال علیہ الرحمہ)

"حقوق و فرائض"

تمام آسمانی شرائع کے دو اعظم ترین ارکان ہیں ۔
حقوق اللہ اور حقوق العباد "

ان ارکان کی تشریح و توضیح کے لئے امتداد ازمنہ کے مطابق انبیاء و مرسلین کو مبعوث کیا گیا ۔ عقیدہ اور نیت کے اخلاص کو ہر عمل حیات کی روح رواں مانا گیا ۔ عجز و انکسار کو عبدیت کی معراج کمال حاصل کرنے کے لئے سب سے زیادہ پسندیدہ طریق یقین کیا گیا ۔ حقوق العباد اور حقوق اللہ میں اخلاص و للہیت کے جذبات کو ہر شریعت میں سراہا گیا ۔ سب کے آخر میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جماعت تیار کی جس کے ہر فرد (مرد و زن) نے بلندی کردار کا وہ ثبوت پیش کیا کہ ان کے خوش نصیب اخلاف (تابعین اور تبع تابعین) ان کے نقوش قدم پر چل کر تمام دنیا کے پیشوا و امام بن گئے ۔

ہم مذکورہ بالا نظائر و بصائر کی روشنی میں ہر ممتاز و کامیاب شخصیت کے لیل و نہار کا جائزہ لے سکتے ہیں ۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس

سرہ العزیز کی زندگی ہمارے مقالہ کا موضوع ہے ۔ حقوق اللّٰہ کا تعلق جہاں تک ہے مولانا کی حیات طیّبہ کے سابقہ صفحات اور آئندہ اوراق آپ کے عہد منصب شب بیدار ، عالم با عمل اور اخلاص کا پیکر ہونے پر شاہد مطلق ہیں اور اسی طرح حقوق العباد کے باب سے جب آپ کے احساس زندگی کا وزن کیا جاتا ہے تو آپ کی سیرت کا ہر پہلو اسلامی معیار پر پورا اترتا ہے ۔

حقوق والدین :

حقوق العباد میں حقوق والدین کو اوّلیت حاصل ہے ۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے حضرت لاہوری کو اپنے والدین کی جوتیوں کو بوسے دیتے ہوئے تو نہیں دیکھا لیکن آپ کی زندگی کے واقعات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ حقوق والدین کی ادائیگی میں آپ کا مقام لاکھوں انسانوں میں بھی ممتاز و نمایاں تھا ۔

کمسنی کے ایّام میں مولانا عبدالحق علیہ الرحمہ آپ کے اوّلین اتالیق ہونے کا شرف رکھتے ہیں ۔ انھوں نے آپ کی طبیعت میں فرزندانہ تسلیم و انقیاد کے جوہروں کو پہچانا اور آپ کو اپنے گھر پر اپنے بچوں کے ہمراہ تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ۔

حضرت دین پوری قطب عالم تھے ۔ انھوں نے پہلی نظر ہی میں آپ کو اپنے حلقۂ رشد میں شامل کر لیا ۔ حضرت امروٹی علیہ الرحمہ کے مدرسہ میں قیام کے دوران آپ کی حسن خدمت نے حضرت موصوف کی آغوش ولایت آثار

کو آپ کے لئے خالی کر دیا ۔

ابتداء عمر سے لے کر جوانی ڈھلنے تک مولانا کو حضرت سندھی کی سرپرستی میں رہنے کا موقع ملا ۔ آپ اس عرصہ دراز میں آداب فرزندی کا ایک حسین و جمیل مرقع تھے ۔ حضرت سندھی کے کپڑے دھونا ، گھر کی ضروریات کے لئے سر پر اٹھا کر باہر سے پانی اور لکڑیاں لانا ۔ اور راقم الحروف نے خود حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے درس قرآن میں اپنے کانوں سے سنا ۔ آپ فرماتے تھے :

" میں اس وقت سند فراغت حاصل کرکے معلّمی کے فرائض ادا کر رہا تھا کہ ایک دن حضرت مولانا سندھی کی والدہ ماجدہ (سکھ مذہب کی پیروکار) نے میرے خلاف شکایت کی ۔ حالانکہ میں اس معاملے میں حق بجانب تھا لیکن مولانا سندھی نے مجھ کو جوتوں سے مارنا شروع کر دیا ۔ یہ دیکھ کر ایک شخص شریفانہ طور پر آگے بڑھا تو میں نے اس سے عرض کیا کہ آپ مداخلت نہ کریں ۔ وہ میرے باپ ہیں اور میں ان کا بیٹا ہوں ۔" [1]

یہ اسماعیلی جذبات کا غلبہ و استیلاء تھا جس نے آپ کو اس قدر بڑی آزمائش میں ثابت قدم رکھا ۔ آپ نے حضرت سندھی کے اس رویّہ کو صرف پدرانہ تادیبی کارروائی سے تعبیر ہی نہیں فرمایا بلکہ آپ پورے خلوص سے رب ارحمھما کما ربّیانی صغیرا کا ورد کر رہے تھے ۔

---

[1] انوار ولایت ص ۱۹ سوانح حیات حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ

جمعہ کے خطبات ، روزانہ درس قرآن مجید اور دیگر مناسب موقعوں پر
آپ حقوق والدین کو نہایت موثر انداز میں بیان فرماتے تھے اور نہایت جوش
میں آکر اعلان کرتے تھے ۔

" عالم دین ہو ، حافظ قرآن ہو ، حج بھی کر آیا ہو ،
زندگی کی پانچ پانچ ادا کرے ۔ تہجد گزار ہو اور فرائض
و حقوق میں مثالی زندگی بسر کر رہا ہو ۔ اگر مر جائے اور
صرف والدین اپنے رشتہ دار ماتحتوں کو اٹھا کر اللہ تعالیٰ
کے ہاں شکایت کریں کہ مولا کریم ! ہم تو اپنے نافرمان لڑکے پر
ناراض ہیں تو احمد علی فتویٰ دیتا ہے کہ سیدھا جہنم میں
جائے گا ۔ اور پر آنہیں بہشت کے دروازے بند کئے جائیں گے
ہاں اگر ایمان محفوظ ہوا تو سزا کے بعد نجات ہو جائیگی "

راقم الحروف نے حضرت کی تقاریر کی خوشہ چینی کرکے آپ کی زندگی میں
ہی "محسنؐ کائنات" کتاب مرتب کی ۔ آپ نے اس پر تقریظ[1] لکھی ۔

اولاد کا حق

" اسلام سے پہلے دوسری آسمانی کتابوں میں اولاد کے
حقوق والدین پر نہیں ملتے ۔ صرف والدین کے غیر محدود
اختیارات اولاد پر ملتے ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک نہایت چھوٹے سے فقرے میں وہ اصول بتا دیا ہے

[1] "مجھے یقین کامل ہے کہ پتھر دل انسان بھی محسن کائنات پڑھے گا ۔ تو

جو تمام حقوق کی نہایت جامع شق ہے۔ ان حقوق کی جس قدر تشریح کی جائے۔ یہ شق ان سب پر محیط ہے۔ فرمایا

"لیس منّا من لم یرحم صغیرنا ۔ ولم یوقّر کبیرنا" (ترمذی) [1]

اہل عرب نے ظالم و سفّاک ماؤں کو حضور اکرم نے یہ الفاظ فرما کر روکا

"خدا نے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا حرام کیا ہے۔" [2]

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں ہم مولانا احمد علی لاہوری کی زندگی کے خد و خال پر نظر ڈالتے ہیں۔ آپ صاحب اولاد تھے۔ آپ کی اولاد میں اناث و ذکور موجود تھے۔ مقالہ کے پہلے حصے میں ہم آپ کی اولاد کے متعلق قدرے تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ لہٰذا ان حقائق کے پیش نظر ہم آپ کو ایک مثالی باپ تسلیم کرتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ سابق:۔ اس کا دن حوم ہو جائے گا۔ پہلی حالت میں وہ دوزخ کی طرف جا رہا تھا تو محسنۂ کائنات پڑھنے سے اپنی والدہ کے پاؤں کی خاک کو بھی سرمۂ چشم بنائے گا۔ بفضلہ تعالیٰ اس تبدیلی کے باعث رضائے الٰہی کا تمغۂ حاصل کرے گا اور سیدھا جنت میں جائے گا۔"
(تقریظ از مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ بر محسنہ کائنات مصنفہ لال دین اخگر)

[1] سیرۃ النبی، حصہ ششم ص ۲۲۹ مصنفہ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمہ

[2] صحیح بخاری، مسلم شریف (کتاب الآداب، بخاری شریف حقوق الوالدین من الکبائر باب نمبر ۵۲۲)

"حقوق زوجین"

ومن اٰیٰتہٖ[1] ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ و رحمۃ ۔ انّ فی ذالک لآیٰت لقوم یتفکرون ۔ دوسری جگہ ۔ ھنّ[2] لباس لکم وانتم لباس لھنّ کے ارشاد سے مرد و زن کے دو اجساد کو نہیں بلکہ دونوں کی روحوں کو محبت ، وفاداری ، زینت اور معاملات جانبین کے رشتہ میں باندھ دیا ہے ۔

حضرت مولانا اپنے اہل و عیال کے لئے بھی بے حد شفیق تھے ۔ آپ منکسر المزاج ، صدق و اخلاص کے پیکر اور بردباری کا مجسمہ تھے ۔ ادھر آپ کی اہلیہ محترمہ میں اطاعت شعاری ، وفاداری ، تحفظ مال و آبرو کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ۔ مولانا اپنے نوجوان صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کو مخاطب ہو کر فرماتے تھے

"تمہاری اماں جان بڑی صابرہ و قانعہ ہے اگر میں ایک روپیہ بھی خرچ کرنے کو دوں تو پھر بھی حرف شکایت زبان پر نہیں لاتی ۔"[3]

---

[1] سورہ روم نمبر ۳۰ آیت ۲۱

[2] سورہ بقرہ (۲) آیت ۱۸۷

[3] حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب جانشین حضرت لاہوری علیہ الرحمہ

اور ساتھ ہی والدہ کے احسانات کا احساس پیدا کرنے کے لئے جب کبھی امّاں جان کا ذکر فرماتے تو یہ الفاظ زباں پر لاتے " تمہاری پیاری امّاں جان "۔

" امّاں جان بیمار ہوتی تھیں تو حضرت ابّا جان ان کی ہر طرح دلجوئی فرماتے ۔ دوا اور غذا کا انتظام کرواتے ۔ اور اپنی مصروفیات کے باوجود گھر تشریف لاتے ۔

اگر امّاں جان کو کسی سفر پر جانا ہوتا تھا تو آمد و رفت کا انتظام بہترین احسن انجام دیا جاتا ۔ روٹی کھانے کا وقت ہوتا تو آپ امّاں جان کی چارپائی پر بیٹھ جاتے اور مسکرا کر (خوش طبعی) فرمایا کرتے تھے ۔ چونکہ آپ کی سہیلیاں ہیں ۔ ان کا آپ کی چارپائی پر اکٹھا ہونا ہی ٹھیک ہے ۔" [1]

بہر صورت جانبین کی حق شناسی سے حضرت مولانا کے گھر کو رشک جنّت بنا رکھا تھا ۔ امّاں جان عابدہ تھیں ۔ پاکدامن تھیں ۔ خادمہ تھیں ۔ مخدومہ تھیں اور علم و عمل کی جامع تھیں ۔ باقی اوراد و وظائف کے

---

[1] عائشہ بی بی دختر نیک اختر حضرت لاہوری علیہ الرحمہ (راوی)

علاوہ قرآن خوانی کا جذبہ دیوانگی کی حد تک تھا ۔ ہر ہفتہ ختم قرآن حکیم ختم کرتی تھیں اور تا دم آخر یہ عمل جاری رہا ۔

" قرابت داری کے حقوق "

قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین و الیتمیٰ و المساکین [1]

قرآن عزیز میں تقریباً بارہ جگہ حق قرابت اور صلہ رحمی کی تاکید فرمائی گئی ۔ مولانا علیہ الرحمہ کو جب ہم واقعات کے آئینہ میں دیکھتے ہیں تو آپ کی سیرت میں قرابت کے حقوق کی ادائیگی کے درخشندہ جوہر پاتے ہیں ۔

والد محترم شیخ حبیب اللہ علیہ رحمہ کی وفات کے بعد چھوٹے بھائیوں (حافظ محمد علی ، مولانا عزیز احمد اور حکیم رشید احمد) کی کفالت کی ذمہ داری بطریق احسن نبھاتے رہے ۔ حکیم رشید احمد صاحب کو درس قرآن مجید کے بعد ہم نے حضرت علیہ الرحمہ کے ہاتھوں پر بوسہ دیتے دیکھا ہے اور وہ صبح کا ناشتہ بڑھاپے تک مسجد کے حجرہ میں حضرت کے ساتھ کرتے تھے ۔

آپ کے داماد حضرت مولانا عبدالمجید ایڈیٹر رسالہ " سلطان " سوہدری دو لڑکیوں (وحیدہ بی بی ۔ سعیدہ بی بی) اور ایک لڑکے عبدالواحد کو کمسنی میں چھوڑ کر راہیٔ ملک عدم ہوئے ۔ آپ نے ان سب کی پرورش میں دینی معیار کو قائم رکھا ۔ لڑکیوں کو دینی تعلیم و تربیت کے علاوہ ان کی شادیوں کا انتظام

---

[1] سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۱۵

کیا ۔ لڑکے کو قرآن مجید حفظ کرایا ۔ علاوہ ازیں ہمسایہ کے حقوق کی ادائیگی مساکین اور یتامیٰ کی پرورش کرنا آپ کی زندگی کے واقعات سے ثابت ہے ۔ جس کے نتیجے میں خلق خدا آپ کے حسن سلوک کی گرویدہ تھی ۔ آپ کی نواسی وحیدہ[1] بیبی آپ کی کنٹھی کے ہاں سینت سینت کر رہا کرتی تھی ۔

" حسن خلق اور اسلام "

اسلام حسن خلق کا دوسرا نام ہے ۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد حسن خلق کی تکمیل فرمایا ہے ۔ فی الواقع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں ادوار حیات کے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبوت کے آفتابوں کی مجموعی تابانی سے زیادہ درخشندگی رکھی گئی اور اک لعل خلق عظیم کا تمغہ آپ کو عطا کیا گیا ۔ آدم[2] وما دونہ تحت لوائی ۔ دوسری جگہ ارشاد نبوی ملاحظہ ہو : کنت امام النبیین[3] و خطیبھم ۔

اے کہ بر تخت سیادت ازل جا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ کے اخلاق کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ کا جواب آپ اپنی مثال ہے ۔ کان خلقہ القرآن ۔ حضرت ابی ذر غفاری کے بھائی نے مکہ معظمہ آپ کی زیارت کی ۔

---

[1] وحیدہ حضرت لاہوری کی نواسی راوی ہے ۔

[2] صحیح حدیث ماخوذ از رحمۃ اللعالمین جلد سوم ص ۲۱۵ مصنفہ سلیمان منصور پوری ۔

[3] حدیث الشفاعت

واپس جاکر اپنے برادر مکرم سے یوں کہا کہ داعئ نبوت کی شان یہ ہے کہ رایتہ یامر بمکارم الاخلاق [1]

" اسلام نے اخلاق حسنہ کا نہایت بلند تخیل پیش کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اخلاق حسنہ در حقیقت صفات الٰہی کا سایہ اور ظل ہیں اور اسی کی ذات کاملہ کے ادنیٰ ترین مظاہر ہیں۔ حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا حسن الخلق خلق اللّٰہ الاعظم " [2]

" دنیا کے آخری معلم کی تعلیم میں حکم خداوندی اور عقلی دقیقہ رسی، فرمان الٰہی اور انسانی نکتہ وری، امر ربانی اور حکم فطرت کتاب اور حکمت دونوں کی آمیزش ہے اور آج زمین کے کرہ پر جہاں کہیں بھی حسن اخلاق کی کوئی کرن ہے وہ نبوت ہی کے کسی مطلع انوار سے چھن کر نکل رہی ہے۔" [3]

حضور پر نور صلی اللّٰہ علیہ وسلم اپنی نمازوں میں دعا مانگتے۔ واہدنی لاحسن الاخلاق لا یہدی لاحسنہا الا انت۔ [4]

---

[1] صحیح مسلم مناقب ابی ذر جلد دوم ص ۲۲۹ مصر

[2] سیرۃ النبی حصہ ششم ص ۲۲۔۲۳ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمہ

[3] ایضــــــاً

[4] مسلم شریف باب الدعا

اسلام نے بانی اعمال حسنہ کی طرح اخلاق حسنہ کی روح رواں بھی نیت اور اچھے ارادہ کو ہی قرار دیا ہے ۔ مغربی علماء جو جدید فلسفہ اخلاق میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں ان کی تصانیف[1] سے بھی یہی حقیقت واضح ہوتی ہے ۔

محولہ بالا نظریات کے آئینہ میں ہم کسی بلند شخصیت کی زندگی کے اتمام و ظہور کو پرکھ سکتے ہیں ۔ لیکن مسلمان کا وہی عمل درجہ قبولیت کو پہنچ سکتا ہے جو مشابہت رسول اللہ سے لذت جاں حاصل کرے ۔

ے بمصطفی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ۔

---

[1] " جس چیز پر حکم لگایا جاتا ہے وہ صادر ہو یعنی فعل ارادی جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے یہی وہ چیز ہے جس سے اخلاقیات میں شروع سے آخر تک بحث ہوتی ہے ۔ اس کا کام تمام تر ارادہ کی صحیح جہت ہی کا بتلانا ہے ۔ جو اخلاقی احکام ہم لگاتے ہیں ان کا تعلق بھی ارادہ ہی سے ہوتا ہے جس فعل میں ارادہ شامل نہیں ۔ اس کی اخلاقی حیثیت نہیں ۔"
(جان ایس میکنزی مینول آف ایتھکس کتاب اوّل باب ششم)

" اسی لئے کینٹ نے اپنی اخلاقیات کی کتاب کو جس مشہور و معروف دعوی کے ساتھ شروع کیا ہے اس کی ہم کو تصدیق کرنا پڑتی ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ بجز اچھے ارادے کے دنیا بھر میں بلکہ دنیا سے باہر بھی کوئی ایسی شئی نہیں ہے جس کو علی الاطلاق بلا کسی قید و شرط اچھا کہا جا سکے ۔"

(علم اخلاق کتاب اوّل باب ششم مینول آف ایتھکس از جان ایس میکنزی مترجمہ پروفیسر عبدالباری ندوی ، جامعہ عثمانیہ ۱۳۲۱ ھ)

اب حضرت مولانا لاہوری کے اخلاق حسنہ اور فضائل و شمائل کا مختصر خاکہ ملاحظہ ہو چونکہ آپ کی زندگی کے واقعات سے حوالہ جات پیش کرنے پڑیں گے لہذا موجودہ باب کو (Repetition) شمار نہ کیا جائے -

" جرأت ایمانی "

ایمان باللہ کا اقتضاء ہے کہ مومن کے دل میں غیر اللہ کا خوف و ہراس نہ ہو - جرات ایمانی مسلمانہ عزیمت و پامردی کا دوسرا نام ہے - شاہی بت خانے کی شکست و ریخت اور تذلیل و تحقیر کے بعد جب خشمناک قوم نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر الزام[1] لگایا - تو آپ نے حکومت نمرود اور بپھرے ہوئے عوام کو مخاطب ہو کر فرمایا - اف لکم[2] ولما تعبدون من دون اللہ - افلا تعقلون فرعون کے بلائے ہوئے جادوگروں نے جب حضرت کلیم اللہ اور ہارون علیہما السلام کی پیغمبرانہ وجاہت اور تائید غیبی کے اسباب (اژدہا) کو منظر عام پر دیکھا تو پکار اٹھے - قالوا آمنا[3] برب ہارون و موسیٰ - فرعون یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا - مختلف انتقامی کارروائیوں[4] کی دھمکیاں دینے لگا - لیکن نو مسلم گروہ

---

[1] قالوا ءانت فعلت ھذا بالھتنا یابراھیم (سورہ انبیاء آیت ۶۲)

[2] سورۂ انبیاء آیت ۶۷

[3] فالقی السحرۃ سجدا قالوا آمنا برب ھرون وموسیٰ (سورہ طہ ۲۰ آیت ۷۰)

[4] فلا قطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ولا صلبنکم فی جذوع النخل ولتعلمن اینا اشد عذابا وابقیٰ (پارہ ۱۶ سورہ طہ آیت نمبر ۷۱)

نے فرعون کی خدائی کا انکار کرتے ہوئے جواب دیا فاقض ما انت قاض۔[1]

اہل مکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی سرگرمیوں سے خائف ہوئے۔ تو آپ کے چچا ابو طالب سے شکایت کی اور شرائط صلح پیش کئے۔ آپ کو بلایا گیا۔ چچا جی نے نہایت دردمندانہ انداز میں کہا۔ محمد! میں بھی اکثریت کے مقابلے میں آپ کی مدد نہیں کر سکوں گا۔ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شان رسالت کے شایان شان جواب[2] دیا۔ اور آپ کے چچا نے آپ کی حمایت کا اعلان کر دیا اور برادران قوم مایوس ہو کر چلے گئے۔

ہمیشہ انبیاء کرام کا ورثہ نیابات اولیاء امت کو ملتا رہا ہے۔ مولانا لاہوری امام انقلاب (حکومت برطانیہ کے باغی وطاغی) حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کے پروردۂ صحبت تھے۔ حضرت سندھی نے باطل کی تاریک گھٹاؤں میں بھی ہمیشہ چراغ حریت جلایا۔ حضرت لاہوری علیہ الرحمہ ساری[3] زندگی اپنے مرشد کے نقش قدم پر چلتے رہے۔

---

[1] پارہ ۱۶ آیت ۷۲ سورہ طٰہٰ

[2] "چچا جان! اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر لا رکھیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر، تب بھی میں اپنے کام سے نہیں ہٹوں گا۔ اور خدا کے حکم میں سے ایک حرف بھی کم و بیش نہیں کروں گا۔ اس کام میں خواہ میری جان بھی جاتی رہے۔" (سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۵۸)

(الف) برطانوی ماہرین سیاست نے جب بھانپا کہ حکومت ہند کی عافیت اس میں ہے کہ آزادی ہند کے دیوانہ سپاہی مولانا سندھی کو ملک بدر کر دیا جائے ۔ اس وقت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ مولانا سندھی کے ارشاد کے مطابق مدرسہ نظارۃ المعارف القرآنیہ میں معلّم اور نگران اعلیٰ کے فرائض ادا کر رہے تھے ۔ آپ کو فوری طور پر وہاں گرفتار کر لیا گیا ۔ یہ ریشمی خطوط کی سازش کا نتیجہ تھا جس میں آپ کو ملک کی مختلف جیلوں میں چکر لگوانے گئے ۔

ع ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ ؎ این سعادت بوہ شہباز و شاہیں کردہ اند ا

؎ حضرت مولانا عبد الستار نیازی نے حضرت لاہوری کی تعزیت کے جلسے میں فرمایا

" حضرت نے ہر تحریک میں اپنی قوم کی قلندرانہ ترجمانی کی ۔ وہ ایک فرد نہ تھے ۔ بلکہ ایک جماعت تھے ۔ ان کی ذات کام کرنے والوں کے لئے ایک پناہ تھی ۔ ان کے اشاروں میں بھی سہارا ہوتا تھا ۔ حضرت مولانا کا ایک فقرہ ہی ہماری ہمتوں کو بڑھا دیتا تھا ۔ آپ کی زندگی میں تسلسل تھا ۔ آپ آج سے پچاس سال پہلے جس منہاج صداقت پر گامزن تھے آخری دم تک اسی پر قائم رہے ۔ ہماری روحوں کے ولولے انہی کی صحبت کے مرہون منت ہیں ۔ "

دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں — دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

(مقامات ولایت ص ۳۰۱)

(ب) خاکساروں کی تحریک کا وقت آیا۔ سر سکندر حیات نے حضرت مولانا کو شاہانہ تمکنت سے کہا "آپ نے ہماری سرکار کے باغیوں کو اپنی مسجد میں کیوں پناہ دے رکھی ہے۔ جس پر حضرت نے شیر قرآں کی طرح گرج کر جواب دیا ، خاکسار آپ کی سرکار کے باغی ہوں گے ہماری سرکار مدینہ کے تو باغی نہیں ہیں۔

خیال ما کہ او را پرورش دادند طوفانہا
ز گرداب سپہر نیلگوں بیروں شود روزے ص ۱۵۹

حضرت گورنر پنجاب کی مجلس سے ناراض ہو کر اٹھے تو اس نے اٹھ کر اپنی کار کی پیشکش کی تو مولانا نے فرمایا

"آپ کی کار میں قدم رکھنا میرے جوتے کی توہین ہے" [۱]

اگلی صبح کو آپ کو گرفتار کرکے یو پی ، سی پی بھیج دیا گیا لیکن آپ اخبارات میں اپنا فتویٰ شائع کرا چکے تھے

"مسلمان مصیبت کے وقت مساجد کو بطور قلعہ استعمال کر سکتا ہے۔"

۱؎ مقامات ولایت ص ۵۰۳

ز آستانہ سلطان کنارہ می گیرم

نہ کافرم کہ پرستم خدائے بے توفیق [۱]

دوسری جگہ :

قوموں کی تقدیر وہ مرد درویش

جس نے نہ ڈھونڈی سلطاں کی درگاہ [۲]

(ج) میکلیگن انجینئرنگ کالج کے انگریز پرنسپل نے جب رسولِ اکرمؐ کے حق میں گستاخی کی تو آپ عیسائیوں کی شرارت ، ہندوؤں کی خباثت سکھوں کی جہالت اور حکومت وقت کی متمردانہ روش کے خلاف سینہ سپر ہو کر میدان میں آگئے ۔ آسمانی نصرت نے آپ کی مساعیٔ جمیلہ کو نوازا ۔ اور برطانوی ہند میں تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اسلام کو پہلے سے بھی زیادہ سربلندی حاصل ہوئی ۔

---

[۱] ڈاکٹر اقبال علیہ الرحمہ

[۲] ایضاً

[۳] مقامات سوانح حیات حضرت لاہوری ص ۳۰۲

(د) ایک مختصر رسالہ " اصلی حنفیت " کے نام سے لکھ کر مولانا نے شائع کروایا ۔ اس میں حنفیت کی اہمیت ، باقی مسالک پر اس کی ترجیح ، مولانا کا اپنے مسلک کا اعلان اور بدعات، موضوعات کی تردید کا مواد ملتا ہے ۔ ماحول کے مطابق یہ بھی ایک قلمی جہاد تھا ۔

(ج) علامہ عنایت اللہ مشرقی نے اسلام کے چند حقائق کی تعبیرات میں اسلاف کرام کی روش سے اختلاف کیا ۔ پشاور میں جلسہ ہوا ۔ حضرت مولانا کے ذمہ لگایا گیا کہ آپ ان کے عقائد کی تردید فرمائیں ۔ آپ نے ایک ہاتھ میں قرآن کریم اور دوسرے میں علامہ مشرقی کی تصنیف تذکرہ کو پکڑا ۔ لوگوں سے پوچھا آپ کس کو صحیح مانتے ہیں ۔ جلسہ کا انداز فکر ہی بدل گیا ۔ سب نے قرآن پاک کی صداقت کی تصدیق کی ۔ آپ نے مصلح قوم کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت با وقار طریق پر تذکرہ کی عبارات پر تنقید کی ۔

غلام احمد پرویز نے احادیث نبوی ، روایات اور روات پر پھبتیاں کہیں ۔ حضرت لاہوری نے دیال سنگھ کالج لاہور میں طلبہ اور دانشوران ملت کی موجودگی میں پرویزی مذہب کے خرمن باطل کو برق خاطف بن کر بھسم کر دیا ۔ حضرت کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ تمام اہلیان لاہور کی زبان پر جاری تھے ۔ " منکر حدیث منکر قرآن ہے ۔ منکر قرآن خارج از اسلام ہے ۔ "

قادیانی فتنہ عہد حاضر کی تحریک ارتداد ہے۔ اس کے استیصال کے لئے آپ نے رہنمایانِ ملت کے ساتھ مل کر تحفظ ختم نبوت کے ہراول دستے میں کام کیا۔ قید و بند کی صعوبتوں کو نہایت پامردی سے جھیلا۔ ۱۹۵۲ء میں اس سلسلے میں گرفتار ہوئے۔ کسی صاحب نظر نے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں لگی ہوئی دیکھیں تو فرمایا

"ضعیفی نے مولانا کے قوائے جسمانی کو مضمحل کر دیا تھا۔ پولیس کی حراست میں ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں یوں معلوم ہوتا تھا کہ عصر حاضر کا کوئی امام احمد بن حنبل ہے۔"

دراصل مولانا کی زندگی کی یہ تمام تر مجاہدانہ سرگرمیاں حضرت سندھی اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن کی تربیت کی مرہون احسان تھیں۔

"تواضع و انکساری"

انسان کے ضمیر میں عجز و انکساری کے جوہر خلقی و فطری طور پر ودیعت کئے گئے ہیں ۔ عاجزی و فروتنی حکمرانوں میں رعایا کے قلوب کی تسخیر اور حکومت کے استحکام کا باعث اور عوام میں الفت باہمی کی ضامن اور علماء و صلحاء میں تقرب الٰہی پر منتج ۔

علم کی دولت نے آدم علیہ السلام کو ملائکہ پر فضیلت دلائی ۔ تو عجز و الحاح اور توبہ و انابت کے وصف نے ابلیس اور اس کی ذریت کے مقابلے میں ان کو قرب و خلافت کا شرف عطا فرمایا ۔ قرآن حکیم نے ابلیس لعین کے تمرّد اور آدم علیہ السلام کی انکساری کئی مواقع میں بیان فرمایا اور مفسرین حضرات نے انابت الی اللہ اور تضرّع الی اللہ کے خصائص تفصیلاً بیان فرمائے ہیں ۔ حافظ شمس الدین ابن القیم علیہ الرحمہ نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف بدائع الفوائد میں پندرہ وجوہ سے مٹی کا آگ سے افضل ہونا ثابت کیا ہے ۔ دور حاضرہ کے ممتاز ترین مفسّر مولانا عثمانی نے حواشی میں "خلقتنی من نار و خلقتہ من طین" کی تفسیر میں نہایت[1] معنی خیز نکات

---

[1] فی الحقیقت جس چیز پر اسے بڑا فخر تھا کہ وہ آگ سے پیدا ہوا ہے وہی اس کی ہلاکت ابدی کا باعث ہوئی ۔ آگ کا خاصہ خفّت و حدّت ، سرعت و طیش اور علو و افساد ہے ۔ بخلاف مٹی کے کہ اس میں متین مزاجی متانت اور متواضعانہ حلم و تثبت پایا جاتا ہے ۔ ابلیس جو ناری الاصل تھا ،

پیدا کئے ہیں ۔

حضرت عمرؓ سے مروی ہے آپ نے منبر پر فرمایا اے لوگو ! تواضع بنو ! کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کی ۔ اللہ تعالیٰ اس کو سرفراز کرے گا ۔ وہ اپنے خیال میں ذلیل ہوگا ۔ لوگوں کی نظروں میں بڑا ہوگا ۔ اور جس شخص نے تکبر کیا اللہ تعالیٰ اسکو ذلیل کرے گا ۔ وہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل اور اپنے خیال میں بڑا ہوگا یہاں تک کہ وہ لوگوں کے ہاں کتے اور خنزیر سے بھی زیادہ ذلیل ہوگا ۔"

حاشیہ صفحہ سابق :- سجدہ کرنے کا حکم سن کر آگ بگولا ہو گیا اور رائے قائم کرنے میں تیزی اور جلد بازی دکھلائی ۔ آخر تکبر اور تعلّی کی راہ سے آتش حسد میں لوکر دوزخ کی آگ میں جا پڑا ۔ برخلاف اس کے آدم علیہ السلام سے جب غلطی ہوئی تو عنصر خاکی نے خدا کے آگے فروتنی خاکساری اور انقیاد و استکانت کی راہ دکھلائی ۔ چنانچہ ان کی استقامت و انابت نے ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ وہدیٰ کا نتیجہ پیدا کیا ۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ ابلیس لعین نے مادی و عنصری لحاظ سے بھی اپنی تفضیل کے دعویٰ میں ٹھوکر کھائی ۔ پارہ ۱۸ آیت نمبر ۱۲

حاشیہ قرآن مجید از مولانا شبیر احمد عثمانی ص ۱۹۲

صحابہ کرام کی طبیعتوں کا سارا جہاں فروتنی میں ہی تھا ۔ درویش و شاہی[1] میں انھوں نے عجز کے دامن کو نہیں چھوڑا ہے

پکڑ کر عجز کا دامن پہنچ عرش معلّی تک
نکامی کو نظر اس بام کا زینہ نہیں آتا

مذکورہ بالا اوصاف انسانیت کو ملحوظ خاطر رکھئیے اور حضرت مولانا احمدعلی علیہ الرحمہ کی زندگی پر غور کیجئے ۔

---

[1] "در حقیقت ان کی عظمت و شان کے تاج پر سادگی کا طرّہ نہایت خوشنما معلوم ہوتا تھا ۔ اس کی زندگی کی تصویر کا ایک رُخ یہ ہے کہ روم و شام میں فوجیں بھیج رہے ہیں ۔ خالد اور امیر معاویہ سے باز پرس ہو رہی ہے ۔ دوسرا رخ یہ ہے کہ بدن پر بارہ پیوند کا کرتہ ہے ۔ سر پر پھٹا سا عمامہ ہے ۔ پاؤں میں پھٹی جوتیاں ۔کندھے پر مشک لئے جا رہے ہیں کہ بیوہ عورتوں کے لئے پانی بھرنا ہے ۔مسجد کے گوشے میں فرش خاک پر لیٹے ہیں اس لئے کہ کام کرتے کرتے تھک گئے ہیں اور نیند کی جھپکی سی آگئی ہے ۔"

مولانا شبلی نعمانی : الفاروق ، ص ۱۹۸

"مولانا کا تصور آتے ہی ہماری آنکھوں کے سامنے سادگی و تواضع انکساری و خاکساری کا ایک ملکوتی مرقع آ جاتا ہے - سر پر کھدر کی ٹوپی اور اس پر کھدر کی دستار ولایت جس کے سوا چار پیچ ہوتے تھے کھدر کا لمبا سا کفنی نما کرتہ جس کے موٹے موٹے دھاگے نمایاں نظر آتے تھے - ٹخنوں سے اوپر کھدر کی شلوار کندھوں پر یا ہاتھوں میں دو اڑھائی گز کا طیلساں چمڑے کا لمبا سا بٹوہ ، مسجد سے گھر یا گھر سے مسجد آتے جاتے ہمیشہ اپنے پاس رکھتے تھے سردیوں اور گرمیوں کا وہی کھدر کا لباس ، تصنّع و تکلّف سے تمام زندگی بیزاری - اب اس روشِ حیات میں منکر المزاجی اور خدمت خلق کا جذبہ نہ ہو تو کیا ہو -" [1]

سروری در دین ما خدمت گری
عدل فاروقی و فقر حیدری

دیہاتوں میں بطور پیر طریقت مدعو کئے جاتے - امراء و غرباء سب کے ساتھ مساویانہ حسن مروّت سے پیش آتے - مسجد کے درویشوں کی ہر طرح دیکھ بھال اور خورد و نوش کی فکر دامنگیر رہتی - بابا تاج الدین ایک

---

[1] مقامات ولایت : حضرت مولانا کے علمی اور عملی کمالات ص ۳۲۸

گھبرایا تھا۔ بعد میں مسجد میں رہنے لگا۔ مولانا محمد صابر درویش طالب علم اور حضرت کے خادم خاص تھے۔

آپ نے راقم الحروف کی موجودگی میں بابا قائم الدین کو پانی پینے کا اشارہ فرمایا وہ اپنی الماری سے اپنا مٹی کا برتن لائے۔ مٹکے سے پانی بھر کر حضرت کو پلایا۔ اس وقت آپ کے چہرۂ نورانی پر مشفقانہ تبسم تھا۔ ایک دن تنہائی میں بابا قائم الدین سے پوچھا کہ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کیا آپ نے میرے لئے دعا کی یا نہیں؟

بابا بخش دین مسجد کا جاروب کش تھا۔ جمعہ کے دن پردے اور قنات وغیرہ کا انتظام بھی اس کے ذمہ تھا۔ ایک دن مستورات کی آمد سے پہلے پردے کا انتظام نہ ہو سکا۔ آپ نے بخش دین کو بلا کر تنبیہ فرمائی۔ نماز جمعہ کے بعد حجرے میں بلا کر اس سے معافی مانگی۔ آپ اکثر درس قرآن میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کردے
ہستی میری مٹا دے خاک سے جان کردے

"الفقر فخری"[1] کے ارشاد نے حضرت مولانا کو اسوۂ نبی کی متابعت کی توفیق ارزاں فرما دی تھی۔

---

[1] عام طور پر مشہور تو یہ الفاظ ہیں ۔الفقر فخری لیکن ماہرین علم الحدیث نے ظاہر کر دیا ہے کہ الفقر فخری کے الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ سے ثابت نہیں۔ صاحب مجمع البحار نے بھی والعجز فخری کے الفاظ کو بیان کیا ہے جیسا کہ حدیث زیر شرح میں موجود ہے۔ (رحمۃ للعالمین حصہ سوم)

انبیاء کرام اور تمام امم سابقہ کے صالحین کی سیرت کی ورق گردانی کیجئے ۔ آپ کو تواضع اور انکساری کے جوہر ہر مقام پر نمایاں نظر آئیں گے اور ان کے حق میں وعباد الرحمن یمشون علی الارض ہونا کی سند نص قرآنی سے ثابت ہے ۔

"عدل و انصاف"

کسی چیز کو دو برابر حصوں میں اس طرح بانٹا جائے کہ ان میں سے کسی میں ذرا بھی کمی یا بیشی نہ ہو تو اس کو عربی میں عدل کہتے ہیں اس کے علاوہ بھی بعض حضرات نے اپنے الفاظ میں [1] عدل کی تعریف کی ہے۔

انسانی روح کا اقتضاء یہ ہے کہ وہ جہاں رہے اس کے ساتھ عادلانہ برتاؤ ہو۔ عدل و انصاف کا جوہر خصائص نبوّت سے ہے۔ کوئی صاحب ایمان جو اس وصف میں جتنا اچھا ہوگا اتنا ہی خدا تعالیٰ کی رحمت کے سایہ میں ہوگا [2] کیونکہ اسلام کا تقاضا ہے کہ رشتہ داری کے تعلقات تو اس راہ

---

[1] "جو بات ہم کہیں یا جو کام کریں، اس میں سچائی کی میزان کسی طرف جھکنے نہ پائے۔ اور وہی بات کہی جائے اور وہی کام کیا جائے جو سچائی کی کسوٹی پر پورا اترے"

سید سلیمان ندوی: سیرۃ النبی، حصہ ششم ص ۲۵۲

[2] بخاری شریف کتاب المحاربین، باب فضل من ترک الفواحش

میں کیا حائل ہو سکتے ہیں جبکہ خود اپنی جان[1] اور والدین پر بھی زبان عدل کو گویائی کرتے ہوئے اعراض و تلوین کی اجازت نہیں۔ قرآن عزیز میں حق و انصاف کا بار بار[2] حکم آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام جس کا محیط انسانی حیات کے آخری سانس تک وسیع ہے اس کا مرکزی نقطہ یہی عدل و انصاف کا وصف ہے۔ عادل بلا امتیاز[3] مذہب و ملت سب کے لئے عادل ہوتا ہے۔

---

[1] یاایہا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علی انفسکم اوالوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولی بہما۔ فلا تتبعوا الہوی ان تعدلوا۔ وان تلوا او تعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا۔

(سورہ نساء، آیت نمبر ۱۳۵)

[2] وان حکمت فاحکم بینہم بالقسط ان اللہ یحب المقسطین (سورہ مائدہ ۵ آیت ۴۲)

[3] حمص فتح ہو چکا تھا۔ رومی تجویز کے مطابق حمص کو چھوڑ کر دمشق جانا ضروری تھا۔ وہاں حضرت خالد تھے۔ روم کی سرحد بھی قریب تھی۔ حضرت ابو عبیدہ نے افسر خزانہ حبیب بن مسلمہ کو بلا کر فرمایا عیسائیوں کو جزیہ یا خراج کی تمام رقم واپس کی جائے کیونکہ اب ہم ان کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ چنانچہ کئی لاکھ روپے کی رقم واپس کی گئی۔ عیسائی روتے جاتے تھے اور جوش سے کہتے تھے خدا تم کو پھر لائے۔ یہ صرف حمص والوں کے ہی ساتھ نہیں کیا بلکہ ہر جگہ لکھ بھیجا کہ جزیہ کی رقم واپس کر دی جائے۔ (فتوح البلدان حصہ بلاذری ص ۱۳۷، قاضی ابو یوسف کتاب الخراج ص ۸ ازدی فتوح الشام ص ۱۳۵)

اب ہم حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کی سیرت میں عدل و انصاف کے جواہرات کا انتخاب کرتے ہیں ۔ آپ کی ساری زندگی عدل و انصاف کی صحیح تعبیر ہے ۔ ابھی کل کی بات ہے آپ کی شبانہ روز حیات با برکات کے غریبا" ہمہ گھنٹے خاص و عام کی نظروں کے سامنے گزرتے تھے ۔ حقوق اللہ کی ادائیگی اور حقوق العباد کی ادائیگی کا ذکر آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکا تھا ۔ آپ والدین اور اساتذہ کرام کے حق میں آداب فرزندی کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے ۔ اولاد کے حق میں شفیق باپ اور اپنی اہلیہ محترمہ کے حق میں مونس و غمخوار سرپرست ۔

منشی سلطان احمد (برسوں تک دفتر خدام الدین میں کام کرتے رہے) کا بیان ہے کہ آپ کے بڑے صاحبزادے حافظ حبیب اللہ مرحوم مہاجر مدنی کسی معاملے میں مجھ سے ناراض ہوگئے اور انھوں نے حضرت مولانا سے میری شکایت کر دی ۔ جب مجھ کو علم ہوا تو میں بڑا خائف تھا لیکن جب ہم دونوں کو آپ کے سامنے حاضر ہونے کا موقعہ ملا تو آپ نے حافظ حبیب اللہ صاحب سے فرمایا ، حبیب اللہ ! منشی صاحب تم سے عمر میں بڑے ہیں لہذا تم ان سے معافی مانگو لہذا صاحبزادہ صاحب نے فوراً تعمیل ارشاد کی ۔

علامہ عنایت اللہ مشرقی سے آپ کو ذہنی نظریات میں اختلاف تھا جیسا کہ سابقہ اوراق میں تفصیلا" ذکر آچکا ہے لیکن آپ نے پنجاب کے حاکم اعلیٰ سر سکندر حیات خاں کو خاکسار حمایت میں مسکت جواب دے کر عدل اسلامی کی تائید فرمائی ۔

ہفت روزہ خدام الدین جاری کیا گیا ۔ آپ ہی بانی انجمن تھے ۔
لیکن آپ کے گھر پرچہ جاتا ہے اس کا سالانہ چندہ ادا کیا جاتا ہے ۔
اور حافظ حبیب اللہ کو مدینہ منورہ میں جو پرچہ بھیجا جاتا تھا اس کی
قیمت اور ترسیل کے اخراجات حضرت اپنی گرہ سے ادا فرماتے تھے ۔

ایک دفعہ انجمن خدام الدین کے شائع کردہ قرآن حکیم میں بے شمار
اغلاط رہ گئیں ۔ شرکاء انجمن نے بحث و تمحیص کے بعد منشی سلطان احمد
کو اس قصور کا مورد ٹھہرایا ۔ آپ کو یہ فیصلہ ناگوار گزرا ۔ فرمانے لگے
" قصور تو سارا میرا ہے منشی سلطان احمد بیچارے کا کیا گناہ ہے ۔"
اب حاضرین چپ ہو گئے ظاہر ہے ایک دیرینہ وفا شعار کارکن پر آئی ہوئی بلا
ٹل گئی ۔[1]

---

[1] مقامات ولایت ص ۳۰۳ راوی منشی سلطان احمد صاحب

ـــ جود و سخا ـــ

خدا تعالیٰ کے آخری پیغام ہدیٰ میں مسلمان کے لئے سب سے پہلے[1] وصف سخاوت پیدا کرنے کا حکم ہے کیونکہ سخاوت دخولِ جنت[2] اور بخل دخولِ جہنم کی دلیل ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی کا مسئلہ تب ہی نتیجہ خیز اور مثمر ہو سکتا ہے جب انسان کی طبیعت میں فطری طور پر فیاضی اور بذل و ایثار کے محرکات کارفرما ہوں۔ قرآن حکیم نے حسن و خوبی کے مناصب کو پیمانہ دیا ہے۔ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون وما تنفقوا من شیء فان اللہ بہ علیم ۳: ۹۲

مومنین میں صفت بذل و سخا پیدا کرنے کے لئے قرآن عزیز میں ترغیبات و انعامات کا ایک وسیع و عریض سلسلہ نظر آتا ہے۔ من ذا[3] الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضٰعفہ لہ اضعافاً کثیرۃ ۔ ۲: ۲۴۵

حضرت مولانا کی زندگی کو اب مذکورہ معیار کے آئینے میں دیکھئے۔ آپ کی زندگی جہاں اشاعت اسلام کے لحاظ سے مثالی اور قابل رشک تھی وہاں غرباء پروری اور مساکین نوازی میں بھی ایک مثالی حیثیت رکھتی تھی۔

---

[1] یا ایہا الذین آمنوا انفقوا مما رزقناکم من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ والکافرون ہم الظالمون (سورہ بقرہ ۲ آیت نمبر ۲۵۴)

[2] السخی قریب من اللہ قریب من الجنۃ قریب من الناس و بعید من النار والبخیل بعید من اللہ بعید من الجنۃ ۔۔۔ الخ (ترمذی باب سخا ص ۲۴۲)

[3] سورہ آل عمران

آپ ایک دن مسجد میں تشریف فرما تھے ۔ مجھ احقر کو بلا کر فرمایا اس نسخہ کی قیمت کسی انگریزی دوائی فروش کی دوکان سے دریافت کرو ۔ میں حسب ارشاد تعمیل کے بعد حاضر ہوا ۔ کوئی سولہ سترہ روپے بنتے تھے ۔ آپ نے معلومہ رقم نکال کر فرمایا کہ فلاں شخص کو نسخہ اور رقم دے دو ۔ اس دن ایک نہایت اپاہج شخص پر آپ کی نظر پڑی جو نہایت مشکل سے مسجد کی سیڑھیوں پر چڑھا ہوگا ۔ آپ نے مجھ کو چار روپے دے کر فرمایا کہ اس بوڑھے شخص کو میرا سلام کہو اور یہ چار روپے بھی اس کے حوالے کردو ۔ وہ آگے آنے کی زحمت گوارا نہ کرے ۔

ایک دن حسب معمول چند اشخاص حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے انتظار میں مسجد میں بیٹھے تھے ۔ باتوں باتوں میں ایک ہندوستانی بزرگ نے مجھ کو بتایا کہ تقریباً چھ ماہ گزرے ہیں ، میں حضرت کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا ۔ مجھ کو اپنی بیٹی کی شادی کے اخراجات کے لئے کچھ رقم کی ضرورت تھی ۔ حضرت نے میری گذارش سن کر مجھ کو حجرے میں بلا کر مبلغ تین سو روپے مرحمت فرمائے ۔ آج میں پھر اسی سلسلے میں حاضر ہوا ہوں ۔

مولوی عبدالواحد بیگ ملتانی جن کو آج کل حضرت مولانا عبداللہ انور مد ظلہ العالی نے اشاعت قرآن کے سلسلے میں ملتان سے بلایا ہے ، حفاظتی قوانین کی خلاف ورزی (دیواروں پر لکھنا ، پوسٹر چسپاں کرنا) کے تحت گرفتار ہوئے ۔ جب حضرت لاہوری کو خبر ہوئی تو فرمایا ، بیگ صاحب نے تمام علماء کرام کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے ۔ اور ساتھ ہی آپ نے

اُن کے بچوں کے لئے ازمائی سو روپے اور پارچات کے چند ایک تھان ملتان روانہ فرمائے ۔

ماسٹر شیر محمد ساکن ٹھٹھو والہ چک نمبر ۱۸۰ راوی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک تبلیغی جلسے میں جھمرہ ضلع لائل پور گیا ۔ جلسے کے اختتام پر چند علماء حضرات مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ عرض کیا گیا کہ حضرت ہمیں کوئی نصیحت فرمائیے ۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا " رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ساری پونجی مسکینوں ، غریبوں اور یتیموں پر خرچ کر دیتے تھے بلکہ قرض حسنہ لے کر بھی اہل حاجت کی مدد فرماتے ۔ میں نے کئی دفعہ ارادہ کیا ہے کہ اپنے گھر کا دروازہ کھول دوں اور غرباء اور مساکین سے کہوں کہ جو چیز کے ہاتھ لگے لے جاؤ ۔ مگر ہمت نہیں پڑتی ۔ لہذا عزیزو ! جو شخص خود ایک سنّت پر عمل کرنے سے قاصر ہو وہ دوسروں کو کیا نصیحت کرے گا ۔ اللہ ! اللہ ! یہ آپ کی کسر نفسی و تفویض تھی ۔ ورنہ آپ کی فطرت میں مروت و فیاضی کے جوہر کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے ۔ آپ کی سیرہ جود و سخا کی ایک حسین داستان تھی ۔ آپ کی زبان میں سخاوت تھی ۔ آپ کی نگاہ میں سخاوت تھی ۔ آپ کے ہر عمل حیات میں جذبہ سخاوت کارفرما تھا ۔ اصحاب صفّہ کی طرح علماء اور درویش آپ کی مسجد میں توکّل و درویشی کے ایام بسر کرتے اور تا زندگی مسجد کو چھوڑ کر نہ جاتے ۔ انجمن خدام الدین سے بیوگان ، یتامیٰ اور اپاہج لوگوں کے ماہانہ وظائف مقرر تھے ۔ وہ مقررہ تاریخوں پر وصول کرتے اور دعائیں دیتے ہوئے

چلے جاتے تھے اور یہ کار خیر اب تک جاری ہے۔

" فقر و زہد "

لفظ فقر کی معنوی وسعت پر مشائخ امت اور عارفین راہ سلوک کے چند اقوال و فرمودات کا پیش کرنا ضروری ہے تاکہ موضوع پیش افتادہ کی حقیقت بوجہ کمال و تمام سامنے آجائے ۔ حضرت رویمؒ[1] بن محمد فرماتے ہیں : من نعت الفقیر حفظ سرّہ وصیانۃ نفسہ واداء فریضتہ

(فقر کی تعریف یہ ہے کہ فقیر کا باطن اغراض سے اور نفس آفات سے محفوظ ہو ۔ وہ احکام کی تعمیل اور فرائض کی ادائیگی میں مصروف رہے) ۔

حضرت ابوالحسن نوری فرماتے ہیں

نعت الفقیر السّکوت عند العدم والبذل عند الوجود (فقیر کی تعریف یہ ہے کہ چیز نہ ہو تو خاموش رہے اور اگر موجود ہو تو خرچ کرے)

حضرت شبلی فرماتے ہیں "الفقر بحر البلاء و بلاءہ کلّہ عزّ "

(درویشی مصائب کا سمندر ہے اور اس کی تمام مصیبتیں درویش کے لئے باعث عزّت ہیں) ۔

---

[1] کشف المحجوب ص ۳۳ ـ ۳۲ مصنفہ حضرت علی ہجویری علیہ الرحمہ (باب فقر و فنا)

شیخ المشائخ ابوالقاسم جنید بن محمد الجنید فرماتے ہیں ۔ الفقر خلوا لقلب عن الاشکال (فقر یہ ہے کہ دل ما سوی اللہ کی صورتوں سے خالی ہوجائے) ۔

دراصل یایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ ۔ واللہ ہو الغنی الحمید کی تشریح و توضیح ہی تمام عبارات کا نفس مضمون ہے ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیروں اور درویشوں کے حق میں[1] بہت سی بشارتیں دی ہیں ۔

حضرت ناموری علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ میں خدا کے دروازے کا غلام (فقیر) ہوں ۔ مولانا کی طالب علمی کے ایام سے ہم آپ کو حضرت سندھی جیسے بلاکش اور جفاکش مجاہد کی صحبت میں دیکھتے ہیں ۔ لہذا آپ پہنا ٴ فقر و ریاضت کے لذت چشیدہ ہیں ۔ اور پھر علماء میں ایسے لوگ کم ملتے ہیں جن کو بھوک اور پیاس نے کاہے کاہے نہ ستایا ہو ۔

---

[1] حضور اکرم نے فرمایا میری امت کے محتاج لوگ تونگروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں جائیں گے (کیمیائے سعادت امام غزالی ص ۷۷۰)

" حضرت عائشہ صدیقہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چاہتی ہو کہ قیامت کے دن میرے ساتھ رہو تو فقیرانہ زندگی بسر کرو اور امیروں کے ساتھ مل بیٹھنے سے دور رہو ۔ اور جب تک پیوند نہ لگا لو تب تک کوئی کپڑا نہ اتارو "

(کیمیائے سعادت ۔ امام غزالی ص ۷۷۷)

"رامپور ضلع جالندھر میں نذر بندی کے ایام میں مولانا سراسر فقر و فاقہ کی ایک حیرت انگیز تصویر تھے۔ پولیس کے کھانے سے انکار فرمایا کیونکہ اس کا ایندھن (اپلے) رشوت کا تھا۔ اب غذا کا کوئی انتظام نہ کیا گیا۔ ایک ضعیف و عفیفہ عورت نماز عصر کے بعد آپ کو مکی کے بھنے ہوئے دانے اور گڑ دے جاتی اور بس۔" [1]

رامپور میں مولانا کے جسم پر صرف ایک بوسیدہ کرتہ تھا اور اس پر ایک صدری جو بوسیدہ تر تھی۔ بچھونے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ نومبر دسمبر کی یخ بستہ راتیں آپ نے صرف ایک چادر میں بسر کیں۔ حقیقت [2] اس عارف اور متوکلانہ زندگی کو سمجھنے کے لئے محبان الٰہی کا دل و دماغ چاہئیے۔ وہ کھونے کو پانا اور پانے کو کھونا سمجھتے ہیں۔ اس منزل میں قدم رکھنا ولایت کی انتہا ہے اور رضیت باللّٰہ ربا کی معنوی تفسیر ہے۔

---

[1] یہ تمام واقعات مولانا کی زندگی کے ابتدائی حالات میں شامل مقالہ کئے جا چکے ہیں۔

[2] فقر کار خویش را سنجیدن است — بر دو حرف لا الٰہ پیچیدن است
فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضاست — ما امینیم ایں متاع مصطفےٰ است

(مثنوی مسافر ص ۲۳ — علامہ اقبال علیہ الرحمہ)

۱۹۱۸ء کے اوائل میں آپ کا سفر حج کی تیاری کرنا اور پھر درخواست میں تمام اہل وعیال کا نام بھی درج کروانا دراصل آپ ہندوستان سے ہجرت کرکے عازم حجاز ہو رہے تھے حالانکہ آپ کے پاس زادِ راہ تک بھی موجود نہ تھا۔

[illegible] کی ہجرت کی ساری داستان فقر و فاقہ اور توکل و تسلیم کی روداد ہے۔ پھر ۱۹۲۸ء میں سفر حجاز ہمارے موجودہ موضوع کی جان ہے۔ آپ کا متواتر آٹھ دن تک کھانا تناول نہ فرمانا کیونکہ کھانا پکانے والے بے قرار تھے۔ اردو، فارسی اور سندھی میں درس و تدریس کا[1] اہتمام جدہ شریف میں جاکر ایک بھٹی ہوئی جھونپڑی کے کنارے پر ایک ماہ تک بچوں کے فاقہ میں بیٹھا رہنا اور پھر ان مصائب و آلام پر اظہار مسرت و تشکر کہ الحمد للہ دل تو سیاہ مرنے سے بچ گیا ہے۔

---

[1] مرد حق جی اعتزال یارے برد
مرد حق یارے برد عارے خورد (ابیات علیہ الرحمہ) مثنوی مسافر ص۳۲

ارشاد نبوی: ہجرت ... لمبارک الی اللہ تعالی من صحبتین عابدا غافلا

(کشف المحجوب مصنفہ حضرت علی ہجویری علیہ الرحمہ)

آج کل تبلیغی دوروں پر عجیب سودا بازی ہوتی ہے۔ میزبانی کی زبان پر خوشامد و تملق، بڑے بڑے خطابات (مفخم بھیشہ خطابت سحبان عصر خطیب پاکستان وغیرہ) علماء سوء کی ہوسناکیاں، خوش پوشی، خوش خوری اور ناموری و شہرت کی تمنا اور آپس میں رقابت خدا کی پناہ!

مگر مولانا کی زندگی کا ہر سانس تعمیری سرگرمیوں کے لئے وقف تھا۔ رضائے الٰہی آپ کی منزل مقصود تھی۔ سفر میں بھنے ہوئے چنے اور گڑ باندھ کر تبلیغی دوروں پر جانا امراء کے گھروں میں سات سات دن قیام لیکن ان کے گھر کا ایک لقمہ بھی نہ کھانا۔ اور پھر قلندرانہ انداز میں فرمانا

"دنیا داروں کی غرور کی گردن کاٹنے کے لئے
میں نے استغناء سے تیز تر آلہ کبھی نہیں دیکھا ہے۔"

اب علماء سوء کی مرغوب غذاؤں کا تصور اور مولانا کی مخلصانہ روش حیات کا موازنہ کیجئے تو دونوں کے درمیان تضاد و تباین کا ایک جہنم زار نظر آئے گا۔

امن یمشی مکبا علی وجهه اهدی امن یمشی سویا
علی صراط مستقیم۔[1]

---

[1] پارہ نمبر ۲۹ آیت نمبر ۲۲ سورہ الملک

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
شاہیں کا جہاں اور ہے کرگس کا جہاں اور (اقبال)

اگرچہ زندگی کے آخری سالوں میں آپ پر فالج کا اثر تھا لیکن اطباء اور ڈاکٹروں کی ہدایت کے باوجود مشاغل میں سر مو فرق نہ آتا تھا۔ صاحبزادوں سے خوراک کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا صبح سے صرف ایک پیالی چائے کی نوش جاں فرمائی ہے گیارہ بج گئے ہیں ابھی تک ناشتہ بھی نہیں کیا۔

سبحان اللہ ! یہ اولیاء امت ہیں ۔ فطرت[1] کی ترجمانی ان کے عمل میں پائی جاتی ہے ۔ یہ دراصل ایکم مثلی[2] کا مظہر بننے کی سعی مرتبہ ہے ۔

---

[1] فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مرد کہستانی
(ضرب کلیم ص ۱۸۲ — علامہ اقبال علیہ الرحمہ)

[2] صحابہ کرام کو فاقہ کی شدتوں سے محفوظ رکھنے کے لئے حضور اکرم ان کو فرمایا کرتے تھے ۔ ایکم مثلی ابیت یطعمنی ربی و یسقینی (تم سے کون میری طرح ہے ؟ جب مجھ کو بھوک لگتی ہے تو میرا پروردگار مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے)

بخاری شریف ، کتاب الصیام ، باب ۱۲۲۱ ص ۲۹۸

"رحم و عفت"

رحم صفت الہی ہے ۔ارحم الراحمین کا لقب اسی کی ذات با برکات کو زیبا ہے اور ہر وہ شخص جو اس صفت سے متصف ہوگا ، متخلق باخلاق اللہ سمجھا جائے گا کیونکہ رحمان اور رحیم کے صفاتی اسماء کے انوار اس کی ضمیر پر مسلّط و محتوی سمجھے جائیں گے ۔ فرشتے خدا تعالے کے حضور اپنی دعاؤں میں کہتے ہیں :

ربّنا وسعت کلّ شئی رّحمۃ و عِلما[1]

اور ادھر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے فرق اقدس پر رحمۃ للعالمین کا مرصّع و مزیّن تاج رکھا گیا ہے بلکہ اللہ تعالے نے ہر ذی[2] حیات کو صفت رحم سے کسی نہ کسی حد تک ضرور نوازا ہے ۔ بلا شک و ریب اس مبارک وصف کی ہمہ گیری سے انفس و آفاق میں سکون و طمانیت کی ندیاں بہہ رہی ہیں ۔

---

[1] ربّنا وسعت کلّ شئی رحمۃ وّعلما (سورہ مومن آیت نمبر ۷)

[2] ان ابا ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول جعل اللہ الرحمۃ مائۃ جزء فامسک عندہ تسعۃ وتسعین جزءا ۔ وّانزل فی الارض جزء واحدا ۔ فمن ذالک الجزء یتراحم الخلق حتی ترفع الفرس حافرھا عن وّلدھا ان تصیبہ

(بخاری شریف کتاب الادب باب ۵۲۵)

حضرت لاہوریؒ پدرانہ شفقت کا ایک حسین پیکر تھے۔ آپ کی نرم خوئی، خوش کلامی اور نظر شفقت آپ کے متوسلین کو مسحور کرنے کے لئے کافی تھی۔ آپ کی تربت کی سامنے والی دیوار پر یہ شعر آپ کی سیرت کی صحیح عکاسی کرتا ہے ؎

ہجوم ہے تیری تربت پہ دردمندوں کا
یتیم ہیں تیری شفقت کو یاد کرتے ہیں (احقرؔ)

یہ شعر لاکھوں مہجور و مجروح دلوں کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہے۔ یتیم نواسے اور نواسیاں گھر پر موجود تھیں ان سے پوچھئے کہ آپ کے نانا جان کس قدر شفیق تھے۔ آپ کی وفات پر بڑے بڑے حوصلہ مند انسانوں کو ہچکی کی آہیں بھرتے اور روتے دیکھا گیا۔

قوم کی بد اخلاقی، دین سے انحراف اور عیاشی کی دلدادگی کو دیکھ کر آپ بڑے ماہرانہ جلال سے رذائل و قبائح کے خلاف بولتے تھے مگر ساتھ ہی دعا کیا کرتے تھے۔

"ہم آپ کے بد خواہ نہیں ہیں۔ ہم تو کافروں کے حق میں
بھی ہدایت کی دعا کرتے ہیں"

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان (ضرب کلیم ص ۵ اقبالؒ)

آپ کو گناہ سے سخت نفرت تھی لیکن آپ گناہگاروں کو اصلاح و ہدایت میں حریص تھے ۔ آپ برتنوں کو صاف کرنے کے متمنّی تھے ۔ ان کو توڑنا نہیں چاہتے تھے ۔

نیلہ گنبد کی جامع مسجد میں " رحمۃ اللعالمین " عنوان پر تقریر فرما رہے تھے ۔ قوم کی زبوں حالی کا خیال آتے ہی آپ پر رقّت طاری ہوگئی آنسو بہنے لگے ۔ کچھ وقفے کے بعد زبان کھولی تو یہ الفاظ سنائی دیئے گئے ۔

دار عشق کچھ سہی لیکن یہیں دیکھا گیا
بے خبر ہنسا کئے اور باخبر رویا کئے

حیوانات پر بھی آپ کی شفقت عام تھی ۔ درس قرآن میں ایک دو دفعہ آپ کی زبان سے سنا کہ کسی جگہ دو مجرم پکڑے گئے ۔ ان میں سے ایک بے گناہ تھا اور ایک فاسق تھا ۔ بے گناہ خدا تعالےٰ سے عدل و انصاف کی اپیل کیا کرتا اور گناہگار اپنے گناہوں کی معافی کے علاوہ رحم کی اپیل کرتا ۔ جج نے جب فیصلہ سنایا فاسق کو بری کیا گیا اور بے گناہ کو تختہ دار پر لٹکایا گیا ۔ اس طائفہ کے ایک عارف باللہ نے حضور باری تعالےٰ میں استدعا کی کہ مولا کریم یہ کیا ماجرا ہے ۔ جواب ملا گناہگار ہمیشہ ہمارے سامنے اقرار جُرم کرتا اور رحم کی التجا کرتا رہا ۔ ہم نے اس پر رحم کیا ۔ بے گناہ ہمیشہ عدل و انصاف کی درخواست کرتا ۔ ہم نے اس کے ساتھ انصاف سے کام لیا ۔ یہ شخص ماضی میں ایک دن بہتے ہوئے پانی کے کنارے پر

بیٹھا تھا ۔ اس نے ایک چیونٹی کو ایک تنکا پر چڑھایا ۔ تنکے کو پانی میں تیرا کر دیا ۔ چیونٹی نیچے آئے تو ڈوب جائے ۔ اوپر جائے تو پریشان ہو ۔ آخر اسی تماشہ کے دوران تنکا بہہ نکلا اور چیونٹی بھی ڈوب گئی ۔ لہذا آج کے فیصلہ میں ہم نے رحم کی بجائے انصاف سے کام لیا ہے ۔ اس شخص نے ہماری مخلوق (چیونٹی) کو ڈبویا ۔ آج ہم نے بروئے انصاف اس کو تختہ دار پر لٹکایا ۔ حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ یہ واقعہ بیان کرکے فرمایا کرتے ، جب سے میں نے یہ سنا ہے ، پیشاب کے وقت بھی اگر کوئی چیونٹی نظر آجائے تو میں اس کو تنکے سے نکالتا ہوں اور اگر تنکا نہ ملے تو اپنی انگلی سے اس کو بچاتا ہوں ۔

" خواجہ نذیر احمد مرحوم نے بیان فرمایا کہ حضرت لاہوری ایک دفعہ کسی جلسے میں شمولیت کے لئے اسٹیشن پر پہنچ گئے ۔ گاڑی پر سوار ہونے سے پہلے خیال آیا کہ میرے حجرے میں چڑیوں کے گھونسلے ہیں اور میں دروازے ، کھڑکیاں اور روشن دان بند کرکے آیا ہوں ۔ لہذا آپ نے فوراً جلسے کے منتظم کو تار دیا کہ میں اس گاڑی کی بجائے اگلی گاڑی پر انشاءاللہ آؤں گا ۔ اسٹیشن سے واپس آکر آپ نے روشن دان کھولے اور پھر دوسری گاڑی پر سوار ہوکر تشریف لے گئے ۔"

ہم بنظر اختصار حضرت مولانا لاہوری کے باقی خصائل و محاسن کو بالتفصیل بیان نہیں کرتے ۔ اگرچہ مقامات ولایت جو کہ آپ کے علمی و عملی کمالات

ہر قدر یہ مبسوط کتاب لکھی گئی ہے ، اس میں تقریباً سو صفحات آپ کے
محامد کے لئے مختص ہیں اور کوئی عنوان بھی ایسا نہیں ہے جسکو آپ کی
زندگی کے واقعات سے مدلّل اور مصدقہ نہ بنایا گیا ۔ استغناء ، ایفائے عہد
مہمان نوازی ، پاکیزگی فطرت ، امانت ، احسان پر حلم ، طلب رضا کے
اور علاوہ ازیں عام صفات حسنہ کا تذکرہ اخلاق حمیدہ کا ایک چمن زار ہے ۔
جس کے مطالعہ سے ایمان کی کیفیت میں نورانیت اور جذبۂ عمل میں ایک
انقلاب پیدا ہوتا ہے ۔

حسن خاتمہ

ہم حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی نوراللہ مرقدہ کے وقت کو قرآنی تفسیر کا عہد زریں یقین کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی ساری حیات مبارکہ کتاب و سنّت کی خدمت اور اسلامی اقدار کو عملاً اجاگر کرنے میں گزاری ۔ دعا ہے اللہ تعالٰی ان کو جنت فردوس میں نبیین صدیقین ، شہداء اور صالحین کی ہم نشینی کا شرف عطا فرمائے ۔ آمین یا اله العٰلمین ۔

الحمد للہ ! کہ یہ کار عظیم بفضل ایزد متعال بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا ۔

• منیر •

ضمیمہ

شیخ التفسیر کے فیوض و برکات کی وسعتیں

مع نقشہ دنیا

"حضرت شیخ التفسیر کے فیوض و برکات کی وسعتیں"

حضرت مولانا احمد علی لاہوری علیہ الرحمۃ اگست ۱۹۱۶ء کو ریشمی خطوط کے انکشاف کے سلسلے میں ایک باغی کی حیثیت سے گرفتار ہوئے اور مختلف جیلوں میں اسیری کے ایام بسر کرکے لاہور میں چند شرائط اور پابندیوں کے ساتھ رہا کئے گئے ۔ فرنگی حکومت کے اس باغی مرد آہن نے لاہور کی امارت میں نصف صدی درس قرآن مجید کی شمع جلا کر اسلامیان عالم میں وہ مقام پیدا کر لیا کہ آپ اپنے وقت کے ممتاز ترین مفسرین میں شمار ہونے لگے ۔آج ہم چند ایسے شواہد سپرد قلم کریں گے جن کے مطالعہ سے قارئین کرام آپ کے فیوض و برکات کی وسعتوں کا قدرے اندازہ لگا سکیں گے ۔

قرآن حکیم کے درس عام و خاص سے کون کون مستفیض ہوئے ۔ اس کا علم خداوند عالم کو ہی ہے ۔مگر انجمن خدام الدین شیرانوالہ کے رجسٹرات جن کے مندرجات اس مرد حق آگاہ کے خود دست مبارک کی جنبش قلم کا نتیجہ ہیں ۔ سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان کے تمام شہروں ، قصبوں اور دیہاتوں میں سے علم دین کے پیاسے شیرانوالہ کے چشمۂ صافی سے آکر علم و عرفان کی پیاس بجھاتے رہے ۔ راقم الحروف نے ان علماء کرام کے تعارفی پتے خود اپنی آنکھوں سے پڑھے جو حضرت لاہوری سے سندات فراغت حاصل کرکے گئے ہیں ۔اب ہم بیرونی ممالک سے آنے والے حضرات کی فہرست میں سے چند ایک افراد کے نام مع پتہ درج کرتے ہیں :

۱ ۔ حاجی محمد معروف ضلع طرفان (ملک چین)

۲ ۔ مولوی حاجی عبدالخبیر صاحب ضلع طرفان (ملک چین)

۳ ۔ مولوی عبداللہ صاحب (بخارا) ملک ترکستان

۴ ۔ جلال آباد (افغانستان) مولوی محمد اسحاق صاحب

۵ ۔ مولوی عبدالمنّان (ملک تبت)

۶ ۔ مولوی محمد حنیف ساکن ڈربن (جنوبی افریقہ)

۷ ۔ ملک قاسم شاہ ڈربن نٹال (جنوبی افریقہ)

بعض علماء ضلع اکیاب (برما)

مولوی عبداللہ صاحب ولد حاجی ادام نوح (ملایا)

سماٹرا ۔ پورٹ لوئس ۔ جزائر ماریشس کے علماء کرام بھی شامل درس ہوتے ۔

مولوی یار محمد شہر زاہدان (ایران)

تقریباً پانچ ہزار علماء کرام کو دورۂ تفسیر کے لحاظ سے آپ کے ساتھ شرف تلمذ حاصل ہوا ۔

دوسرا کارنامہ :۔ ہفت روزہ خدام الدین کے اجراء پر حضرت شیخ التفسیر فرط احسان مندی سے مسرور ہو کر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہفت روزہ جاری کرواکر انجمن خدام الدین سے وہ کام لیا ہے جو اس سے پیشتر نہیں لیا تھا ۔ حالانکہ انجمن کتاب و سنت کے احیاء و عروج کے لئے ہزاروں روپے سالانہ خرچ

کر رہی تھی ۔ یہ مبارک رسالہ مولانا کی زندگی میں ہی شہرت عام حاصل کر گیا

تھا ۔ تمام شہروں میں نیوز ایجنسیاں اس کی خریدار بنیں ۔ سکولوں ، کالجوں

اور جیلوں میں رات دن پڑھا جاتا تھا ۔ اس قبولیت عامہ کا یہ عالم تھا کہ

تھوڑے عرصے میں ہی اس کی طباعت سترہ ہزار تک پہنچ گئی ۔ یہ پرچہ مندرجہ

ذیل بیرونی مقامات پر بھیجا جاتا ہے ۔

نقل رجسٹر ہفت روزہ خدام الدین

سعودی عرب (مکہ معظمہ ۔ مدینہ منورہ) حضرت مولانا حافظ محمد اسحاق صدیقی صاحب

کویت عربیہ گلف ۔ ایڈیٹر ماسکو نیوز (روس)

قاری محمد شفیع صاحب پوسٹ آفس نمبر ۱۲۲۲ ۔ ابوظہبی

امیر جاوید ۲۸ پیمبر وبلڈن پارک لنڈن

مسقط سلطنت عمان ۔ عمان ۔ ہانگ کانگ ۔ آسٹریلیا ۔

کینیڈا کے خریداروں کے پتے بھی رجسٹر میں درج ہیں ۔

تیسرا شاہد :۔ حضرت لاہوری کے فرزند اکبر حافظ حبیب اللہ مرحوم مہاجر مکی و

مدنی ۱۹۲۷ء سے اٹھائیس سال تک مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں مقیم رہے ۔

مسجد نبوی باب صدیق میں بیٹھ کر درس قرآن حکیم کا فریضہ ادا فرماتے رہے ۔

حج کے ایام میں مکہ معظمہ تشریف لاتے اور کعبۃ اللہ زادہا اللہ شرفا کے بالکل

ہی پیچھے درس دیا کرتے ۔ ان کے درس ارشاد و ہدایت میں تمام اسلامی ممالک

کے حجاج کرام وقتاً فوقتاً حاضر ہو کر مستفیض ہوتے اور اس طرح سے آپ کے مہو



بحر محیط شمالی
بحر اوقیانوس
بحر الکاهل
افریقه
چین
بحر هند
بحر محیط جنوبی

ہدایت کی کرنیں تمام اسلامیان عالم کے قلوب و ارواح کو منور کریں۔

چوتھا شاہد :- محترم جناب پروفیسر علامہ علاؤالدین صدیقی وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور کی شہادت ہم ابتدائی اوراق میں نقل کر چکے ہیں کہ آپ نے مغربی ممالک کی سیاحت کے دوران حضرت لاہوری کے شاگردوں کو جا بجا درس قرآن میں مشغول دیکھا۔

پانچواں شاہد :- ہم دنیا کے نقشہ میں ان مقامات کی خصوصی علامات کی نشاندہی کرتے ہیں جہاں آپ کے علم و عرفان کی بارش ہوئی اور اب بھی ہو رہی ہے۔

چھٹا شاہد :- ہم ایک خط کی نقل بھی اس مقام پر ضروری سمجھتے ہیں جو حضرت کی طرف سے تمام فارغ التحصیل علماء کرام کے نام جاری ہوتا تھا۔

خط کی نقل

سوالنامہ متعلقہ رپورٹ درس قرآن مجید بابتہ ماہ ———— ۱۳۷ھ

۱ - کیا آپ قرآن مجید کا درس دیتے ہیں ؟
۲ - درس کب سے جاری ہے ؟
۳ - درس کے اوقات
۴ - ماہ زیر رپورٹ میں درس قرآن حکیم کے کس حصہ سے شروع کیا گیا اور کہاں پر ختم ہوا۔
۵ - حاضرین کی تعداد تخمیناً اور اوسطاً کتنی رہی
۶ - حاضرین زیادہ تر کس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں
۷ - کیا درس قرآن میں لوگوں کی دلچسپی بڑھ رہی یا کم ہو رہی ہے۔

المجیب

كتابات

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبوعہ
۱	آئینہ کمالات اسلام	مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی پہلا ایڈیشن فروری ۱۸۹۳ء	
۲	ابو داؤد	امام ابو داؤد سجستانی کی تصنیف	
۳	احکام شب برات	حضرت مولانا احمد علی	فیروز سنز لمیٹڈ لاہور
۴	احیاء العلوم	امام غزالی علیہ الرحمۃ	
۵	ارمغان حجاز	علامہ ڈاکٹر محمد اقبال	مطبوعہ پاکستان ٹائمز پریس لاہور
۶	ازدی فتوح الشام	حافظ عبدالغنی بن سعید الازدی	
۷	اسرار و رموز	علامہ ڈاکٹر محمد اقبال	مطبوعہ کوہ نور آرٹ پرنٹنگ پریس، ایبٹ روڈ، لاہور
۸	اسلام ہند خطرہ میں	مولانا احمد علی	فیروز سنز لمیٹڈ لاہور
۹	اسلام اور ہتھیار	ایضاً	ایضاً
۱۰	استحکام پاکستان	ایضاً	ایضاً
۱۱	اصلی حنفیت	ایضاً	ایضاً
۱۲	اصول تفسیر	شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ	
۱۳	آفاق (روزنامہ)	۲۲ فروری ۱۹۲۲ء	

۱۴	افادات مہدی	بیگم مہدی جون ۱۹۲۳ء
۱۵	اقدام (رسالہ)	۴ مارچ ۱۹۶۸ء
۱۶	اکسیر فی اصول تفسیر	نواب صدیق حسن خان مرحوم
۱۷	الحرب فی القرآن	مولانا ابوالکلام آزاد مطبوعہ مطبع کریمی لاہور ۱۹۲۲ء
۱۸	الصدق (اخبار)	لکھنؤ یکم اکتوبر ۱۹۲۹ء
۱۹	الاتقان	امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
۲۰	الحدیث النفع فی تدوین الفقہ	مصنفہ حافظ نصیرالدین فاضل دیوبند معلم جامعہ پنجاب لاہور
۲۱	الاجتہاد والتقلید	علامہ قاری محمد طیب صاحب مطبوعہ نادیۃ الادب الاسلامی پاکستان ۱۹۵۱ء
۲۲	التکشف	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ
۲۳	الفاروق	حضرت مولانا شبلی نعمانی مرحوم باہتمام نعمان علی پبلشرز، اردو بازار، لاہور
۲۴	المصری بامداد السلوک	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ
۲۵	اسرار ولایت	ماسٹر لال دین اخگر ایم اے بی ٹی مطبوعہ پنجاب پریس لاہور
۲۶	ایک مفسّر قرآن	حضرت چوہدری محمد یوسف مطبوعہ مکتبۂ یوسفی، کراچی
۲۷	اید قرآن	حضرت قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند

۲۸	بال جبریل	علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مطبوعہ کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس ، ایبٹ روڈ ، لاہور
۲۹	بانگ درا	بانگ درا ایضاً بار سوئم ۱۹۳۰ء
۳۰	بخاری شریف	امام بخاری مطبوعہ سعیدی قرآن محل کراچی
۳۱	بدر (اخبار)	جلد سوئم ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۷ء
۳۲	بہشت اور دوزخ کی پہچان	حضرت مولانا احمد علی رحمہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور
۳۳	بعض بڑے مسلمان	مرتبہ عبدالرشید ارشد مکتبہ رشیدیہ ۔ شاہ عالم مارکیٹ لاہور
۳۵	بیضاوی شریف	حضرت عبداللہ بن عمر کی تفسیر مصنف شافعی المذہب تھے ۔ کتاب بڑی مقبول ہے ۔
۳۶	پاکستان ٹائمز (اخبار)	۲۵ فروری ۱۹۶۲ء
۳۷	پرانے چراغ	مولانا ابوالحسن ندوی مکتبہ فردوس لکھنؤ
۳۸	پیام مشرق	ڈاکٹر علامہ اقبال مطبع جامع ملیہ اسلامیہ دہلی
۳۹	پیر اور مرید کے فرائض	حضرت مولانا احمد علی مرحوم مطبوعہ فیروز سنز لاہور
۴۰	پیغام رسول	ایضاً ایضاً
۴۱	تاریخ اسلام	پروفیسر حمید الدین ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۲ء
۴۲	تاریخ الفقہ	قاضی عبدالصمد صارم الازہری
۴۳	تاریخ التفسیر	ایضاً
۴۴	تاریخ القرآن	ایضاً
۴۵	تاریخ الحدیث	ایضاً

۴۶	تبلیغ رسالت	مرزا غلام احمد قادیانی
۴۷	تجدید احیائے دین	مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب
۴۸	تحفۂ معراج النبی	مولانا احمد علی رحؒ صاحب فیروز سنز لاہور
۴۹	تحفۂ میلاد النبی	ایضاً
۵۰	ترجمان القرآن	(تفسیر قرآن حکیم) مصنفہ ابوالکلام آزاد مرحوم
۵۱	تریاق القلوب	مرزا غلام احمد قادیانی بار دوئم ۱۹۲۲ء
۵۲	ترمذی شریف	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ
۵۳	تذکرۃ البلاغت	مولوی ذوالفقار علی مرحوم ڈپٹی انسپکٹر مدارس ضلع سہارنپور ۱۹۲۳ء
۵۴	تذکرۃ الرسوم الاسلامیہ	مولانا احمد علی علیہ رحمۃ ، فیروز سنز لاہور
۵۵	تفسیر کبیر	امام فخرالدین رازی
۵۶	تفسیر زاہدی	شیخ محمد زاہد بخاری
۵۷	تمدن عرب	مترجمہ ڈاکٹر سیّد علی بلگرامی
۵۸	توحید مقبول (رسالہ)	مولانا احمد علی علیہ رحمۃ ، فیروز سنز لاہور
۵۹	جاوید نامہ فارسی	علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مطبوعہ کریمی پریس لاہور
۶۰	جماعت اسلامی	ارشد القادری سیکرٹری جنرل دی ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ
۶۱	جوامع الکلم	مولانا مطیع الحق ، شائع کردہ مکتبۂ ضیاء العلوم تبتی باغ ، لاہور

۳۲	حجۃ اللہ البالغہ حصہ اول	حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ۔ مطبوعہ اتحاد پریس ہل روڈ ، لاہور
۳۳	حجۃ اللہ البالغہ حصہ دوئم	ایضاً ایضاً
۳۴	حقیقۃ الصلوٰۃ	مولانا ابوالکلام آزاد ، الہلال بک ایجنسی بیرون دروازہ شیرانوالہ لاہور مطبوعہ حجازی پریس لاہور
[illegible]	خدا کی نیک بندیاں	حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ عزیز سنز لاہور
۳۶	خلاصۂ اسلام	ایضاً ایضاً
۳۷	خلاصۃ المشکوٰۃ	ایضاً ایضاً
۳۸	خلق محمدی	ایضاً ایضاً
۳۹	رجسٹر لائبریری	مدرسہ قاسم العلوم انجمن خدام الدین لاہور
۴۰	رحمۃ للعالمین حصہ سوم	قاضی سلمان منصور پوری مطبوعہ شیخ غلام علی کشمیری بازار ۔ لاہور
۴۱	ردّ المختار شامی	علامہ ابن عابدین شامی مطبوعہ میمنیہ مصر
۴۲	روح المعانی	علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ
۴۳	روح الاجتماع	ڈاکٹر لیباں فرانسیسی مترجمہ مولانا محمد یونس فرنگی محلی مرحوم ۱۹۲۴ھ مطبوعہ معارف
۴۴	رولٹ ایکٹ کمیشن کی رپورٹ بابت "سازش ریشمی خطوط"	
۴۵	ریکارڈ رجسٹرات	انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور
۴۶	سالنامہ نگار	نیاز فتحپوری جنوری ۱۹۵۵ء ، صفحہ ۱۵۱
۴۷	سیرۃ النبی حصہ اوّل	علامہ شبلی نعمانی مطبوعہ مرکنٹائل پریس لاہور

۷۸	سیرۃ النبی جلد سوئم	سلیمان ندوی مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۳۸ء
۷۹	ایضاً جلد پنجم	ایضاً ایضاً
۸۰	ایضاً جلد ششم	ایضاً ایضاً
۸۱	ایضاً جلد دوئم	ایضاً ایضاً
۸۲	ایضاً جلد چہارم	ایضاً ایضاً
۸۳	سیرۃ النعمان	مولانا شبلی نعمانی مطبوعہ مرکنٹائل پریس لاہور
۸۴	سیرت ابن ہشام جلد اوّل	
۸۵	شرح اسماء الحسنیٰ	حضرت مولانا احمد علی فیروز سنز لمیٹڈ لاہور
۸۶	شہادت امام حسین	مولانا ابوالکلام آزاد مطبوعہ ہند سنز پرنٹر دسمبر ۱۹۷۵ء
۸۷	شہادت القرآن	مرزا غلام احمد قادیانی
۸۸	ضرب کلیم	ڈاکٹر محمد اقبال مطبوعہ کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس ایبٹ روڈ ۔ لاہور
۸۹	ضرورۃ القرآن	مولانا احمد علی مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور
۹۰	عصر (سورۃ) مصنفہ ایضاً	
۹۱	فتح العزیز فارسی (تفسیر) مصنفہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی مطبع مجتبائی دہلی	
۹۲	فتوح البلدان	بلاذری مطبوعہ انٹرنیشنل پریس کراچی
۹۳	فضائل حج	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور

۹۴ فلق (سورۃ) تفسیر مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم فیروز سنز لمیٹڈ لاہور

۹۵ فلسفہ نماز ایضاً ایضاً

۹۶ فلسفہ روزہ ایضاً ایضاً

۹۷ فلسفہ زکوٰۃ ایضاً ایضاً

۹۸ فلسفہ عید قربان ایضاً ایضاً

۹۹ فلسفہ نوحو کا شرعی فیصلہ ایضاً

۱۰۰ فوز الکبیر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مطبوعہ الجمعیۃ پریس دہلی ۱۹۵۵ء

۱۰۱ قائد اعظم کا پیغام عید ۱۹۴۵ء

۱۰۲ قرآن پاک حدیث فقہ مباحث پر عملی بحث مصنفہ پروفیسر غلام رسول ایم ۔ اے

۱۰۳ قریش (سورۃ) تفسیر مصنفہ مولانا احمد علی رحمہ اللہ ، فیروز سنز لاہور

۱۰۴ قرآن پاک مترجم ایضاً ایضاً

۱۰۵ قصائد حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۰۶ قول الجمیل مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مطبوعہ اختر نیشنل پریس کراچی

۱۰۷ "کاپی" (مصنفہ بابو منظور سعید) حضرت لاہوری نے اپنے حالات خود اپنی زبان مبارک سے لکھوائے تھے ۔

۱۰۸ کشف المحجوب مصنفہ حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ ، لاہور

۱۰۹ کلیات اکبر الہ آبادی

۱۱۰	کیمیائے سعادت	امام غزالی ، پبلشرز شیخ غلام حسین اینڈ سنز کشمیری بازار ، لاہور
۱۱۱	گلدستۂ صد احادیث نبوی	حضرت مولانا احمد علی ، فیروز سنز لاہور
۱۱۲	مال میراث میں تقسیم	ایضاً ایضاً
۱۱۳	مترجم و محشی حاشیہ از حضرت شیخ الہند مطبوعہ انجمن اشاعت قرآن صدر کراچی	
۱۱۴	مترجم قرآن مجید	مولانا احمد علی علیہ الرحمہ فیروز سنز لاہور
۱۱۵	مثنوی مولانا روم	
۱۱۶	محسنؐ کائنات	ماسٹر لال دین اخگر ایم اے بی ٹی مطبوعہ آرٹ پریس انارکلی لاہور
۱۱۷	مرد مومن	عبدالحمید خاں ، فیروز سنز لمیٹڈ لاہور
۱۱۸	مسلمان عورت کے فرائض مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم	
۱۱۹	مسند امام احمد بن حنبل	
۱۱۹ الف	مسلم شریف	مسلم بن حجاج
۱۲۰	مشکوٰۃ شریف	ولی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور
۱۲۱	موضح القرآن	شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ
۱۲۲	مضامین سیدؒ جمال الدین افغانی علیہ الرحمۃ	
۱۲۳	مدحیہ بوصیری العربی	خواجہ عبدالوحید صاحب مطبع سعیدی کراچی
۱۲۴	مقدمہ خیر کثیر	شاہ محمد عاشق مرحوم
۱۲۵	مقصد قرآن	مولانا احمد علی رحؒ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور
۱۲۶	مقامات ولایت	ماسٹر لال دین اخگر ایم اے ، پنجاب پریس لاہور

۱۲۷ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی دفتر اوّل مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور بار سوئم

۱۲۸ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی دفتر دوم ایضاً

۱۲۹ منصب امامت حضرت شاہ اسماعیل شہید

۱۳۰ موطا امام مالک بن انس کی تصنیف ہے

۱۳۱ "موج کوثر" شیخ محمد اکرام مطبوعہ فیروز سنز لاہور

۱۳۲ مینوں آساپتھکس کتاب ۲ کتاب اوّل باب ششم از جان ایمسپکتزی

۱۳۳ نجات دارین کا پروگرام حضرت مولانا احمد علی فیروز سنز لاہور

۱۳۴ نکاح بیوگان ایضاً ایضاً

۱۳۵ نسائی شریف ابو عبدالرحمان ۔ یہ کتاب صحاح ستہ میں شامل ہے

۱۳۶ والناس (سورۃ) حضرت مولانا احمد علی مرحوم ، فیروز سنز لاہور

۱۳۷ وظیفے ایضاً

۱۳۸ ہفت روزہ خدام الدین یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

فیروز سنز ، لاہور

۱۳۹ ہفت روزہ جہاں نما ۲۲ مئی ۱۹۶۷ء (لاہور)

۱۴۰ W. Montgomeory Watt: Muhammad at Madina, Oxfort at the Clorendon Press, 1956.

۱۴۲ John Devenport: Muhammad and Teachings of the Quran

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعلام

۱ ـ حضرت آدم علیہ السلام	پہلے انسان ـ پہلے پیغمبر ۵۵۴ و ۵۵۵
۲ ـ حضرت ابن عباس	حضور اکرم کے چچا زاد بھائی ـ سلطان المفسرین ـ حبرالامۃ ، مرویات کی تعداد ۱۶۶۰ ص ۲۱۲
۳ ـ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب	ولادت ۱۹۰۳ء ـ عالم دین ـ انشا پرداز ـ مفکر ، جماعت اسلامی کے بانی ـ ۱۰۵ ، ۲۷۲ ، ۲۷۸ ، ۲۷۹
۴ ـ مولانا محمد احمد مرحوم	فاضل دیوبند ـ حضرت سندھی رحمہ کے رفیق کار ـ حضرت لاہوری کے خسر ۲۱ ، ۶۱ ، ۶۲ ، ۷۲ ، ۱۵۷
۵ ـ مفتی ابوالشعاع صاحب	فاضل اجل ، خطیب جامع مسجد تھوہ والہ چک ۱۸۰ ضلع شیخوپورہ ص ۱۲۲
۶ ـ مولانا ابوالکلام آزاد	۱۸۸۸ء سے ۱۹۵۸ء ـ ادیب ، مفسر قرآن ، صحافی ، مصنف ، ۱۹۲۷ء ، بھارت کے وزیر تعلیم ص ۲۲ ، ۲۵ ، ۳۰۷ ، ۳۰۹ ، ۳۹۱ ، ۳۹۳
۷ ـ ابوالحسن علی ندوی	پیدائش ۱۳۳۳ھ ، ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ ، رکن عربی اکیڈمی دمشق ، رکن مجلس شوریٰ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ ـ صحافی ۱۲۸ ، ۲۲۷ ، ۵۰۲
۸ ـ حضرت ابوالبیان حماد	حضرت مولانا احمد علی کے دورۂ تفسیر کے ممتاز عالم دین ص ۲۲۶

۹ ۔ ابن سعد	مورخ ص ۵۰۳
۱۰ ۔ ابن قیمؒ	مفسر قرآن ، اقسام القرآن پر التبیان کتاب لکھی ص ۱۸۶ ، ۱۸۸ ، ۲۹۳
۱۱ ۔ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ	حضور اکرمؐ کے پہلے خلیفہ ۔ آپ کے سسر عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ص ۲۵۹ وفات ۲۳۲ھ
۱۲ ۔ حضرت ابوالحسن نوری	صاحب دل ، عالم دین ص ۱۲۷
۱۳ ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ	صحابی ص ۲۳۰
۱۴ ۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح	سپہ سالار افواج اسلامیہ در عہد خلافت حضرت عمرؓ ص ۵۲۱
۱۵ ۔ شیخ ابرار احمد صاحب	سپرنٹنڈنٹ آر پولیس لاہور ۱۹۲۲ء
۱۶ ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام	اوالوالعزم مرسلین میں سے جدّ انبیاء ص ۲۹۲
۱۷ ۔ حضرت ابو عبداللہ محمد بن ادریس المعروف امام شافعی	۸۲۰ھ محدّث ، فقیہ ، ائمہ اربعہ میں سے ص ۲۶۳ ، ۲۷۹
۱۸ ۔ ابو داؤد	محدّث ، ص ۳۲۴
۱۹ ۔ ابن ہشام	محدث ، مورخ ، وفات ۲۱۸ھ ص ۵۲۸
۲۰ ۔ امام ابو یوسف	ائمہ میں شمار ص ۲۶۳ ، ۲۷۳ ، ۳۲۸
۲۱ ۔ ابن خلدون ولی الدین عبدالرحمن	(۱۳۳۲ء ۔ ۱۴۰۶ء) پیدائش تونس ، بانیٔ عمرانیات ، فلسفی ، مورخ
۲۲ ۔ حکیم اجمل خاں مرحوم	ولادت ۱۸۶۳ء وفات ۱۹۲۷ء ، مشہور عالم طبیب ، آزادیٔ ہند کے سپاہی ص ۱۰۳

۲۳ ـ مولانا احمد علی علیہ الرحمہ	پیدائش ۱۸۸۵ھ وفات ۱۹۶۲ء ، باپ کا نام شیخ حبیب اللہ مرحوم ، عالم دین ، مفسّر قرآن ، آزادی ہند کے مجاہد ، ص ۱ ، ۳ ، ۱۳ (ان کا نام نامی تمام صفحات میں ملے گا)
۲۴ ـ مولوی احمد دین صاحب	ساکن چھب میاں علی ضلع شیخوپورہ ، عالم دین ص ۳۰
۲۵ ـ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ	۹۷۱ھ تا ۱۰۳۴ھ ـ ممتاز عالم دین ، ولیٔ اکمل ، مجدد الف ثانی ، آپ کی اربعین اور مکتوبات مشہور ہیں ـ ۲۴۴ ، ۲۵۶ ، ۲۵۹ ، ۳۲۹ ، ۲۸۸ ، ۵۱۰
۲۶ ـ احسان بی اے	مشہور صحافی ، ادیب ص ۱۱۹ ، ۱۳۳
۲۷ ـ امام احمد بن حنبل	۱۶۴ھ تا ۲۴۱ھ ـ ائمہ اربعہ میں شمار آپ کی مسند مشہور ہے ـ محدّث ص ۲۶۳ ، ۲۶۹ ، ۲۵۲
۲۸ ـ مولانا احمد رضا خان بریلوی	۱۲۷۲ھ تا ۱۳۴۰ھ عالم دین ، فرقہ بریلوی کے بانی
۲۹ ـ سیّد احمد شاہ بخاری	حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ کے خلیفہ عالم دین ص ۵۰۷
۳۰ ـ حضرت احمد شاہ دیوانی	خلیفہ مجاز حضرت مولانا احمد علی لاہوری ص ۵۰۷
۳۱ ـ قاضی احسان احمد مرحوم	خطیب پاکستان ، سحر البیان ، ص ۱۲۹ ، ۱۳۲

۳۲ ۔ احسان قریشی صاحب	پرنسپل گورنمنٹ کالج کمرشل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ سیالکوٹ ۱۹۶۲ء ص ۵۲۲
۳۳ ۔ سید احمد بریلوی مرحوم	۱۷۸۶ء تا ۱۸۳۱ء عالم دین مجاہد ص ۵۲۱
۳۴ ۔ علامہ ارشد القادری	سیکرٹری جنرل دی ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ ص ۱۱۷
۳۵ ۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام	پیغمبر خدا ، ذبیح اللّٰہ لقب ، ص ۳۹۲
۳۶ ۔ حضرت شاہ اسماعیل شہید	حضرت شاہ ولی اللّٰہ دہلوی کے پوتے ۔ مجاہد کبیر ، شہید ص ۲۷ ، ۲۸ ، ۵۲۱
۳۷ ۔ اسماء بنت ابوبکر	ذات النطاقین لقب ۔ حضرت زبیر کی بیوی ہیں ۔ حضرت عبداللّٰہ بن زبیر کی والدہ ۔
۳۸ ا حضرت مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم	پیدائش ۱۸۶۳ء وفات ۱۹۴۳ء مہتمم دارالعلوم دیوبند ۔ جنگ آزادی ہند کے مجاہد کثیر التصانیف ۔ مشہور عالم دین ص ۱۵۷ و ۵۱۱
۳۹ ۔ اکبر الہ آبادی	۱۸۴۶ء تا ۱۹۲۱ء ۔ ممتاز اردو شاعر ، قومی شعراء میں ممتاز ۔ ص ۲۱۷
۴۰ ۔ مستری اللّٰہ دتہ	ساکن لاہور ، حضرت لاہوری کے مخلص دوست ص ۵۹
۴۱ ۔ میجر اللّٰہ دتہ	ریٹائرڈ میجر ، ریاست بہاول پور ص ۸۵
۴۲ ۔ ام سلمیٰ	ام المومنین رضی اللّٰہ عنہا ۔ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والی پہلی عورت ص ۲۷۲

۴۳ ۔ امیر امان خان	والیٔ کابل ص ۲۵ ، ۲۲ ، ۲۶ ، ۴۵
۴۴ ۔ سیّد امین الحق صاحب	خلیفہ مجاز حضرت لاہوری ۔ عالم دین ص۔
۴۵ ۔ امین الدین	ماسٹر لال دین کے چھوٹے لڑکے ص ۱۲۳
۴۶ ۔ ام عمارہ انصاریہ	صحابیہ ص ۲۲۲
۴۷ ۔ مولوی امام دین	پرائمری سکول کے ٹیچر ص ۲۱
۴۸ ۔ مولانا انور شاہ کاشمیری	پیدائش ۱۸۷۵ء وفات ۱۹۳۲ء اپنے وقت کے امام غزالی ۔ فخرالدین رازی ممتاز محدث ۔ ص ۲۵ ، ۸۱ ، ۸۳ ، ۱۵۲ ۱۶۹ ، ۲۰۳ ، ۲۹۳ ،
۴۹ ۔ انتھونی ایم لیوڈوسی	مصنف کتاب وومن (Woman) ص ۴۱۹
۵۰ ۔ مفتی انوار الحق مرحوم	بیگم والی بھوپال نے ان کو مدرسہ نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی میں بھیجا ۔ تاکہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم کی کارکردگی کا اندازہ لگائیں ۔ ص ۳۴
۵۱ ۔ مولوی انیس احمد بی اے	حضرت لاہوری کے بھتیجے ص ۲۶
۵۲ ۔ علّامہ انور صابری صاحب	شاعر و ادیب (دیوبندی) ص ۱۹۹

۵۳ ۔ حضرت باقی باللہ دہلوی	ولی اللہ ، ان کے نام پر دہلی میں ایک قبرستان مشہور ہے ۔ ص ، ۲۹
۵۴ ۔ امام بخاری	مشہور محدث صحیح بخاری شریف کے مولف ص ۱۱۸
۵۵ ۔ برکت اللہ صاحب	امریکن غدر پارٹی کا ممبر ، مولانا سندھی کا رفیق کار ص ۳۸
۵۶ ۔ مفتی بشیر احمد	فاضل دیوبند ، خطیب ، مفتی ، حضرت لاہوری کے خلیفۂ مجاز ، مجاہد ولادت ۱۳۲۲ھ ص ۵۰۶
۵۷ ۔ حضرت امام بقاعی	مفسر ، تفسیر کا نام نظم الدرر فی تناسب الآی والسور ۔
۵۸ ۔ مصنف فتوح البلدان بلاذری	ص ۵۶۱
۵۹ ۔ پیر پگارا	سندھ کے مشہور و معروف صاحب نسبت ۔ مجاہد کبیر ، عالم ربانی ، سید احمد بریلوی شہید کے رفیق کار ۔ ص ۱۵
۶۰ ۔ ماسٹر تاج دین انصاری مرحوم	مجلس احرار اسلام کے رکن
۶۱ ۔ سید تاج محمود امروٹی	حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے پیر طریقت مجاہد کبیر ص ۱۱ ، ۱۳ ، ۹۲ ، ۱۳۲ ، ۲۶۵ ، ۲۹۲ ، ۵۱۵
۶۲ ۔ حضرت تقی الدین ابن تیمیہ	۶۶۱ ۔ ۷۲۸ھ ممتاز عالم مفسر ، محدث ریاضی ، الجبرا ، ہیئت ، لغت کے ماہر ص ۱۴۵

۳۳ ۔ جان ڈیون پورٹ	مصنف ۔ مورخ ۔ حضور اکرم کی سیرت پر ص ۲۹۲
۳۴ ۔ جان ایس میکنزی	مصنف مینول آف ایتھکس ص ۵۲۲
۳۵ ۔ جان دمشقی عیسائی	بنو عباس کے خلفاء کا درباری ص ۲۹۹
۳۶ ۔ حضرت جابر صحابی	صحابیؓ رسول خدا ص ۲۵۳ ، ۳۵۶
۳۷ ۔ حضرت حسین بن عبداللہ	
۳۸ ۔ حضرت جلال الدین سیوطی	مصنف ۔ تصانیف کی تعداد پانچ سو ۸۹ کتب فقط فن حدیث میں ۔ الاتقان السیوطی کی تصنیف ہے ۔ ص ۲۴۰ ، ۱۸۵ ، ۱۸۲
۳۹ ۔ جمیلہ کوثر	حضرت لاہوری کی نواسی ص ۲
۴۰ ۔ مفتی جمیل احمد تھانوی	مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور ص ۱۱ ، ۱۲۰
۴۱ ۔ سید جمال الدین افغانی مرحوم	۱۸۲۸ء سے ۱۸۹۷ء کابل میں پیدا ہوئے مسلمان مفکر اتحاد اسلامی کے داعی ۔ ص ۲۱۲ ، ۲۰۰ ، ۲۲۱ ، ۲۲۳
۴۲ ۔ حضرت جنید بن محمد الجنید	شیخ المشائخ ابوالقاسم ۔ درویش صفت ص ۵۲۸ ، کشف المحجوب میں ان کے اقوال موجود ہیں ۔
۴۳ ۔ شیخ حبیب اللہ مرحوم	حضرت لاہوری کے والد ماجد ۲ ، ۳ ، ۴ ، ۱۲۰
۴۴ ۔ حافظ حبیب اللہ مرحوم	ولادت ۱۹۱۲ء وفات ۲۸ جولائی ۱۹۷۳ء مہاجر حجاز مقدس ساری زندگی وہیں

۸۶ ۔ حافظ حمید اللہ مرحوم	حضرت لاہوری کے صاحبزادے ، عالم دین ، حافظ قرآن ، ص ۱۲۶ ، ۱۲۹ ، ۱۴۰
۸۷ ۔ مولانا حمید الدین فراہی	مفسر قرآن ، ربط آیات ، ربط سور پر بڑی محنت کی ص ۱۸۳
۸۸ ۔ مولوی حیات محمد صاحب	ساکن ریحانوالہ ، نیک سیرت ص ۵۲۲
۸۹ ۔ حضرت خالد بن ولید ، سیف اللہ	۲۱ ہجری وفات ۔ سپہ سالار ص ۴۲۷
۹۰ ۔ غازی خدا بخش مرحوم	حضرت لاہوری کے خادم ، جہاد کشمیر میں شامل ص ۲۲۶
۹۱ ۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ	حضور اکرم کی پہلی بیوی ، حضرت فاطمہ کی والدہ ص ۴۳۲
۹۲ ۔ مولانا خلیل احمد مرحوم	مفتی ریاست ، مالیر کوٹلہ فاضل دیو بند ص ۸۱ ، ۴۵۲
۹۳ ۔ مولانا داؤد غزنوی	مسلک اہل حدیث ، فاضل دین ص ۱۳۸
۹۴ ۔ دارا شکوہ	اورنگ زیب کا بڑا صاحبزادہ ۔ سفینۃ الاولیاء کا مصنف ۔
۹۵ ۔ حاجی دین محمد صاحب	حضرت لاہوری کے مخلص مرید اور [illegible] ص ۱۲۵ ، ۱۲۶
۹۶ ۔ ذاکر ندیر	مؤرخ ص ۳[illegible]
۹۷ ۔ پیر راشد اللہ مرحوم	[illegible]
۹۸ ۔ مستری رحیم بخش	

۹۹ ۔ حکیم رشید احمد مرحوم — حضرت لاہوری کے سب سے چھوٹے بھائی ص ۱۲۲

۱۰۰ ۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی — فاضل اجل، ولیٔ کامل، عالم ربّانی مہتمم دارالعلوم دیوبند، ولادت ۱۸۲۸ء وفات ۱۹۰۵ء ص، ۱۴۷

۱۰۱ ۔ حضرت شاہ رفیع الدین — شاہ ولی اللّٰہ مرحوم کے صاحبزادے، مفسر، محدث، مترجم ص ۹، ۹۲، ۱۸۲، ۱۸۸ ۔

۱۰۲ ۔ مولانا روم — فارسی شاعر، تصوف کے محرم راز، ولادت ۱۲۰۷ء یا ۱۲۷۲ء، مثنوی معنوی ان کی تصنیف ہے ۔

۱۰۳ ۔ رینالڈ نکلسن — مستشرق ص ۲۹۲

۱۰۴ ۔ قاضی زاہد الحسینی صاحب — فاضل اجل ص ۵۰۷

۱۰۵ ۔ امام زاہدی، — تفسیر زاہدی فارسی میں لکھی ص ۱۸۲

۱۰۶ ۔ حضرت زبیر — صحابی، شجاع، عشرہ مبشرہ میں سے ص ۲۵۹

۱۰۷ ۔ حضرت امام زفر — زفر بن ھذیل نام، ۱۱۰ھ پیدائش وفات ۱۸۵، آئمہ میں شمار، ص ۲۲۳، ۲۷۳

۱۰۸ ۔ حضرت زیدؓ بن ثابت — صحابی، مجتہد عالم دین ص ۲۲۰ وفات ۴۵ ہجری ص ۲۹۰

۱۰۹ ۔ حضرت زینب بنت جحش — زوجۂ رسول، فقہاء میں شمار ص ۲۶۱

۱۱۰ ۔ سٹالن — ۱۸۷۹ء تا ۱۹۵۳ء روس کا ڈکٹیٹر اور وزیر اعظم ص ۲۳۰

۱۱۱ ـ پروفیسر سدیو ترانچیس	مستشرق ص ۲۹۱
۱۱۲ ـ حضرت سعد بن مالک	صحابی ، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ص ۲۵۹
۱۱۳ ـ سعیدہ بی بی ،	حضرت لاہوری کی نواسی ص ۵۲۳
۱۱۴ ـ سر سکندر حیات خان	وزیر اعظم (متحدہ پنجاب) ص ۱۰۳ ، ۵۵۰ ، ۵۲۲
۱۱۵ ـ سید سلیمان ندوی	مورخ اسلام ، سیرۃ النبی کے مصنف ۔ ولادت ۱۸۸۴ ء ، وفات ۱۹۵۳ء ، ص ۳۰ ، ۳۸۰ ، ۴۲۹ ، ۴۶۳ ، ۴۸۵ ، ۵۲۰
۱۱۶ ـ سلطان بابا	۵۲۶
۱۱۷ ـ حضرت سلمان فارسی	رسول پاک کے محبوب صحابی ص ۴۳۰
۱۱۸ ـ حضرت سلطان الاذکار	ص ۵۵
۱۱۹ ـ منشی سلطان احمد صاحب	انجمن خدام الدین کے محرر ص ۴۴۴
۱۲۰ ـ قاضی سلیمان منصور پوری	مصنف رحمۃ للعالمین مر سہ حصص فاضل اجل مورخ ص ۴۲۷ ، ۵۲۲
۱۲۱ ـ مولانا سیف اللہ بہاری	حضرت لاہوری کی مسجد میں ساری زندگی گزاری ۔ ص ۲۳۹
۱۲۲ ـ امام شافعی	ائمہ اربعہ میں شمار ص ۱۸۹
۱۲۳ ـ مولانا شبیر احمد عثمانی	مفسّر ، محدث ، ۱۸۸۵ء تا ۱۹۴۹ء ص ۴۱ ، ۸۱ ، ۱۵۲ ، ۱۹۷
۱۲۴ ـ مولانا شبلی نعمانی	مورخ اسلام ، کثیر التصانیف ، ولادت ۱۸۵۷ء وفات ۱۹۱۴ء ص ۲۴۵ ، ۲۶۴

۱۲۵ ۔ بشیر احمد لدھیانوی	حضرت مولانا احمد علی کے شاگرد ص ۲۲۸
۱۲۶ ۔ حافظ شمس الدین	شمس الدین محمد بن ابوبکر بن قیم الجوزی الدمشقی ۷۵۲ھ ، امثال القرآن پر مصنف کی ص ۵۵۲
۱۲۷ ۔ مولانا شمس الحق افغانی	عالم دین ، ص ۵۲۱
۱۲۸ ۔ حکیم شمس الدین صاحب	پرنسپل طبیہ کالج ، ضلع لاہور ص ۱۳۷
۱۲۹ ۔ آغا شورش کاشمیری مرحوم	پاکستان کے ممتاز صحافی ، ادیب ، چٹان کے ایڈیٹر ص ۱۲۰
۱۳۰ ۔ مولانا شوکت علی مرحوم	سرسیّد احمد خاں کے ہم نوا ۔مولانا محمد علی جوہر مرحوم کے بھائی ص ۲۲ ، ۲۶
۱۳۱ ۔ میاں شیر محمد شرقپوری نوراللّٰہ مرقدہ	صاحب کشف وکرامت بزرگ ص ۱۰ ، ۲۲۳
۱۳۲ ۔ ماسٹر شیر محمد صاحب	سکول ماسٹر چک ۱۸۰ ضلع شیخوپورہ ص ۵۲۶
۱۳۳ ۔ شیطان	نام ابلیس ص ۲۵۹
۱۳۴ ۔ نواب صدیق حسن	مصنف ، محقق ، عالم دین ص ۱۸۲ ، ۱۸۹ ، ۲۲۳
۱۳۵ ۔ صلاح الدین ایّوبی	صلیبی جنگوں کے مسلم ہیرو ص ۲۳۱
۱۳۶ ۔ محترمہ صفیہ بی بی مرحومہ	حضرت لاہوری کی اہلیہ محترمہ ، عابدہ ، زاہدہ ، ص ۲۷ ، ۱۵۷
۱۳۷ ۔ قاضی ضیاءالدین ایم اے	حضرت سندھی کے مدرسہ معارف القرآنیہ میں انگریزی پڑھاتے تھے ۔ص ۳۰ ، ۵۷
۱۳۸ ۔ مولانا ضیاء الدین مرحوم	حضرت لاہوری کے ہم سبق اور پیر راشد اللّٰہ مرحوم کے فرزند ارجمند ۔ص ۱۷

۱۳۹ ـ حضرت طلحہ رضؓ	صحابی ، عشرہ مبشرہ میں سے ص ۲۵۹
۱۴۰ ـ مولانا ظفر علی خاں	ایڈیٹر "زمیندار" صحافی ، بنگالی شاعر ص ۵۲ ، ۹۱ ، ۹۲ ، وفات ۱۹۵۶ء
۱۴۱ ـ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	زوجۂ مطہرہ ، رسول پاک صؐ ۶۱۳ء تا ۶۷۸ء ، فقہاء امت میں شمار ص ۲۴۲ ، ۲۴۰ ، ۲۴۱
۱۴۲ ـ محترمہ عائشہ بی بی	حضرت لاہوری کی صاحبزادی ص۱۵۰ ، ۱۴۲
۱۴۳ ـ مولوی عبدالواحد بیگ	ایک تائب انسان ، پکا مسلمان ، حضرت لاہوری کا مرید ص ۵۳۰
۱۴۴ ـ پروفیسر عبدالباری ندوی	جان ایس میکنزی کی کتاب (اخلاق) کا اردو میں ترجمہ کیا ـ ص ۵۲۶
۱۴۵ ـ مولانا عبدالمجید مرحوم سوہدروی	ایڈیٹر رسالہ "مسلمان" ص ۵۲۳
۱۴۶ ـ مولانا عبدالغفور	ساکن کوئٹہ ، فاضل دیوبند ص ۵۱۲
۱۴۷ ـ مولانا عبداللہ ٹونکی	ص ۳۴
۱۴۸ ـ قاری عبدالکریم ترکستانی	، فاضل دیوبند ص۲۷ ، ۲۹
۱۴۹ ـ مولانا عبدالباری فرنگی محلہ امرتسر	ص ۹۸
۱۵۰ ـ میاں عبدالرحمن مرحوم	ص ۵۹
۱۵۱ ـ خواجہ عبدالحئی مرحوم	مفسر قرآن جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی ص ۱۷۸
۱۵۲ ـ عبداللہ صاحب و مولوی عبدالواحد صاحب	ـ حضرت لاہوری کے نواسے ص ۱۸
۱۵۳ ـ عبدالصمد صارم الازہری	کثیر التصانیف ص ۱۷۶ ، ۱۷۸

۱۶۵ ـ مولانا عبدالحنّان	خطیب جامع مسجد راولپنڈی ، فاضل دیوبند ص ۱۲۱ ، ۲۲۶
۱۶۶ ـ عبدالحمید خان	فیروز سنز لمیٹڈ لاہور (ان کا ذکر بار بار خالی ص آیا ہے)
۱۶۷ ـ عبدالرشید ارشد صاحب	مکتبۂ رشیدیہ کا منیجر ، "بیس بڑے مسلمان" کتاب کے مرتب کنندہ ص ۸ ، ۲۵
۱۶۸ ـ شیخ عبدالحق محدث دہلوی	محدث ، ولادت ۹۵۸ ھ وفات ۱۰۵۲ھ
۱۶۹ ـ خلیفہ عبدالمالک	بنی عباس کا خلیفہ ص ۲۶۲
۱۷۰ ـ حضرت مولانا عبداللہ سندھی مرحوم	ولادت ۱۸۷۲ء ، وفات ۱۹۴۴ء امام انقلاب ص ۳ ، ۷ ، ۸ ، ۲۸ ، ۳۶ ، ۳۷
۱۷۱ ـ الحاج عبدالعزیز خطیب	جامع مسجد ساہیوال (ص ۵۰۲) خلیفہ مجاز حضرت لاہوری علیہ الرحمہ
۱۷۲ ـ حافظ عبدالغنی	ساکن شاہکوٹ ص ۱۳۲
۱۷۳ ـ مولانا عبدالستار خان نیازی	عالم دین ، جانباز سیاسی ، شیریں زبان مقرر ، ص ۱۴۲ ، ۵۲۹
۱۷۴ ـ حضرت عبداللہ المعروف ابی ہریرہؓ	صحابی رسولؐ خدا ص ۳۷۲
۱۷۵ ـ مولانا عبداللہ درخواستی صاحب	پاکستان کے جیّد عالم دین ، حافظ الحدیث آپ کو ہزاروں حدیثیں از بر ہیں ۔ ص ۱۱ ، ۱۲۹
۱۷۶ ـ شاہ عبدالغنی	حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے چوتھے صاحبزادے ہیں ، شاہ اسماعیل شہید کے

والد محترم -معالم دین ص ۲۲ ، ۲۵ ، ۹۲

۱۷۷ - حضرت عبدالقادر رائے پوری بزرگ ملک سیرت ، مصر ، ولیؒ اکمل پیر طریقت ص ۱۲۳

۱۷۸ - مولانا عبدالماجد صاحب دریا بادی ولادت ۱۸۹۲ء ، مفسّر قرآن ، ص ۲۲

۱۷۹ - مولوی عزیز احمد مرحوم حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کے چھوٹے بھائی ص ۱۶

۱۸۰ - حضرت عبداللہ بن عباسؓ صحابی ص: ۲۹۰

۱۸۱ - عبدالمجید وارثی صحافی ، ادیب ص ۱۲۵

۱۸۲ - حضرت مولانا عبدالہادی دین پوری - سید العارفین حضرت مولانا غلام محمد دین پوری کے صاحبزادہ -معالم دین ، حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کے خلیفہ - ص ۵۰۲

۱۸۳ - مولوی عبداللہ چکڑالوی بانی فرقہ اہل قرآن ، ص ۱۱۷ ، ۱۱۸

۱۸۴ - حضرت عثمان رضؓ ذوالنورین -اسلام کے تیسرے خلیفہ ص ۲۵۹

۱۸۵ - مولانا عوض محمد مرحوم حضرت لاہوری کے خلیفہ مجاز ص ۵۰۲

۱۸۶ - سیّد عطاءاللہ شاہ بخاری ۱۸۹۱ء تا ۱۹۶۱ء سیاسی رہنما مجلس احرار اسلام کے زعیم بے مثل خطیب ص ۳ ، ۱۷ ، ۱۵۸ ، ۲۵۲ ، ۴۸۴ -

۱۸۷ - پروفیسر علامہ علاؤالدین صدیقی - پیدائش ۱۹۰۷ء
حضرت لاہوری کے درس قرآن اور درس حجۃ اللہ البالغہ کے ممتاز شاگرد - پنجاب یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر ص ۳ ، ۱۲۰ ، ۱۲۷ ، ۲۲۵ ، ۲۲۸ ، ۴۸۸ -

۱۸۸ - سیّد علی ہجویری علیہ الرحمہ پیدائش ۱۰۰۹ء تا ۱۰۷۲ء
سید السادات ، ولیؒ کامل ، ص ۱۳ ، ۴۹۰ ، ۵۱۷ ، ۵۲۰

۱۸۹ ۔ حضرت علیؓ	خلیفۂ چہارم ، ۳۰ھ تا ۲۲۱ھ ۔ پہلے دن کے وعظ کے مسلمان ، داماد رسول خدا ۲۵۹ ، ۲۲۰
۱۹۰ ۔ سید علی احمد شاہ کرنل	آزاد کشمیر کے پکے مسلمان ۔ حضرت لاہوریؒ کو اپنے ہاں بلایا تاکہ ریاست میں اسلامی نظام قائم کیا جائے ۔ ص ۱۱۵
۱۹۱ ۔ علامہ عنایت اللہ مشرقی	پیدائش ۱۸۸۸ء تا ۱۹۶۳ء خاکسار تحریک کے بانی ، ص ۳۰ ، ۵۵۲ ، ۵۲۲
۱۹۲ ۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ	خلیفۂ دوم ، فاروق لقب ، کائنات ہستی کی بے بدل شخصیت ، ص ۱۱۲ ، ۲۵۹ ، ۲۲۰ ، ۳۹۲
۱۹۳ ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ	بنو امیہ کے عادل صادق خلیفہ ۔ خلفاء راشدین کے پیروکار ۔ پیدائش ۶۱ ھ وفات ۱۰۱ ھ ، ص ۲۶۸
۱۹۴ ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام	پیغمبر خدا ، روح اللہ اور آیۃ اللہ لقب مسیحی دنیا کے پیغمبر ۔ ان پر انجیل نازل ہوئی ۔ ص ۵ ، ۳۰ ، ۳۶۹ ۔
۱۹۵ ۔ غالب پاشا	۱۹۱۲ء میں حجاز مقدس کے گورنر ص ۳۸
۱۹۶ ۔ امام غزالیؒ	نام ابو حامد محمد بن محمد الطوسی ، ۴۵۸ھ تا ۱۱۱۱ء ، امام دین ، فلسفی ، مفکر ، ص ۱۴۲
۱۹۷ ۔ مولانا غلام رسول صاحب	ڈیرہ اسماعیل خاں ، خلیفہ حضرت لاہوری ولادت ۱۴ رمضان المبارک ، ۱۳۳۶ھ ص ۵۰۷

۱۹۸ ۔ مرزا غلام احمد قادیانی	۱۸۳۴ء تا ۱۹۰۸ء ۔ جماعت احمدیہ کے بانی ۔ ص ۱۱۲ ، ۱۱۳ ، ۱۱۵
۱۹۹ ۔ غلام احمد پرویز	فتنۂ انکار حدیث کے داعی ص ۱۱۸ ، ۵۵۲
۲۰۰ ۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق	ابتداء میں انکار حدیث کے قائل ، اب آج کل تائب ۔ تاریخ حدیث میں توبہ کا اعلان ص ۱۱۸
۲۰۱ ۔ حضرت مولانا غلام محمد دین پور شریف	سید العارفین ، ولیٔ اکمل ، حضرت لاہوری کے پیر روشن ضمیر ص ۱۰ ، ۱۸ ، ۵۲ ، ۹۲
۲۰۲ ۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضہ	تاریخ پیدائش ۶۰۵ء ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ۔ لقب خاتون جنت ۔ حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کی والدہ ماجدہ ۔ ص ۳۴۲
۲۰۳ ۔ فتحی پاشا زغلول	انہوں نے ڈاکٹر لیبان فرانسیسی کی کتاب کا عربی میں ترجمہ کیا ۔ ص ۳۹م
۲۰۴ ۔ امام فخرالدین رازی	ولادت ۱۱۴۹ء تا ۱۲۰۹ء ممتاز عالم دین فلسفی ، بے نظیر مفسّر قرآن ۲۰
۲۰۵ ۔ فرعون ، شاہ مصر	انا ربکم الاعلیٰ کا دعوی کرنے والا دریائے نیل غرق ہوا ۔ ص ۲۲۲
۲۰۶ ۔ شیخ فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ	المعروف شکر گنج ، مدفن پاک پتن ، وفات ۱۲۶۵ء ، ص ۲
۲۰۷ ۔ بابا فضل الدین صاحب	حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کی مسجد واقع سبحان شاں میں خاکروب ۔ حضرت لاہوری ص ۸ ۵۵

لی ان سے معافی مانگی ۔

۲۰۸ ۔ بابا قائم دین	ایک کمہارا ۔ بہرہ ۔ گونگا ۔ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی مسجد میں قیام پذیر ص ۲۹۳ ، ۵۵۸
۲۰۹ ۔ کرشنا ورما	حضرت سندھی کا رفیق کار ص ۲۸
۲۱۰ ۔ مولانا کفیل احمد بجنوری	معلّم مدرسہ انصاریہ کلکتہ ص ۲۲۴
۲۱۱ ۔ مفتی کفایت اللہ دہلوی	مفتی ، علّامہ ، جمعیت علماء ہند کے صدر ص ۱۸۱
۲۱۲ ۔ مسٹر گاندھی	۱۸۶۹ء تا ۱۹۴۸ء ، سیاست دان کانگرس کا لیڈر ۔ ہندو دانشور
۲۱۳ ۔ گبن	مورخ ، ۱۷۳۶ء تا ۱۷۹۴ء ۔ روم کی تاریخ عروج و زوال لکھی ، ص ۲۹۴
۲۱۴ ۔ منشی گلزار احمد	محرر انجمن خدام الدین شیرانوالہ لاہور ص ۵۰۰
۲۱۵ ۔ مولانا گل محمد صاحب	ایرانی ۔ حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کے خلیفۂ مجاز ص ۵۰۷
۲۱۶ ۔ لال دین اختر ایم اے	ولادت یکم جون ۱۹۱۷ء حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کے نواسہ داماد ۔ ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر ، ۲ ، ۳ ، ۹۷ ، ۲۹۲ ، ۵۴۰
۲۱۷ ۔ مولانا لال حسین اختر مرحوم	عالم دین ، مناظر ، مبلّغ
۲۱۸ ۔ لینن	۱۸۷۰ء تا ۱۹۲۴ء ، انقلاب روس کا بانی ص ۲۳۰

۲۱۹ ۔ وزیر اعظم پاکستان لیاقت علی خاں مرحوم ، ولادت ۱۸۹۵ء ، شہادت ۱۹۵۱ء پاکستان کے پہلے وزیر اعظم ص ۲۲۳

۲۲۰ ۔ ڈاکٹر لیبان فرانسیسی	ماہر نفسیات جماعت ہائے ، ۲۴۰ ، ۲۳۲
۲۲۱ ۔ خلیفہ مامون الرشید	بنی عباس کے بڑے شان و شکوہ والے خلیفہ ولادت ۱۷۰ھ وفات ۲۱۸ ھ ص ۲۹۳
۲۲۲ ۔ حضرت امام مالک	آئمہ اربعہ میں شامل ، ۹۲ھ تا ۱۷۹ھ موطا ان کی تصنیف ہے ۔ ص ۲۶۳ ، ۴۹۹
۲۲۳ ۔ حضرت محمد صلّ اللہ علیہ وسلم	ولادت مبارک ۱۲ ربیع الاوّل ۵۷۰ء (یہ قول ابن اسحاق کا ہے) پیغمبر آخرالزماں ، سیدالاوّلین والآخرین ، خاتم النبیین ۔
۲۲۴ ۔ محمود غزنوی رح	غزنہ کا بادشاہ ، مشہور فاتح
۲۲۵ ۔ حافظ محمد علی	حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کے بھائی
۲۲۶ ۔ مفتی محمد حسن مرحوم	پیدائش ۱۹۲۲ء ، حضرت لاہوری کے خلیفہ (خانیوال) ، ص ۵۰۷
۲۲۷ ۔ قائد اعظم محمد علی جناح	۱۸۷۶ء تا ۱۹۴۸ء ، بانی پاکستان پہلے گورنر جنرل پاکستان ، ص ۴۲۹
۲۲۸ ۔ قاری محمد طیّب	عالم ربّانی ، موجودہ مہتمم دارالعلوم دیوبند ص ۲۸۸
۲۲۹ ۔ امام محمد بن حسن	پیدائش ۱۳۵ھ وفات ۱۸۹ ھ امام ابو حنیفہ کی صحبت میں رہے ۔ مبسوط جامع کبیر کے مصنف ۔
۲۳۰ ۔ محمد مقبول عالم بی اے	حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کے شاگرد

۲۳۱ - مولانا محمد ہارون صاحب فاضل دیوبند (تھو بھائی) خلیفہ حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ - ص ۵۰۷

۲۳۲ - چوہدری محمد یوسف صاحب پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور چھاؤنی

۲۳۳ - حضرت شیخ محمد بن محمد نسفی - المتوفی ۶۸۰ ھ - تفسیر کبیر کی تلخیص لکھی -

۲۳۴ - مولانا محمد شعیب صاحب حضرت لاہوری کے خلیفہ ، ص ۵۰۹ ، ۲۵۲

۲۳۵ - مولانا محمد علی جوہر ولادت ۱۸۷۸ ھ ، وفات ۱۹۳۱ ھ ہندوستانی تحریک خلافت کے بانی ، آزادی وطن کے مجاہد ، بے نظیر خطیب ، ص ۲۴ ، ۲۱

۲۳۶ - مولانا محمود حسن لقب شیخ الہند مرحوم - ولادت ۱۸۵۱ ھ - وفات ۱۹۲۰ ھ مولانا محمد قاسم نانوتوی مرحوم کے شاگرد ، ہ مجاہد ، آزادی ہند کے جانباز سپاہی ، مفسر قرآن ، ص ۲۱ ، ۲۳ ، ۲۴ ، ۲۷ ، ۲۹ ، ۳۰ ، ۴۱

۲۳۷ - مولوی محمد اسماعیل صاحب و مولوی محمد ابراہیم صاحب حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے مہمان شہر گوجرانوالہ ص ۷

۲۳۸ - حافظ محمد صدیق بھر چونڈی سید العارفین حضرت سندھی کے پیر رحمۃ اللہ علیہ طریقت ، حضرت امروٹی بھی انہی کے خلیفہ تھے ص ۳ ، ۱۳

۲۴۸ ـ مونٹ بیٹن	پیدائش ۱۹۰۰ء ، ہندوستان کا آخری وائسرائے ۔ ص ۲۰۹
۲۴۹ ـ مہندرا پرتاپ	رولٹ ایکٹ کمیٹی کی رپورٹ میں ان کا تذکرہ ہے ۔ خاندان کا ہندو ، خود رائے بھی قسم کا آدمی ، ص ۳۸ ، ۳۹
۲۵۰ ـ مولانا نجم الدین صاحب	پروفیسر اورینٹل کالج لاہور ، فاضل علوم اسلامیہ ، ص ۴۲
۲۵۱ ـ مولانا نصراللہ خاں عزیز	حضرت لاہوری کے عقیدت مند ، ادیب ص ۱۳۲
۲۵۲ ـ حضرت نعمان بن ثابت	۸۰ھ ـ لقب امام اعظم ـ فقید المثال عالم فقہ حنفی کے بانی ص ۲۶۳ ، ۲۶۵ ۲۷۱
۲۵۳ ـ حضرت نوح علیہ السلام	آدم ثانی ، پیغمبر خدا ، ص ۵۱۷
۲۵۴ ـ وحیدہ بی بی	مولانا احمد علی لاہوری کی نواسی ۵۲۳
۲۵۵ ـ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی	ـ ولادت ۱۷۰۳ء وفات ۱۷۶۲ء ہندوستان کے مجدد اسلام ، مفسر ، حجۃ اللہ البالغہ ، مشہور تصنیف ، ص ۲۷ ، ۹۲ ، ۱۷۳ ، ۱۸۲
۲۵۶ ـ ول ڈیورانٹ	امریکہ کا مشہور مصنف ، ص ۲۱۹
۲۵۷ ـ حضرت ہارون علیہ السلام	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی پیغمبر خدا ، ص ۲۲۹
۲۵۸ ـ ہردیال	ریشمی رومال ۱۹۱۳ء کے سلسلے میں بہت زیادہ کام کرنے والا ، ص ۳۸

اماکن

بسم الله الرحمن الرحيم

ايّاك	١	٢
ولنبلونكم	٢	١٥٥
و اذ قال	٢	٣٠
وعلّم	٢	
يؤتى الحكمة	٢	٢٦٩
قال	٢	٢٢٤
ربّنا	٢	١٢٩
انّ	٢	١٥٣
قولوا	٢	١٣٧
والهكم	٢	١٦٣
ولنا	١٢	٢٣١
ولهنّ	٢	٢٢٨
يسئلونك	٢	٢١٥
والذين	٢	٢٣٣
فاقتلوهم	٢	١٩١
ومنهم	٢	٢٠١
فانّه	٢	٩٤

قل	۳ : ۳۱
انّ	۳ :
فيه	۳ : ۹۷
واذكر	۳ : ۴۱
الذين	۳ : ۱۹۱
لمن اتّبع	۳ : ۱۲۲
كنتم امة	۳ : ۱۱۰
يا ايّها الذين	۴ : ۱۳۵
ولا تتمنّوا	۴ : ۳۲
يا ايّها	۴ :
واعبدوالله	۴ : ۳۲
وما	۴ : ۲۳
واتو	۴ : ۴
وعاشروهنّ	۴ : ۱۹
الرّجال	۴ : ۳۴
ومن يشاقق	۴ : ۱۱۵
انّ الله	۴ : ۵۸
يا ايّهاالذين	۴ : ۱۳۵
يا ايّهاالذين	۴ : ۵۰

يايها الذين	٣ : ٨٠
ولا يجرمنكم	٥ : ٢
اليوم	٥ : ٣
ولو تا ارجلهم	٥ : ٢٢
واتل	٥ : ٢٧
يحرفون	٥ : ١٣
واذ	٥ : ١١٠
وان	٥ : ٣٢
لا تطروالذين	٦ : ٥٢
زين	٦ : ١٢
ولا	٦ : ١٠٨
وهو	٦ : ٧٣
قل هوالقادر	٦ : ٦٥
لله الاسماء	٧ : ١٨٠
وادعوا	٧ : ٥٥
ولقد	٧ : ١٧٩
انهم	٧ : ٢٣
واعدوا	٨ : ٦٠
فلم تقتلوا	٨ : ١٧
انما	٨ : ٢

قالوا	۲۱ : ۶۲
أف	۲۱ : ۶۷
لن ينال	۲۲ : ۳۷
قد	۲۳ : ۹
ويقولون	۲۴ : ۴۷
رجال	۲۴ : ۳۷
وانكحوا	۲۴ : ۳۲
والذين	۲۵ : ۷۲
والذين	۲۵ : ۶۸
ولا تدع	۲۶ : ۲۱۳
جاهدوا	۲۲ : ۷۸
انّ	۲۹ : ۴۵
يا عبادى	۲۹ : ۵۶ تا ۶۰
بل هو	۲۹ : ۴۹
وما	۲۹ : ۶۴
انّ الله	۲۹ : ۶
ومن	۳۰ : ۲۱
وكان حقاً	۳۰ : ۴۷
واذا	۳۱ : ۳۲

وفي	٥١ : ١٩
في السّماء	٥١ : ٢٢
وما	٥٣ : ٣
وما ينطق	٥٣ : ٢
فأمّا	٥٦ : ٨٨
اعلموا	٥٧ : ٢٠
تحسبهم	٥٩ : ١٤
ولا تكونوا	٥٩ : ١٩
وما	٥٩ : ٧
لقد	٦٠ : ٦
لا ينهاكم	٦٠ : ٨
هو الذي	٦١ : ٩
وهو الذي	٦٢ : ٢
ومن	٦٥ : ٢
يا أيها	٦٦ : ٦
فمن	٦٧ : ٢٢
فقالوا	٧١ : ٢٣
إنّ	٧٣ : ٢٠
بل	٧٥ : ١٥

ثمّ ٤٥ : ١٩

وأما ٨٢ : ١٠

اعملوا ٨٤ : ٢٠

يأيها ٨٨ : ٢٤

يأيّها ٨٩ : ٢٤

فانهما ٩١ : ٨ و ٩ و ١٠

للآخرة ٩٣ : ٣

الم ٩٣ : ١

لقد ٩٥ : ٣

واسجد ٩٦ : ١٩

تحدّ ١٠٢ : ٨